شاہ صاحب کی مرقومہ بالا عبارت کو مشاہدات معراج کی اصلی حقیقت سمجھکر ہم نے نہین لکھا ہی۔ بلکہ اس کی نقل سے ہمارا مدعای خاص یہ ہے کہ حکمت و فلسفہ کے موجودہ زمانہ ارتداد مین جو معراج جسمانی کے محال ہونیکی متعلق دعوی کئی جاتے ہین اونکو قریب العقل والامکان ثابت کردین ورنہ معراج کے مشاہدات غیبیات قدرت کی ایسے نازک اسرار ربانی ہین جنکا تحمل الفاظ انسانی نہین کرسکتے

صاحب رحمۃ العالمین نے خاتمہ بحث پر جو عبارت حاشیہ لکھی ہے۔ ہم اُس سے پورا اتفاق کرتے ہین ادنکو ذیل مین نقل کرکے بحث معراج کو تمام کردیتے ہیں اور یہان اسیقدر بیان کو کافی سمجھتے ہین۔ صاحب رحمۃ للعٰلمین لکھتے ہین۔

علامہ ابن القیم لکھتے ہین۔ حضرت عائشہ و معویہ و امام حسن بصری سے مروی ہے کہ اسرا روح مبارک کو ہوا تھا اور جسم مبارک اپنی جگہ سے مفقود نہین ہوا تھا۔ علامہ موصوف (ابن القیم) کہتے ہین کہ اسرا روحی اور خواب مین بہت فرق ہے۔ اسرا روحی سے مراد تو یہی ہے کہ رُوح مبارک کو ان جملہ مقامات کی سیر کرائی گئی۔ اور خواب مین یہ بات نہین ہوتی۔ یہ درجہ اتم اکمل۔ اشرف اور اعلی ہے۔ علمار کے ایک گروہ کا قول ہے کہ اسرا بدن اور روح کے ساتھ تھا۔ زاد المعاد ابن القیم صفحہ ۳۰۱۔

واضح ہو کہ عروج جسدی کا انکار آجکل کے فلسفہ خشک کے اعتبار پر فضول ہے کیونکہ جس قادر مطلق نے اجرام سماویہ کے بھاری بھرکم اجسام کو تھام رکھا ہے اور عین خلا مین ادسکو قایم کیا ہے وہ جسم انسان کے جرم صغیر کو خلا مین لیجانے کی بھی ضرور قدرت رکھتا ہے۔ آجکل آکسیجن (OXYGINE) کی طاقت سے ہوائی جہاز اور ادن جہازون کے اندر آدمی برابر اوڑ رہے ہین۔ اس لئے خداوند کریم کا اپنے نبی کریم کو سواری براق۔ جو البرق سے مشتق اور الکٹرسٹی (ELECTERICITY) کی طاقت مخفیہ کی جانب اشارہ کُن ہے ملکوت السمٰوات کی سیر کرانا کچھ بھی مستبعد نہین۔ رحمۃ اللعالمین ۶۶

براق اور معراج کی گویا تمام بحث کو میر وحید صاحب مرحوم لکھنوی نے اپنے ایک مصرعہ مین لکھکر تمام کردیا ہے۔ جو براق کی صفت مین فرمایا گیا ہے ؎ کہنے کو براق اصل مین خالق کی کشش تھی۔

وجوب نماز پنجگانہ | معراج سے واپسی کے بعد اُمت اسلامیہ پر پانچ وقتون کی نماز واجب کی گئی۔ وجوب نماز کے تعیّن کی نسبت علما دین مین اختلاف ہے۔ بیکار کا اختلاف ہے تحقیق کی جاتی ہے تو یہ اختلاف اصل نماز کے وجوب مین یا اوسکے تعین اوقات مین نہین ہے رکعات کی نسبت اختلاف ہے۔ ورنہ اصل دو دو رکعتی نماز فجر اور عصر کی تو بعثت کے وقت ہی سے واجب کردیگئی تھی۔ اور ترکیب نماز بھی ناموس الٰہی نے اوسیوقت تعلیم کردی تھی۔ جسوقت وہ وحی الٰہی لیکر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا تھا جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے۔

اگر ادن علمار کے اقوال پر اعتبار کیا جاتا ہے جو متعلق وجوب نماز کو واقعہ معراج تک کھینچ لیجاتے ہین تو سوال پیدا

لقد كان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

اسوۃ الرسول صلعم

جلد دوم

سوانح حیات مقدسہ حضرت سید المرسلین خاتم النبیین رسول اکرم محمد بن عبد اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

از

آغاز حالات ولادت باسعادت آنحضرت تا واقعات پنجم سال ہجرت

مؤلفہ

خان بہادر سید اولاد حیدر

بلگرامی

(مؤلف سوانح حضرات چہاردہ معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین)

شمسی مشین پریس آگرہ میں محمد فضل اللہ بشیر خاں کے اہتمام سے چھپی

15/-

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

اسوۃ الرسول ؐ

جلد دوم

سوانح حیات مقدسہ حضرت سید المرسلین خاتم النبیین رسول اکرم محمد بن عبداللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

از

آغاز حالات ولادت باسعادت آنحضرت تا واقعات پنجم سال ہجرت

مولفہ

خان بہادر سید اولاد حیدر

بلگرامی

(مولف سوانح حضرات چہاردہ معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین)

شمسی مشین پریس آگرہ میں محمد بشیر اللہ خاں کے اہتمام سے چھپی

اللہ اکبر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاہِرِیْنَ

خدا ے سبحانہ تعالیٰ کی مہربانی اور ملک و قوم کی قدردانی کے شکریوں کے ساتھ ہم اسوۃ الرسولؐ کی جلد دوم۔ بالغ نظران قوم و ملت کی خدمت میں پیش کرتے ہیں ؎ توقع قبول رُوزیش باد

جلد اول میں قبل از اسلام عرب کے تاریخی جغرافی سیاسی۔ تمدنی۔ قومی۔ اور مذہبی حالات و واقعات مفصل اور مسلسل طور پر بیان ہو چکے ہیں۔ اور انھیں کے ساتھ ساتھ انبیاے سابقین سلام اللہ علی نبینا وآلہ وعلیہم اجمعین کی شریعتیں۔ طبقات امم سابقہ میں اون حضرات کی تعلیمیں اون کی تبلیغی خدمتیں قوم و قبائل کو خدا پرستی اور نیک سرشتی کی ہدایتیں جو اصلاً شریعت اسلامیہ کا مقدمہ تھیں۔ تاریخ و سیرت کے خاص اصول پر سلسلہ وار پوری تفصیل سے قلمبند کر دی گئیں ہیں سابق انبیاے عرب کے ذکر حالات میں خاص طور پر سلسلہ مقدسۂ ابراہیمی اور خانوادۂ مطہرۂ اسمٰعیلی کے حالات و واقعات زیادہ تفصیل و تشریح سے بیان کئے گئے ہیں اسلئے کہ یہی حضرات معدن انوار ختم النبیینؐ و مخزن آثار و اسرار سید المرسلینؐ صلی اللہ علیہ وآلہ الطاہرین تھے۔

اس شجرۂ طیبہ میں قیدار بن اسمٰعیلؑ سے لے کر حضرت عبد المطلب تک جتنے قابل الذکر بزرگوار گذرے ہیں اون کے حالات و واقعات تحقیق کر کے تفصیل سے لکھدئے گئے ہیں۔ اس لئے کہ کلیات آولین کے انھیں مقدمات سے خاتم الرسالت کا آغاز ہوتا ہے یا یوں سمجھا جاوے کہ اسی مبتدا سے مخبر صادق علیہ السلام کی تمام خبروں کے سلسلہ واقعات مسلسل ہوتے ہیں۔

افسوس ہے کہ قدیم ماخذوں کے طریقۂ تالیف کے خلاف۔ جدید تاریخ نویسوں اور سیرت نگاروں نے ان بزرگوں کے حالات کو واقعات قبل اسلام سمجھکر یا سیرت النبی کے موضوع خاص سے زاید جان کر قلم انداز کر دیا ہے لیکن ہم نے انکے نقل و اندراج کو اس لئے ضروری اور مفید سمجھا ہے کہ انکے ذکر و بیان سے خاندان رسالت اور دودمان نبوت کی قدامت وقار۔ وجاہت و اقتدار اور ملک و قوم پر انکا اعتبار و اختیار ثابت ہوتا ہے۔ اور انھیں امور کے ساتھ اونکی سلامت روی نیک نفسی۔ خوش اخلاقی اور قوم و وطن کے ساتھ ہمدردی کے پورے ثبوت ملتے ہیں۔

جلد دوم میں۔ جناب ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ولادت سے لے کر ہجرت کے پانچ سال تک کے تمام حالات و واقعات کامل تشریح و تفصیل سے قلمبند ہیں۔ آغاز رسالت سے پہلے نزول رسالت کے اسباب اور خاص کر جزیرہ نمائے عرب میں حضرت ختم المرسلینؐ کی بعثت اور آخر رسالت کے قیام و تعین کی مخصوص توجیہات تاریخی ثبوت کے ساتھ مندرج کی گئی ہیں۔ اسی ضمن میں عرب کے تمام الہامی اور غیر الہامی مذاہب و عقاید اور دستور و مراسم بھی بیان کئے گئے ہیں۔ خاص کر عرب کے دو بڑے مذہب۔ یہود و عیسائی شریعتوں کے زہد و مد کی پوری کیفیت لکھی گئی ہے۔ اس لئے کہ اسلام کو ہر ہر مقام پر ان سے مقابلہ کا متواتر اتفاق ہوا ہے۔

یہود سے زیادہ عیسائیوں کی شریعت۔ اون کے اعتقادات۔ اعتقادات میں خود غرضانہ اختراعات۔ آپس میں فرقہ بندیاں۔ ان تمام فرقوں کے جدا جدا حالات بقید سنین سلسلہ وار درج کئے گئے ہیں اس لئے کہ ابتدائے اسلام میں انکی مخالفت اتنی ضرر رساں ثابت نہیں ہوئی ہے جتنی موجودہ وقت و زمانہ میں۔ عرب کی تاریخ اور اسلام کا کارنامہ یہودیت و عیسائیت کے بڑے بڑے نیرنگ۔ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں دکھلاتا ہے یہود تو اسلام کے ساتھ خوب جی بھر کر لڑے مارا اور مرے۔ لیکن ان کے برعکس عیسائیوں کے ابتدائی ہی سے اسلام کے مقابل قطعی خموشی اور سکوت اختیار کیا کبھی کبھی انکی مہر سکوت ٹوٹی بھی تو اسلام کے متعلق ان کے مونہہ سے الفاظ تائیدی اور تصدیقی ہی نکلے (ملاحظہ ہو۔ راہب بحیرا کی اوس تصدیق رسالت آنحضرتؐ۔ نجاشی کی تائید و تصدیق اسلام واقعہ ہجرت اولی۔ عداس کا اقرار رسالت سفر طائف قبل ہجرت) اوس زمانہ میں عیسائیوں کی یہ خموشی اون کی حیلۃ الوقتی اور حکمت عملی پر مبنی کی جائے یا اون کی کمی اعداد اور قلت افراد کی وجہ سے قرار دی جائے۔ لیکن یہ ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ بمقابلہ یہود۔ ابتدا میں اسلام کو عیسائیوں سے اتنا ضرر نہیں پہونچا۔ جتنا یہودیوں سے۔

یہود اسلام کے مٹانے کی کوششوں کے ساتھ عرب سے آپ ہی مٹ گئے۔ اور اپنی بداخلاقیوں کی وجہ سے آج تک نہ پھر قومی اعتبار ہی حاصل کر سکے اور نہ دینی اقتدار۔ اِن کے برعکس عیسائیوں نے حفاظت و حمایت اسلام کے سایہ میں آکر مغربی و شمالی عرب میں اتنی قوت و عظمت حاصل کر لی۔ کہ وہیں سے بلاد یورپ اور تمام اقطاع عالم میں پھیل گئے۔ لیکن قوت و عظمت پا جانے کے زمانہ سے لے کر آج تک اوسی اسلام کو۔ جو ہر زمانہ میں انکا محسن اور معاون ثابت ہو چکا تھا عیسائیوں نے ہدف ملامت بنا رکھا ہے ؎

کس نیاموخت علم تیر از من کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد

قیام مکہ کی سیزدہ ۱۳ سالہ مدت میں مخفی طور پر تبلیغ رسالت اور دعوت اسلام کے تمام واقعات و حالات مفصل طور پر لکھے گئے ہیں اور اون سعادت مندان روزگار کے تفصیلی حالات قلمبند کئے گئے ہیں جنھوں نے اپنی تحقیق و تلاش خاص سے اسلام کی تصدیق کی اور مشرف بایمان ہو کر سبقت اسلام کا شرف خاص حاصل کیا۔ اسلامی سیرت نگار ان واقعات کو

زیادہ بھکر تفصیل سے نہیں لکھتے۔ لیکن ہم نے ان کے واقعات کو اسلام کے روحانی مآثر کا معیار صداقت قرار دے کر پوری تفصیل سے لکھا ہے۔ اور حتی الامکان ان تمام بزرگواروں کے قبول اسلام اور حصول ایمان کے مفصل حالات درج کئے ہیں۔ جنھوں نے اپنی تحقیق و تلاش۔ غور و خوض اور ذاتی مشاہدہ و تجربہ سے اسلام کی صداقت کے اعتراف کا اظہار اور اوس کی متابعت کا اقرار کیا ہے۔

قیام مکہ کے زمانہ میں داعی اسلام علیہ وآلہ السلام پر طالبین قریش اور مشرکین مکہ کی طرف سے جو مظالم اور شداید کئے گئے اور دعوت اسلام کی ممانعت میں جو انواع و اقسام کی تدبیریں عمل میں لائی گئیں اور بیرونی اقوام و قبائل سے سازشیں کی گئیں۔ وہ موجودہ تمام اسلامی سیرت کی کتابوں سے زیادہ مفصل طور پر لکھی گئیں ہیں۔

عقبۂ اُولیٰ اور عقبۂ ثانی۔ دونو بیعتوں کے احوال کو پوری تشریح و توضیح سے لکھ کر اسلام کی مخفی دعوت کی حقیقت اور اوس کے فواید و ضرورت کو پورے طور سے ثابت کر دیا ہے اور بتلا دیا ہے کہ اکثر خوش اعتقادانِ اسلام کی مبادرت و استعجال نے ابتدا میں اعلان اسلام پر اصرار قبل از وقت کر کے فائدے کی جگہ نقصان اوٹھایا ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کو علی الاکثر سیرت نگاروں نے نظر انداز کر دیا ہے۔

تیرہویں سال نبوت سے ہجرت کے پہلے سال کی ابتدا ہوتی ہے اور پیغمبر اسلام علیہ السلام مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ میں تشریف لے جاتے ہیں واقعات ہجرت میں تقلید اسلاف اور تاکید و تائید عقاید کے زیر اثر ہو کر جیسی اور جتنی نقاب افگنی کی گئی ہے اوس کا پورا انکشاف کر دیا گیا ہے اور ان تمام خارجی اور بیرونی گرد و غبار سے حقیقت و اصلیت کا جمال آئینہ نما صاف کر دیا گیا ہے۔

قیام مدینہ کے وقت سے پانچ برس تک کے مفصل اور مسلسل واقعات ہماری موجودہ جلد دوم کے مخصوص جزئیات میں۔ بیعت عقبہ اور تعیین نقبائے دوازدہ گانہ کے بعد مبلغین اسلامی کی خدمات۔ ہجرت صحابہ مہاجرین معتقدین انصار کے بے نظیر اکرام و ایثار۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ورود۔ قبا اور مدینہ میں آپ کا خیر مقدم۔ عقیدتمندوں کا پرجوش استقبال۔ حضرت ابو ایوب انصاری کا شرف میزبانی۔ تعمیر مسجد نبوی وغیرہ وغیرہ۔ بظاہر تو وہی حالات ہیں جو تمامی کتب تاریخ و سیرت میں عموماً مندرج ہیں۔ لیکن ان میں سے اکثر واقعات میں ان تمام جزئیات کی بھی تفصیل کر دی گئی ہے جو عموماً سیرت نویسوں کے قلم سے چھوٹ گئے ہیں۔

ناواقفکاران حقیقت ـ اسباب ظاہر پر نظر رکھکر اکثر یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ مکہ سے مدینہ میں پہنچتے ہی اسلام اور بانی اسلام علیہ السلام کو ہر امر میں آسانی۔ فراغت۔ آرام اور اطمینان مل گیا۔ ایسا سمجھنا حقیقت سے ناواقفیت اور درد قیت سے بے خبری ہے۔ ایسا نہیں۔ مکہ کی خموشی اور مخفی تبلیغ سے علانیہ اور علی روس الاشہاد ہدایت و ارشاد زیادہ پُرخطر تھے۔ اس میں شک نہیں کہ معتد بہ اعوان و انصار کی وجہ سے دعوت اسلام کو اب اخفا کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی تو کیا

اس تنہا ضرورت کے رفع ہوجانے سے اعلان اسلام کی تمام دشواریاں بھی چلی گئی تھیں مخفی تبلیغ میں تو دشمنوں کے مظالم اور ایذا رسانی کے کم اندیشے تھے۔ اس لئے کہ اُن کو خبر ہی نہ ہوتی تھی۔ ظاہری اور علی الاعلان دعوت ایمان کے وقت تو گویا اون کے مظالم کے لئے کوئی جواب ہی نہیں تھا۔ اس لئے حقیقت شناس حضرات جب ان دونو مختلف مقامی حالات پر موازنہ کی نظر ڈالتے ہیں تو انھیں معلوم ہوجاتا ہے کہ مکہ سے زاید مدینہ میں ایک ایک قدم اسلام کی تعلیم و تبلیغ کی تمام راہیں۔ انواع و اقسام کی دشواریوں سے بھری پڑی تھیں۔

انھیں دشواریوں کو ابتداً ہر پیش نظر رکھکر **پیغمبر اسلام** علیہ السلام نے **اتحادِ عام** اور **مساوات بین الاقوامی** کی تعلیم سے دعوت اسلام کا آغاز و افتتاح فرمایا۔ اس لئے کہ مکہ کی طرح مدینہ ایک ہی قوم و مذہب کے لوگوں کا مرکز نہیں تھا۔ بلکہ خاص مدینہ اور اوس کے گرد و نواح میں مختلف مذاہب عقاید اور قبائل کے لوگ آباد تھے اس بنا پر یہ ناممکن تھا کہ تنظیم اتحاد و یکجہتی کے بغیر اسلام کے انتظام اور اوس کے مجوزہ عنوان امن عام وہاں قائم ہوسکیں۔ مدینہ کے قدیم باشندے **یہود و انصار** تھے۔ یہود تو یہود۔ **انصار**۔ جو اسلام کے خاص الخاص میزبان تھے اور معین و مددگار اوس و خزرج کے دو مخالف فرقوں میں منقسم تھے۔ یہ تعلیم اسلام ہی کے فیوض تھے جنھوں نے ان کی قدیم مخالفت کو باہمی موالفت سے تبدیل کرکے دونو فرقوں کو ایک رشتہ اتحاد میں وابستہ کردیا۔ انصار کے بعد یہود سے بھی شرائط صلح و امن عام پر اقرار دستخطی کراکر انصار و یہود گویا دونو قوموں کو ایک کردیا جیسا کہ آیندہ تفصیل سے معلوم ہوگا۔

مدینہ منورہ کی **اندرونی تنظیم اتحاد** کو درست کرکے پیغمبر اسلام علیہ السلام نے گرد و پیش کی غیر مسلم قوم و قبایل کو بھی اسلام کے ساتھ شرائط امن عام میں شریک کرلیا۔ صلح و آشتی کے اس پیام عام اور اتحاد و یکجہتی کی اس دعوتِ خاص میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس انہماک خاص سے کام لیا کہ مدینہ میں تشریف آوری کے زمانہ سے لے کر زاید ایک سال تک کی مُدت اسی انتظام میں تمام ہوگئی۔ بیرونی قوم و قبائل کے پاس کبھی چھوٹی چھوٹی صحابہ کی وفدین بنا بنا کر اس **پیام صلح** کے ساتھ بھیجی جاتی تھیں اور علی الاکثر۔ دور و دراز مقاموں میں مہاجرین و انصار کی جماعت کے ساتھ خود تشریف لیجا کر غیر مسلم قوموں کو اسلام کے اس معاہدہ امن و امان عام میں شریک فرمایا جاتا تھا۔

اسلامی تاریخ و سیرت کے مطالعہ کرنے والوں پر ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم۔ امن عام کے موجودہ انتظام کی کوششوں میں اکثر مدینہ سے نکل کر مکہ کی نصف راہ تک چلے جاتے تھے۔ اور ان دور و دراز مقامات میں مہینوں اور کئی ہفتوں تک ٹھہر جاتے تھے۔ اور جب تک کہ معاملات یکسو نہ ہو لیتے تھے۔ مدینہ میں واپس نہ آتے تھے۔ وہ وقت اور اوس کی ضرورتیں صاف صاف بتلا رہی ہیں کہ اسلام اور تمام اقوام کے امن عام کے لئے یہ انتظام کیسے ضروری اور مفید تھے۔

اکثر سیرت نگاروں نے ان معاہدین الاقوامی کے حالات و واقعات کو طوالت کے خیال سے مفصل نہیں لکھا ہے۔ اور ان کے نقل و استنباط میں اختصار اختیار کیا ہے لیکن ہم نے ان حالات کو اوسی تفصیل سے قلمبند کیا ہے جس کی تفصیل و

تشریح سے یہہ اصل ماخذوں میں صنبط کئے گئے ہیں اسلئے کہ انکے نقل و اندراج سے مخالفین اسلام کے اون اعتراضات کی کامل تردید ہوجاتی ہے جو عالم فریبی کی غرض خاص سے اسلام کے آغاز اشاعت کو تیغ زنی اورعام خونریزی کا دیباچہ قرار دیتے ہیں۔

عیسائی معترضین اگر کچھ بھی دیدۂ بینا رکھتے ہیں تو اسلام کے ان معاہد بین الاقوام کو پڑھیں۔ اوس کے شرائط کو ملاحظہ فرمائیں کہ امن وامان اور آرام و اطمینان قایم رکھنے کے فواید و منافع مسلم قوم وقبائل تک محدود نہیں رکھے گئے تھے بلکہ یہہ تمام شرائط اپنے تمام منافع وفوائد کے ساتھ اون قوم وقبائل کے ساتھ بھی اپنی عملی صورتوں میں ویسے ہی تھے جو اس وقت تک اسلام سے بالکل علیحدہ اور بیگانہ تھے۔ مگر اس وقت امن عام کے اصول پر رضامند ہوکر اسلام کے ساتھ اس معاہدہ میں شریک ہوگئے تھے۔

اس معاہدہ کی قبولیت ومنظوری میں قبول اسلام کی شرط ضروری نہیں تھی۔ مدعا صرف امن پسندی اور صلح جوئی سے تھا۔ ہر قوم وقبیلہ اسی لئے عام اس سے کہ اسلام لایا ہو یا نہ لایا ہو۔ اگر وہ امن عام قائم رکھنے پر راضی ہوگیا ہے تو وہ بلاعذر اسلام کے معاہد کا حلیف وشریک بنالیا گیا ہے۔ وہ اپنے تمام مذہبی اور قومی فرائض و مراسم کی ادائیوں میں بلا امتیاز مسلم قوموں کی طرح آزاد اور خود مختار ہے۔ اور اپنے حقوق ومطالبات میں مسلم قوموں کے ساتھ برابر اور مساوی ہے۔ غزوۂ ودان۔ بواط۔ ذوالعشیرہ۔ وغیرہ وغیرہ میں رحمت سفر اسی نظر رحمت سے خاص طور پر اختیار فرمائی گئی تھی۔

عیسائی معترضین پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام کے اس عملی انتظام اور جناب عیسیٰ مریم علیہ السلام کے اس احکام کو کہ۔ مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں۔ صلح کرانے نہیں آیا۔ بلکہ تلوار چلوانے آیا ہوں۔ انجیل متی۔ باب ۱۰ آیت ۳۴ میں پڑھ کر خود تصفیہ کرلیں کہ ان دو بزرگواروں میں صلح کرانے کے پیام کون دیتا ہے اور تلوار چلوانے کے احکام کون؟

اس کے متعلق یہہ تبلادینا نہایت ضروری ہے کہ غزوہ کے نام سے عام طور پر عیسائیوں کو وحشت اور اون کے دیکھا دیکھی ہمارے شمس العلما مولوی شبلی صاحب کو اون سے زیادہ دہشت ہوتی ہے۔ چونکہ تمام عربی تاریخ وحدیث کی کتابوں میں اصطلاح خاص کے مطابق۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر خاص کو غزوہ کے لفظ خاص سے موصوف کیا گیا ہے اور محاورہ عام میں غزوہ۔ جنگ کے معنوں میں آگیا ہے اس لئے کہ اصلاً غزی سے مشتق ہے۔ اس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ تمام غزوات رسول ص عموماً جنگی معارک سمجھ لئے گئے ہیں۔ یورپین معترضین نے اس محاورہ کی غلطی سے خاص فائدہ اوٹھایا ہے اور غزوات کی کثیر التعدادی سے اشاعت اسلام کو عام طور پر سیف رانی اور خونفشانی کا نتیجہ تبلایا ہے حالانکہ یہہ منغویانہ غلط فہمی ہے اور خود غرضانہ عالمفریبی۔

شبلی صاحب کو معترضین کی اسی اشارت نے گھبرا دیا اور آپ نے بھی تاریخ نگاران وسیرت نویسان

اسلامی پر تعدد غزوات کا الزام لگا ہی دیا۔ حالانکہ معترضین اگر حقیقت شناس نہیں تھے تو آپکو اس اصطلاح خاص کا علم کامل حاصل تھا۔ آپ تو جانتے تھے کہ اتنے کثیر التعداد غزوات میں سوائے چند کے۔ اور سب میں اسلام نے صرف تقریر سے کامیابی حاصل کی ہے۔ نہ شمشیر سے لیکن چونکہ ان تمام موقعوں پر پیغمبر اسلام علیہ السلام بالنفس النفیس شریک تھے اسلئے اصطلاح خاص کے موافق اسلامی مورخین و اہل سیرت ان مقامات کے تمام حالات کو بھی غزوہ کے نام سے تعبیر فرمایا ہے۔ حالانکہ اس تعبیر سے اون کا اصل مُدعا سفر رسول تھا جب حقیقت حال شبلی صاحب پر روشن ہو چکی تھی جیسا کہ سیرۃ النبی میں بذکر غزوۂ حمرا الاسد لکھکر بتلا بھی دیا گیا ہے تو پھر سلسلہ غزوات کی تمہید میں ایسی مضطربانہ تحریکیں قلمبند فرمائی گئی ہے جس سے سیرت و تاریخ کے اندراج کی بنا پر آپ کا تعدد و کثرت غزوات کے متعلق نوعے تسلیم و ایجاب ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ اس بحث کے خاص مقام پر آپ کے اضطراب کا کامل اطمینان کر دیا ہے۔

معاہدہ صلح عام کے شرائط کچھ عرب کی بُت پرست قوم ہی کے ساتھ محدود و مخصوص نہیں تھا بلکہ مدینہ کے خاص یہود اور اونکے تمام قریب کے قبائل و عشائر نے نہایت مسرت اور رضاعت و رغبت سے اسلام کے ان مجوزہ اور پیش کردہ شرائط صلح کو قبول کیا اور اپنی ہموطن اور ہمسایہ مسلم قوموں کے ساتھ قوم متحدہ کے اصول پر ہمیشہ کاربند اور عمل پیرا رہنے کے لئے اقراری دستخط کر دئے لیکن سال ہی بھر کے بعد پھر کُفّار قریش کی مکّارانہ سازشوں نے یہودیوں کو دام فریب میں لاکر اسلام کی تنظیم اتحاد کے شیرازہ کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور قوم یہود کی فطرتی غدّاری اور خلقی پیمان شکنی کی بداخلاقیوں نے اسلام کی صلح عام کے موجودہ انتظام کو درہم و برہم کر دیا۔

یہیں تک بس کر دیتے تو اتنی تکلیف دہ وہ ثابت نہ ہوتے۔ یہود اپنی پیماں شکنی اور خلاف عہدی کے ساتھ عالین قریش اور مشرکین مکہ سے ملکر اسلام کے استیصال اور بیخ کنی پر طیار ہو گئے اور پھر اس شدت و عصبیت کے ساتھ کہ اسلام کو ان پہلو کے دشمنوں سے جان بچانا دشوار ہو گیا۔ جیسا کہ ان کے حالات سے مختلف مقامات کتاب میں مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے۔

کُفّار قریش تو ابتدا ہی سے استیصال اسلام پر تُلے ہوئے تھے۔ موجودہ تنظیم اتحاد کو جو مختلف اقوام و قبائل میں اسلام کے خاص اہتمام سے قایم ہو رہی تھی۔ دیکھکر اور بھی جل اوٹھے۔ اور اپنی قدیم مکّارانہ اور دغابازانہ تدبیروں سے اسلام کے درپے آزار ہوئے۔ ایک بار دس مبلّغین اور دوسری بار چالیس مبلّغین اسلام کو تعلیم دین کے حیلہ سے خدمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لے کر ہمراہ لے گئے اور گھر لاکر خونخوار میزبانوں نے بے گناہ مہمانوں کو قتل کروا ڈالا خبیب بن عدی اور زید بن ابی الدثنہ بھی انہیں شہدا میں داخل تھے۔ جن کی مصیبتناک سرگذشت پر عرب کی تاریخیں آج تک خون رو رہی ہیں۔

کُفّار قریش کی مدینہ پر متواتر تاخت و تاراجی کا سلسلہ جنبانی اور شرائط معاہدہ سے اشرار یہود کی روگردانی۔ گویا

اسلامی غزوات کا دیباچہ قرار پاتی ہے۔ اور آغاز معرکہ بدر میں منتقم حقیقی کی بارگاہ سے۔ اسلام کو ایک ہزار فوج مخالف کے مقابل میں کل تین سو تیرہ ۳۱۳ مسلمانوں کے ساتھ جنگ مدافعانہ کا حکم جہاد دلواتی ہے۔ انھیں ناگزیر ضرورتوں کے وقت جب کفار و مشرکین کی تلواریں بے قصور مسلمانوں کے گلوں سے آلگیں تو مسلمانوں کو اپنی جان و مال و آبرو کی حفاظت میں دشمنوں سے مدافعانہ مقابلہ کرنا چاہیے واقعات غزوات اسلامی کے اصل وجوہات قائم ہوئے۔

اس جلد میں غزوات بدر۔ احد اور خندق۔ کل تین غزوات کے حالات قلمبند ہیں اور جانبین کے ان حالات و واقعات کے تمام جزئیات معتبر ماخذوں کی اسناد سے مفصل اور مسلسل طریقہ سے قلمبند کئے گئے ہیں۔ ان معرکہ ہائے جنگ میں کفارانہ قریش کے ظالمانہ اور جارحانہ حملات کے موقعوں پر اسلام نے جس صبر و تحمل اور ضبط و استقلال سے محض مدافعانہ طریقہ مقابلہ اختیار کیا ہے وہ امم سابقہ کے تذکروں اور دنیا کے کارناموں میں۔ مروت و اخلاق۔ کرم و اشفاق۔ دشمنوں سے رعایت و مہربانی اور عام ہمدردی انسانی کے بے نظیر مشاہدات ثابت ہوتے ہیں۔

اسلام کے موجودہ پنجسالہ حالات میں یہودیوں سے کسی مقابلہ و مقاتلہ کی نوبت نہیں آئی۔ اگرچہ اس عہد شکن قوم کی غداریوں اور کافر کرداریوں نے اسلام کے استیصال و بیخ کنی کی کوئی امکانی تدبیر اوٹھا نہ رکھی یہاں تک کہ ایک بار نہیں کئی بار بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خفیہ طور پر جان لینے کی مکارانہ سازشیں بھی عمل میں لائے۔ لیکن اوس خُلق مجسّم اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے ان کے ان ناقابل عفو جرائم سے ہر بار چشم پوشی اختیار فرمائی۔

ہاں جب یہودیوں کی خفیہ سازشیں کفار قریش کی تلواروں کے ساتھ کھل پڑیں۔ اور یہود قریش کے ہمرنگ ہو کر رُو در رُو اسلام کے مقابلہ پر نکل پڑے اور کفار قریش کی طرح اسلام کے ہاتھوں سے شکست کامل اوٹھا چکے تو پیغمبر اسلام علیہ التحیۃ السلام نے ان کی تنبیہ و تادیب کی طرف توجہ فرمائی اور ان کے غیر متحمل اور ناقابل معافی قصوروں کے مقابلہ میں۔ بنی قینقاع اور بنی نضیر کے یہودیوں کو۔ شرائط معاہدہ سے خلاف ورزی کے جرم میں۔ صرف جلاوطنی کی سزا دی اور بنی قریظہ کو جنگ خندق میں خلاف معاہدہ شریک ہونے کے قصور میں۔ اونھیں کے مقرر کردہ حکم (سعد بن معاذ انصاری) کے تجویز کردہ فیصلہ کے مطابق قتل و اسیری کا حکم فرمایا اور ان مجرمین میں بھی تمام عورتیں اور لڑکے حکم قتل سے بخلاف حکم توریت کتاب الاعداد باب ۳۱ ورس ۶-۳۵ مستثنیٰ کر دئے گئے۔ اور چند یہودی مع بال بچوں کے عنایت و رحمت سے خاص طور پر چھوڑ دئے گئے۔

یہودی فطرتاً مونھ کے کڑے تھے۔ دل کے بودے۔ اہل مکر و تزویر تھے نہ صاحب تدبیر تھے نہ مرد شمشیر قریش سے مل جُل کر جنگ خندق میں مسلمانوں سے مقابل بھی ہوئے تو شکست اوٹھائی۔ اور قبل اس کے کہ ان کا شریک لشکر قریش میدان سے واپس ہوئے یہ اپنے ڈیرے ڈنڈے اوٹھا کر اپنے قلعہ میں چلے گئے اور کیواڑ بند کر کے

چھپ رہے۔ سوائے جنگ خیبر کے یہود کبھی تنہا ہو کر میدان میں مسلمانوں سے نہ لڑے اور خیبر کی شکست کے بعد ان کے حوصلے ہمیشہ کے لئے ایسے ٹوٹ گئے کہ پھر یہود لوگ مخالفت اسلام کا نام بھی مونھ پر نہ لے سکے اور علاقہ حجاز سے دیار شام و مغرب کی طرف چلے گئے۔

جنگ خندق اور غزوہ بنی قریظہ کو تمام کرکے جو ۵ھ ہجری کے واقعات ہیں۔ انہیں کے سلسلہ میں بنی قریظہ کے غلط واقعہ کی حقیقت اور حضرت زینب سے نکاح کرنے کی اصلیت اور ضرورت پوری تفصیل و توضیح سے قلم بند کی گئی ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں واقعات اور ان کے متعلق چند غیر مقید اور خلاف واقع مرویات عیسائی معترضین کی سرمایۂ ناز ہیں جن کی کامل تردید و تنقید معتبر دلائل و مستند شواہد سے کردی گئی ہے۔ انہیں دو اعتراضوں کے جوابوں تک منحصر نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ مخالفین اسلام کے ان تمام اعتراضات کے مدلل اور مفصل جوابات اپنے اپنے مقام پر دئے گئے ہیں۔ جو اسلام کے پیغمبر اسلام علیہ وآلہ والسلام پر وارد کئے جاتے ہیں۔

حضرت ختمی مرتبت علیہ التسلیم والتحیہ کی حیات مقدس کے مبارک حالات میں ولادت سے لے کر پنجم سال ہجرت تک بہت سے ایسے واقعات تھے جو محض اتفاقیہ طور پر اسلامی تاریخ و سیرت نگاروں کی نگاہوں سے چھوٹ گئے تھے۔ اور ان کے ذکر و بیان سے آنحضرت صلعم کے مکارم اخلاق اور محاسن عادات کے اظہار ہوتے تھے۔ معتبر ماخذوں سے مستنبط کرکے نقل کر دئے گئے ہیں۔

بہت سے ایسے واقعات کی حقیقت کا بھی کامل انکشاف کر دیا گیا ہے جو حسن عقیدت کے اصول کے موافق تھے مگر شان رسالت کے بالکل مخالف۔

بہت سے ایسے واقعات و حالات کی بھی نہایت تحقیق سے کامل تنقید و تردید کر دی گئی ہے جن کی حقیقت اور اصلیت پر خواہ مخواہ تائید عقاید۔ تقلید اسلاف اور وہم و قیاس کے رنگارنگ طریقوں سے نقاب افگنی کی گئی ہے۔ اس طریقۂ خاص کا شمس العلما مولوی شبلی صاحب نعمانی نے مجلدات سیرۃ النبی میں ایک خاص عنوان اختیار فرمایا ہے۔ جس کی تمہید دیباچہ کتاب ہی سے شروع کی گئی ہے۔ اور پھر اصل کتاب میں ان خاص مقامات و واقعات پر پہونچکر۔ جو مفید مطلب حالات تھے ان میں انہیں اضافات و توسیعات سے کام لیا گیا ہے۔ جو کسی قدیم و جدید تاریخ و سیرت میں مندرج نہیں اور خلاف مطلب واقعات و حالات میں بنظر استخفاف و اخفاء اس قدر کوتہ قلمی اور مختصر رقمی اختیار فرمائی گئی ہے کہ حقیقت حال اور اصلیت واقعہ معلوم ہونے نہ پائے۔

اس عنوان خاص کے بیان کا جو عنوان دیباچہ کتاب میں [illegible] کی کامل تنقید ہمارے تبصرہ میں کر دی گئی ہے۔ جو جلد اول کے ساتھ شائع ہو چکا ہے [illegible] جلد اول کے متعلق جتنے اضافات یا استخفافات [illegible] اسوۃ الرسول کی

میں کردیا گیا ہے۔ اس سے زاید موجودہ جلد دوم میں ان اضافات و اختلافات واقعات کی حقیقت کا اپنی اپنی مقامات خاص پر انکشاف کردیا گیا ہے۔

تفصیل واقعات و حالات میں پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک طرزِ عمل سے حق پسندی۔ عام دردمندی رعایت و مروت اور اخلاق و اشفاق کی بے نظیر مثالیں دکھلائی گئیں ہیں جو مسلمانوں کی ہدایت دارین کے لئے کافی ہیں اور اسی رعایت مخصوص اور وَلَقَدْ كَانَ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کی اشارت منصوص پر اس کتاب کا نام اُسوۃ الرسول تجویز کیا گیا ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۔ توقیع قبول روزبیش باد۔

تالیف کتاب اور تحریر واقعات میں مفصلہ ذیل ترتیب و احتیاط برابر قائم رکھی گئی ہے

(۱) واقعات کے سلسلہ بیان میں قید سنین کا خاص التزام رکھا گیا ہے اور بلالحاظ ذکر قوم و قبائل خاص جو واقعہ جس سال کا پایا گیا ہے اوسی سال کے ذکر میں قلمبند کردیا گیا ہے بخلاف ترتیب سیرۃ النبی کے جس میں بخیال ذکر خاص قوم یہود سنہ ہجری کے تمام واقعات بیان کرنے کے بعد ضرورتاً پھر سنہ و سنہ ہجری کے حالات نقل کئے گئے ہیں۔

(۲) نقل اسناد میں زیادہ تر اون کتابوں کے حوالے مندرج کئے گئے ہیں جو میری نگاہ سے گذر چکی ہیں۔

(۳) بعض مقامات میں علماء محققین کی تالیفات کے حوالے بھی نقل کردئے گئے ہیں جن کے لائق اعتبار اور قابل الاسناد ہونے پر اونکا اتفاق ہوچکا ہے

(۴) ہر ماخذ اصلی کا حوالہ عبارت ماخذ کے خاتمہ ہی پر لکھدیا گیا ہے۔ اور ناظرین کتاب کو حاشیہ زیرین میں نمبروار تلاش کرنے کی زحمت نہیں دی گئی ہے۔

(۵) اصل ماخذ کی عبارت پہلے۔ پھر اوس کے مقابل اوس کا ترجمہ درج کردیا گیا ہے۔

۶ ہر واقعہ کو تاریخ و سیرت کے معیار مقررہ کے موافق لکھا گیا ہے۔ ہاں اون واقعات کی تفصیل و تشریح میں مرویات تفاسیر و احادیث کی نقل و استنباط سے بھی مدد لی گئی ہے۔ جو سیرت و تاریخ کے موضوع خاص سے علیحدہ ہونے کے باعث تاریخ و سیرت کی کتابوں میں نہیں پائی گئیں۔

(۷) واقعات سیرت و تاریخ کے ذکر و بیان کو قیاسی دلائل اور خارجی مباحث کی آمیزش سے حتی الامکان پاک و صاف رکھا گیا ہے۔

۸ مطبوعہ حوالوں کے مطبع اور مقام کا نام بتلادیا گیا ہے اور قلمی حوالوں کے آگے (قلمی) لکھدیا گیا ہے۔

(۹) جن کتابوں سے نقل و استنباط کیا گیا ہے اون کے نام۔ اون کے مصنفین کی تصدیق و توثیق بھی ایک جدول

میں طیار و مرتب کرکے منسلک کر دی گئی ہے۔

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى نَبِيِّنَا وَآلِهِ

الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ

آمین

ھ

تمت بالخیر

کرانٹھ ضلع آرہ
شریف العمارۃ
۹ر شوال ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹ر اپریل ۱۹۲۶ء

المؤلف احقر
سیّد اولاد حیدر بلگرامی

اون کتابون اور اونکے مصنفون کی توثیق جن کی اسناد سے اُسوۃ الرسول جلد دوم لکھی گئی ہے

نمبر	نام کتاب	نام مصنف	توثیق
۱	تاریخ الرسل والملوک طبری	کتب تاریخ ابن جریر طبری	**تذکرۃ الحفاظ ذہبی میں ہے** محمد بن جریر الامام الحافظ ابو جعفر الطبری احد الاعلام له کتاب الکبیر المشهور فی تاریخ الامم۔ **شمس العلما شبلی صاحب سیرۃ النبی میں لکھتے ہیں** تاریخ سلسلہ میں سب سے جامع اور مفصل کتاب امام طبری کی تاریخ کبیر ہے طبری اس درجہ کے شخص ہیں کہ تمام محدثین ان کے فضل و کمال تشعہ اور وسعت علم کے معترف ہیں۔ ان کی تفسیر احسن التفاسیر خیال کی جاتی ہے۔ محدث ابن خزیمہ کا قول ہے کہ دنیا میں کسی کو میں ان سے بڑھ کر عالم نہیں جانتا ۳۱۰ھ میں وفات پائی۔ بعض محدثین (سلیمانی) نے ان کی نسبت لکھا ہے کہ یہ شیعوں کے لئے حدیثین وضع کیا کرتے تھے لیکن علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے ہذا رجم بالظن الکاذب بل ابن جریر من کبار ائمۃ الاسلام المعتمدین۔
۲	تاریخ الکامل ابن اثیر	ابن الاثیر جزری	**وفیات الاعیان میں ہے** عز الدین ابو الحسن علی بن محمد بن اثیر الجزری صاحب تاریخ المسمی بالکامل کان اماماً فی حفظ الحدیث و معرفته و حافظا للتواریخ المتقدمة والمتاخرة و صنف فی التاریخ کتابا باسماه الکامل وهو من خیار التاریخ۔
۳	کتاب المختصر فی اخبار البشر	ابو الفدا	**تذکرۃ الحفاظ ذہبی میں مرقوم ہے۔** کتاب المختصر فی اخبار البشر للملک المؤید اسمعیل ابو الفدا المتوفی ۷۳۲ھ ہے **حج الکرامہ مولوی صدیق حسن خان میں ہے** تاریخ ملک المؤید ابو الفدا اسمعیل در مختصرات فن چیلے سنجیدہ و معتبر است

۴	تاریخ الخمیس	قاضی حسین دیار بکری	**کشف الظنون میں ہے** خمیس فی السیر للقاضی حسین بن محمد دیار بکری المالکی ازیل المکۃ المکرمۃ المتوفی فی حدود سنہ ۹۶۶ ھجری وھو کتاب مشہور
۵	روضۃ المناظر	ابن شحنۃ الحلبی	**تعلیقات السنیہ مولوی عبدالحی لکھنوی میں ہے۔** ھو محب الدین ابو الولید محمد بن محمد الشھیر بابن شحنۃ الحلبی الحنفی کان محبا للسنۃ واماھا مات سنہ ۸۸۱ ھجری ولہ تصنیف فی سیرۃ النبویۃ وتاریخ اللطیف. **حدائق الحنفیہ میں ہے** محمد بن محمد شحنہ محب الدین سنہ ۷۴۹ میں پیدا ہوئے۔ علم حدیث کے بڑے محب تھے امام ہمام نے آپ سے پڑھا ہے کتاب روضۃ المناظر تصنیف کی۔
۶	وفیات الاعیان	ابن خلکان	**حسن المحاضرہ فی اخبار المصر والقاہرہ سیوطی میں ہے** ابن خلکان۔ قاضی القضاۃ شمس الدین ابو العباس احمد بن محمد بن ابراھیم بن ابی بکر الشافعی صاحب وفیات الاعیان۔ کان ذکیاً عارفاً بایام الناس مات رجب سنہ ۶۸۱ ھ
۷	روضۃ الاحباب	حافظ جمال الدین محدث	**کشف الظنون میں ہے** روضۃ الاحباب فی سیرۃ النبیؐ والآل والاصحاب فارسی لجمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ المتوفی سنہ ھجری۔ **حدائق الحنفیہ مولوی فقیر علی لاہوری میں ہے** جمال الدین عطاء اللہ۔ صاحب روضۃ الاحباب۔ آپ اعاظم اولاد الحجاد خیر الانام سے ہیں جملہ اقسام علوم دینیہ اور اصناف فنون یقینیہ خصوصاً علم حدیث و سیر میں بے عدیل اور عدیم المثیل تھے کشاف اسرار تنزیل اور حلال معضلات موافق تاویل تھے۔ آپ کی تصنیفات سے روضۃ الاحباب فی سیرۃ النبی والآل والاصحاب ایسی عمدہ اور معتبر اور مشہور آفاق ہے کہ اپنا ثانی نہیں رکھتی۔

۹	روضۃ الصفا	محمد بن خاوند شاہ	**کشف الظنون میں ہے** روضۃ الصفا فی سیرۃ الانبیاء والملوک والخلفا۔ للمورخ محمد بن خاوند شاہ المتوفی سنہ ۹۰۳ ہجری۔
۱۰	حبیب السیر	غیاث الدین ہروی	**کشف الظنون میں ہے** حبیب السیر فارسی لغیاث الدین ہروی بن ہمام الدین وھو فی مجلدات کبار من کتب الممتعۃ المعتبرۃ۔
۱۱	سیرۃ النبی	شمس العلما شبلی نعمانی	صاحب سیرۃ الفاروق۔ سیرۃ المامون۔ سیرۃ النعمان وغیرہ وغیرہ سابق پروفیسر علی گڈھ کالج۔ مدیر دارالندوہ لکھنو و دار المصنفین اعظم گڈھ۔ فاضل معاصر المتوفی ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ ہجری
۱۲	تاریخ احمدی	نواب احمد حسین خان بہادر	صاحب تصنیف کثیرہ مثل تحفۃ الاسلام۔ علم الکتاب۔ معرفۃ الحسابِ۔ رفع الحجب عن اسامی الکتب۔ تصحیح الاغلاط۔ مفاتیح۔ شرح مفاتیح۔ عمدۃ المناقب۔ انوار المطالب۔ آیات بینات۔ فصل المبین۔ بلاد المبین۔ روض الریاحین۔ نجم الزاہر۔ صبح صادق۔ تحفۃ العالم۔ الرضا۔ جوہر النفی۔ زاد التقی۔ جوہر منتقری۔ کشف الغمہ۔ اثبات الوصایا۔ اکمال الدرایہ۔ دقائق المذاہب۔ ید بیضا۔ مناظر الخوارق۔ کتاب المصالحہ والموافقہ۔ گلستان مذاق وغیر ذلک فاضل معاصر الحی القائم۔
		کتب سیرت	
۱۳	سیرت ابن ہشام	عبدالملک ابن ہشام	**شمس العلما مولوی شبلی سیرۃ النبی لکھتے ہیں** ابن ہشام کا نام عبدالملک ہے۔ وہ نہایت ثقہ اور نامور محدث و مورخ تھے حمیر کے قبیلہ سے تھے۔ اور غالباً اسی تعلق سے سلاطین حمیر کی تاریخ لکھی جو آج بھی موجود ہے انھوں نے سیرۃ میں اضافہ کیا کہ سیرت میں جو مشکل الفاظ آئے ہیں اونکی تفسیر بھی لکھی سنہ ۲۱۳ھ میں وفات پائی۔ **کشف الظنون میں ہے** اول من صنف فی السیر الامام المعروف بہ محمد بن اسحاق رئیس اھل المغازی المتوفی سنہ ۱۵۱ ہجری و دونھا ابو محمد

			عبد الملک بن ہشام المتوفی ۲۱۸ھ ہجری فاحسن فاجاد
۱۴	طبقات ابن سعد	محمد بن سعد کاتب الواقدی	**وفیات الاعیان میں ہے** ابو عبد اللہ محمد بن سعد کاتب الواقدی احد الفضلاء النبلاء الاجلاء وصنف کتابا کبیرا فی طبقات الصحابۃ وکان کثیر العلم والروایات **مولوی شبلی صاحب نعمانی الفاروق میں لکھتے ہیں** محمد بن سعد کاتب الواقدی نہایت ثقہ اور معتمد مؤرخ ہیں اس نے ایک کتاب آنحضرت صلعم اور صحابہ تابعین و تبع تابعین کے حالات میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ دس بارہ جلدوں میں لکھی ہے اور تمام واقعات کو محدثانہ طور پر لکھا ہے
۱۵	مواہب لدنیہ	شہاب الدین احمد قسطلانی	**کشف الظنون میں ہے** المواہب لدنیہ فی السیرۃ للشیخ الامام شہاب الدین احمد القسطلانی وھو کتاب جلیل القدر کثیر النافع
۱۶	شرح مواہب لدنیہ	علامہ عبد الباقی الزرقانی	**شبلی صاحب دیباچہ سیرۃ النبی میں لکھتے ہیں** یہ مواہب لدنیہ کی شرح ہے اور حقیقت یہ ہے کہ سہیلی کے بعد کوئی کتاب اس جامعیت اور تحقیق سے نہیں لکھی گئی۔ آٹھ ضخیم جلدوں میں ہے مصر میں چھپ گئی ہے
۱۷	ریاض النضرۃ	محب الدین طبری	**کشف الظنون میں ہے** ریاض النضرۃ فی فضائل العشرۃ لمحب الدین طبری الشافعی
۱۸	روض الانف	علامہ عبد الرحمن سہیلی	**سیرۃ النبی میں شبلی صاحب لکھتے ہیں** سیرت ابن اسحاق کی شرح ہے مصنف کا نام عبد الرحمن سہیلی ہے۔ جنھوں نے ۵۸۱ھ میں وفات پائی۔ یہ اکابر محدثین میں سے ہیں اور تمام مصنفین مابعد سیرۃ نبوی کی تحقیقات اور معلومات کے متعلق ان کے خوشہ چین ہیں۔ مصنف نے لکھا ہے کہ میں نے یہ کتاب ایک سو بیس ۱۲۰ کتابوں کی مدد سے لکھی ہے۔

۱۹	حیواۃ الحیوان	محمد بن عیسیٰ دمیری	**کشف الظنون میں ہے** حیواۃ الحیوان دمیری للشیخ کمال الدین محمد عیسیٰ الدمیری الشافعی المتوفی سنہ ۸۰۸ھ ہجری وھو کتاب مشہور **تعلیقات السنیہ میں تحریر ہے** ھو مجموع لطیف وجامع شریف فیہ فوائد مستعذبہ ولطائف المستغربہ مولفہ کمال الدین محمد بن عیسیٰ الدمیری
۲۰	سیرۃ الحلبیہ	علی ابن ابراہیم حلبی	**خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر علامہ محبی میں ہے** علی بن ابراھیم الملقب نورالدین بن برھان الدین الحلبی الشافعی الامام الکبیر اجل اعلام المشائخ وعلامۃ الزمان الف المولفۃ البدیعۃ منھا السیرۃ النبویہ التی سماھا انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون
۲۱	اسنی المطالب	شمس الدین جزری	**بستان المحدثین میں شاہ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں** صاحب حصن الحصین قاضی القضاۃ ابوالخیر شمس الدین محمد مشہور ابن جزری است از حافظ ابن کثیر فقہ وحدیث اموخت واز اعز الدین بن جماعۃ ومحمد بن اسمعیل بخاری نیز اجازت دارد در ملک روم اورا امام اعظم لقب دادہ بودند۔ مولفات وہمہ نافع ومفید است النشر فی القرات العشر خیلے شہرت دارد واسنی المطالب والجواہر العلیہ ودیگر تصانیف نیز دارد۔
۲۲	مدارج النبوۃ	شاہ عبدالحق محدث دہلوی	**عجالہ نافعہ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی میں ہے** مدارج النبوۃ شیخ عبدالحق محدث در سیرت شامیہ ومواہب لدنیہ مبسوط ترین سیر تہا اند **اتحاف النبلا مولوی صدیق حسن خاں میں ہے** ابوالمجد شیخ عبدالحق بن سیف الدین بن سعد اللہ ترک الدہلوی مصنفات الیشان لمعات شرح مشکوات در عربی واشعۃ اللمعات در فارسی وشرح سفر السعادت واخبار الاخیار ومدارج النبوۃ ماثبت بالسنۃ وغیرہ مشہور است

۲۳	شواہد النبوۃ	مُلّا عبد الرحمن جامی	**کشف الظنون میں ہے** شواہد النبوۃ فارسی لمولانا نور الدین عبد الرحمن بن احمد الجامی۔ اولہ الحمد للہ الذی ارسل رسلاً مبشرین ومنذرین۔ الخ **تاریخ الخمیس دیار بکری کے دیباچہ میں ہے** انتخبتہا من الکتب المعتبرۃ وھی تفسیر الکبیر والکشاف دالی ان قال، والشواھد النبوۃ ومواھب لدنیہ
۲۴	خطبات احمدیہ	ڈاکٹر سر سید احمد خان	بانی مدرسۃ العلوم علی گڈہ۔ صاحب تصانیف۔ تہذیب الاخلاق وغیرہ۔ گذشتہ صدی کے مشہور ومعروف محقق جنکی معرفت وتوثیق محتاج بیان نہیں۔ المتوفی ۱۳۱۵ ہجری۔
۲۵	رحمت العلمین	قاضی سید محمد سلیمان سلمان منصور پوری سیرۃ صحابہ کرام	اسپشل مجسٹریٹ۔ ریاست پٹیالہ۔ صاحب سیرۃ النبویہ مطول۔ متوسط۔ اور مختصر۔ فاضل معاصر حی القائم۔
۲۶	استعاب فی معرفۃ الاصحاب	امام عبد البر	**تذکرۃ الحفاظ ذہبی میں ہے** ابن عبد البر الامام شیخ الاسلام حافظ المغرب ابوعمر یوسف بن عبد البر لہ توالیف لامثل لہا فی جمیع معنیہا منہا الکافی خمسۃ عشر مجلدا ومنہا کتاب الاستعیاب لیس لاحد مثلہ **مولوی شبلی صاحب سیرۃ النعمان میں لکھتے ہیں** قاضی ابن عبد البر بہت بڑے محدث وامام ہیں۔ اونکی کتاب الاستیعاب صحابہ کے حالات میں ایک مشہور ومستند کتاب ہے۔
۲۷	اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	ابن اثیر جزری	**کشف الظنون میں ہے** اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ للشیخ عز الدین علی بن محمد بن اثیر الجزری المتوفی ۶۳۰ ہجری ذکر الذہبی فی تجرید اسماء الصحابہ کتاب ابن اثیر نفیس مستقصی الاسماء الصحابہ

۲۸	اصابہ فی معرفۃ الصحابہ	ابن حجر عسقلانی	**کشف الظنون میں ہے** اصابہ فی تمئیز الصحابہ للحافظ شہاب الدین احمد ابن حجر العسقلانی المتوفی سنہ ۸۵۲ ہجری وہو فی مجلدات کبار جمع فیہ ما فی الاستعیاب وذیلہ
۲۹	اخبار الخلفا	علی ابن انجب بغدادی	**کشف الظنون میں ہے** اخبار الخلفاء للشیخ تاج الدین علی ابن انجب البغدادی المتوفی ۶۷۴
۳۰	تذکرۃ خواص الامۃ	علامہ سبط ابن جوزی	**تاریخ ابن وردی میں ہے** وفی سنہ ۶۵۴ ہجری توفی الشیخ شمس الدین یوسف سبط ابن جوزی واعظ فاضل لہ مراۃ الزمان تاریخ جامع ولہ تذکرۃ خواص الامۃ فی مناقب الائمۃ
۳۱	خلاصۃ الوفا ء علامہ سمہودی	سید نور الدین سمہودی	**جذب القلوب محدث دہلوی میں ہے** اوحد العلماء الاعلام عالم مدینہ خیر الانام نور الدین علی السمہودی المدنی (الی ان قال) از کتاب وفاء الوفاء در سنہ ۸۹۳ ہجری مختصرے دیگر انتخاب کردہ وآنرا خلاصۃ الوفاء نام کردہ در غایت تنقیح ونہایت تہذیب وایں خلاصہ دریں ایام بین الانام مشہور ومتداول است
۳۲	ترجمہ اسنی المطالب فی نجات ابیطالب	امام الحرمین برزنجی	ترجمہ مفتی مکہ معظمہ امام مدینہ مفتی احمد بن زحلان زینی المتوفی فی سنہ ۱۳۱۵ ہجری -
۳۳	صواعق محرقہ	ابن حجر مکی	**تعلیقات السنیہ میں ہے** ھو احمد بن محمد بن علی بن حجر کان بحرا فی الفقہ اماما اقتدی بہ الائمۃ ۔ مصنفاتہ فی العصر تعجز علی الاتیان بمثلہا المعاصرون ومن مولفاتہ شرح منہاج النووی (الی ان قال) الصواعق محرقہ
۳۴	ذخائر العقبی	طبری الشافعی	**کشف الظنون میں ہے** ذخائر العقبی لمحب الدین طبری المتوفی سنہ ۶۹۴ ہجری

۳۵	مطالب السئول	علامہ کمال الدین محمد ابن طلحہ الشافعی	
۳۶	فصول المہمہ فی معرفتہ الائمہ	علامہ ابن صباغ مالکی	
۳۷	کفایۃ الطالب	علامہ محمد بن یوسف الگنجی الشافعی	
۳۸	مودۃ القربی	سید علی الہمدانی	نفحات الانس جامی میں ہے امیر سید علی ہمدانی ابن شہاب الدین بن محمد الہمدانی قدس سرہ جامع بودہ است میان علوم ظاہری و باطنی۔
۳۹	فتوح البلدان	علامہ بلاذری	الفاروق میں مرقوم ہے احمد بن یحیی البلاذری المتوفی ۲۷۹ھ ابن سعد کا شاگرد اور متوکل عباسی کا درباری تھا اسکی وسعت نظر اور صحت روایت محدثین کے گروہ میں بھی مسلم ہے۔ تاریخ و رجال میں اسکی دو کتابیں مشہور ہیں فتوح البلدان اور انساب الاشراف۔
۴۰	ارجح المطالب	خواجہ عبید اللہ امرتسری	سابق ناظر کتب خانہ سرکار رامپور۔ حی القائم
		کتب تفاسیر	
۴۱	جامع البیان تفسیر ابن جریر طبری	ابن جریر طبری	تذکرۃ الحفاظ میں ہے محمد بن جریر الطبری احد الاعلام لہ کتاب التفسیر الذی لم تصنیف مثلہ
۴۲	غرائب القرآن تفسیر نیشاپوری	نظام نیشاپوری	کشف الظنون میں ہے غرائب القرآن و رغائب الفرقان فی تفسیر للعلامہ نظام الدین حسن بن محمد الشافعی النیشاپوری۔
۴۳	تفسیر کبیر	امام فخر الدین رازی	کشف الظنون میں ہے مفاتیح الغیب وھو المعروف بالتفسیر الکبیر للامام فخر الدین محمد بن عمر الرازی المتوفی سنہ ۲۸۲ ہجری

۴۱	تفسیر درّمنثور سیوطی	جلال الدین سیوطی	**کشف الظنون میں ہے** الدّر المنثور فی التفسیر الماثور للشیخ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی المتوفی سنہ ۹۱۱ ہجری۔ **عُجالہ نافعہ میں شاہ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں** تفسیر ابن مردویہ و تفسیر دیلمی و تفسیر ابن جریر وغیرہ از مشاہیر تفاسیر حدیث اند و کتاب درّمنثور شیخ جلال الدین سیوطی جامع ہمہ است۔
۴۰	معالم التنزیل	امام بغوی	**وفیات الاعیان میں ہے** ابو محمد الحسین بن مسعود بن محمد المعروف بالفراء البغوی الفقیہ الشافعی المحدث المفسر کان بحرًا فی العلم صنف کتبًا کثیرۃ منہا کتاب التہذیب و شرح السنۃ و معالم التنزیل فی تفسیر قرآن الکریم۔
۴۰	تفسیر کشاف	علامہ محمود بن عمر الزمخشری	**جامع الاصول میں ہے** ابوالقاسم محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی صاحب التصانیف العجیبہ والتالیفات الغریبۃ مثل الفائق فی غریب الحدیث وکشاف فی تفسیر القرآن
۴۰	تفسیر ثعلبی	محمد بن ابراہیم الثعلبی	**وفیات الاعیان میں ہے** ابو اسحٰق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی النیشاپوری المفسر المشہور کان اوحد زمانہ فی علم التفسیر
		کتب احادیث	
۴۰	صحیح البخاری	محمد بن اسمٰعیل بخاری	**کشف الظنون میں ہے** جامع الصحیح المشہور بصحیح البخاری للامام الحافظ ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری المتوفی سنہ ۲۵۶ھ وھو اول الکتب الستۃ فی الحدیث وافضلہا علی مذہب المختار۔

۴۹	صحیح مسلم	مسلم بن الحجاج نیشاپوری	کشف الظنون میں ہے قال الامام النووی فی شرح صحیح مسلم اتفق العلماء ان اصح الکتب بعد القرآن الکریم الصحیحان صحیح البخاری و مسلم
۵۰	صحیح ترمذی	محمد بن عیسیٰ ترمذی	کشف الظنون میں ہے جامع الصحیح للامام الحافظ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی المتوفی سنہ ۲۷۹ ھجری
۵۱	صحیح نسائی		کشف الظنون میں ہے جامع الصحیح للامام الحافظ ابی عبدالرحمن بن شعیب النسائی
۵۲	خصائص نسائی	؍	ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں واوعب من جمع مناقبہ (ای مناقب علیؑ) من الاحادیث الجیاد النسائی فی الخصائص
۵۳	مشکوٰۃ المصابیح	خطیب تبریزی	مرقات شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری میں ہے کتاب مشکوٰۃ المصابیح الذی الفہ مولانا الحبر العلامۃ والبحر مظہر الحقائق وموضح الدقائق الشیخ التقی النقی ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی۔
۵۴	دلائل النبوۃ	علامہ بیہقی	کشف الظنون میں ہے دلائل النبوۃ لابی بکر احمد بن الحسین الامام الحافظ علی البیہقی المتوفی سنہ ۴۵۸ ھجری۔
۵۵	کنز العمال	شیخ علی متقی	اخبار الاخیار شاہ عبدالحق دہلوی میں ہے شیخ علی بن حسام الدین بن عبدالملک بن قاضی خان المتقی القادری الشاذلی المدینی الجشتی رحمۃ اللہ علیہ در مکہ معظمہ رخت اقامت نہادہ عالم را بانوار طاعت و مجاہدات و بآثار افادت علوم دینی و افاضت معارف دینی مستنیر و مستفید ساخت در جمع و تصانیف کتب و رسائل در علم حدیث و تصوف اشتغال فرمودہ بعد از مشاہدہ آثار خیر ایشان از توالیف و غیران عقل حیران می شود و بجزم حکم میکند کہ ایں ہائے توفیق کامل و برکت شامل کہ ناشی از کمال۔ مرتبہ استقامت

			درسنخ درجۂ ولایت باشد وجود کبیر در جامع صغیر و جمع الجوامع شیخ جلال الدین سیوطی را کہ احادیث بترتیب حروف تہجی جمع کردہ وادعائے احاطہ جمیع احادیث نبوی از اقوال و افعال کردن ترتیب فرمودہ شیخ ابوالحسن بکری می فرمودند - للسیوطی منۃ للعلمین وللمتقی منۃ علیہ (احسان سیوطی برہمہ عالم است و احسان متقی بر سیوطی است)
۵۶	مسند امام حنبل	امام المحدثین احمد حنبل	**کشف الظنون میں ہے** مسند الامام احمد بن حنبل المتوفی سنہ ۲۴۱ ہجری هو کتاب جلیل وان احمد بن حنبل شرط فیه ان لا یخرج الا حدیثا صحیحا عنده۔ **بستان المحدثین شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی میں ہے** امام احمد چوں از مسودۂ این مسند فارغ شد بہ اولاد خود را جمع کردہ پیش ایشان خواند و گفت این کتابیست کہ من آنرا جمع کردہ ام و چیدہ ام از ہفت لاک و پنجاہ ہزار حدیث بمعنی طرق پس اگر مسلمانان را اختلافی شود در حدیثے از احادیث حضرت پیغمبر علیہ السلام باید کہ باین کتاب رجوع کنند
۵۷	مستدرک	امام حاکم نیشاپوری	**وفیات الاعیان میں ہے** ابو عبداللہ محمد المعروف بالحاکم النیشاپوری الحافظ امام اهل الحدیث فی عصره والمؤلف فیه الکتب التی لم یسبق الی مثلها کان عالما عارفا واسع العلم المتوفی سنہ ۴۰۵ ہجری
۵۸	موطا امام مالک	امام المحدثین مالک	**کشف الظنون میں ہے** موطا فی الحدیث للامام مالک ابن انس بن مالک الاصبحی المدنی امام دار الہجرۃ المتوفی سنہ ۱۷۹ ہجری
۵۹	معجم کبیر طبرانی	امام طبرانی	**کشف الظنون میں ہے** معجم الکبیر فی الحدیث للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی الحافظ المتوفی سنہ ۳۶۰ ہجری

۶۰	معارف ابن قتیبہ	ابن قتیبہ دینوری	**کشف الظنون میں ہے** معارف فی التاریخ لابن قتیبہ ابی محمد عبد اللہ بن مسلم الدینوری المتوفی سنہ ٢٧٦ ہجری۔
			الفاروق شبلی نعمانی میں مرقوم ہے عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ یہ نامور اور مستند مصنف ہے۔ محدثین بھی اسکے اعتبار اور اعتماد کے قائل ہیں۔ تاریخ میں اس کی مشہور کتاب معارف ہے جو مصر وغیرہ میں چھپ گئی ہے۔
۶۱	کتاب الامامت والسیاست	ابن قتیبہ کاتب دینوری	**مقدمہ الامامت والسیاست محمود رافعی مطبوعہ مصر میں مرقوم ہے** کتاب الامامۃ والسیاسۃ لابن قتیبہ الدینوری وجدتہ فریداً فی بابہ۔ حسناً فی اسلوبہ لم یکن فی موضوعہ مثلہ فقد جمع فیہ مولفہ رحمۃ اللہ من طرائف الاخبار ونوادر التاریخ فیما یتعلق بمسائل الامامۃ وما وقع ایام صحابہ رضوان اللہ علیہم۔
۶۲	ریاض مستطابہ	علامہ یحییٰ عامری	**کشف الظنون میں ہے** الریاض المستطابہ فی جملۃ من روی فی الصحیحین علی الصحابۃ للامام عماد الدین یحییٰ ابن ابی بکر العامری الیمانی المتوفی سنہ ٨٩٣ ہجری۔
۶۳	فتح الباری شرح صحیح بخاری	علامہ ابن حجر	موصوف کے اوصاف اوپر مرقوم ہو چکے
۶۴	ارشاد الساری شرح صحیح بخاری	قسطلانی	**بستان المحدثین شاہ عبد العزیز دہلوی میں ہے** ارشاد الساری مشہور بہ قسطلانی شرح صحیح بخاری است تصنیف شہاب الدین احمد بن ابوبکر قسطلانی۔ و تصانیف کہ از او یادگار ماند از اجل انہا این شرح است۔
۶۵	عمدۃ القاری	علامہ محمود عینی	**فوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ مولوی عبد الحی لکھنوی میں ہے** قاضی القضاۃ بدر الدین عینی ولد بمصر سنہ ٧٦٢ ہجری لہ شرح

			صحیح البخاری شرح معانی الآثار و شرح الہدایۃ وغیر ذلک کان اماما عالما علامۃ و قد طالعت عمدۃ القاری والبنایۃ شرح الہدایۃ وکلہا مفیدۃ
۶۶	ینابیع المودۃ	امام قندوزی	ارجح المطالب میں ہے للامام سلیمان البلخی القندوزی۔
۶۷	شفا فی تعریف حقوق المصطفیٰ	قاضی عیاض	کشف الظنون میں ہے شفا فی تعریف حقوق المصطفیٰ للامام الحافظ ابی الفضل عیاض القاضی المتوفی سنہ ۵۴۴ ھجری (الی ان قال) وھو کتاب عظیم النفع کثیر الفوائد لم یؤلف مثلہ فی الاسلام
۶۸	عقد الفرید	ابن عبد ربہ	وفیات الاعیان ابن خلکان میں ہے ابو عمر احمد بن محمد بن عبد ربہ کان من العلماء المکثرین من المحفوظات والاطلاع علی اخبار الناس وصنف کتابہ العقد وھو من الکتب الممتعہ حوی من کل شی
۶۹	تذکرۃ الحفاظ	کتب رجال ذہبی	بستان المحدثین شاہ عبد العزیز دہلوی میں ہے ذہبی از مشاہیر مشائخ حدیث است و خیلے بزرگ است
۷۰	تدریب الراوی	سیوطی	کشف الظنون میں ہے تدریب الراوی شرح تقریب النووی (قال فی ذکر تقریب النووی) لہ شروح منہا الشرح الشیخ جلال الدین السیوطی وسماہ تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی۔
۷۱	تہذیب الکمال	مزی	کشف الظنون میں ہے تہذیب الکمال فی اسماء الرجال للحافظ جمال الدین یوسف المزی المتوفی سنہ ۷۴۲ھ وھو کتاب کبیر لم یولف مثلہ
۷۲	خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال	صفی الدین خزرجی	سیرۃ النعمان مولوی شبلی صاحب نعمانی میں ہے رجال و تاریخ کی مستند کتابیں جن میں امام ابو حنیفہ کا ذکر ہے اکثر میری نظر سے گذریں

			جیسے تاریخ صغیر بخاری ۔ معارف بن قتیبہ مختصر تاریخ خطیب بغدادی انساب سمعانی تہذیب الاسماء والصفات نووی تذکرۃ الحفاظ ذہبی دول الاسلام ذہبی میزان ذہبی تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی خلاصہ تذہیب التہذیب الکمال للعلامہ صفی الدین خزرجی خاص قابل ذکر ہیں کیونکہ یہ وہ کتابیں ہیں جن پر آج فن رجال کا دارومدار ہے
۷۳	کتاب الانساب	سمعانی	کشف الظنون میں ہے انساب السمعانی للامام ابو سعید عبد الکریم سمعانی الشافعی المتوفی سنہ ۵۶۲ھ وھو کتاب عظیم فی ھذا الفن
۷۴	وفیات الاعیان	ابن خلکان	حسن المحاضرہ فی اخبار المصر والقاہرہ سیوطی میں ہے ابن خلکان قاضی القضاۃ شمس الدین ابو العباس احمد بن ابراھیم بن ابی بکر الشافعی صاحب وفیات اعیان کان ذکیا عارفا بایام الناس مات رجب سنہ ۶۸۱ ہجری

تمت بالخیر والعافیۃ

۵ / شوال چہارشنبہ سنہ ۱۳۴۴ ہجری
مطابق
۲۸ / اپریل سنہ ۱۹۲۶ عیسوی

سید اولاد حیدر عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین اُسوۃ الرسول

جلد دوم

وفات حضرت عبداللہ علیہ السلام

نزول رحمت۔ ولادت شہنشاہ رسالت

ایام رضاعت

ایام طفولیت

کفالت ابیطالب

سنہ ۳ ہجری

جنگ احد سنہ ۳ ہجری | ۴۶۵

تمت بالخیر والعافیہ

المؤلف الاحقر
سید اولاد حیدر عفی عنہ

اسوۃ الرسولؐ جلد دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وخاتم النبیین و
اٰلہ الطیبین الطاہرین

شادی وغم توام

؎ این ماتم سخت است کہ گویند جوان مرد

حضرت عبداللہ علیہ السلام کی وفات

شادی وغم توام ہوتے ہین اور حکم تقدیر محکم۔ افسوس ہے کہ اس اتحاد وازدواج کا زمانہ کچھ بھی دیرپا نہ رہا۔ اور کل آٹھ مہینوں کی مختصر اور شماری مدت تمام ہوکر یہ اتحاد والتصال الوداع والفراق سے مبدل ہوگیا۔ اگرچہ اس اتنے ہی قلیل عرصہ مین مدبر قدرت نے اپنی ودیعت و امانت کے استبداء واستقرار کے تمام انتظام تیار ومرتب کر لیئے تھے۔ مگر ساتھ ہی اسکے مشیت کو یہ ودیعت صدف قدرت مین دریتیم بنا کر رکھنا تھا۔ اس لیئے جناب آمنہؑ کو آٹھ مہینے کی مدت حمل تمام ہونے پائی تھی کہ حضرت عبداللہؑ نے انتقال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

تاریخون مین جب زمانہ وفات کی تلاش کی جاتی ہے تو صحیح قرائن یہ تبلاتے ہین کہ واقعۂ فیل کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد آپ نے رحلت فرمائی۔ مقام وفات مدینہ ہے۔ شام سے قافلۂ تجارت کے ساتھ واپس ہوئے تو مدینہ مین پہنچکر علیل ہو گئے۔ اس لئے وہین ٹھر گئے۔ اور قافلہ مکہ چلا آیا۔ ایک مہینہ کی علالت کے بعد داعیٔ اجل کو لبیک کہی اور وہین انتقال فرمایا۔ اسکی تفصیل ابن سعد کی مفصلۂ ذیل عبارت مین ملاحظہ ہو۔

...ج عبد الله بن عبد المطلب الى الشام الى الغزّة في عيرٍ من
...يرات قريش يحملون تجارات ففرغوا من تجاراتهم ثم
...نصرفوا فمرّوا بالمدينة وعبد الله بن عبد المطلب
يومئذٍ مريض فقال انا اتخلّف عند اخواله بني عدي
بني النجار فاقام عندهم مريضا شهرا ومضى اصحابه
فقدموا مكة فسألهم عبد المطلب عن عبد الله فقالوا
خلفناه عند اخواله بني عدي بن النجار وهو
مريض فبعث اليه عبد المطلب اكبر ولده الحارث
فوجده قد توفي ودفن في دار النابغة وهو
رجل من بني عدي بن بني النجار في دار التي اذا
دخلتها فالدويرة عن يسارك واخبره اخواله
بمرضه وبقيامهم عليه وما ولوا من امره و
قبروه فرجع الى ابيه فاخبره فوجد عليه
عبد المطلب واخوته واخواته وجدا شديدا و
رسول الله صلعم يومئذٍ حمل ولعبد الله يوم توفي خمس
وعشرون طبقات ص ۶۱

حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب قریش کے قافلوں میں سے ایک قافلہ قریش کے ساتھ بغرض تجارت شام کے مشہور شہر غزہ میں گئے تھے اہل قافلہ تجارتی مال کو بیچکر کے فراغت کر چکے تو وہاں سے واپس ہوئے اور مدینہ کے قریب پہنچے تو اسے درمیان میں حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب علیل ہو گئے آپ نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ میں تو اپنی ماموں زاد بھائیوں کے ساتھ قبیلہ عدی بن النجار میں ٹھہر جاؤں گا چنانچہ مدینہ پہنچکر آپ وہیں ٹھہر گئے اور ایک مہینہ تک مریض رہے۔ آپکے رفقا مکہ چلے آئے۔ اور جناب عبد المطلب نے ان لوگوں سے حضرت عبد اللہ کا حال دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ وہ تو علیل ہو کر مدینہ میں اپنی ماموں زاد بھائیوں کے ساتھ ٹھہر گئے ہیں۔ یہ سنکر حضرت عبد المطلب نے اپنے بڑے بیٹے حارث کو حضرت عبد اللہ کی خبر لانے کیلئے بھیجا۔ یہ وہاں پہنچے تو حضرت عبد اللہ انتقال فرما چکے تھے اور دار النابغہ میں مدفون ہو چکے تھے نابغہ بنی نجار میں ایک شخص کا نام تھا اور یہ اسی کا مکان تھا اور یہ مکان وہی تھا جس کا دروازہ بائیں جانب تھا۔ پھر ان سے (حارث سے) انکے عزیز و اقارب نے انکی حالت مرض اور انکی قیام کرنے وصیت فرمانے اور پھر رحلت کرجانے اور مدفون ہونیکی تمام و کمال کیفیت بیان کر دی۔ حارث یہ خبر سنکر باپ کے پاس چلے آئے۔ اس حادثہ کی خبر سنکر جناب عبد المطلب اور انکی تمام بھائی بہنیں۔ بیٹے بیٹیاں بڑی شدت سے روئیں پیٹیں

رسول اسوقت تک حمل میں تھے حضرت عبد اللہ کا سن وفات کے وقت پچیس برس کا تھا طبقات ابن سعد جلد اول ص۶۱ مطبوعہ جرمن

بنی ہاشم کے تمام گھروں میں کہرام مچگیا۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوسوقت تک حمل میں تھے حضرت عبد المطلب کو پیرانہ سالی میں ایسے نوجوان سال نونہال کا ایسا شدید داغ ملا جسنے آپ کی آنکھوں میں تمام دنیا کو تاریک کر دیا۔ پیری کا ضعف و اضمحلال کیا کم تھا اوس پر اس غیر متوقع اور غیر متحمل صدمہ و ملال نے آپ کو بالکل مضمحل اور ضعیف کر دیا۔ مگر مدبران مشیت کو اپنی ودیعت کی حفاظت و نگہبانی اور اس خاتم رسالت کی پرورش و نگرانی اسی بزرگ خاندان سے پوری کرانی تھی اور جس شرف مخصوصہ کے لئے وہ برگزیدہ صالحین میں پہلے ہی سے منتخب ہو چکے تھے اوس کی تعمیل و تکمیل کا زمانہ بالکل قریب آ رہا تھا حضرت عبد المطلب نے بالآخر اس واقعہ جانگزا اور حادثہ روح فرسا کو محض ارادۂ تقدیر اور امر ناگزیر سمجھکر خود بھی صبر کر لیا اور تمام عزیز و اقارب کو بھی صبر و سکون کی تعلیم و ہدایت فرمائی۔

حضرت عبد اللہ ؑ کی وفات اور آپ کے سن شریف کے متعلق اور اقوال بھی آئے ہیں۔ ابن سعد نے طبقات میں ان کو بھی جمع کر دیا ہے۔ مگر آخر میں اپنا یہ مختار تحقیق قایم کیا ہو والاول اثبت انه توفی ورسول الله صلعم حمل پہلی روایت ثابت ہو کہ حضرت عبد اللہ کے انتقال فرمانیکے وقت رسول اللہ صلعم حمل میں تھے پھر روایت متذکرہ بالا کی نسبت آخر میں یوں لکھتے ہیں کہ هو اثبت الاقاویل والروایة فی وفاة عبد الله بن عبد المطلب وسنة عندنا حضرت عبد اللہ کی وفات اور عمر کے متعلق ہمارے نزدیک تمام اقوال و روایات سے۔ مذکورہ بالا روایات زیادہ تر صحیح ثابت ہوتی ہیں ص ۶۱

اسی طرح وقت وفات حضرت عبد اللہ ؑ ہشام کلبی نے آنحضرت صلعم کا سن اٹھارہ مہینوں کا بتلایا ہے اور ایک قول کے مطابق سات مہینوں کا۔ اسکی نسبت ابن سعد لکھتے ہیں والاول اثبت انه توفی ورسول الله صلعم حمل۔ قول اول زیادہ ثابت ہو اور وہ یہ ہو کہ حضرت عبد اللہ ؑ کی وفات کے وقت آنحضرت صلعم حمل میں تھے۔ ابن سعد ص ۶۲

وفات عبد اللہ پر حضرت آمنہ کا مرثیہ | وفات حضرت عبد اللہ کے متعلق جناب آمنہ کا مرثیہ عربی کی تمام تاریخوں میں قلمبند ہے۔ ہم بھی اوسکے دو تین اشعار طبقات سے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

عفا جانب البطحاء من ابن هاشم	فرزند ہاشم کی خبر مرگ نواح بطحا میں لیجاؤ
وجاور لحدا خارجا فی الغماغم	اور بیرون شہر ارض غماغم (مدینہ) میں اوسکی زیارت کرو
دعته المنایا دعوة فاجابها	اجل مقدر نے اوسکو بلایا اور اوسنے قبول کر لیا
وما ترکت فی الناس مثل ابن هاشم	اور حقیقتاً ابنی نوع انسان میں ابن ہاشم کا مثل نہیں ہے
عشیة راحوا یحملون سریرة	اوس کے اصحاب کمال اندوہ وملال کے ساتھ
تعاورہ اصحابه فی التزاحم	اوس کو سریر (تابوت) پر اوٹھا کر ہاتھوں ہاتھ (مقبرہ تک) لے گئے۔

حضرت عبد اللہ ؑ کا ترکہ | جناب عبد اللہ ؑ کی عمر ہی کیا ہوئی اور آپ کو ورستی معاشرت کا دنیا میں وقت ہی کتنا ملا کہ آپکے کسی سرمایہ یا جائداد کی تفصیل کی جائے آپ نے اپنے بعد جو کچھ ترکہ چھوڑا وہ ابن سعد کی تحقیق میں یہ تھا۔

ام ایمن وخمسة اجمال وقطعة غنم فورث ذالك رسول الله صلعم وكانت ام ایمن تحضنه واسمها برکة	ایک ام ایمن (خادمہ) پانچ اونٹ اور چند دنبیاں اور یہی قلیل اشیاء معیشت رسول اللہ صلعم کو وراثت میں ملیں انھیں ام ایمن نے آپ کو بچپن میں کھلایا تھا ان کا نام برکت تھا۔

سوائے آنحضرت کے حضرت عبد اللہ و آمنہ کی کوئی اولاد نہیں تھی | تمام مورخین ومحدثین کا اس پر اتفاق ہو کہ یتیم عبد اللہ (روحی فداہ) ہر طریقہ اور ہر قرینہ سے ایسا دریتیم تھا کہ نہ اُسکا کوئی شریک تھا نہ سہیم نہ اس کا کوئی عینی بھائی تھا ورنہ حقیقی بہن۔ اصل توحید کا یہ معلم ربانی بالکل تنہا تھا اور لاثانی تمام محققین نے اسکے متعلق

جوا پنا مختار قایم کیا ہے اوس کو ابن سعد نے ذیل کی عبارت مین لکھا ہے۔

وھذا امما لا یعرف عندنا ولا عند اھل العلم لو تلد امنہ بنت وھب ولا عبد اللہ بن عبد المطلب غیر رسول اللہ صلعم

یہ امر ہمارے اور تمام اہل علم کے نزدیک ثابت ہی کہ جناب آمنہ بنت وہب اور حضرت عبداللہ بن عبد المطلب کی کوئی اولاد سوائے جناب رسالت آب صلعم کے نہین تھی۔

ایام حمل مین کرامات کی صدور

عقل ونقل کے مشاہدات ہی عقل سلیم کے نزدیک یہ امر ثابت ہو چکا ہی کہ گروہ انبیاؑ کی خلقت مقدسہ اور فطرت مطہرہ مین قدرت الٰہیہ نے ترکیب انسانی کے ساتھ تنویر روحانی بھی ودیعت فرمائی تھی اور اس شرف خاص کے باعث سے اون کی ذات با برکات کو قاعدۂ تعمیم سے مستثنیٰ فرما کر تخصیص کے خاص مراتب پر پہونچا یا تھا اسی اصول تخصیص کی بنا پر انبیا علیہم السلام کے اکثر اوصاف معمول کے خلاف اور عام فطرت انسانی سے مرجح اور مرتفع سمجھے جاتے ہین اور چونکہ قدرت کو بھی ان آثار مخصوصہ کے اظہار مین ایک خاص اہتمام منظور رہتا ہے اس لئے ان کے آثار مخصوصہ کا ظہور وصدور عام طور سے ظاہر بین نگاہون مین تعجب انگیز اور حیرت خیز معلوم ہوتا ہے۔ مگر حقیقت کے دیکھنے والے اسے قدرت کی جلوہ نمائی تسلیم کرتے ہین۔ جب رسالت آب صلعم کے نبیؐ کیا ختم الانبیا ہونیکے ہمارے پاس بیشمار ثبوت موجود ہین تو آپکے متعلق کسی زمانہ یا کسی وقت مین ہم قدرت کی ان جلوہ آرائیون کو کیسے استبعاد اور بے بنیا و کہہ سکتے ہین اس لئی ہمارے تمام قدیم مورخین ومحدثین نے آپ کی ولادت باسعادت اور نیز اوس کے قبل کے اون تمام واقعات کو جن سے ظہور کرامت کے ثبوت عینی ملتی ہین کچھ اصول اعتقاد کی بنیاد ہی پر نہین بلکہ واقعات ومشاہدات کے طریقۂ اعتبار سے اپنی تصنیفات وتالیفات مین قلمبند فرمایا ہے۔ ابن سعد طبقات مین ان آثار قدرت کے متعلق لکھتے ہین۔

ان رسول اللہ صلعم لما حملتہ امنۃ بنت وھب کانت تقول ما شعرت انی حملت بہ ولا وجدت لہ ثقلا کما تجد النسآء الا انی اتانی ات وانا بین النائم والیقظان فقال ھل شعرت انک حملت فکانی اقول ما ادری فقال انک قد حملت بسید ھذہ الامۃ ونبیھا وذلک یوم الاثنین قالت فکان ذلک مما یقن عندی الحمل ثم امھلنی حتی اذا دنا ولادتی اتانی ذلک الاتی فقال قولی اعیذہ بالواحد الصمد من شر کل حاسد قلت فکنت اقول ذلک فذکرت ذلک لنسآئی فقلن لی تعلقی حدیدا فی عضدیک وفی عنقک قالت ففعلت فلم یکن ترک علی الا ایاما قد قطع

جناب آمنہ بنت وہب ناقل ہین کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ حمل مین ایک عرصہ تک مجھکو اپنے حاملہ ہونیکا یقین نہین ہوا کیونکہ مجھکو اپنے جسم مین کوئی گرانباری ایسی جیسی عام عورتون کو ایام حمل مین محسوس ہوتی ہو ذرا بھی محسوس نہین ہوتی تھی۔ یہانتک کہ ایکبار نیم خوابی کی عالم مین مینے ایک آنیوالے کو اپنے پاس آتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے دیکھا کہ کیا تجھکو اپنے حاملہ ہونیکا ابتک یقین نہین ہے مینے اوس پوچھنے والے سے جواب مین کہا کہ مین تو حمل کی کوئی علامت اپنے مین نہین دیکھتی اوس نے کہا کہ تجھکو اس اُمت کے سردار اور نبیؐ مختار کا حمل ہی جناب آمنہؓ فرماتی ہین کہ مجھکو خیال ہی کہ دو شنبہ کا دن تھا پس اس شخص کے کہنے کے وقت سی مجکو اپنی حاملہ ہونیکا پورا یقین ہوگیا یہان تک کا سی

فکنت لا اتعلقہ طبقات ص۶۲ عرصہ ہوگیا اور جب ولادت کے دن قریب آئے تو پھر وہی نیولا شخص میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا کہ یہ کلمات مُنھ سے کہو اعیذہ بالواحد الصمد من شر کل حاسد مین خدائے بزرگ سے تمام حاسدون کے مفسدون کے لئے پناہ مانگتی ہون، مینے اوسکی ہدایت کے مطابق ان کلمات کو کہا اس واقعہ کو پھر مینے اپنی مجلس عورتون سے کہا تو ان سب نے کہا کہ لوہے کی کوئی چیز اپنے بازو پہ باندھ لو اور گلے مین لٹکا لو جناب آمنہ فرماتی ہین کہ مین نے ان عورتون کے کہنے کے مطابق کیا پھر مین اوسکو وقت ولادت تک پہنے رہی جب ولادت ہوگئی تو اُتار دیا اور پھر کبھی نہ پہنا۔

اسی سلسلۂ بیان مین ابن سعد نے یہ واقعہ بھی لکھا ہے۔

امرت آمنہ وھی حامل برسول اللہ صلعم ان تسمیہ احمد اس رویا مین آمنہ کو حکم دیا گیا تھا کہ اس مولود کا نام احمد رکھنا

ظہور کرامات کی مذکورہ بالا واقعات سے سر ولیم میور صاحب کا انکار

عیسائیون کے قدیم تعصب و نفسانیت کی لکیر پیٹنے والون مین سر ولیم میور نے بڑا نام پایا ہے اور اسلام کی مخالفت کا خاص بیڑا اُٹھایا ہے۔ اسلام کی تفسیر حدیث اور تاریخ کے بیانات سے لیکر مشاہدات و بدیہیات تک سے انکار فرماتے ہین اور تائید عیسائیت کیلئے اس غلط طریقہ کو وہ اپنی مجاہدانہ کوشش یقین کرتے ہین حالانکہ ع این راہ کہ میروی بترکستان ست لیکن حقیقت بین اور انصاف پسند حضرات انکی مساعی واہیہ کو ایک مجنونانہ حرکات سے زیادہ وقیع نہین سمجھتے۔ وہ محض معمولی سے معمولی اسلامی اخبار و آثار کی تنقید و تردید کرکے اپنی دانست مین دین اسلام کی لغویت ثابت کرتے ہین۔ اِنَّ ہٰذا ضلالٌ بَعیدٌ۔ حالانکہ اُنھین معلوم نہین کہ کوئی مذہب ہو اُسکی اصل اور اُسکی بنا حقیقت کے کن اخبار اور معیار پر قائم ہوتی ہے۔

اپنی نفسانیت اور تعصب کے اسی سلسلۂ بیان مین سر ولیم میور صاحب نے ظہور کرامات کے اُن واقعات پر بھی جنکو ہم ابھی اوپر لکھ آئے ہین تنقیدی نظر ڈالی ہے اور اونکو سرے سے بے اصل اور راویون کے محض مخترعات بتلایا ہے۔ انکے علاوہ ان مشاہدات کو بھی۔ جنکو روایات ہونے کے علاوہ تاریخی واقعات ہونیکی بھی پوری حیثیت حاصل ہے اور وہ دَوران حمل اور وقت ولادت متعدد اور متواتر طریقون سے تمام حدیث اور تاریخ کی کتابون مین درج ہین قابل مضحکہ ٹھیرایا ہے اور خوب قہقہہ لگایا۔ وَمَن ضَحِکَ ضُحِکَ۔

جہان تک میور صاحب کے اِن تنقیدی مضامین پر غور کیا جاتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ حسد و نفسانیت کی عصبیت نے میور صاحب کو حقیقت شناسی اور انصاف پسندی کے راستہ سے بہت دور پھینکدیا ہے۔ اُنھون نے اِن مرویات سے اسلام کی لغویت ثابت کرنے کا خیال خام پیدا کیا ہے اگر وہ کسی مذہب کی اصلیت اور حقیقی معرفت سے واقف ہوتے۔ اور ان اصول ضروریہ کو جانتے ہوتے جن پر مذہب کی بنا مبنی ہوتی ہے تو ان روایات کی تنقید و تردید سے تکذیب اسلام ثابت کرنے کی جرات نکرتے

اگر بفرض محال یہ مرویات اسلامی معیار تحقیق و تصدیق کے مطابق کبھی نہ اُترین تو ان سے حقیقت اسلام مین کیا نقصان آتا ہے سر ولیم میور اِن مرویات کے ایسے توریت و انجیل کی ان متعدد اور متواتر واقعات مندرجات کی نسبت کیا رائے قائم کرینگے

جو محالات کے بھی درجہ سے گر کر مہملات کے حدود تک پہونچے ہوئے پائے جاتے ہین اور جو عموماً حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ اور
دیگر انبیا علیہم السلام کے تذکرون مین اُس وقت سے لیکر اسوقت تک اُنکی مذہبی کتابون مین بڑے اہتمام اور رنگینیون سے
لکھے جاتے ہین جنکو اُن ذوات مقدسہ اور نفوس مطہرہ کے متعلق ذکر کرنا کیسا اُنکی طرف صرف منسوب کرنا بھی اہل اسلام خلاف
ادب و احترام سمجھتے ہین مثلاً جناب مریم علیہا السلام پر نزول روح القدس اور استقرار حمل مسیح علیہ السلام کی ترکیبات یا
ولادت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد یوسف نجار کے گھر جا کر جناب عیسیٰؑ کے دیگر علاتی بھائیون کی ولادت جنکو مسیحی اصطلاحات
مین دی برادرس (The prothers) کہتے ہین وغیرہ وغیرہ ایسے لغویات ہین کہ دیکھنے والون کی آنکھین اور
سُننے والون کے کان جلے جاتے ہین "
مگر جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین کوئی عیسائی فلاسفر (Philosofer) کوئی سائنٹسٹ Seicntist ان
واقعات کو غلط ٹھہراتا ہے اور نہ محالات و ناممکنات بتلاتا ہے" افسوس ہے کہ ان اعتراضات سے پہلے سر ولیم میور نے لوقا کی
انجیل کھولکر حضرت عیسیٰ کی زبانی اِن احکام ربانی کو نہ پڑھ لیا " تو اُس ذرّے کو جو تیرے بھائی کی آنکھ مین ہے دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ
مین جو شہتیر ہے اُسکو نہین دیکھتا۔ اے مکار پہلے تو اپنی آنکھ سے شہتیر نکال لے تب تجھکو اپنے بھائی کی آنکھ کا ذرہ نکالنے کیلئے
صاف نظر آنے لگے گا۔ لوقا باب ٦ - آیت ۴۱ و ۴۲ مطبوعہ لاہور۔
میور صاحب کی طرح ڈاکٹر اسپرنگر صاحب نے بھی حضرت آمنہ کا فرشتون کو دیکھکر ڈر جانے اور عرب کے دستور کے مطابق
لوہے کے تعویذ کو گلے مین لٹکانے اور بازوون پر باندھ لینے سے یہ معنی لگائے ہین کہ حضرت آمنہؓ کو دماغی ضعف کی شکایت تھی اور
صرع کا جرح تھا" ہم اِس ناانصاف یورپین محقق سے پوچھتے ہین کہ حضرت آمنہؓ کو تو واقعات کے بیان کے لیے تو ضعف
دماغ اور صرع کی بیماریون مین مبتلا ہونا تجویز ہوتا ہے - مگر حضرت سارہ اور حضرت مریم نے جو فرشتون کو دیکھکر حجاب و استعجاب
کی صورت مین خوف کھایا تھا اُسکے لیئے ڈاکٹر صاحب کونسی بیماری اور کونسا جرح تشخیص فرمائین گے۔
بہر حال اگر سر ولیم میور اور اُنکے ہمخیال خصائص انبیاء کے قائل نہین ہین اور ان خاصان خدا کو عوام کالانعام کے برابر
جانتے ہین تو وہ اپنے اس غلط استدلال کو اہل اسلام کے مقابلہ مین جو ابتدائے اسلام سے لیکر اسوقت تک تخصیص و تفضیل انبیاءؑ
کے برابر معتقد و مؤید ہین اور ان شاء اللہ تعالیٰ ابدالاباد تک قائل رہین گے - اسوقت تک پیش کرنے کا حق نہین رکھ سکتے جبتک
کہ وہ ان اقسام کی مرویات کو اپنی تمام مذہبی کتابون سے قلمزد نہین کر لینگے یا کم سے کم اونپر محالات و ناممکنات ہونیکا پورا یقین
نہ کر لینگے۔ ہم نے اُنکے جملہ اعتراضات کی تردید مین اس کلیہ کو لکھدیا اس سے زیادہ لکھنے کی کوئی ضرورت نہین تھی - مگر
چونکہ سر ولیم میور نے فرشتہ کے ذریعہ سے حضرت آمنہ کو اس مولود کا احمدؐ نام رکھے جانے کی ہدایت کرنے پر بڑی حیرت و استعجاب
کا اظہار فرمایا ہے - اسلیے ہم مختصراً اُنکے استعجاب کا ذیل مین جواب عرض کیئے دیتے ہین -
سر ولیم میور کو اس حصہ روایت کی تردید کی ضرورت جس بنا پر واقع ہوئی ہے اُسکو ہم خوب جانتے ہین - احمد صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم) کے نام ولقب سے اُنکے بدن پر لرزہ چڑھ جاتا ہے کیون اسلیے کہ یہ وہی مقدس اور مبارک نام ہے جسکے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صعود آسمان کے وقت حضرت خاتم الانبیا علیہ وآلہ التحیۃ والثنا کے ظہور اور رسالت کی نوید وبشارت اِس عبارت کے ساتھ تمام مسیحی اُمت کو پہنچائی تھی کہ "سچ تو یہ ہے کہ میرا چلا جانا تمھارے لیئے ضروری ہے کیونکہ اگر مین جاؤن تو فارقلیط (احمد مصطفےٰ) تمھارے پاس نہین آویگا اور اگر مین چلا جاؤنگا تو اُسکو تمھارے پاس بھیجدونگا۔

انجیل یوحنا باب ۱۶- آیت ۷ و باب ۱۴- آیت ۲۵ و ۲۶-

فارقلیط کا اصل ترجمہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے جسکی تصدیق وتوثیق قرآن مجید کے الفاظ بشارت وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ سے بخوبی ہوجاتی ہے۔ ہم فارقلیط اور احمد کے متحد المعنی اور صحیح ترجمہ ہونیکی بحث کو اور ان تمام مشکلات کو جو عیسائیون نے اس لفظ کے ترجمہ و معانی مین پیدا کردی ہین اپنی کتاب کے باب البشارت مین کتب قدیمہ کی اصلی عبارت کیساتھ بالتفصیل بیان کرینگے۔ بہرحال آمدم برسر مطلب۔ سر ولیم میور صاحب کو جناب آمنہ کے پاس فرشتہ کا آنا اور اُس بچہ کا نام جو اسوقت تک حمل مین تھا احمد رکھے جانے کی تاکید کرنا حیرت خیز اور تعجب انگیز بھی معلوم ہوا ہے محال بھی ناممکن الوقوع والامثال بھی۔ اچھا تھوڑی دیر کیلیے یونہی سہی۔ مگر مشکل تو یہ ہے کہ افسوس سر ولیم میور صاحب بدقسمتی سے ان واقعات و مشاہدات کی اُن متعدد اور متواتر مثالونکو کیا کرینگے جو بجنسہ و بلفظہ انکی آسمانی کتابون مین بھی اُسوقت سے لیکر اسوقت تک مرقوم و مسطور چلی آتی ہین اور محفوظ و مذکور۔ توریت مقدس کے باب پیدائش مین لکھا ہے۔

"ہاجرہ سے اللہ تعالیٰ کے ایک فرشتہ نے آکر کہا کہ دیکھ تو حمل سے ہے اور تیرے ایک لڑکا پیدا ہوگا اُسکا نام اسمٰعیل رکھنا" (کتاب پیدائش باب ۱۶- آیتہ ۱۱) اور پھر اُسی کتاب مین ہے کہ:-

"اللہ تعالیٰ نے ابراہیم سے کہا کہ تیری بی بی سارہ کے بیشک ایک لڑکا ہوگا تو اُسکا نام اسحٰق رکھنا۔ باب ۱۵- آیت ۱۹

توریت کی عبارت ہوچکی۔ اب انجیل کی بشارت ملاحظہ ہو۔ انجیل متی باب آیت ۳۰ مین ہے۔

اُسکے (مریمؑ) ایک بیٹا پیدا ہوگا اور تجھکو (یوسف کو) چاہیے کہ اُسکا عیسیٰ نام رکھ کیونکہ وہ اپنی اُمت کو گناہون سے نجات دیگا"۔ ان اعتراضات کے جواب مین عیسائیون سے عموماً اور میور صاحب سے خصوصاً التماس ہے کہ ان متعدد اور متواتر مثالونکی موجودگی مین جنکے صحیح اور فی الواقع ہونے مین کوئی کلام نہین ہوسکتا وہ کس منھ اور کس زبان سے مسلمانون کی ان مرویات پر محالات اور ناممکنات کا حکم لگائین گے۔ اسلیئے جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین تاوقتیکہ وہ اپنی کتب مقدسہ سے ان واقعات کو نہ نکالدینگے اُنکو جناب آمنہ سلام اللہ علیہا پر نزول فرشتہ اور روایت تسمیہ کے متعلق تعریض و تنقید کا کوئی حق حاصل نہوگا۔

نزول رحمت ظہور رسالت

ولادت باسعادت جناب آمنہ کے ایام حمل تمام ہوئے یا یون کہیے کہ امین آلہی کی امانت کی مدت ختم ہوئی اور وہ دن آگیا کہ ودیعت آلہی کا وہ نایاب گوہر قدرت لامتناہی کا لاجواب جوہر علم و ایقان کا مخزن۔ عرفان و اتقان کا معدن

بشارت موسیٰ کا مدعا۔ نوید عیسیٰ کا مقتضا۔ اصل وحدت کا معلم۔ امر رسالت کا متمم۔

آئینہ معرفت کبریا　　خاتمۂ سلسلۂ انبیاء
گوہر گنجینۂ علم و کمال　　جوہر آئینۂ حسن و جمال
شمسۂ ایوان قضا و قدر　　خمسۂ ارکان عقول بشر
جلوہ دہ شاہد وحدانیت　　سجدہ گہ عاشق روحانیت
علت غائیۂ ہر جزو و کل　　اول ہر خلقت ختم الرسل
ہفت فلک از کرمش استوار　　ہشت بہشت از قدمش نوبہار
منتظم نظم قضا و قدر　　مقتدر و معتمد و معتبر

نام و لیش اول ابجد شدہ
احمد و محمود و محمد شدہ
(مؤلف عفی عنہ)

افضل المرسلین۔ خاتم النبیین شہنشاہ کونین۔ رسول الثقلین۔ فخر ہاشمی و قصی۔ مفخر عبد اللہؑ۔ نازپرور آمنہؑ۔ اول خمسہ آل عبا۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ رحمت الٰہیہ اور برکت قدسیہ کا اسوۂ حسنہ بنکر رونق افروز گلستان عالم ہوئے۔

تاریخ روز اور سن ولادت تفسیر حدیث اور تاریخ کے محققین اہل سنت والجماعت کے اقوال مختار سے تاریخ ولادت بارھوین ربیع الاول روز دوشنبہ سنہ عام الفیل مطابق ۲۹ اگست ۵۷۰ء ثابت ہوتی ہے علماء اہلبیت کے اتفاق و ارشاد سے سترھوین ربیع الاول روز دوشنبہ پائی جاتی ہے۔

حاشیہ زیر صفحہ ۔ تاریخ وصال و ولادت کے متعلق ہم نے فریقین کے علیحدہ علیحدہ مختار متفقہ لکھدیے ہین سواد اعظم اہلسنت کی حدیث و تاریخ کی تمام کتابون مین اقوال مختلفہ پر کمال احتیاط نظر کرنے اور انکو باہم مقابلہ کر لینے کے بعد جو مختار متفقہ قدیم پایا گیا ہے وہ یہ ہے۔

وقیل لہ لاثنتی عشر من ربیع الاول وعلیہ عمل اھل مکۃ وحدیثاً فی زیارتھم موضع مولدہ فی ھذا الوقت ای ثانی عشر ربیع الاول زرقانی

بارھوین ربیع الاول ہی آپ کی تاریخ ولادت تبلائی گئی ہے اور اسی پر اہل مکہ کا اتفاق ہے اور آج تک اسی پر عمل ہے اور وہ لوگ آپ کے مقام ولادت کی زیارت وہان اسی دن یعنی بارھوین ربیع الاول کو کیا کرتے ہین۔

پھر ان تمام اقوال مختلفہ کے تصفیہ مین تحریر ہے۔

فتحصل فی تعیین الیوم سبعۃ اقوال المشہور انہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولد یوم الاثنین ثانی عشر ربیع الاول وھو قول الثالث فی کلام المصنف وھو قول محمد

تاریخ ولادت کے تعین مین سات قول آئے ہین مگر ان سب مین مشہور یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارھوین ربیع الاول دوشنبہ کے دن پیدا ہوئے اور مصنف (قسطلانی صاحب کتاب مواہب لدنیہ)

احوال ولادت کے متعلق حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کی زبانی جنکی تصدیق آگے چلکر خود قول رسول صلعم سے ہو جاتی ہے تاریخ میں یہ حالات و واقعات درج ہیں۔ ہم ابن سعد کی طبقات سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

ان آمنۃ بنت وھب قالت لقد علقت بہ یعنی رسول صلعم فما وجدت لہ مشقۃ حتی وضعتہ فلما فصل منی خرج معہ نور اضاء لہ بین المشرق الی المغرب ثم وقع الی الارض معتمدا علی یدیہ ثم اخذ قبضۃ من تراب فقبضہا ورفع رأسہ الی السماء وعن عبد اللہ ابن عباس

جناب آمنہ نے نقل کیا ہے کہ جب سے مجھے جناب رسول خدا کا حمل ہوا مجھے کوئی گرانی محسوس نہیں ہوئی یہانتک کہ وضع حمل ہو اور جسوقت آپ متولد ہوئے پورب سے پچھم تک ایک نور پھیل گیا۔ وقت ولادت آپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک دیے اور ایک مشت خاک اٹھالی اور آسمان کی طرف اپنا فرق مبارک بلند فرمایا۔ اور حضرت عبد اللہ ابن عباس

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ امیر (؟) متعلق بن یسار امام المغازی وقیل غیرہ قال ابن کثیر وھو المشہور عند الجمہور وبالغ ابن الجوزی وابن الجزار فنقلا فیہ الاجماع وھو الذی علیہ العمل۔ زرقانی صفحہ ۱۵ ج ۱۔

مندرجہ اقوال سے یہ تیسرا قول ہے اور یہی امام المغازی محمد ابن اسحاق ابن یسار کا قول ہے۔ اور سوائے اونکے اور دوسرے لوگوں کا بھی یہی قول ہے۔ ابن کثیر نے اسی کو قول مشہور لکھا ہے اور ابن جوزی و ابن جزار نے تمام اقوال کو نقل و جمع کر کے اسی قول پر اجماع و عمل دونوں ثابت کیا ہے

مذکورہ بالا عبارات سے دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول باتفاق جماعت اہلسنت ہر ایک سب کچھ ثابت ہے لیکن شبلی صاحب نے حکم جیسا لٹا دیکے اصول پر اپنی جدت طبع کا نمونہ دکھلا کر اتنے مفسرین محدثین اور مورخین کی اجماعی تحقیق کو غلط ٹھیراتے ہیں اور ایک نئی تاریخ قطعی طور پر روز ولادت بتلاتے ہیں جسکو اسوقت سے لیکر اسوقت تک انکے کسی مفسر محدث اور مورخ نے ضعیف سے ضعیف سند کیساتھ بھی نہیں لکھا ہے۔ حالانکہ وہ سات اقوال مختلفہ جنکا حوالہ زرقانی نے دیا ہے وہ دوسری تیسری آٹھویں و دسویں بارھویں ستر ہویں اور اٹھارہویں ربیع الاول ہے۔ مندرجہ بالا تاریخوں میں شبلی صاحب کی نویں تاریخ کو کسی نے بھی نہیں لکھا ہے آپ نے قطعی طور پر لکھ دینے تو کسی تاویل کی بھی گنجایش نہیں چھوڑی کیونکہ اگر آٹھویں تاریخ کو صحیح مان کر کسی طرح نویں تاریخ قرار دی بھی جاوے جو وقت ولادت بالاتفاق صبح کے وقت طلوع آفتاب کے بعد قرار پایا ہے کسی طرح نویں کے انعقاد کو صحیح ہونے نہیں دیتا ہاں اگر آٹھویں کا دن تمام ہو کر رات کا وقت ولادت کہیں لکھا ہوتا تو آپ کے قول کی قدرے تاویل ممکن تھی"

شبلی صاحب کے اس قول مختار اور اس فیصلہ نااستوار کی یہ کیفیت ہے جو پیش کیگئی جس سے اونکی قرار دادہ تاریخ کے قطعی اور واقعی ہونے کا کہانتک ثبوت ملے گا اسکے کم سے کم مشتبہ اور مختل ہونے کا بھی کوئی عنوان کسی کتب تاریخ و حدیث سے قایم نہیں ہوتا۔ مولوی شبلی نے اسوقت اپنے اون تمام قواعد و ضوابط اور حدود و شرائط سے دست بردار ہو کر جنکو وہ سیرۃ النبی کے دیباچہ میں قایم کر چکے ہیں اور نیز اپنے اس اصول و ضوابط سے کہ کوئی تاریخی واقعہ تاوقتیکہ حدیث کی کتابوں سے منطبق نہ کر لیا جاوے اندراج کے قابل نہیں ہیئت و نجوم کے موئید ہو گئے ہیں اور محمود پاشا فلکی کے مقلد۔ چونکہ انھوں نے قاعدۂ نجوم سے یہ ثابت کیا ہے کہ تاریخ ولادت ۹ ربیع الاول سنہ عام الفیل مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء ہے اس لئے آپ نے بھی بلاتردد و تامل اسی کو بالکل صحیح اور صریح تاریخ و ماہ ولادت قرار دیدیا اور اپنے حسابوں اپنی اس تحقیق و تلاش کو بالکل جدید اور نادر تصور فرمایا

عن ابیہ عباس بن عبد المطلب ولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختوناً مسروراً۔ طبقات ابن سعد

نے اپنے پدر بزرگوار حضرت عبد اللہ ابن عبد المطلب سے روایت کی ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ختنہ شدہ و ناف بریدہ پیدا ہوئے

حضرت عبد المطلب کو خبر ولادت ابن سعد واقعہ ولادت کی تفصیل میں آگے لکھتے ہیں۔

ولما ولدت آمنہ بنت وھب رسول اللہ صلعم ارسلت الی عبد المطلب فجاءہ البشیر وھو جالس فی الحجر معہ ولدہ ورجال من قومہ فاخبرہ ان آمنہ ولدت

جب جناب رسالتمآب صلعم پیدا ہوئے تو حضرت آمنہ بنت وہب نے آدمی بھیجکر حضرت عبد المطلب کو اطلاع کی۔ وہ اوسوقت اپنے بیٹوں اور قوم کے چند لوگوں کے ساتھ کعبہ کے مقام حجر میں تشریف فرما تھے

بقیہ عبارت صفحۂ گذشتہ حالانکہ اگر آپ صرف زرقانی کی پوری عبارت پڑھ گئے ہوتے تو آپ کو معلوم ہوجاتا کہ محمود پاشا فلکی سے صدہا برس پیشتر اسلامی ماہرین و محققین علم نجوم نے باقاعدہ نجوم آپ کی ولادت کے روز و تاریخ کی تحقیق کر لی ہے فلکی صاحب کچھ آسمان سے اس مضمون کو نہیں لائے ہیں بلکہ اون سے بیشتر زمین والے بڑی جانکاہی سے اسکو سطح زمین پر تحقیق کر چکے ہیں (ملاحظہ ہو عیون المعارف مؤلفہ ابو عبد اللہ محمد بن سلامہ بن جعفر القضاعی الشافعی۔ قاضی مصر المتوفی ۴۵۴ھ زرقانی جلد اول طبع مصر حیدر آباد ص ۱۵۹) اب فلکی صاحب یا اونکی طرح سے شبلی صاحب کے متعلق جس تحقیق کی جدت یا نوعیت کا دعویٰ کرینگے وہ حقیقت میں اونہیں حضرات کے غور و افکار کا نتیجہ یقین کیا جاویگا۔ عیون المعارف میں جیساکہ زرقانی کے قول سے ثابت ہوتا ہے۔ امام قضاعی نے تعین تاریخ ولادت کے متعلق علماء نجوم کے تمام اقوال جمع کئے ہیں اور اونکی تحقیق کی رو سے روز ولادت آٹھویں تاریخ بتلائی ہے ایسے قول کو اکثر محدثین و مورخین نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔ چنانچہ امام قسطلانی صاحب (مواہب لدنیہ) اور حمیدی (صاحب جمع بین الصحیحین) وغیرہم کا بھی یہی مختار تھا۔ ملاحظہ ہو زرقانی ص ۱۵۰ اس بنا پر اگر اعتبار کیا جاوے گا تو آٹھویں ربیع الاول پر جو علماء نجوم و حدیث کے متفقہ اقوال سے ظاہر ہوتا ہے۔ نہ فلکی صاحب اور نہ شبلی صاحب کی نویں پر جسکو نہ منجمین لکھتے ہیں نہ محدثین نہ مورخین۔

شبلی صاحب کی بلند پروازی کچھ اسی مضمون تک محدود نہیں ہے بلکہ آپ کی تمام تصنیف و تالیف میں زمین کو آسمان بنا دینے کا تمام لطف پایا جاتا ہے جسکا ایک نمونہ پیش نظر ہے۔ آپنے محمود پاشا فلکی کے قول کی قطعی صحت کا حکم تو لگا دیا۔ مگر یہ خیال نہ کیا کہ اسکے صحیح مان لینے سے تاریخ میں اختلاف تو تھا ہی۔ سال کے تعین میں بھی فساد عظیم مچگیا۔ عرب اسوقت تک تو صرف عام الفیل لکھتے اور بتلاتے آئے مگر یورپ میں محققین نے جنمیں محمود پاشا فلکی کے ایسے کثیر التعداد افراد ہیئت، نجوم، فلسفہ اور ریاضی کے ماہرین و کاملین شامل ہیں۔ جب واقعات اسلامی کے نقل و ترجمہ کیطرف توجہ فرمائی تو سنہ عام الفیل کو مسیحی سنہ سے مطابق کر کے بالاتفاق بارہویں ربیع الاول سنہ عام الفیل کو ۲۹ اگست ۵۷۰ء کے مطابق قرار دیا اور پھر اوسوقت سے لیکر اسوقت تک تمام ممالک یورپ میں اسلامی واقعات و سوانح مختلف زبانوں میں لکھے گئے اور کثیر التعداد عربی تالیفات و تصنیفات عربی سے یورپ میں زبانوں میں ترجمہ ہوئیں اور سب اسی مختار متفقہ پر اعتبار کر کے اپنی تمام تالیفوں اور ترجموں میں نقل کرتے آئے مگر فلکی صاحب نے ۲۹ اگست کو ۲۰ اپریل اور ۵۷۰ء کو ۵۷۱ء کر دیا۔ ان میں تفاوت روز کجاست تا بکجا۔ سرسری طور پر تاریخوں کے دیکھنے سے تو ولادت کی تاریخ روز میں صرف دو تین دن کا فرق

غلاماً فسرّ ذلك عبد المطلب وقام هو ومن كان معه فدخل عليها فاخبرته بكل مارأت وما قيل لها وامرت به قال فاخذه عبد المطلب فدخله الكعبة وقام عندها يدعو الله ويشكر ما اعطاه

ایک آدمی نے حاضر ہو کر بشارت دی کہ آمنہؓ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے سنکر آپ مسرور ہوئے اور آپکے ساتھ آپکے تمام ہمراہی بھی کھڑے ہو گئے اور جب گھر میں آمنہؓ کے پاس پہونچے تو اونہوں نے وہ تمام حالات جو انہے دیکھے تھے یا جو کچھہ (منجانب خدا) آپ سے کہا گیا تھا یا جس کے لئے آپکو حکم دیا گیا تھا حضرت عبد المطلب سے بیان کر دیا حضرت عبد المطلب نے اس مولود مسعود کو گود میں لیا اور خانہ کعبہ کے اندر آکر کھڑے ہو گئے اس مولود مسعود کی سلامتی کی دعا مانگی اور اس نعمت کے عطا فرمائے جانے کا شکریہ ادا کیا۔

تقریب ولادت کی یادگار میں حضرت عبد المطلب کے اشعار

ابن سعد طبقات میں مندرجہ بالا حالات لکھکر محمد ابن عمر اسلمی کے اسناد سے اسقدر اضافہ اور کرتے ہیں کہ حضرت عبد المطلب اس واقعہ مسرت افزا کی یادگار میں ذیل کے اشعار منظوم فرمائے جن سے آپ کے قلبی جذبات کا پورا پورا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔۔

الحمد لله الذی اعطانی	میں خدا کی تعریف کرتا ہوں کہ اُسنے مجھے ایسا
هذا الغلام الطیّب الاردان	فرزند عطا فرمایا جو اپنی قوم میں پاک و پاکیزہ ہے

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ

معلوم ہوتا ہے کیونکہ عربی تاریخیں ۱۲ ربیع الاول بتاتی ہیں اور آپ ۹ لکھتے ہیں تو اتنے قلیل اختلاف پر [illegible] مہینہ اور سال میں اتنا بڑا عظیم اختلاف ہے کہ اپریل سے اگست اور ۵۷۱ء سے ۵۷۰ء ہو گیا یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ ایسی بین غلطی اس واقعہ کے متعلق اتنے زمانہ سے چلی آتی ہو اور اوسپر علماء و مستشرقین کی آج تک نظر نہ پڑی ہو اور اگر نظر پڑی بھی ہو تو وہ اسکو صحیح تسلیم کر چکے ہوں اور آج تک برابر اوسی غلطی کو نقل کرتے چلے آتے ہوں۔

ڈاکٹر سر سید احمد خان نے خطبات احمدیہ میں ۵۷۰ء میں آپ کی ولادت واقع ہونیکی تحقیق اور اوسکی تصدیق و توثیق پوری تفصیل کیساتھ کی تھی ان کے الفاظ میں

جمہور مورخین کی یہ رائے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم بارہویں ربیع الاول کو عام الفیل کے پہلے سال یعنی ابرہہ کی چڑہائی سے پچپن روز بعد پیدا ہوئے۔ مگر اس امر میں کہ عام الفیل سنہ عیسوی کے کون سے سال میں واقع ہوا تھا مورخوں کی رائے میں اختلاف ہے۔ صحیح امر جو قرار پایا ہے وہ یہ ہے کہ عام الفیل ۵۷۰ء کے مطابق تھا کیونکہ سب مورخین اس پر متفق ہیں کہ آنحضرت صلعم نے ۶۲۲ء میں مکہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت کی تھی۔ یعنی نزول وحی سے تیرہویں برس اور وحی چالیس برس کی عمر میں نازل ہوئی تھی۔ ان برسوں کو اگر جمع کیا جاوے تو ترپن قمری سال ہوتے ہیں اور جب ان میں سے ایک برس قمری کو شمسی سال سے مطابقت کرنیکے لئے منہا کر لیا جاوے تو باون برس باقی رہتے ہیں اور جب باون کو چھہ سو بائیس میں سے نکال دیا جائے تو پانسو ستر باقی رہتے ہیں اس حساب سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی ولادت ۵۷۰ء میں واقع ہوئی۔ مطبوعہ لاہور ص ۱۶۔

یہ قرائن و شواہد تبلا رہے ہیں کہ نہ فلاں صاحب کا مختار قابل اعتبار ہے نہ شبلی صاحب کی تائید لائق شمار پھر اتفاق میں اختلاف پیدا کرنا کیا معنی۔ یہ نتیجہ ہے زود قیاسی اور مدعا نا شناسی کا المؤلف

قد ساد فی المھد علی الغلمان	وہ اپنے گہوارے مین غلامون کی حفاظت مین آرام کرتا ہے
اعیذہ باللہ الذی ذی ارکان	خدا تعالیٰ جو رکن مقام کا مالک ہے اوسکو اپنی پناہ مین رکھے
حتی اراہ بالغ البنیان	یہانتک کہ مین اپنی آنکھون سے اوسے جوان دیکھا مین
اعیذہ من شر ذی شنان	اور خدا اُسے اوسکو برا چاہنے والے حاسد سے محفوظ رکھے
من حاسد مضطرب العنان	اور اونکی شرارت سے یعنی جو اُسکا اچھا نہین چاہتے ہین[۱]

روز اور وقت ولادت سال وماہ ولادت کی تفصیل وتحقیق اوپر لکھی جا چکی ہے۔ رائٹ آنریبل مسٹر سید امیر علی بالقابہ اسپرٹ آف اسلام صفحہ کے زیر حاشیہ لکھتے ہین کہ جس سال آنحضرت صلعم پیدا ہوئے وہ کسرائے نوشیروان کا چالیسوان سال جلوس تھا اور سن سلاقسی (یونانی) کا ۸۸۲ سال تھا۔

باتفاق وبالیقین ثابت ہے کہ ولادت باسعادت دن کے وقت بعد طلوع آفتاب دوشنبہ کے روز واقع ہوئی مسلم ابن قتادہ انصاری سے ایک طولانی حدیث اسکے متعلق موجود ہے جسکی سند پر امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ نے یہ تعلیق فرمایا کر دیا ہے هذا الحدیث یدل انه صلعم ولد نهارا یہ حدیث اسپر دلیل ہے کہ آپ کی ولادت دن کے وقت واقع ہوئی۔ اسی حدیث مین دوشنبہ کے دن کا بھی تعین مندرج ہے۔ ملاحظہ ہو زرقانی ص ۱۶۱

[۱] افسوس ہے کہ سر ولیم میور صاحب تعصب اور نفسانیت کی پیچیدگیون مین پڑکر اُن جذبات اور تعلقات قلبی کو جو محبت ساتھ بدیہی امر ہے فطری طور پر بتقاضائے ضرورت قدرت کی طرف سے ودیعت کیے گئے ہین بھی قطعی فراموش کر گئے۔ اور حضرت عبدالمطلب کی مندرجہ بالا دعا کو بھی جو اپنے اس دریتیم کے حق مین خدا سے مانگی تھی ٹھنڈے دل سے نہ دیکھ سکے اور اسکی نسبت جب اعتراض کا موقع نہ ملا تو تحریر فرماتے ہین کہ عبدالمطلب کی دعا کا جو مضمون بیان کیا گیا ہے وہ صریح اسلامی طریق کا ہے اور اس سے خیال کیا جاتا ہے کہ کعبہ مین عبدالمطلب کا دعا مانگنا صرف مسلمانون کی بنائی ہوئی بات ہے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آبای طاہرین کے خداپرست ہونیکی بحث تو عنقریب اپنے مقام پر لکھینگے۔ مگر یہان سر ولیم میور کو صرف اتنا بتلائے دیتے ہین کہ اس مقدس خانوادے کی خداپرستی پر اسلام کے کل فرقون کا قریبا اتفاق ہے اور اس کا سب سے بڑا روشن اور قوی ثبوت یہ ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد بزرگوار کا نام عبداللہ رکھا۔ جو خاص خداپرستون کے طریقہ کا نام ہے۔ پھر اس خداپرست نے اپنی دعا مین خداپرستون کے الفاظ ومصطلحات استعمال فرمائے تو کون سا تعجب ہے۔

ولیم میور صاحب کے اعتراضات کرامات ولادت کے جوابات اگرچہ ہم نے ولادت کے متعلق صرف اُنھین واقعات کو لکھا ہے جو تاریخی مشاہدہ کا درجہ رکھتے ہین اور محالات وغیرہ کے شبہات واحتمالات سے بالکل مبرا ہین مگر سر ولیم میور صاحب اپنی دھن مین آتے لکھے ہین کہ ان حالات کو بھی حیرت خیز اور تعجب انگیز کہے جاتے ہین۔ اس متعصب عیسائی مولف کی اصل غرض تو یہ ہے کہ ان بضرورت مباحث کو پیش کرکے دین اسلام کی لغویت ثابت کرین اس بھلے آدمی سے کوئی پوچھے کہ کسی پیغمبر کے حالات ولادت کا عام اس سے کہ وہ صحیح ہون یا غیر صحیح اسکے اصول مذہب وتعلیم دین پر کیا اثر پڑتا ہے۔ چونکہ میور صاحب کا مدعا اسلام پر در پردہ شرمناک حملہ ہے اسلئے اُسکی حقیقت کا انکشاف

مقام ولادت فریقین کے متفقہ مختار سے شعب بنی ہاشم (جو بعد میں شعب ابیطالب کے نام سے مشہور ہوا) مقام ولادت ثابت ہوتا ہے۔ زرقانی میں مقام ولادت کی تفصیل و تخصیص کے متعلق یہ لکھا ہے کہ شعب بنی ہاشم میں وہ مکان اصلی مقام ولادت تھا جسکو زقاق مُدلگ کہتے تھے۔ اور یہ وہی مکان تھا جو بقول مورخ ابن اثیر آنحضرت صلعم نے عقیل ابن ابیطالب کو ہبہ فرمایا تھا اور بعد مرور ایام اونکی اولاد نے محمد ابن یوسف ثقفی برادر حجاج ابن یوسف الثقفی کے ہاتھ بیع کر دیا اور اس کے بعد جب ہارون الرشید حج کرنے آیا تو اوس نے محمد ابن یوسف کے ورثا سے خرید کر یہاں مسجد بنوا دی جو آجتک مولد النبیؐ صلعم کے نام سے زیارتگاہ عالم ہے۔ (زرقانی ص ۱۶۵)

رسم تسمیہ و ولیمہ عقیقہ رسم تسمیہ اور ولیمہ عقیقہ کی نسبت زرقانی نے تاریخ خمیس کے اسناد سے تفصیلی حالات لکھے ہیں۔

وفی الخمیس روی انہ لما ولد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم امر عبد المطلب بجزور فنحرت ودعا رجالا من قریش فحضروا وطعموا وفی بعض الکتب کان ذلک یوم سابعہ فلما فرغوا من الاکل قالوا ما سمیتہ فقال سمیتہ محمد

تاریخ خمیس میں ہے کہ جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پیدا ہوئے تو حضرت عبد المطلب نے اونٹوں کی قربانی کا حکم دیا۔ چنانچہ اونٹ ذبح کیے گئے۔ قریش کے لوگوں کو دعوت دیگئی وہ حاضر ہوئے اور کھانے کھائے بعض کتابوں میں یہ دعوت ولادت سے ساتویں دن بیان کیگئی ہے جب کھانے سے فراغت ہو چکی تو لوگوں نے حضرت عبد المطلب سے پوچھا اس

حاشیہ صفحہ دیگر ضروری ہے میور صاحب وہ روایات جسمیں حضرت آمنہ سے نور کا ظاہر ہونا منقول ہے اور جو بیہقی کی کتاب شرح السنۃ میں بیان کیگئی ہے اوسطرح پر نہیں ہے جسطرح کہ میور صاحب نے بیان کی ہے اسلئے ہم اوس روایت کو بلفظہ نقل کرتے ہیں عن العرباض ابن ساریہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قال .... ساخبرکم باول امری انا دعوۃ ابراھیم وبشارۃ عیسی ورؤیا امی التی رات حین وضعتنی وقد خرج لھا نورا اضاء بھا قصور الشام عرباض ابن ساریہ سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا میں تمکو اپنے ابتدائی احوال سے مطلع کروں میں دعا ہوں ابراہیمؑ کی اور بشارت ہوں عیسیٰؑ کی اور خواب ہوں اپنی ماں کا۔ جسے اوس نے میرے پیدا ہونیکے وقت دیکھا تھا کہ اوس سے ایک نور پیدا ہوا ہے جس سے شام کے محل روشن ہو گئے جن روایتوں میں نور کا پیدا ہونا منقول ہے اونکو اگر ہم صحیح تسلیم بھی کر لیں تو اون سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ جناب آمنہ نے ان امور کو خواب میں مشاہدہ فرمایا ہے جیسا کہ ہم ابن سعد کے حوالہ سے اوپر لکھ آئے ہیں تو اس قسم کے خواب دیکھنے نہ حیرت انگیز ہو سکتے ہیں نہ تعجب خیز۔ نہ خلاف قیاس ہے۔ نہ محال عادت ہمکو میور صاحب کے اس واہی اعتراض پر اتنا تعجب نہیں ہوتا جتنا اونکی قابلیت جامعیت اور یکطرفہ فیصلہ کرنے پر افسوس آتا ہے۔ افسوس ہے اہل اسلام ان مرویات پر محالات و ناممکنات غرض دنیا بھر کی دشواریاں جمع کر دیں اور اونکو ناممکنات و محالات بتلا دیا۔ مگر اپنی کتابوں کی کوئی خبر نہ لی جن میں ایسے ایسے مہملات۔ لغویات اور محالات کے خزانے بھرے پڑے ہیں کہ نادان سے نادان اور بیوقوف سے بیوقوف شخص بھی اونکی صحت کا قائل نہیں ہو سکتا دیکھو کتاب توریت حضرت یعقوب کا خدا کے ساتھ کشتی لڑنا۔ اور حضرت اسحاق کا سیڑھی لگا کر آسمان پر چڑھنا اور اس ترکیب مصنوعی سے رتبہ معراج پانا (تکوین ۲۲-۲۹) اسی طرح حضرت موسیٰؑ کے معجزات عصا کا سانپ ہو جانا۔ ید بیضا کا نمودار ہونا آب دریا کا خون ہو جانا۔ مینڈکوں کی وبا کا آنا۔ اور دیگر خلاف عقل و عادت معجزات جو (نعوذ باللہ) اس پیغمبر برحق کی دعا سے ملک مصر پر نازل

فقالوا ارغبت عن اسماء آبائہ فقال اردت ان یکون محمودا فی السماء للہ وفی الارض لخلقہ وقیل بل تسمیتہ بذلک امہ لما رأتہ وقیل لہا فی شانہ ویمکن الجمع بان امہ لما نقلت ما رأتہ لجدہ سماہ فوقعت التسمیۃ منہ اذا کان بسببہا الصحیح القول بانہا سمتہ بالزرقانی ۱۵۴ ص

مولد کا نام رکھا ہے عبدالمطلب نے کہا محمد صلعم، لوگوں نے پوچھا آپ کو اپنے بزرگوں کے ناموں سے رغبت نہیں ہے۔ عبدالمطلب نے فرمایا میں نے اس لئے اسکا نام محمد رکھا ہے کہ خدا کے نزدیک آسمان پر بھی محمود اور اوسکی خلقت کیلئے زمین پر بھی محمود ہو اور یہ قول بھی آیا ہے کہ آپ کا یہ نام آپ کی ماں نے رکھا تھا جیسا کہ آپ کو خواب میں اس بچہ کے اسکے نام اور اکرام شان کے متعلق بتلایا گیا تھا

اور ان دونوں مختلف اقوال میں اجماع ممکن ہے اسطرح کہ آپ کی مادر گرامی قدر نے جو کچھ خواب میں مشاہدہ فرمایا ہو وہ آپ کی جدِ امجد سے کہہ دیا ہو اور کہدیا ہو کہ بچہ کا یہی نام رکھا جائے اور اسی کے مطابق تسمیہ واقع ہوا ہو۔ لیکن صحیح ترین یہی ہے کہ آپکی والدہ ماجدہ نے آپ کا نام رکھا تھا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وآبائہ وسلم۔

کنیت | باتفاق فریقین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کُنیت ابو القاسم ثابت ہے۔

القاب | اسلامی کتب تفاسیر احادیث اور تاریخ میں آپ کے کثیر التعداد القاب مرقوم ہیں۔ اخبار الوفا میں امام سمہودی نے ننانوے القاب مع توجیہات کے پوری تفصیل کے ساتھ قلمبند فرمائے ہیں۔ ان سب میں مشہور ترین القاب۔ خاتم النبیین اور نبی الرحمۃ ہیں۔ جو نصوص قرآنی سے منصوص و مخصوص ہیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

مرضعات آنحضرت صلعم | ان کو کسی نے اصولاً مرضعات میں شامل نہیں کیا ہے۔ مجازاً کا شمار نہیں۔ اس بنا پر حضرت آمنہ

حاشیہ صفحۂ گذشتہ

فرعون میں ظاہر ہوئے مثلاً بنی اسرائیل کے لئے نیل کے بہتے پانی میں راستہ کا کھل جانا۔ من وسلویٰ کا اترنا۔ پتھر کی منقوش لوحوں کا نازل ہونا جن پر خدا نے (نعوذ باللہ) اپنی انگشت مبارک سے احکام توریت لکھے تھے۔ خدا کا بنی اسرائیل کو تمام دنیا کی قوموں پر ترجیح دینا اور تمام دنیا کی برکتیں اونکو عطا فرمانا اسرائیل کو اپنا پہلوٹا (فرزند) کہنا (نعوذ باللہ) کیا ان سب باتوں کو دل لگی کے قصے اس طرز استدلال سے نہیں کہہ سکتے۔ پھر حضرت عیسیٰؑ اور اون کے حواریوں کے متبعین و معتقدین کا اوسوقت کیا حال ہوگا جب ہر شخص اونکی مرویات کو محض بناوٹ اور ایجاد سمجھکر مضحکہ میں ڈالدیگا مثلاً حضرت عیسیٰؑ کی کراماتی پیدائش۔ اونکا مصلوب ہونیکے بعد از سر نو زندہ ہونا قبر سے نکلکر آسمان پر چلا جانا۔ اپنا مجروح ہاتھ اپنے حواریوں کو دکھلانا۔ آسمانی سلطنت میں ہوکر خدا کے دست راست کیطرف بیٹھنا ان امور کو کیوں محالات نہ کہا جاوے گا۔ سر ولیم میور کی ذہانت کی کہانتک داد دی جاوے کہ وہ اتنی محالات کو اپنی کتابوں میں شب و روز دیکھتے ہیں اور بلا عذر و تامل تسلیم کرلیتے ہیں اور جب ایسے ہی یا اس سے خفیف امور کو مسلمانوں کی کتابوں میں پاتے ہیں تو غلط ٹھیراتے ہیں اُنپر ہنستے ہیں اور جھوٹا بتلاتے ہیں۔ لیکن اونہیں کے اس رویہ اور طریقہ سے ہر شخص سمجھ لیتا ہے کہ وہ کہانتک تعصب۔ نفسانیت اور خودغرضی سے پاک و صاف ہیں۔

بہرحال۔ اس بحث کے خاتمہ پر ہم رائٹ آنریبل مسٹر سید امیر علی بالقابہ کی وہ رائے جو انہوں نے واقعات پیدائش اور ظہور کرامات کے متعلق۔ اسپرٹ آف اسلام میں لکھی ہے۔ ترجمہ کرکے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

کے بعد سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ۔ ابو لہب کی آزاد کردہ جاریہ ۔ ثوبیہ نے دودھ پلایا ۔ اِس سعادت کی تقدیم کا شرف اس لونڈی کی خوش قسمتی کا حصہ تھا ۔ وَاللہُ یُؤتِیہِ مَن یَّشَآءُ ۔ ابن سعد لکھتے ہین

اول من ارضع رسول اللہ صلعم ثوبیۃ بلبن ابنھا مسروح ایاما قبل ان تقدم حلیمۃ وکانت قد ارضعت قبلہ حمزۃ بن عبد المطلب وارضعت بعدہ ابا سلمۃ بن عبد الاسد المخزومی وان ثوبیۃ کان ابولھب اعتقھا ۔

سب سے پہلے رسول اللہ صلعم کو ثوبیہ نے اپنے بیٹے مسروح کا دودھ پلایا حلیمہ سعدیہ اسوقت تک نہین آئی تہین اور آنحضرت صلعم سے پہلے ثوبیہ نے حضرت حمزہ بن عبد المطلب کو دودھ پلایا تھا اور پھر ان کے بعد ابو سلمہ بن عبد الاسد مخزومی کو (جو شوہر اول ام المومنین حضرت ام سلمہؓ) دودھ پلایا ۔ ثوبیہ کو ابولہب نے آزاد کردیا تھا ۔

زرقانی حالات رضاعت کو زیادہ وضاحت سے ذیل کی عبارت مین لکھتے ہین ۔

امہ ارضعتہ تسعۃ ایام (صاحب الذخائر والغرر) وغیرھما وقیل ثلاثۃ ایام وقیل سبعۃ ایام (حکاھما الخمیس عن اھل السیر) زرقانی ج ۱ ص ۱۳۶

جناب آمنہؑ ۔ آپ کی مان نے آپکو کل نو دن دودھ پلایا ۔ اس روایت کو صاحب دُرر و غرر وغیرہ نے لکھا ہے بعض کہتے ہین کل تین دن دودھ پلایا اور بعض سات دن تبلاتے ہین ان اقوال کو صاحبان سیر سے صاحب تاریخ خمیس نے لکھا ہے ۔ خوش قسمت ثوبیہ کے حالات کیقدر وضاحت کی ساتھہ ابن سعد کی طبقات سے اسطرح ظاہر ہوتے ہین

عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت جیسا کہ اسلامی مورخین کا مختار ہے بہت سی آیات وعلامات کی مظہر ومنظر تھی جن سے یہ مقصود ہے کہ تمام اقوام زمانہ سمجھہ جائین کہ زمانہ کا نجات دہندہ آگیا اور اوسکا ظہور ہوگیا ۔ اِن اقوال پر فلسفی مورخین تبسم زیر لب کرتے ہین ۔ اور مخالف مذاہب کے معترضین جو بلا تکلف و تامل متعلقات نجوم تک کے اندازی اور قیاسی مسائل کو تسلیم کرلیتے ہین مگر ان عجائبات پر منہ بنا لیتے ہین لیکن ایک تحقیق کے طالب کے نزدیک جسکا قلب قدیم زمانہ کی جذبات اور طرز خیالات کی ہمدردی سے خالی نہین ہے اور جو بلا تحقیق حقیقت صرف قیاسات وظنیات پر اعتبار کرلینے کیلئے آمادہ نہین ہے آیات وعلامات جنکو مورخین اسلامی اپنی پیغمبر کی ۔ ۔ ۔ کیوقت واقع ہونیکا دعوی کرتے ہین ۔ ایسے ۔ ۔ واقعات ثابت ہوتے ہین ۔ جو البتہ مشاہد تاریخی سے مقابلہ و موازنہ کیے جانیکے قابل ہین ہم لوگ موجودہ زمانہ کے اشخاص بھی مختلف اقوام اور خاص اشخاص کے معمولی اور روزمرہ کے حالات وواقعات میں ایک غیر مغلوب قدرت کے نفاذ واجرا کو تسلیم کرلیتے ہین ۔ تو پھر تیرہ سو برس قبل جیسا کہ مسلمانون کا خیال ہے کہ ایک قوم خاص کے زوال وادبار کی ہین حالتون مین اُس انگشت قدرت کے اشارے سے ۔ اوس قوم کو اونکے لاعلاج معاملات ومقدرات کو بتلا دینا جو اونکی شرارت ومفسدے کی جزا وسزا پیش آنیوالی ہین کیون تعجب خیز اور حیرت انگیز کہا جائیگا ! اسپرٹ آف اسلام

مختون پیدا ہونے پر اعتراض سر ولیم میور نے اپنے سلسلۂ اعتراض مین جہان ان واقعات کرامات کو محالات تبلایا ہی وہان حسد و تعصب کی پرجوشیون مین ممکن سے ممکن واقعات کو بھی جو اوسوقت سے لیکر اسوقت روزانہ مشاہدہ مین آتے رہتے ہین خلاف عقل ٹھیرایا ہے ۔ سر سید نے انکی نسبت جو اپنی معقول رائے قایم کی ہے اور جن الفاظ مین سر ولیم کی تردید کی ہے وہ یہ ہین ۔

" ہمکو کس قدر تعجب آتا ہے کہ سر ولیم میور نے آنحضرت صلعم کے مختون پیدا ہونیکو بھی مخترع روایات مین شمار کیا ہی

وکان رسول اللہ صلعم یصلہا و ہو بمکۃ وکانت خدیجہ تکرمہا وہی یومئذ مملوکۃ وطلبت الی ابی لہب ان تبتاعہا فابی ابی لہب فلما ہاجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم الی المدینۃ اعتقہا ابی لہب وکان رسول اللہ صلعم یبعث الیہا بصلۃ وکسوۃ حتی جاءہ خبرانہا ماتت قد توفیت سنۃ سبع مرجعہ من خیبر فقال ما فعل ابنہا مسروح فقیل مات قبلہا ولم یبق من قرابتہا احد۔ طبقات جرمن۔ ص ۱۸۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ثوبیہ کو برابر صلہ جات عطا یا عنایت فرمایا کرتے اور جناب خدیجہ بھی اوسکی بہت تکریم فرمایا کرتی تہین۔ ثوبیہ اوسوقت تک حالت مملوکیت مین تھی۔ جناب خدیجہ نے ابولہب سے کہلا بھیجا کہ ثوبیہ کو ہمارے ہاتھ بیچ ڈالو مگر ابولہب نے انکار کر دیا۔ مگر جب جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرمائی تو ابولہب نے ثوبیہ کو آزاد کر دیا۔ قیام مدینہ کی زمانہ مین بھی آپ وہین سے روپے پیسے اور کپڑے وغیرہ سے ثوبیہ کی امداد فرمایا کرتے تھے یہانتک کہ ہجرت کے ساتوین سال جب غزوۂ خیبر سے آپ مدینہ مین لوٹے تو سُنا کہ ثوبیہ مرگئی۔ آپ نے پوچھا کہ اُسکے بیٹے مسروح کا کیا حال ہوا۔ کہا گیا کہ وہ تو اس سے قبل مر چکا تھا اور اب ثوبیہ کے قرابت سے کوئی باقی نہین ہے۔

عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ | اور عجیب و غریب بعید از قیاس اور خلاف قانون فطرت قرار دیا ہے۔ مگر یہ بات بجز ےسی علاقہ رکھتی ہو نہ عجائبات سے بلکہ محض تلونات فطرت سے متعلق ہے ایسے تلونات فطرت کی بہت سی نظیرین بتلائی جاسکتی ہین مثلاً ایسے اشخاص کا پیدا ہونا جنمین علامات تذکیر و تانیث دونون موجود ہون ایسے واقعات اس امر پر دلالت کرتے ہین کہ قوانین فطرت مطابق قدرت کا اتفاقیہ انحراف کوئی عجیب بات نہین۔ اِس زمانہ مین بھی بعض اوقات مختون لڑکے پیدا ہوتے ہین جن سے بلا توسل معجزہ یا عجائبات کے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا بھی مختون پیدا ہونا یقیناً قرین قیاس ثابت ہوتا ہے اور اس امر کا ثبوت اِس امر سے بھی ہوتا ہے کہ باوجود دیکہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد مین ختنہ کی رسم نہایت استحکام سے قرار پاگئی تھی اور عرب جاہلیت بھی اسکا ترک کرنا گناہ عظیم سمجھتے تھے۔ مگر آنحضرت صلعم کے ختنہ کی رسم کا ہونا کسی ضعیف سے ضعیف روایت مین بھی بیان نہین کیا گیا۔ خطبات احمدیہ مطبوعہ لاہور ص ۲۲۹

تسمیۂ احمد پر اعتراض | سر ولیم میور صاحب کو اسلام کیطرف سے کچھ ایسی خلش ہے کہ بانی اسلام علیہ السلام کے نام کو بھی بخشنا نہین چاہتے اور رسم تسمیہ کو بھی بلا تعریض و تردید خالی نہین چھوڑتے۔ چنانچہ اسکے متعلق جب تعریض کا کوئی اور پہلو نہین ملا تو لکھتے ہین کہ ابن مصنف (واقدی) نے بیان کیا ہے کہ حضرت آمنہ نے عبدالمطلب سے فرشتہ غیبی کا یہ حکم بیان کیا کہ اِس لڑکے کا نام احمدؐ رکھنا۔ تو حمد کے مادے سے جو نام مشتق ہوتے ہین عرب مین مروّج تھے۔ مگر احمدؐ۔ عرب مین بہت کم نام ہوتا تھا)۔ آنحضرت صلعم کے سوا پانچ مختلف اشخاص عرب مین اور بھی گذرے ہین جنکا نام محمدؐ تھا۔ سر سید مرحوم نے جو اسکی محققانہ تحقیق فرمائی ہے وہ انکشاف حقیقت کے لئے کافی ہے۔ ذیل مین بلفظہ نقل کیجاتی ہے۔

سر ولیم نے جو یہ بیان کیا ہے کہ عرب مین محمدؐ نام کے اور لوگ بھی گذرے ہین اس سے کچھ فائدہ نہین معلوم ہوتا کیونکہ علماء اسلام نے کبھی یہ نہین کہا کہ آنحضرت صلعم سے پہلے عرب مین اس نام کا کوئی اور نہین ہوا بلکہ بخلاف اسکے اس قسم کی

ثوبیہ کے ایام رضاعت ثوبیہ کے ایام رضاعت بہت قلیل تھے جنکی مدت خاص کسی تاریخ دسیر مین نہین پائی جاتی ہان قلت کا ذکر سب کرتے ہین۔ زرقانی بھی اتنا ہی لکھتے ہین ارضعتہ ثویبہ ایاما قلائل قبل قدوم حلیمہ ثوبیہ نے حلیمہ کے آنے سے قبل تھوڑے دنون آپ کو دودھ پلایا تھا۔

حلیمہ سعدیہ کے خدمات رضاعت ایک دن۔ دو دن۔ ایک ہفتہ خواہ دو ہفتے ثوبیہ کو دودھ پلاتے ہوئے تھے کہ حلیمہ مکہ معظمہ مین آئین۔ اور آنحضرت صلعم کی خدمات رضاعت اس عالی قسمت سے متعلق ہوئین۔

تاریخ سیر اور حدیث کی تمام کتابون مین اسکی تفصیل یون پائی جاتی ہے کہ قدیم الایام سے عرب کے تمام شرفا اور طبقہ علا مین پرورش اطفال کا یہ دستور قایم تھا کہ وہ اپنے بچون کو خاصکر پرورش پانے کیلئے ان اعراب صحرائی کی عورتون کے حوالہ کردیتے تھے جو ہر سال شہر مکہ مین اسی لئے آیا کرتی تھین اس سے اول مدعا تو بچون کا کھلے اور صاف ستھری ہوا مین رہکر پرورش پانا اور صحیح و تندرست رہنا ہوتا تھا کیونکہ شہر مین کثرت آبادی سے اکثر وبائی امراض پھوٹ پڑتے ہین اور دوسرے اس سے زبان کی درستی اور فصاحت و بلاغت کی خاص تعلیم بھی مقصود ہوتی تھی۔ کیونکہ عرب مین اسوقت زباندانی کا علم اسکی مشق کمال درجہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ اور ہر انسان مین ہر شخص کی نگاہ پہلے اسی جوہر کی متلاشی رہتی تھی۔ اور خاص زبان کی نسبت گویا یہ مانی بات تھی کہ عرب صحرائی کی زبان اہل شہر اور قصباتی باشندگان ملکی کی زبانون سے زیادہ شیرین اور شستہ ہوتی تھی کیونکہ بیرونی الفاظ خارجی محاورات اور اصطلاحات کے اختلاط سے بالکل پاک و صاف رہتی تھی اس بنا پر شرفا اور رؤسائے مکہ مین بچون کی ابتدائی پرورش کا یہ طریقہ اور تعلیم زبان کا یہ دستور قدیم سے جاری تھا۔

حاشیہ صفحہ گذشتہ تمام روایتون کو رد کر دیا ہے اور نہایت تدین اور ایمانداری سے اس امر کے دریافت کرنے مین کامیاب ہوئے ہین کہ اس نام کے عرب مین اور لوگ بھی گذرے ہین اور واقدی کو بھی ہم ان ہی لوگون مین شمار کرتے ہین۔ مگر یہ بات کہ ان نامون کے اور لوگ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے درحقیقت گذرے تھے یا یہ کہ اس نام کا مادہ حمد ہے اور حمد کے اہل عرب نامون کو مشق کیا کرتے تھے۔ یا یہ کہ یہ نام اکثر والدین اپنے لڑکون کا اس قوی امید پر رکھا کرتے تھے شاید ہمارے ہی لڑکے کی قسمت مین نبی موعود ہونا ہو جسطرح عہد عتیق اور عہد جدید کی بشارتون پر موید نہین ہوسکتا۔ کیونکہ کسی لڑکے کے والدین نے اوس کے حق مین کچھ بھی تمنا کیون نہ کی ہو اور نبی موعود کا نام اوس لڑکے کے نبی ہونیکی تمنا مین کیون نہ رکھا ہو۔ مگر نبی وہی ہوا جسکو درحقیقت خدا تعالی کو نبی آخر الزمان کرنا منظور تھا۔ ہماری اس رای کی تائید اوسوقت اور بھی ہو جاتی ہے جبکہ ہم بڑے بڑے کامون پر غور کرتے ہین جو آنحضرت صلعم سے ظہور مین آئے تھے اور وہ ایسے کام ہین جو تمام جہان کی تاریخ مین اپنا نظیر نہین رکھتے اور جب کہ ہم اوس روحانی سرور کو دیکھتے ہین جو دین حق کا طفیل ہے جسکو آپ نے اپنی حیات مین شایع کیا تھا اور آئندہ نسلون کے لئے بطور ورثہ چھوڑ گئے۔ اور جبکہ ہم اوس صدق و پاکبازی کی ترویج پر نظر ڈالتے ہین جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رائج کیا اور زمانہ کی گردشون کے بعد بھی غیر مبدل اور بے نقص رہی ہین اور ابدالآباد تک ایسے ہی رہین گی

مگر میرے نزدیک جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش میں حفظ صحت کی ضرورت کو تعلیم زبان کی ضرورت سے زیادہ یقین کرنا چاہیئے کیونکہ ع اُمّی و گویا بزبان فصیح ✤ از الف آدم و میم مسیح کے اصلی مضمون و مفہوم کو حقیقت کی نگاہوں سے دیکھنے والے اس طریقہ کی تعلیم کو افصح العرب والعجم صلعم کے لئے حسب معمول ضروری نہیں سمجھتے۔ ہان ظاہری اور رسمی مور کے مشتاق اسکو ضروری قرار دیتے ہیں۔ آنحضرت صلعم کے اقوال و ارشاد سے اس کا ثبوت دیتے ہیں لیکن اونکو سمجھ لینا چاہیئے کہ زبان رسالت نے اپنے ارشاد میں بنو سعد کی فصاحت و بلاغت کے اقرار و اعتراف سے انا اعربکم انا من قریش (میں تم لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح ہوں اس لئے کہ میں قریش ہوں) پہلے کہکر قریش و ہاشم کی زباندانی اور اعلیٰ درجہ کی فصیح و بلیغ ہونیکی خاندانی عظمت و مفاخر کو اپنے ارشاد میں مقدم رکھا ہے۔ کما لا یخفیٰ علی الناظر۔

توبیہ کے دوران رضاعت میں۔ عرب کے دستور قدیم کے مطابق عورتوں کی مختلف جماعتیں مکہ میں خدمت رضاعت تلاش کرتی ہوئی آئیں۔ اس قافلہ میں حلیمہ سعدیہ بھی تھیں۔ ان کے شوہر کا نام حارث ابن عبد العزیٰ تھا اور یہ عرب کے مشہور قبیلہ ہوازن کی قریبی شاخ بنو سعد سے تھے۔ جو عرب میں اپنی فصاحت و بلاغت کیلئے خاص طور پر مشہور تھا اتفاق سے حلیمہ کی تمام ہمراہی عورتوں کو شرفا و رؤسا مکہ کے شیر خوار بچے رضاعت کے لئے مل گئے۔ مگر حلیمہ غریب کی رضاعت کا کہیں بندوبست نہیں ہوا۔ یہ اسی فکر و تلاش میں حضرت عبد المطلب کی دولتسرا میں آئیں۔ جناب آمنہ نے اپنے یتیم بچہ کی رضاعت کیلئے انھیں مقرر کرنا چاہا۔ مگر پہلے انھوں نے یہ معلوم کرکے کہ یہ بچہ یتیم ہے کچھ پس و پیش سا کیا لیکن پھر اپنے مطلق معطل رہجانے کا خیال کرکے اس ودیعت الٰہی کی خدمت رضاعت کو قبول کرلیا۔ اور اس دریتیم کو گلے کا تعویذ بناکر مکہ سے اپنے مقام و مسکن پر چلی آئیں۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم چھ برس تک حلیمہ سعدیہ کے پاس اونکے قبیلہ میں پرورش پاتے رہے حلیمہ سعدیہ نے اس شش سالہ رضاعت کی مدت میں یہ دستور قایم رکھا تھا۔ ہر چھ مہینہ کے بعد آپ کو ہمراہ لیکر مکہ میں آتی تھیں اور اسطرح دو چار روز یا ہفتہ عشرہ۔ ماں۔ دادا۔ چچا اور تمام گھر والے اپنے اس گوہر یتیم۔ مرحوم عبد اللہؑ کی نشانی سے اپنے دیدہ و دل کو نورانی کرلیتے تھے۔ پھر حلیمہ آپ کو اپنے گھر لیجاتی تھیں۔

اس طریق سے رضاعت کے دو برس بخیر و خوبی تمام ہوئے تو حلیمہ سعدیہ حسب دستور آپ کو جناب آمنہ کے پاس مستقل

حاشیہ صفحہ دیگر تو ہمکو کامل یقین ہو جاتا ہے کہ جس محمدؐ اور احمدؐ کی بشارت عہد عتیق اور عہد جدید میں دیگئی ہے وہ وہی تھے جو عبد اللہؑ کے بیٹے اور آمنہؑ کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے۔ خطبات مطبوعہ لاہور

عیسائیون کو یہ بھی یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کے نام کی نسبت بھی یہی حال پایا جاتا ہے۔ رینن صاحب (MRRUEIA) کی لائف آف کرائسٹ صفحہ ۱۵ (LIFE OF CHRIST) میں لکھا ہے کہ عیسیٰؑ جو نام رکھا گیا لفظ یوشع کا تبدیل کیا ہوا ہے۔ یہ نہایت مروج نام تھا لیکن بعد کو اس نام میں اسرار اور نجات دہندہ ہونے کے معنی لوگوں نے اپنی طرف سے لگا دیئے تھے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ لفظ عیسیٰ کے معنی جو آج تمام دنیا کو بتلائے جاتے ہیں وہ حقیقتاً آپکے نام رکھنے والوں کو بھی آپ کے نام رکھنے کے وقت معلوم نہیں تھے۔ المؤلف

طور پر پہونچا جانیکے لئے لے آئین۔ اتفاق سے اون دنون مکہ مین امراض و بائی کی کثرت تھی۔ جناب آمنہ نے درد مادری کی تقاضہ سے ایسے اضطرابی عالم اور ردو ایت آب وہوا کے خاص موسم مین آنحضرت صلعم کو گھر رکھ لینا کسیطرح مناسب نہین سمجھا اور حلیمہ سعدیہ سے صورت حال بیان فرماکر بچہ کو واپس لیجانے کا حکم دیا۔ رضاعی ماں کو بچہ کی محبت اصلی ماں سے کم نہین ہوتی حضرت حلیمہ بھی جناب آمنہ کا یہ عذر معقول سنکر اور تمام شہر کی اضطرابی حالت اپنی آنکھون سے دیکھکر از حد متاثر ہوئین ڈرین اور فوراً آنحضرت صلعم کو اپنے گھر واپس لائین۔

دو برس کے بعد پھر لاکر پہونچا گئین۔ عبد الباقی زرقانی۔ حلیمہ سعدیہ کے گھر مین آپ کی پرورش کے زمانہ کو اسی چار برسون کی مدت مین تمام کر دیتے ہین۔ لیکن ابن اسحاق اپنی سیرت مین چھ برس کا زمانہ بتلاتے ہین اور شبلی صاحب ابن اسحاق ہی کے قول کو اپنا مختار بناتے ہین۔ جو صحیح نہین معلوم ہوتا۔ کیونکہ زرقانی نے تمام اختلافی اقوال کو جمع کرکے اِن الفاظ مین اونکے اختلاف کا آخر فیصلہ کر دیا ہے۔

الراجح انه صلعم رجع الی امّهٖ و هو ابن اربع سنة	قول راجح یہی ہے کہ آپ چار برس کے سن میں اپنی والدہ گرامی کے پاس واپس چلے آئے

زرقانی ص ۱۰۱۔ اسمین کوئی کلام نہین ہے کہ آپ نے بنو سعد کے قبیلہ مین اپنے پرورش پانیکے زمانیکو ہمیشہ یاد رکھا اور اوس قبیلہ کو ہمیشہ اچھے الفاظ سے یاد فرمایا اور لِسانی لسان بنی سعد بن بکر (میری زبان قبیلہ بنی سعد بنی بکر کی زبان ہے) ارشاد فرماکر اون کی اعلیٰ زباندانی کی بھی تصدیق فرمائی۔ یہ آپ کے خُلق عظیم اور حفظ مراتب کا عین مقتضا تھا۔

حلیمہ سعدیہ کے ساتھ آیندہ محاسنِ سلوک

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مفرط درجہ کی محبت تھی یہ محبت والفت کچھ رضاعی ماں ہی کے ساتھ محدود نہین تھی۔ بلکہ آپ اپنے تمام رضاعی بھائی بہنون کے ساتھ ہمیشہ الطاف واشفاق سے پیش آتے تھے یہ فطرت انسانی کے تقاضے بھی کہے جاتے ہین لیکن ہم زیادہ تر انکو آپ کے خُلق عظیم اور لطف عمیم کے خاص محاسن قرار دیتے ہین۔ اسلئے کہ تاریخون سے ثابت ہے کہ تعدد ماؤن اور شرفاؤن کی ایسی ہی دودھ پلائیان کثرت سے تھین۔ مگر عربی مورخین جو سیکڑون برس قبل کے ہر قبیلہ اور عشیرہ کی ذرا ذرا حالات وواقعات یاد کرنیوالے ہین۔ اور لکھکر دنیا کو بتلانے والے۔ وہ بھی کسی تاریخ مین کسی شریف یا رئیس خاندان مکہ کے متعلق مرضعات کے ساتھ ایسے اشفاق وتفقد احوال کے کوئی واقعات نہین بتلاتے ہین۔

ثویبیہ کے ساتھ جو اشفاق فرمائے گئے وہ اوپر لکھے جاچکے۔ اب ہم اپنے سلسلہ بیان مین حلیمہ سعدیہؓ کے ساتھ جو تکریم و تعظیم یا اشفاق والطاف دکھلائے گئے۔ اونکو ہم عربی ماخذون سے ذیل مین نقل کرتے ہین۔

استاذنت امرأة علی النبی صلعم قد کانت ارضعته فلمّا دخلت علیه قال اُمی اُمی وعمد الی ردائه فبسطه لها فقعدت الیه[۵] طبقات ج ۱ ص ۱	اوس عورت نے جس نے آپ کو دودھ پلایا تھا (حلیمہؓ) آپ سے ملنے کی اجازت مانگی۔ آپ نے اذن دیا۔ وہ جونہی آپ کے سامنے آئی۔ آپ میری ماں میری ماں کہکر دوڑ پڑے اور فوراً ردائے مبارک دوش مطہر سے اوتار کر بچھا دی اور اوسپر اوسکو بٹھلایا

[۵] موذی زمانہ تیرہ اِن خلق رسول صلعم سے کوئی بق لیا اور شاں لطف پیمبری کی کوئی قدر کی۔ آج سے تو تیرہ سو برس بعد جاہلانہ تیز القرون کا زمانہ ابھی ختم نہیں ہوا

سید مرحوم اپنے الفاظ میں اس واقعہ کو یون بیان کرتے ہین۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دودھ کے رشتہ کو خون کے رشتہ کے برابر سمجھتے تھے۔ اور حضرت حلیمہؓ سے نہایت محبت رکھتے تھے۔ اور اونکا ادب اور اونکی تعظیم مان کی برابر کرتے تھے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے اپنی ردائے مبارک جسکو مسلمان سر پر رکھنے اور آنکھون سے لگانے کے لایق سمجھتے ہین۔ حضرت حلیمہ کے لئے بچھا دی اور وہ اس پر بیٹھین۔ خطبات ص ۱۹۷ لاہور۔

اس واقعہ سے حلیمہ سعدیہ کی جتنی قدر و منزلت آپکو مد نظر تھی کماحقہ ظاہر ہو گئی۔ اشفاق والطاف کے متعلق طبقات ابن سعد کا دوسرا واقعہ حسب ذیل ہے۔

قدمت حلیمة علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمکة وقد تزوج خدیجة فشکت جدب البلاد وهلاك الماشیة فکلم رسول اللہ خدیجة فیها فاعطتها اربعین شاة وبعیرا موقعا للظعینة وانصرفت الی اهلها

حلیمہؓ مکہ مین جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین اس زمانہ مین آئین جب آپ حضرت خدیجہ کبریٰ سے شادی کر چکے تھے حلیمہؓ نے قحط پڑجانے اور مویشیون کے مرجانے کی شکایت خدمت مبارک مین عرض کی آپنے انکی نسبت حضرت خدیجہؓ سے ذکر کیا اُس مخدومہؓ نے چالیس بکریان اور چالیس تیز رفتار اونٹ مع ہودج کے عطا فرمائے وہ ان کو لیکر اپنے اہل و عیال مین چلی گئین۔

اولاد حلیمہ سعدیہ کے ساتھ محاسن سلوک

یہ تو رضاعی مان حلیمہ سعدیہؓ کے ساتھ اشفاق نبوی کی صورت حال دکھلائی گئی۔ اب رضاعی بھائی بہنون کے ساتھ اخلاق مصطفوی کی شان ملاحظہ ہو۔

تاریخ و سیر کا اتفاق ہے کہ آپ کے چار رضاعی بھائی بہن تھے یا یہ کہ حلیمہ کی چار اولادین تھین ایک بیٹا تین بیٹیان اُن کے نام یہ ہین۔ عبد اللہ[۱]۔ انیسہ[۲]۔ حذیفہ[۳]۔ اور حذافہ[۴]۔ جو زیادہ تر شیما کے نام سے تاریخون مین مرقوم ہے۔ طبقات ابن سعد سے عبد اللہ اور شیما کا اسلام لانا تو ثابت ہوتا ہے۔ باقی اور دو کے حال پر پردہ ہے۔

حذافہ جو شیما کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔ زمانہ رضاعت مین آپ کی کھلائی تھی اور ہمیشہ آپ کو گود مین لئے رہتی تھی زرقانی نے اسکے حالات کسیقدر تفصیل سے لکھے ہین اونکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شیما کو آنحضرت صلعم کے ساتھ خاص محبت تھی۔ اور خاص الفت آپ کے کھلانے کے وقت کا ایک گیت جو شیما کے متعلق زرقانی نے لکھا ہے۔ اوس سے بچپن ہی سے اسکی ذہانت اور حقیقت شناسی ظاہر ہوتی ہے۔ زرقانی کے الفاظ یہ ہین۔

الشیماء اخته من الرضاعة تحضنه وترقصه وتقول
۵
هذا اخ لی لم یلده امی

شیما آپ کی رضاعی بہن تھی۔ آپ کو کھلاتی تھی گود اتی تھی اور کہتی جاتی تھی
یہ میرا وہ بھائی ہے جو نہ میری مان کا زائیدہ ہو

۵ زرقانی جلد ۱ ص ۱۵۰

[footnote] آنراسی رسول صلعم کی اپنی نواسیان فاستی ابن زیاد کے دربار مین بے عام لائی گئین مگر کسی غیرتدار مسلمان کو اسوقت بھی رسول کے نہ اخلاق یاد آئے نہ اشفاق اور نہ انکی قومی اور ملکی حمیت نے اونکو اتنی توفیق دی کہ ان پردہ گیان عصمت سرائے رسالت کیلئے اگر اپنی ردا بچھانی خلاف شان سمجھتا تھا تو ایک بیڑا ہی ڈالدیا ہوتا حالانکہ اس ناپاک مجلس مین زید ابن ارقم اور انس ابن مالک وغیرہ مشہور صحابی موجود تھی۔ کیا خیر القرون تھے اور کیا خیر القرون دانا عبرت دانا یا اولی الابصار۔ منہ عفی عنہ

ولیس من نسل ابی وعمی	اور نہ میرے باپ اور چچا کی نسل سے ہے
زرقانی ۱۰۶ جلد اول	

ظاہر طور پر اس شعر کے مفہوم سے نفی اخوت ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن حقیقت مین یہ نفی وانکار عین اثبات واقرار ہے اگر غور کی نظر سے دیکھا جاوے تو اس بدوی لڑکی کا یہ شعر بطور خاص ایک پر لطف معما ثابت ہوتا ہے وہ اسطرح کہ اس نے بظاہر اون سب ذریعون سے انکار کر دیا ہی جن سے انسان کسی کا بھائی ہوتا ہے لیکن تاہم ھذا اخ لی کہکر اوسکے بھائی ہونیکا دعویٰ بھی کرتی ہے۔ تو جب ماں۔ باپ اور چچا کے ذریعہ اوسکے بھائی ہونے کی رشتہ بالکل منقطع ہو گئے تو اب اوسکی صحت دعویٰ کے لئے سوائے رشتہ رضاعت کے اور کون ذریعہ اوسکے بھائی ہونیکا باقی رہا۔ اور یہ ایسا ہی قوی ذریعہ اور صحیح دعویٰ اوسکے بھائی ہونیکا ہی جو منجانب اللہ شیما کو اسوقت سے لیکر قیامت تک حاصل ہے۔ یہی حقیقت حال ہے اور صورت واقعہ اس ذہین لڑکی کے شعر سے ایک امر خاص کی نفی بھی ظاہر ہوتی ہے اور اثبات بھی مگر نفی بالکل ظاہر ہے اور اثبات بڑی خوبی سے مخفی۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھلاتے وقت شیما کا ایک اور گیت زرقانی نے لکھا ہی وہ یہ ہے۔

یا ربنا ابق اخی محمدا	ہمارے پروردگار۔ ہمارے بھائی محمدؐ کو تو سلامت رکھ
حتے اراہ بالغا وامردا	یہانتک کہ ہم اوسکو جوان اور بالغ دیکھہ لین
ثم اراہ سیدا ومسودا	اور پھر اوسکو سید وسردار قوم پائین
واکبت اعادیہ معا والحسدا	اوسکے ساتھ دشمنی وحسد رکھنی والون کو ذلیل کر
واعطہ عزا یدوم ابدا	اور اوسکو ایسی عزت دی جو ابدالآباد تک قایم رہے

امام ازدی۔ شیما کی ان دعائیہ اشعار کی نسبت لکھتے ہین کہ ما احسن ما اجاب اللہ دعاءھا بجمیع ما طلبت
زرقانی ص ۱۰۵

(کس خوبی سے خداوند عالم نے شیما کی تمام دعاؤن کو جو اوس نے طلب کی تھین مستجاب فرمایا)

اِن واقعات سے محقق ہوتا ہے کہ تمام بھائی بہنوں مین شیما کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک خاص محبت تھی شیما کے ساتھ زمانہ نبوت مین جو خاص الطاف واحسانات فرمائے گئے اونکو ہم تاریخ طبری کی عبارت ذیل سے نقل کرتے ہین

شیما کے ساتھ خاص الطاف

ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لخیلہ التی بعث ان قدرتم علی بجاد رجل من بنی سعد بنی بکر فلا یفلتنکم وکان بجاد قد احادیث حدثا فلما ظفر بہ	قبیلہ بنی سعد بن بکر پر چڑھائی والے دن جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے تمام مسلمانون کو حکم عام دیا کہ جب تم قبیلہ بنی سعد پر غالب آؤ تو اونپر الکیا نہ جا پڑو۔ اگرچہ اونکی احداث (زیادتیاں) تم کو کیسے ہی بیان کئے گئے ہون جب مسلمانون کو اونپر فتح ہوئی تو مسلمانو

المسلمون ساقوه واهله وساقوا اخته الشيماء بنت الحارث
بن عبد الله بن عبد العزى اخت رسول الله صلعم من
الرضاعة فعنفوا عليها فى السياق معهم فقالت للمسلمين تعلمون
والله انى لاخت صاحبكم من الرضاعة فلم يصدقوها
حتى اتوا بها رسول الله صلى الله عليه واله وسلم لما
انتهى بالشيماء الى رسول الله قالت يا رسول الله
انى اختك قال وما علامة ذلك قالت عضة عضضتنيها
فى ظهرى وانا متوركتك قال فعرف رسول الله صلعم
العلامة فبسط لها رداءها ثم قال ههنا فاجلسها
عليه وخيرها وقال ان احببت فعندى محببة مكرمة
وان احببت امتعك وترجعى الى قومك قالت بل
تمتعنى وتردنى الى قومى فمتعها
رسول الله صلى الله عليه واله وسلم وردها الى قومها
فزعمت بنو سعد بن بكر انه اعطاها غلاما يقال له
مكحول وجارية فزوج احدهما الاخر فلم يزل فيهم
من نسلهما بقية طبری جلد ۳ ص ۱۶۶۹ مطبوعہ جرمن

تمام اہل قبائل کو گرفتار کیا۔ اُن میں شیما بنت حارث بن عبداللہ بن عبد العزی
بھی تھین جو رسول اللہ صلعم کی رضاعی بہن ہوتی تہین وہ بھی گرفتار
ہوئین انکے ساتھ کچھ لوگ سختی سے پیش آئے تو شیما نے چلا کر کہا کہ
مسلمانون تمکو کیا ہو گیا ہے مین تو تمہارے رسول صلعم کی رضاعی بہن
ہون مگر مسلمانون نے انکے کہنے پر اعتبار نہ کیا اور انکو تصدیق کیلئے
رسول اللہ صلعم کی خدمت مین لے آئے۔ زید ابن عبد اللہ السعدی کا بیان ہے
کہ جب شیما آپ کے پاس لائی گئین تو اونھون نے آپ کے مونہہ پر کہا یا
رسول اللہ صلعم مین آپ کی بہن ہون آپ نے ارشاد فرمایا اس قرابت
کی علامت کیا ہے شیما نے جواب دیا کہ ایام طفولیت مین مین ایکبار
آپ کو گود مین لئے کھلا رہی تھی آپ نے میرے پشت مین کاٹ کہایا تہا
اُسکا نشان ابتک موجود ہے یہ سُنکر آپکو صورت واقعہ یاد آ گئی اور آپنے
فوراً اُنکو پہچان لیا پھر جلدی سے اپنی ردائے مبارک اونکے لئے زمین
پر بچھا دی اور اونکو قریب بلا کر ارشاد فرمایا کہ اسپر بیٹھ جاؤ پھر اونکو بہت
کچھ دیا اور ارشاد فرمایا کہ مجھکو تمہاری محبت و تکریم دل سے منظور ہے
اگر تمہاری طبیعت چاہے تو میرے ساتھ رہو اور اگر تمہارا دل نہ چاہتا ہو
تو مین تمکو تمہارے قوم و قبیلہ کے پاس واپس کردون شیما نے عرض کی کہ مجھے میرے قبیلہ مین بھیجدیا جاوے۔ آنحضرت صلعم نے اونکو بااکرام
واحترام انکے قبیلے کیطرف بھیجدیا۔ بنی سعد بن بکر مین بعضون کا یہ بیان ہے کہ آپ نے شیما کو ایک غلام اور ایک لونڈی بھی دی تہی غلام کا نام مکحول
انمین سے ایک کا بیاہ بھی آخر وقت مین ہو گیا تھا۔ مگر ان کی نسل مین سے کوئی باقی نہین بچا۔"

یہ تھے اُس رحمت عالم کے اشفاق رفیع اور اوس لطف مجسم کے اخلاق وسیع جس نے اپنی ایک رضاعی بہن کے ساتھ لطف و
ایثار کے وہ رعایات و احسن سلوک قایم کئے جس کی مثال مشکل سے ملتی ہے۔ رضاعی ماں کے ساتھ جس تعظیم و تکریم سے پیش آئے
اور جسقدر رعایت و عنایت سے سلوک ہوئے وہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ رضاعی بہن کے ساتھ جو رفق و مدارا اور اشفاق و اخلاق برتے
گئے وہ بھی ابھی ابھی معلوم ہو چکے۔ اب ہم اپنے سلسلۂ بیان مین اخلاق نبویہ اور اشفاق مصطفویہ کی اوس وسعت و کثرت کو ذیل
مین قلمبند کرتے ہین جو صرف حقوق رضاعت کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تمام قبیلہ ہوازن کے ساتھ قایم فرمائے
تھے۔ ابن سعد طبقات مین لکھتے ہین۔

تمام قبیلہ ہوازن کے

قدم وفد هوازن على رسول الله صلعم

بمقام جعرانہ مین اموال غنیمت کی تقسیم کے بعد قوم ہوازن کی ایک وفد رسول اللہ صلعم

ساتھ صلائے عام صلعم بالجعرانة بعد ما قسم
الغنائم وفى الوفد عم النبى صلعم من الرضاعة ابو ثروان
وفى رواية الثانى قال والمتكلم ابو صرد زهير ابن صرد
فقال يا رسول الله صلعم انا اصل وعشيرة وقد اصابنا
من البلاء ما لا يخفى عليك يا رسول الله انما فى هذه
الحظائر عماتك وخالاتك وحواضنك اللاتى هن يكفلنك
ولو انا ملحنا للحارث ابن ابى شمر او النعمان ابن المنذر ثم
نزل منا بمثل الذى نزلت به رجونا عطفهما وعائدتهما
وانت خير المكفولين ويقال انه قال يومئذ ... انما
فى هذه الحظائر اخواتك وعماتك وخالاتك وبنات عماتك
وبنات خالاتك وابعدهن قريب منك يا بى انت وامى
انهن حضنك فى حجورهن وارضعناك بثديهن و
توركنك على اوراكهن وانت خير المكفولين فقال
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ان احسن الحديث
اصدقه وعندى من ترون من المسلمين ا فابناءكم
ونساءكم احب اليكم ام اموالكم فقال يا رسول الله صلعم
خيرتنا بين احسابنا واموالنا وما كنا لنعدل بالاحساب
شيئا فرد علينا ابنائنا ونسائنا فقال النبى صلى الله
عليه وآله وسلم اما مالى ولبنى عبد المطلب فهو لكم
واسئال لكم الناس فاذا صليت بالناس الظهر فقولوا
انستشفع برسول الله الى المسلمين والمسلمين الى رسول
الله م فانى ساقول لكم مالى ولبنى عبد المطلب فهو لكم
وساطلب لكم الى الناس فلما صلى رسول الله عليه
وآله وسلم الظهر قاموا فكلموا بالذى قال لهم رسول الله
صلعم فرد عليهم رسول الله صلعم ما كان له ولبنى عبد

کی خدمت میں حاضر ہوئی جس میں ابو ثروان جناب رسول خدا کے رضاعی چچا بھی
تھے طبقات کی دوسری روایت میں ابن سعد لکھتے ہیں کہ اس وفد میں ابو صرد
زہیر بن صرد نامی ایک شخص نے وفد کیطرف سے تقریر کی اور خدمت رسول میں عرض
کیا کہ ہم آپکے عزیز و قریب ہیں اور جس بلا و مصیبت میں گرفتار ہیں وہ آپ سے مخفی نہیں
ان جھونپڑوں میں آپ کی پھوپھیاں اور خالائیں ہیں اور آپ کی دائیاں
ہیں اور کھلائیاں یہ سب یہیں ہیں جنہوں نے آپ کو پالا ہے اور پرورش کیا ہے
اگر ہم کو بجائے حارث ابن ابی شمر اور نعمان ابن منذر جیسے دو شہرادوں نامی سلاطین
کو دودھ پلایا ہوتا اور انکے زمانہ میں یہ بلا و مصیبت ہم پر نازل ہوئی ہوتی جو
آج ہم پر آئی ہے تو ہمکو ان سے اکرام و الطاف کی توقع اور امید ہوتی
اور اب تو آپ بھی ہمارے بہترین کفالت کرنیوالے ہیں۔ اور بعض روایتوں سے
یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابو ثروان نے اپنے اسی سلسلہ تقریر میں یہ بھی کہا کہ انہیں
جھونپڑوں میں آپکی رضاعی بہنیں ہیں۔ عمائیں ہیں خالائیں ہیں پھوپھی زاد
بہنیں اور خالہ زاد بہنیں ہیں اور انکے تمام قریب و دور کی رشتہ والیاں
ہیں میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یہ وہی مصیبت کی ماریاں ہیں جنہوں نے
آپ کو اپنی گودیوں میں کھلایا ہے اور اپنی چھاتیوں سے دودھ پلایا ہے اپنے پہلوؤں میں
سلایا ہے اور ہر طرح سے آپ انکے لیے بہترین کفالت کرنے والے
ہیں۔ یہ سنکر رسول صلعم نے ارشاد فرمایا کہ تم نے جو کچھ بیان کیا وہ بالکل
صحیح اور فی الواقع ہے لیکن تمہارے معاملہ میں مجھے عام مسلمانوں سے
مشورت کی ضرورت ہے۔ اچھا یہ تو بتاؤ کہ تمہیں اپنی اولاد و عورتیں زیادہ
عزیز ہیں یا اموال و جائداد حاضرین وفد نے جواب دیا کہ جب ہمکو ہماری عزت
اور اسباب و اموال کے درمیان تمیز و تفریق کا اختیار دیا جاتا ہے تو ہم کسی طرح
سے اموال و جائداد یا کسی شئے کے مقابلہ میں اپنی نسوان و اولاد کو ترجیح
دینے سے باز نہیں رہ سکتے تو اس بنا پر ہمارے آپکے بارے میں ہماری التجا ہے
یہ سنکر رسول متاثر ہو کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا تمہاری اموال میں ہمارا اور
بنی عبد المطلب کا اس وقت تک از روی تقسیم حصہ قائم ہو چکا ہے وہ تمہارا ہو چکا
ہے اور میں تمہاری نسبت نماز ظہر کے وقت تمام مسلمانوں سے درخواست کرونگا اور

المطلب وردّ المهاجرون وردّ الانصار وسأل لهم قبائل
العرب فاتفقوا على قول واحد بتسليمهم ورضاهم
ودفعوا ما كان في ايديهم من السبي الا قوما تمسكوا
بما في ايديهم فاعطاهم ابلا عوضا ذلك ج ا ص

کہ یہ لوگ اپنے معاملہ مین مسلمانون کے پاس رسول اللہ کی سفارش لائین
اور مسلمانون کی سفارش رسول اللہ کے پاس مین نے ان سے کہدیا ہی کہ تمہارے
اموال غنیمت مین جو کچھ میرا اور جمیع بنی عبد المطلب کا حصہ قایم ہو چکا ہے
وہ سب تمہارا ہو چکا - اور مین اسطرح تمام مسلمانون سے تمہارے لئے درخواست
کرونگا پس جب جناب رسالتمآب صلعم نماز ظہر ادا فرما چکے تو بنی ہوازن و بنو سعد کی وفد والے کھڑے ہو گئے - اور انھون نے جس طرح سے آنحضرت صلعم نے ہدایت فرمادی تھی تمام مسلمانون کے پاس اپنی درخواست پیش کی - جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اوسیوقت تمام اہل اسلام کے سامنے اپنا اور تمام بنی عبد المطلب کا حصہ ان لوگون کو واپس دیدیا اور اسی طرح تمام مہاجرین و انصار نے بھی اپنے اپنے حصے اون لوگون کو پھیر دیئے اہل عرب کے دوسرے قبائل سے بھی وہ ایسی ہی خواستگار ہوئے - ان مسلمانون نے بھی اتفاق کئے اور اپنے حصہ واپس دیدیے باقی رہے ایسے لوگ جو اوسوقت تک نفعیات کو صرف کر چکے تھے اون لوگون نے قیمت لگا کر معاوضہ مین اوتنے اونٹ دیدیے -

یہ تھے اوس فیاض - سیر چشم - عمیم الاشفاق اور عظیم الاخلاق پیغمبر برحق کے لطف و ایثار اور رعایات - مرعات کہ رضاعت کے معمولی تعلقات اور نسبت کی بنا پر قوم کی قوم قبیلہ کے قبیلہ کے تمام خطا و مفسدے ایسے معاف کر دیے گئے جیسے اُنھون نے کچھ کیا ہی نہ تھا - نہ لڑنے آئے تھے اور نہ دشمنون کا ساتھ دیا تھا - سیرت کے واقعات پکار رہے ہین کہ وہ تمام قوم ہوازن کی جمعیت جنکی تعداد کئی ہزارون سے زیادہ تھی - رسول سے لڑنے آئی تھی اور مسلمانون کا خون کرنے کیا شیماء - ابو ثروان اور ابو صرد اور تمامی قبیلہ بنو سعد کے دلون مین مقابلہ و مقاتلہ کے قصد سے نکلنے کے وقت یہ خیال دل مین نہین آیا تھا کہ ہم کس بزرگ سے لڑنے جاتے ہین - یہ تو وہی ہے جسکی ہم رضاعی چچا ہوتے ہین اور بھائی - اور ہماری عورتین اوسکی رضاعی بہنین پھوپیان اور خالائین - اور پھر وفد مین اُنکے بیانات اونکے اعترافات کو صاف صاف بتلا رہے ہین کہ وہ ان تعلقات کو اسیوقت سے جانتے تھے - اور ان حقوق فیما بین سے بھی کما حقہ واقف تھے لیکن اپنی شامت اور بد اعمالیون سے اونھون نے ہمسایہ قوم مشرکین کا ساتھ دیا اور جناب رسول خدا صلعم کے حقوق کا کوئی لحاظ نہ کیا یہ انکا ظرف تھا - جناب رسالتمآب ان امور کو جانتے تھے مگر تاہم چشم پوشی فرمائی گئی - یہ رحمۃ للعالمین کی شان تھی

---

۵ ولیم میور صاحب اپنی جبلّی عادت اور فطرتی نفسانیت سے مجبور ہو کر ایام رضاعت اور طفولیت کی معمولی واقعات پر بھی معترض ہوئے بے نہین آئے - جناب رسول خدا صلعم کی طفولیت کے متعلق جو واقعات اونکی نظر سے گذرے بلا امتیاز اسکے کہ وہ تاریخ دیکھ معیار پر پورا اوترتے ہوں یا نہین اونکی فہرست تعریض پر چڑھ گئے لیکن افسوس اس عیسائی عالم و محقق کو اعتراض کرنے سے پہلے یہ نہ سوجھا کہ جس پیغمبر کی اہانت اور حقارت کی غرض سے اوسکے بچپن کے افعال پر اعتراض کیا جاتا ہے وہ آخر عبد اللہ کا بیٹا ہی نہ اللہ کا - وہ باوجود منصب اعلائے نبوت کے حدود بشریت کے اندر رہے - نہ نعوذ باللہ وجود الوہیت مین داخل ہے - نہ شریک - وہ اپنی فطرت انسانی کی نسبت چلا چلا کر بتلاتا ہے انا بشر مثلکم یوحی الیّ مین تو بالکل تمہارے ہی ایک ایسا انسان ہون فرق اتنا ہے کہ مجھ پر وحی بھیجی گئی ہے ایس

حلیمہ رضی کے انعام خدمات رضاعت کی چار سالہ مدت رضاعت تمام ہوئی اور حضرت حلیمہ رضی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو علیا مکرمہ جناب آمنہ سلام اللہ علیہا کی خدمت میں پہونچا گئیں حضرت آمنہ اپنے نونہال کو تندرست اور خوشحال پاکر حلیمہ سعدیہ رضی کی خدمات سے جیسی کچھ خوش ہوئی ہونگی اوس کا اندازہ اسوقت بھی اس زمانہ کے والدین بآسانی کرسکتے ہیں۔ بنی ہاشم کا قبیلہ ہمیشہ سے فیاض تھا۔ انکا ایثار خدمت کے انتظار پر موقوف نہیں تھا۔ پھر لیسے مہربان حلیمہ سعدیہ کی خدمت رضاعت کتنی وقعت اور عزت سے دیکھی گئی ہوگی تاریخ الخمیس میں ہے وجھز حلیمہ خیلوا لجرہا زحلیمہ کا رخصتانہ انعام سے کے رخصتانہ انعام سے بھرا ہوا تھا۔

حلیمہ سعدیہ رضی کا اسلام ابن کثیر شامی لکھتے ہیں کہ حلیمہ قبل اعلان نبوت رحلت کر گئیں۔ مگر جمہور محدثین نے اُن کی اختلاف کیا ہے۔ ابن ابی خثیمہ نے اپنی تاریخ میں ابن جوزی نے حدا میں منذری نے مختصر سنن ابی داؤد میں اور ابن حجر نے اصابہ میں بالاتفاق تصریح کی ہے کہ ابن کثیر کی یہ تحقیق صحیح نہیں۔ مغلطائی نے جو عرب کا قدیم مورخ ہے حلیمہ سعدیہ کے اسلام لانے کے متعلق ایک خاص رسالہ لکھا ہے جس کا نام التحفہ الجسیمہ فی اسلام الحلیمہ رضہ ہے۔

ابن حجر اصابہ فی معرفۃ الصحابہ میں حلیمہ رضہ کے شوہر ابو ذویب حارث ابن عبد العزی کا اسلام لانا بھی ثابت کرتے ہیں اور اونکے ایمان لانے کے متعلق یہ واقعہ قلمبند فرماتے ہیں کہ اعلان نبوت کے زمانے میں حارث ابن عبد العزی جناب رسولخدا صلعم کے خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ کی اس دعوت کی نسبت عرب کے تمام اقوام و قبائل میں کیا مشہور ہے۔ آپ نے اون سے مدعائے رسالت بیان کرکے ارشاد فرمایا کہ ایک دن آپ دیکھ لینگے کہ میں جو کچھ کہتا تھا وہ بالکل سچ نکلا۔ آپ کے انداز استقامت اور طرز متانت نے حارث کے دل پر حقیقت اسلام کا ایسا گہرا اثر کیا کہ وہ اپنے دل میں کہنے لگے کہ میں اوس دن کا انتظار ہی کیوں کروں آج ہی اُسدن کا اقرار کرلوں۔ یہ کہکر اوسیوقت مسلمان ہوگئے۔

طفولیت میں ضبط اوقات اور پاک عادات مدبر قدرت نے فطرت صالح کے اعلیٰ جوہروں سے پیکر رسالت کو مرتب کیا تھا۔ زمان رضاعت اور دوران طفولیت سے پاکیزگی۔ طہارت۔ احتیاط ضبط اوقات تہذیب اور حیا و عفت کے اعلیٰ اور لاجواب محاسن آپ کے عادات و طرز عمل سے پیدا و ہویدا ہوتے تھے۔ جو عموماً بچوں کے طبایع اور عادات اور روزمرہ کے مشاہدات سے بالکل مخالف تھے یہ خصوصیات تنہا آپ کی عادات ہی سے

حاشیہ صفحہ دیگر ہے اور پیرجن رسول کے ایسے صاف اور پاک اعترافات کی موجودگی میں ایام طفولیت کے واقعات پر مثلاً لڑکے چھوٹے چھوٹے لڑکوں کے ساتھ کھیل کود میں مصروف رہنا۔ مکان کی چھت سے پرندوں کو اڑا دینا۔ رضاعی بہن کی پیٹھ میں کاٹ کھانا۔ سرولیم کے اعتراض کیسے صحیح اور قابل التفات سمجھے جاسکتے ہیں جب یہ تمام حرکات و سکنات فطرت انسانی کے اصول اور بشریت کے معمول کے مطابق پائے جاتے ہیں جن کا مشاہدہ روزمرہ ہی ثبوت بھی موجود ہے اور فاعل کا اعتراف بھی۔ ان واقعات سے نہ معجزات کے معنی لئے جاسکتے ہیں نہ خرق عادات کی سرولیم نے حقیقتاً ایسے لغو اور مہمل اعتراض پیش کرکے اسلام اور بانی اسلام کی توہین تو نہیں اپنی قابلیت اور جامعیت کی البتہ بدنامی اور رسوائی کروادی۔ مؤلف عفی عنہ

متعلق نہین تھے بلکہ ضروریات روزمرہ مین بھی آپ کی احتیاط پابندی اوقات اور التزام پورے طور سے ظاہر ہوتا تھا۔ اوسیوقت سے۔صبر۔سکون۔تحمل۔استغنا اور قناعت طبع ہمایون کے خاص جوہر معلوم ہوتے ہین۔

محدث شیرازی حلیمہ سعدیہ کی زبانی لکھتے ہین۔

حلیمہؓ گوید کہ ہرگز وے درجامۂ خود بول و براز در جامۂ خود نکردی
ہمچنانکہ عادت دیگر اطفال بود۔ روزمرہ۔ وقتے معین
داشت کہ دران وقت بول و غائط کردی و تا نہ دیگر تا ہمان وقت
بران احتیاج نداشتے۔ در روایتے از حلیمہ است کہ گفت ہرگاہ
خواستمی کہ وہان مبارک وے را از شیر پاک کنم باشستے و شودہم ضرورت
نمیدیدم و اگر عورت وے ظاہر شدے۔ بغضب رفتی و فریاد کردے
تا چارمی پوشیدمی۔ در روایتے آنست از حلیمہ رضؓ کہ گفت
چون آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برفتار آمد کودکان را
میدید کہ بازی میکردند۔ از ایشان دوری می جست و
ایشان را از بازی کردن منع می کرد و میگفت ما را برائے
بازی کردن نیافریدہ اند۔ حلیمہ رضؓ گوید کہ گریہ بدخوئی
و بدخلقی نداشت و بدست چپ ہیچ چیز را فرا نگرفتی۔ بدست
راست بستدی۔ حلیمہؓ گوید کہ روزے از روزہا با من گفت
یا اماہ۔ چون است کہ برادران مارا بروز نمی بینم۔ گفتم جان من
فدائے تو باد ایشان میروند کہ گوسفندان مرا بچرانند۔ بامداد
می روند و شبانگاہ باز می آیند گفت مرا این جا تنہا می گذاری
و با ایشان مرا نمیفرستی۔ کہ من نیز باید کہ کارے بکنم۔

روضۃ الاحباب جلد اول ص ۹۰

حلیمہؓ کہتی ہین کہ اوسیوقت سے کہ آپکی پاکیزگی طبع کا یہ عالم تھا کہ
کبھی آپ نے روزمرہ کے کپڑون مین عام بچون کیطرح رفع
حاجت نفرمائی۔ وقت کی پابندی اور احتیاط کا اُسی زمانہ سے
یہ حال تھا کہ رفع حوائج ضروریہ کیلئے وقت خاص مقرر تھا اسیوقت
رفع حاجت فرمائی جاتی تھی اور پھر روز آئندہ کی وقت مقرر تک
اوسکی ضرورت نہین ہوتی تھی۔ مجھکو رفتہ رفتہ روز کی مشاہدہ
سے اسکا پورا علم و تجربہ ہوگیا اور مین روزمرہ وقت مقرر پر آپکی
اُن ضروریات کو انجام دیدیا کرتی تھی۔ حیا و عفت کا بچپن ہی
سے یہ عالم تھا کہ اگر میری غلطی اور غفلت سے اگر کسیوقت آپکا
کشف ستر ہوگیا تو اوس حیائے مجسم اور ناموس الٰہی کے خاص محرم
پر غیظ و غضب کا ایک خاص عالم طاری ہوجاتا تھا اور شرم و حیا
کے وفور سے آپ فوراً رونے لگتے تھے۔ مین رونا سنکر دوڑ پڑتی
تھی اور کپڑا ڈالدیتی تھی یا اوڑھا دیتی تھی۔ عام بچون کیطرح
رونا۔ دودھ کیلئے مچلنا مین نے رضاعت کے دو سالہ ایام مین
کبھی نہ دیکھا۔ کبھی آپ نے کوئی چیز بائین ہاتھ سے نہین اٹھائی
ہمیشہ سیدھے ہاتھ سے کام لیا۔ رشد و تمیز کا یہ عالم تھا کہ مجکو
ہمیشہ ارمان رہا کہ دودھ پلانے کے بعد عام بچون کی طرح آپکے
دہان مبارک کو بھی رومال سے پاک کردیا کرون۔ کبھی اسکی مجھے

ضرورت ہی نہین ہوئی۔ اس لئے کہ اس انداز و احتیاط سے دودھ پیا جاتا تھا کہ زیادتی مقدار کا کوئی اثر لب مطہر پر ظاہر نہین ہونے پاتا تھا۔ حلیمہ کا یہ بھی بیان ہے کہ جب آپ کو طاقت رفتار آگئی تو آپنے جب کبھی لڑکون کو باہر کھیلتے ہوئے دیکھ پایا۔ انسے بخلاف فطرت کنارے ہوگئے اونکو ہمیشہ کھیلنے کودنے سے منع فرماتے تھے اور ارشاد کرتے تھے کہ ہملوگون کو کھیلنے کے لئے نہین پیدا کیا گیا ہے حلیمہؓ یہ بھی کہتی ہین کہ آپ نے ایک دن مجھسے استفسار فرمایا کہ ہمارے بھائیون کو آپ کہان بھیجا کرتی ہین

کیونکہ مین اونکو دن بھر گھر مین نہین دیکھتا ہون مین نے جواب دیا کہ میری جان آپ پر فدا ہو وہ گھر کی بھیڑین جنگل مین چرانے جایا کرتے ہین۔ ہر روز سویرے صبح کو گھر سے بھیڑین لیکر نکل جاتے ہین دن بھر جنگل مین بھیڑین چراتے ہین اور شام کے وقت ہر روز گھر چلے آتے ہین۔ یہ سنکر آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے بھی اونھین کے ساتھ آپ کیون نہین بھیجد یا کرتین بجائے مجھے بھی کچھ کام کرنا چاہیئے۔

ام ایمنؓ آپ کی مرضعہ (دودھ پلائی) تو تھی نہین لیکن محضنہ (کھلائی) ضرور تھین بیان کرتی ہین۔

ام ایمنؓ گوید کہ ہرگز ندیدم کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از گرسنگی وتشنگی شکایت کردے۔ چون با مداد شدے یک شربت آب زمزم بخوردی وتاشب ہیچ نطلبیدے وبسیار بود کہ طعام چاشت براو عرض می کردم واو می گفت مرا رغبت بطعام نیست۔ روضۃ الاحباب ص ۹۵

ام ایمن کہتی ہین کہ مین نے کبھی آپ کو بھوک کی اور پیاس کی شکایت کرتے ہوئے نہین سُنا۔ ہر روز کا معمول تھا کہ مین آب زمزم کا شربت تیار کرکے دیدیتی تھی آپ پی لیتے تھے اور پھر شام تک کچھ بھی نہ مانگتے تھے۔ اکثر مین طعام چاشت (ناشتہ) تیار کرکے حاضر کرتی تو ارشاد فرماتے کہ مجکو بھوک نہین۔

یہ صبر۔ استغنا قناعت اور زہد وتوکل کا دیباچۂ مشق وریاضت تھا۔

نبوت کی قوت ارتقا ونمو جوہر قدسیہ نے آپ کی قوت نامیہ مین اسقدر ارتقا پیدا کردیا تھا جو نبوت کی خصوصیت کو عام فطرت انسانی کی عمومیت سے بالکل علیحدہ ثابت کرتا ہے۔ زرقانی اپنی شرح مین اسکی مفصلہ ذیل کیفیت وحقیقت بیان کرتے ہین۔

انہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لما صار ابن شہرین کان یتزحلف لصبیان الی کل جانب وفی ثلاثۃ اشہر کان یقوم علی قدمیہ وفی اربعۃ کان یمسک الجدار ویمشی وفی خمسۃ حصل لہ القدرۃ علی المشی ولما تم لہ ستۃ اشہر کان یسرع فی المشی وفی سبعۃ اشہر کان یسعیٰ ویغدو الی کل جانب ولما مضی لہ ثمانیۃ اشہر شرع یتکلم بکلام الفصیح وفی عشرۃ اشہر شرع فی السہام مع الصبیان۔ زرقانی ج ۱ ص ۱۷۹

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو مہینے کے ہوئے تو بچون کے پیچھے ہر طرف گھٹنیون چلنے لگے جب تین مہینون کے ہوئے تو دونون پاؤن سے زمین پر کھڑے ہونے لگے۔ چار مہینون کے ہوئے تو دیوار پکڑ کر کھڑے ہونے لگے۔ پانچوین مہینہ آپ کو رفتار کی طاقت آگئی چھٹے مہینہ رفتار مین سرعت کی قوت پیدا ہوگئی۔ ساتوین مہینہ آپ اچھی طرح ہر طرف اپنے پاؤن سے چلنے پھرنے لگے اور جب کامل آٹھ مہینے کے ہوگئے تو آپ صفائی سے بولنے لگے اور دسوین مہینے مین آپ بچون کے ساتھ تیر اندازی کرنے لگے۔ زرقانی ج اول ص ۱۷۹

اقامت بنی سعد کے زمانہ کا یہ واقعہ طبقات ابن سعد مین مرقوم ہے۔

انہ کان یخرج ہو واخوہ فیلعب مع الغلمان فیجتنبہم علیہ السلام ویاخذ بید اخیہ ویقول انا لم نخلق لہذا

جب آپکے رضاعی بھائی آپکو ہمراہ لیکر لڑکون کیساتھ کھیلنے کیلئے لیجاتے تھے تو کھیلنے لگتے تھے تو آپ اپنے رضاعی بھائی کا ہاتھ پکڑ لیتے تھے اور ارشاد

فرماتے تھے کہ ہم اسکے لئے نہین پیدا کئے گئے ہین -

ابھی سے اپنے وجود ذیجود کی ضرورت کی اتنی کامل معرفت تھی - ایسا ہی حلیمہ سعدیہ سے یہ فرمانا کہ ہمین بھی بھائیون کیساتھ بھیجدیا کیجئے - کیونکہ ہمکو بھی کچھ کام کرنا چاہئے - جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے - آپ کی سعی و ریاضت کا مقدمہ تھا حسنت جمیع خصالہ + صلوا علیہ واٰلہ +

اوپر لکھا جا چکا ہے کہ بنی سعد کے قبیلہ مین آپ کے چار سالہ ایام طفولیت تمام ہوگئے گویا پانچوین برس کے آغاز سے اپنے خاص بیت الشرف کی طرف معاودت فرمائی - اور پھر چھ برس کے سن تک اپنی والدہ گرامی قدر کے دامن عاطفت مین پرورش پاتے رہے مگر مصلحت ایزدی نے اس زمانہ پرورش کو زیادہ دیر پا نہ رکھا - کل دو ہی برس کے بعد اسکی مدت تمام ہوگئی علیا مکرمہ جناب آمنہ سلام اللہ علیہا نے مدینہ منورہ سے معاودت فرماتے ہوئے مقام ابوا مین انتقال فرمایا - ابن ہشام اور ابن سعد نے اسکی تفصیل مفصلۂ ذیل عبارت مین لکھی ہے -

ان ام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امنة بنت وهب توفيت ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابن ست سنين بالابواء بين مكة والمدينة كانت قد قدمت به على اخواله من عدي بني النجار تزيره اياهم فماتت وهي راجعة به الى مكة

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مادر گرامی شان حضرت آمنہ بنت وہب نے جب آنحضرت صلعم کا سن کل چھ برس کا تھا مقام ابوا رحلت فرمائی - یہ مقام مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے جناب آمنہ سلام اللہ علیہا اپنے ننہالی عزیزون سے ملنے کیلئے مدینہ تشریف لے گئین تھین - وہان سے رخصت ہوکر مراجعت فرماتے وقت انتقال فرما گئین -

ابن سعد نے ابن ہشام سے زیادہ تفصیل سے آپ کے واقعہ وفات کو لکھا ہے - اونکی اصلی عبارت یہ ہے -

ثم رجعت به امه الى مكة فلما كانوا بالابواء توفيت امه امنة بنت وهب فقبرها هناك فرجعت به ام ايمن على البعيرين اللذين قدموا عليهما الى مكة كانت تحضنه مع امه ثم بعد ان ماتت - طبقات

آنحضرت صلعم اپنی مادر گرامی کے ساتھ مکہ لوٹے جب مقام ابوا پر پہونچے تو آپ کی والدہ ماجدہ جناب آمنہ بنت وہب نے انتقال کیا اور وہین مدفون کر دی گئین - ام ایمن آپ کو لیکر انہین دونون اونٹون پر مکہ واپس آئین جن پر سوار ہوکر مکہ سے مدینہ گئی تھین - ام ایمن حیات اور بعد وفات حضرت آمنہ کے بھی آنحضرت صلعم کی کھلائی رہین -

ان دونون عربی مورخین نے حضرت آمنہ کے مدینہ جانے کی وجہ ننہالی اقربا سے ملاقات تبلائی ہے - مگر ہمارے ہندی محقق شبلی صاحب نے حضرت عبداللہ کی قبر مطہر کی زیارت اس سفر کا خاص مدعا بتلایا ہے - اسمین کوئی کلام نہین کہ دونون توجیہین قلبی تعلقات کا پورا پتا دیتی ہین - مگر ہمارے شبلی صاحب کی توجیہ تعلق کی مخصوص اہمیت رکھتی ہے اسلئے ضرور ترجیح کے قابل ہے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمانہ نبوت مین اس سفر کا خود ذکر فرمایا ہے ابن سعد آپکے ارشاد کو مفصلۂ ذیل عبارت

عبارت مین لکھتے ہین۔

فكان رسول الله صلعم يذكر امورا كانت في مقامه ذلك لما نظر الى الاطم بني عدي بن النجار عرفه وقال كنت الاعب انيسة جارية من الانصار على هذا الاطم وكنت مع غلمان من اخوالي نطير طائرا كان يقع عليه ونظر الى الدار فقال ههنا نزلت بي امي وفي هذه الدار قبر ابي عبد الله بن عبد المطلب واحسنت العوم في بئر بني عدي بن النجار۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اون تمام باتون کا جو اس مقام پر پیش آئین ذکر فرماتے تھے۔ مدینہ مین تشریف آوری کے وقت آپ نے عدی بن النجار کی عمارات کو دیکھکر فوراً پہچان لیا اور ارشاد فرمایا کہ یہ وہی مقام ہے جہان مین انیسہ نامی انصار کی ایک لڑکی کے ساتھ کھیلا کرتا تھا اور یہی وہ مقام ہے جہان مین اپنے ننہالی قرابت والے لڑکون کے ساتھ مقیم تھا اور اون کے متعلق جب آپ نے ارشاد کیا تھا ویسا ہی ہوا۔ اور پھر اوس مکان کی طرف ارشاد فرمایا کہ یہی وہ گھر ہے جسمین مین اپنے مان کیساتھ ٹھیرا تھا اور اسی گھر مین میرے والد بزرگوار حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی قبر ہے اور یہین مینے بنی عدی بن النجار کے ایک مشہور تالاب مین تیرنا سیکھا تھا۔

تاریخون سے مستفاد ہوتا ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی مادر گرامی قدر کے ساتھ مدینہ مین کئی ایک مہینہ قیام فرمارہے تھے۔

مان کی قبر کی زیارت

واقعات مندرجہ بالا کے ساتھ مشاہدات تاریخی یہ بھی بتلاتے ہین کہ آنحضرت صلعم کے نورانی دل مین اپنی والدہ گرامی شان کی ہمیشہ یاد زندہ تھی۔ اور اونکی مفارقت کے بعد اشفاق مادری کے آثار ویسے ہی تازہ تھے۔ ابن سعد طبقات مین لکھتے ہین۔

فلما مر رسول الله صلعم في عمرة الحديبية بالابواء قال ان الله قد اذن لمحمد في زيارة قبر امه فاتاه رسول الله صلعم فاصلحه وبكى عنده وبكى المسلمون لبكاء رسول الله صلعم فقيل له فقال ادركتني رحمتها فبكيت۔

عمرۂ حدیبیہ کے بعد جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام ابواء پر پہنچے تو آپنے ارشاد فرمایا کہ مین اپنی والدہ گرامیقدر کی قبر کی زیارت کیلئے خدا کیطرف سے مجاز و ماذون کیا گیا ہون یہ فرماکر آپ اونکی قبر مطہر پر تشریف لیگئے اور اونکی نیکیون کے ساتھ یاد کیا۔ اور اشکبار ہوئے آپ کو روتا دیکھکر تمام اہل اسلام بھی رونے لگے۔ آپ سے سبب گریہ دریافت کیا گیا تو ارشاد فرمایا کہ مجھے اشفاق و مراحم یاد آگئے اور مین بے اختیار ہوکر رو پڑا۔

حضرت عبدالمطلب کی کفالت

اس مین کس کو کلام ہوسکتا ہے کہ اتنے صغرسنی کے زمانہ مین مان سے مفارقت آنحضرت صلعم کیلئے سخت ترین مصیبت ثابت ہوئی ہوگی لیکن حضرت عبدالمطلب کی شفقت و دردمندی نے اس ودیعت خداوندی کو فوراً اپنے کنارۂ عاطفت مین اٹھالیا۔ اور کیونکر نہ اوٹھاتے جناب عبدالمطلب اپنے جوانمرگ صاحبزادے عبداللہ کے بعد اس دریتیم کو اونکا نعم البدل جانتے تھے اور جناب آمنہ کی حیات تک آپ کی پرورش و آرام

رسانی کی طرف سے آپ کو ایک گونہ اطمینان حاصل تھا۔ ہاں۔ انکے انتقال کر جانیکے بعد باوجود اس کے کہ آپ کی عمر اسّی برس کی ہو چکی تھی اعضاو جوارح جواب دیچکے تھے متعدد جوان بیٹے اور اونکے جوان بال بچے بھی موجود تھے۔ تمام گھر بھر اٹھا اتفاق ممکن تھا کہ پیرانہ سالی کے عذر معقول کے باعث سے حضرت عبدالمطلب یتیم عبداللہ روحی فداہ کی پرورش و پرداخت انکو کسی چچا سے متعلق کر دیتے اور آپ آرام کرتے۔ مگر نہیں۔ اس ضعف و نقاہت کے عالم میں بھی۔ آنحضرت صلعم کی تمام مہمات اپنے ذمہ لی گئیں۔ جناب عبدالمطلب کو انکی پرورش و پرداخت میں بڑی آسانی اور سہولیت مادر حضرت حمزہؑ کی جہت خاص سے حاصل ہوئی جو حضرت آمنہؑ کی اپنی چچازاد بہن تھیں۔ اور ان دونوں خواتین باتمکین کی بیکوقت شادی ہوئی تھی جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

ان تمام قرائن و ذرایع پر غور کرنیکے بعد یہ بھی ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ پرورش و حفاظت جان رسولؐ کی ایسی مہتم بالشان خدمت ان تعلقات ظاہری سے زیادہ مشیت کے نظام حقیقی سے متعلق تھی۔

یہ مسلم ہے کہ حضرت عبدالمطلب کو حضرت عبداللہ سے بمقابلہ اور فرزندوں کے مفرط درجہ کی محبت تھی کیونکہ اصغر اولاد تھے اور فطرت انسان کے اعتبار سے باپ کے سب سے زیادہ محبوب پھر ایسے محبوب ترین فرزند کا چشم و چراغ۔ ایسے پارہ جگر کا نام و نشان کیونکر تمام گھر سے زیادہ عزیز نہیں ہو سکتا ہے۔ اور پھر وہ بھی بذاتہ ایسا کہ اوسکا دوسرا نعم البدل ممکن نہیں۔ باپ ولادت سے پہلے اوٹھ چکا۔ ماں بچپن ہی میں۔ وہ کل چھ برس کا چھوڑ کر گذر گئی حقیقتاً یہ مصائب ایسے تھے جو بیواسطہ اور غیر سروکاری اشخاص کو بھی ایسے یتیم۔ بے ماں باپ کے بچہ کے ساتھ دلسوزی اور ہمدردی کی توجہ دلاتے ہیں۔ نہ یہ کہ صرف اوس بزرگوار کو جو اپنی جان اور اپنے تمام خاندان سے اسکو زیادہ عزیز رکھتا ہو۔ ابن سعد نے اپنے ایک جملہ میں ان تمام مدعا کو تمام کر دیا ہے وہ یہ ہے۔ جناب آمنہ نے وفات پائی۔ تو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

فلمّا توفیت قبضہ الیہ جدہ عبد المطّلبؑ وضمّہ ورق علیہ رقّۃ لم یرق علیہا علی ولدہ وکان یقرّبہ منہ ویدنیہ ویدخل علیہ اذا خلا واذا نام

پرورش و پرداخت کے تمام امور حضرت عبدالمطلب سے متعلق ہوئے اور حضرت عبدالمطلب نے اپنے محاسن اشفاق کے وہ مسالک آپ کے ساتھ اختیار فرمائے جو اپنی کسی اولاد کے ساتھ بھی نہیں ظاہر فرمائے تھے۔ تمام گھر والوں میں اسوقت قریب ترین۔ عزیز ترین یہی تھے خلوت و جلوت میں آپ کو برابر ساتھ رکھا کرتے تھے اور آپ کے ساتھ سویا کرتے تھے طبقات ص ۵۔

عرب کی یہ قدیم تہذیب تھی کہ وہ کسی بزرگ خاندان کے برابر تعظیماً کسی عام یا خاص مجلس میں نہیں بیٹھتے تھے اس قدیم آداب معاشرت کے خلاف ورزی کے اظہار پر اوسکے عامل کو عام اس سے کہ وہ کسی پایہ یا پایہ کا کیوں نہو نہایت حقارت و نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ اس قومی دستور و آداب کے وہ اسقدر پابند تھے کہ غیر ممیز اطفال تک کو بھی ان اقسام کی جرات کرتے ہوئے دیکھکر چشم پوشی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اسکو آداب مجلس اور طریقہ نشست و برخاست بتلا دینے کی ضرورت سے فوراً متنبہ اور آگاہ کر دیتے تھے۔ اون کا یہ قدیم دستور اونکا یہ قومی آداب اقطاع عالم میں کم و بیش

تمام قوموں کی تہذیب و معاشرت میں آجتک داخل ہے۔

قدیم آئین تعظیم سے رسول خدا کا استثنا

جناب عبد المطلب نے اپنے جگر گوشہ یتیم عبد اللہ کو اس قیود سے بالکل مستثنیٰ فرما دیا۔ ذیل کا واقعہ اس کا شاہد ہے۔ سیرت ابن ہشام میں ہے۔

كان رسول الله صلعم مع جده عبد المطلب ابن هاشم وكان يوضع لعبد المطّلب فراش في ظل الكعبة فكان بنوه يجلسون حول فراشه ذلك حتى يخرج اليه لا يجلس عليه احد من بنيه اجلالاً له قال فكان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ياتي وهو غلام حفير حتى يجلس عليه فياخذه اعمامه ليوخروه عنه فيقول عبد المطّلب اذا رأى ذالك منهم دعوا ابني فو الله ان له لشانا ثم يجلسه معه عليه ويمسح ظهره بيده ويسره ما يراه يصنع۔ ابن ہشام مطبوعہ مصر ص ۵۷

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جد بزرگوار حضرت عبد المطلب کی کفالت میں تھے۔ ایکبار ایک قومی مجلس کی ترتیب دیگئی تھی اور زیر کعبہ شریفہ عبد المطلب کیلئے جو اس زمانہ میں امیر اور متولی خانہ کعبہ تھے ایک فرش خاص بچھایا گیا تھا اور آپ کی تمام اولاد و فرزندان اپنے اعزازی مراتب و مناصب کے لحاظ اس فرش کے دو رویہ چار و نطرف بیٹھے تھے اور صدر میں حضرت عبد المطلب کے لئے خاص جگہ چھوڑی تھی۔ اور اونکی ذاتی عظمت کے اعتبار سے آپ کے خاص فرزندوں میں سے بھی کوئی صاحب اس مقام خاص پر بیٹھنے کی مجاز نہیں تھے حسن اتفاق سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اسوقت تک کمسن بچے تھے تشریف لاتے ہی سیدھے اپنے جد بزرگوار کے مقام پر جا بیٹھے۔ آپکے چچاؤں نے اوٹھکر آپ کو تھام لیا اور پائیں میں اپنے پاس بٹھا لینا چاہا۔ اسی اثنا میں حضرت عبد المطلب آگئے اور یہ کیفیت دیکھکر اپنے بیٹوں سے کہنے لگے کہ میرے فرزند کو کیوں روکتے ہو۔ چھوڑ دو۔ خدا کی قسم اسکے لئے ایک شان خاص ہے۔ یہ کہکر آپ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لیکر اپنے مقام پر بیٹھ گئے اور اونکی پشت مبارک پر اپنا دست شفقت پھیرنے لگے اور جو دل میں آپکی جو ہستی اسکی نسبت تشفی و دلجوئی فرمائی۔

ظاہر میں تو اس واقعہ سے حضرت عبد المطلب کے انتہائی اشفاق ظاہر ہوتے ہیں۔ جو موجودہ سلسلہ بیان کا اصلی عا ہے مگر حقیقت میں یہ واقعہ نظام قدرت کی طرف سے مراتب رسالت کی معرفت کا مقدمہ ہے۔

دعای استسقا میں رسول کی شرکت

ہم اپنے موجودہ سلسلہ بیان میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بالترتیب و تفصیل وہ تمام واقعات لکھیں گے جو حضرت عبد المطلب کے زمانہ حیات میں واقع ہوئے اسی سلسلہ میں دعائے استسقا کا بھی ایک واقعہ ہے جسمیں جناب رسولخدا صلعم کی برکت شرکت معلوم ہوتی ہے۔ ہم اسکو ابن سعد کی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

عن رقيقة بنت ابي صيفي بن هاشم بن عبد مناف قالت تتابعت على قريش سنون ذهبن بالاموال واشفين على الانفس قالت فسمعت قائلا يقول في المنام يا معشر قريش ان هذا النبيّ المبعوث منكم وهذا ايان خروجه

رقیقہ بنت ابی صیفی بن ہاشم بن عبد مناف کا بیان ہے کہ ایکبار مکہ میں متواتر کئی برسوں تک قحط پڑتا رہا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام لوگوں کے مال و اسباب تلف ہوگئے اور بالآخر جانوں کے جانیکی نوبت آئی۔ انھیں ایام میں میں نے ایک شخص کو خواب میں کہتے سنا کہ اے قوم قریش نبی زمانہ تو پیدا ہو چکا اور اسکے ظہور کا وقت بھی قریب پہونچ گیا جسکی برکت سے تمہیں فراغت و خوشحالی نصیب ہوگی

وبه یاتیکم الحیا والخصب فانظروا رجلا منکم وسطکم
نسباطوالا عظاما ابیض مقرون الحاجبین اهدب الا
شفار جعدا سهل الخدین رقیق العرنین فلیخرج هو
جمیع ولده ولیخرج منکم من کل بطن رجل فتطهروا
وتطیبوا ثم استلموا الرکن ثم ارقوا راس ابی قبیس ثم
یتقدم هذا الرجل فیستسقی وتومنون فانکم ستسقون
فاصبحت فقصت رویاها علیهم فنظروا فوجدوا
هذه الصفة صفة عبد المطلب فاجتمعوا علیه
وخرج من کل بطن منهم رجل ففعلوا ما امرتهم به
ثم علوا علی ابو قبیس ومعهم النبی صلعم وهو غلام
فتقدم عبد المطلب وقال لاهم هولاء عبیدك و
اماءك وبنات اماتك وقد نزل بنا ما تری وتتابعت
علینا هذه السنون فذهبت بالظلف والخف و
اشفقت علی الانفس فاذهب عنا الجدب وائتنا
بالحیاء والخصب فما برحوا حتی سالت الاودیه و
برسول الله صلی الله علیه واله وسلم سقوا ص ۵۲

تم لوگ ایک ایسے آدمی کو تلاش کرو جو تم میں شریف النسل ہو اوسکے
بدن کی ہڈیاں لمبی ہوں جسکی جلد بدن پر دہاری چشم کے پاس چکدار
ہو جسکے آگے سر کے بال کم ہو گئے ہوں۔ دونوں رخسار ہموار ہوں بھویں
قریبًا جٹی ہوں اور دونوں ابرو تنک ناک باریک ہو ایسے آدمی سے
کہو کہ اپنی تمام اولاد و احفاد کو ساتھ لیکر باہر نکلے اور تم میں سے بھی ہر قبیلہ
اور ہر عشیرہ کا ایک ایک آدمی اوسکے ساتھ ہو پہلے تم لوگ غسل کرو۔
پاک و پاکیزہ ہو خوشبو لگاؤ اور رکن کعبہ کا استیلام بجا لاؤ۔ اسکے بعد
کوہ ابو قبیس کی چوٹی پر چڑہ جاؤ اور اس شخص کو اپنا پیشوا بناؤ اور اوس
سے کہو کہ پانی برسنے کی دعا کرے یقین رکھو کہ اسی تدبیر سے تم لوگ عنقریب
سیراب ہو گے۔ رقیقہ کا بیان ہے کہ صبح کو اوٹھکر میں نے اپنا خواب بیان کیا سب نے
ملکر اسپر غور کیا اور بعد تلاش و فکر کے بعد حضرت عبد المطلب کو ان صفات سے
موصوف پایا۔ تمام قبائل و عشائر کے لوگ آپکے پاس جمع ہوئے صورت
حال عرض کی۔ یہ فورًا مستعد ہو گئے۔ پہر تمام لوگوں نے ملکر مراسم و
لوازم مذکورہ انجام دیے اور حضرت عبد المطلب کو اونکی تمام اولاد و احفاد
کے ساتھ لیکر کوہ ابو قبیس کی سب سے اونچی چوٹی پر چڑہ گئے۔ اور انھیں بزرگوں
کے ساتھ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تھے اور آپ اسوقت
کمسن تھے۔ جماعت موجودہ کی اقتدا حضرت عبد المطلب نے کی اور دعائے استسقا ان الفاظ میں ادا فرمائی۔ الٰہی یہ جماعت کی جماعت تیرے بندے
ہیں اور تیرے بندوں کی عیال۔ تیری کنیزیں ہیں اور تیری کنیزوں کی اولاد۔ جو مصیبت ہم لوگوں پر پڑی وہ تجہ پر ظاہر ہے۔ ہم لوگوں پر گذشتہ
کئی برسوں سے آفت پر آفت ہے اور تباہی و پریشانی اور اب تو انکی جانوں پر آبنی ہے۔ الٰہی اب اس مصیبت کو ہم سے اوٹھا لے اور ہمکو خوشحالی اور
وسعت رزق عطا فرما۔ رقیقہ کا بیان ہے کہ قوم قریش کو کچہ نہیں نصیب ہوا تھا وقتیکہ اس تدبیر سے جماعت کی جماعت نے درگاہ رب العزت میں دعا
نہیں کی اور جناب رسالتماب صلعم کی برکت سے سب کے سب سیراب ہو گئے۔ طبقات ابن سعد جلد ا ص ۵۲ مطبوعہ جرمن ۱

اس واقعہ سے جہاں جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدوم میمنت لزوم کی برکت و سعادت ثابت ہوتی ہے

حاشیہ ۱ حضرت عبد المطلب کی کفالت پر عیسائیوں کا اعتراض۔ مولوی شبلی صاحب سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۲۷ میں لکھتے ہیں
عبد المطلب کا آنحضرت صلعم کو عزیز رکھنا ایک مسلم واقعہ ہے لیکن مارگولس صاحب کو دادا کا پوتے پر مہربان ہونا بھی گوارا نہیں فرماتے ہیں یتیم
لڑکے کی حالت کچہ اچھی نہ تھی اور آخر زندگی میں انکے چچا حمزہ نے نشہ کی حالت میں محمد کو طعنًا اپنے باپ کا غلام کہا تھا (مارگولس لائف آف

وہان حضرت عبدالمطلب کی ذاتی وجاہت و عظمت کا بھی اظہار کامل ہوتا ہے۔ آپکی اس وجاہت و اقتدار کا یہ مرتبہ فقط اس لیے تھا کہ آپ مکہ کے رئیس تھے اور قریش کے سردار بلکہ اس شہرت عامہ اور اعتبار و اختیار کے باعث آپ کے خاص اخلاقی ایثار و آثار تھے۔ جو آپ کی ذات ستودہ صفات کو ممدوح روزگار بنائے تھے۔

ابن سعد طبقات مین لکھتے ہین۔

حاشیہ صفحہ دیگر آت محمد ص ۴۵ - ۴۹، حضرت حمزہ ؓ کے جس قول سے استدلال کیا جاتا ہے مارگولیس خود تسلیم کرتے ہین نشہ کی حالت تھی۔ اسکی تفصیل جیسا کہ بخاری مین ہے یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی ؓ نے باربرداری کے لئے اونٹ خریدے اوس وقت تک شراب حرام نہین ہوئی تھی۔ حضرت حمزہ ؓ شراب مین مخمور اوسطرف سے گذرے اور اونٹ کا پیٹ پھاڑ کر دل و جگر کا کباب بنایا۔ آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی تو آپ حضرت حمزہ ؓ کے پاس آئے اور اونکو ملامت کی۔ حضرت حمزہ ؓ سخت مخمور تھے۔ اس حالت مین وہ الفاظ انکی زبان سے نکلے تھے۔ کیا اس حالت کا کوئی بیان شہادت مین پیش کیا جا سکتا ہے؟ سیرۃ النبی ج ۱ ص ۱۲۴

مارگولیس کا یہ اعتراض ابیطالب کی کفالت کے زمانہ سے تعلق رکھتا ہوا معلوم ہوتا ہے اس لیے عبدالمطلب کے زمانہ مین شبلی صاحب کا اسکو مندرج فرمانا اور اس پر تنقید لکھنا قبل از وقت ہے اور ایک بیموقع تقدیم۔

مولوی شبلی صاحب کا اکثر مقامات پر یہ لکھنا کہ "ابھی تک شراب حرام نہین ہوئی تھی" یہ بتلاتا ہے کہ (نعوذ باللہ) اسلام میں شراب کسی وقت حلال بھی تھی۔ اگر تنزیل حرمت کے اعتبار پر یہ قیاس فرمایا جاتا ہے۔ تو اور بھی تعجب انگیز ہے کیونکہ قبل حرمت والی تمام آیات قرآنی اسکی ذم و قبح کو بتلا رہی ہین۔ یہ امت اسلام کی بداخلاقیان ہین اور شامت اعمالیان کہ خدا کے بار بار بُرا بتلانے پر بھی وہ اُسے بُرا نہین جانتی اور پی جاتی ہے۔ اخلاق آلہی نے تھوڑے دنون تک اسکے نیک و بد کی تمیز امت کے فیصلہ پر چھوڑ دی لیکن امت کے اخلاق ذمیمہ اونکے خلوص ایمانی اور اعضائے روحانی پر ایسے غالب آگئے تھے کہ وہ اسکو ترک نہ کر سکی تو بالآخر تعذیب آلہی کی تہدید کے ذریعہ سے یہ ناہنجار عادت چھڑوائی گئی۔ اگر امت رسول کو اتباع کا دعویٰ تھا یا سیرت رسول کی اتباع کو وہ اپنے دینی اور دنیاوی مقاصد کے حصول کا ذریعہ سمجھتی تھی تو اوسکو اپنے رسول برحق کی عادت پر نظر ڈالنی تھی اور یہی اس ناہنجار عادت کے ترک کیلئے کافی تھی لیکن اسکی توفیق ہی نہین ہوئی۔ اور تعذیب آلہی کی آسمان سے تہدید و تاکید بلوائی گئی۔ اس بنا پر تاخیر تنزیل کو کسی مدت تک جواز یا حلت خمر کا باعث سمجھنا سخت غلطی ہے خمر، زنا، چوری، وغیرہ وغیرہ ہمیشہ سے اخلاقی اور روحانی جرم قرار دیے گئے ہین اور تمام شریعتہائے سابقہ مین یہ افعال ذمیمہ کبائر معاصی بتلائے گئے ہین۔ شراب شریعت اسلام مین آزادن تا آخر وقت ویسی ہی حرام مطلق تھی جیسے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علی نبینا و آلہ علیہم السلام کی سابق شریعتون مین۔ فافہم وتدبر۔

ہم اس ناہنجار عادت کی حضرت حمزہ ؓ سے نسبت بھی اعتبار کے قابل نہین سمجھتے۔ کیونکہ حضرت عبدالمطلب کے متعلق تمام حدیثون کی کتابون مین بالاتفاق لکھا ہے انہ حرّم الخمر فی حیاتہ (آپنے اپنی عمر بھر شراب کو حرام کر لیا تھا) تو ہم مشکل سے اونکے صاحبزادے حضرت حمزہ ؓ کی بخلاف سیرت پدری اسکا یقین کر سکتے ہین خصوصاً ایسی حالت مین جب یہ واقعہ اون کے اسلام لانیکے

ن عبد المطلب حسن قریش وجها و امدّہ جسما و احلمه الوجود ہ کفا و ابعد الناس من کل موبقة تقند الرجال و لم ہ ملك قط الا کرامه و شفعه وکان سید قریش حتی هلك تاہ نفر من خزاعة فقالوا نحن قوم متجاورون فی الدار هلم لنحالفك فاجابهم الی ذالك واقبل عبد المطلب فی سبعة فرمن بنی عبد المطلب والارقم ابن نضله بن هاشم والضحاك و عمر ابن صیفی بن هاشم ولم یحضرہ من بنی عبد شمس ولا نوفل فدخلوا دار الندوة فتحالفوا بها علی التناصر والمواساة وکتبوا بینهم کتابا وعلقوہ فی الکعبه صرا ۵

حضرت عبدالمطلب باعتبار ذاتی وجاہت کی تمام قریش میں وجیہ ترین بزرگ تھے اور جسامت کے لحاظ سے سب سے زیادہ جسیم اور طویل حلم و تحمل میں سب سے بڑھکر حلیم۔ جود و سخاوت میں سب سے زیادہ سخی و کریم۔ فتنہ و فساد کی موقع پر سب سے دور رہنے والے۔ جو دیکھتا تھا وہ آپکی تعظیم و تکریم کرتا تھا اور آپکی ہدایتوں کو بجا لاتا تھا اور سلاطین معاصرین میں قبیلہ قریش کی امارت مادام الحیات آپ سے متعلق رہی۔ ایکبار بنی خزاعہ کے لوگ آپکی خدمتمیں آکر کہنے لگے کہ ہملوگ آپ کے ہمسایہ ہیں اسوقت اس التماس کی ساتھ حاضر ہوئے ہیں کہ آپ ہملوگوں کو اپنا حلیف بناکر اپنی پناہ میں لے لیں آپنے فوراً اون لوگوں کی استدعا کو قبول کرلیا اور بنی عبدالمطلب میں سے سات آدمیونکو لیکر اور ارقم بن نضلہ بن ہاشم اور ضحاک و عمر پسران بنی صیفی بن ہاشم کو بھی ان میں شامل کرکے دارالندوہ میں تشریف لائے اس معاہدہ میں بنی عبدالشمس (امیہ) اور بنی نوفل میں سے کوئی فرد واحد شریک نہ ہوا۔ دارالندوہ میں جانبین سے مواسات و حمایت کی باہمی معاہدے لکھے گئے اور دستور قدیم کے مطابق کعبہ میں آویزاں کردیئے گئے

بنی ہاشم کے یہ وہ حقیقی معارف ہیں جو قدیم سے انکے اخلاقی اعزاز و امتیاز کی خصوصیات میں داخل ہیں اور یہ وہی مفاخر ہیں اور اصلی مفاخر مشارکت جو تمام قریش کیا تمام قبائل عرب پر انکی تفضیل و ترجیح کے سچے معیار ثابت ہوتے ہیں اور یہ تمام صفات و محاسن جس طرح قصی کو اپنے وقت میں ہاشم کو اپنے زمانہ میں حاصل تھے اوسیطرح عبدالمطلب کو اپنے عہد میں قدرت کی طرف سے بدرجہ اولی حاصل تھے۔ بدرجہ اولی اسلئے کہ ان تمام محاسن و صفات سے آراستہ و پیراستہ بزرگوار کے متعلق شہنشاہ رسالت کی کفالت و متمم نبوت کی حفاظت بھی سپرد ہونیوالی تھی۔

حاشیہ صفحہ دیگر قبل کا بھی نہیں بتلایا جاتا۔ بلکہ مشرف باسلام ہوجانیکے بعد کا اور پھر ان الفاظ اضافی کے ساتھ کہ رسول اللہ صلعم اس واقعہ کی خبر پاکر بالنفس النفیس اونکی تادیب کیلئے تشریف لیجاتے ہیں اور اونکی دونوں آنکھوں کے سامنے کھڑے ہوکر اونکو ملامت کرتے ہیں مگر حمزہ ع پر نعوذ باللہ کچھ اثر نہیں ہوتا وہ کچھ نہیں سنتے۔ اول فول بکتے چلے جاتے ہیں۔ مخالفین اسلام تعجب سے کہیں گے کہ یہ وہی رسولؐ ہے جسکی ایک نگاہ سرسری نے فوراً اس واقعہ کے بعد ہی حضرت عمر کے غیر متحمل غصہ کو ایسا ٹھنڈا کردیا کہ اون سے فوراً قدم رسالت پر سر جھکا دینے اور اسلام لے آنے کے سوا اور کچھ بن نہ آیا لیکن حمزہ ع کے مقابلہ میں نہ رسولؐ کی روحانی آثار کارگر ہوئے نہ ذاتی اور صفاتی اقتدار کا عبرت یا اولی الابصار

ہم ان تمام اقسام کے افسانوں کو خاندان رسالت کی عادات و معاشرت کے قطعی خلاف سمجھتے ہیں خصوصاً حضرت حمزہؑ وغیرہم ممدوحین بنی ہاشم کے متعلق ان لغویات کو تو قطعی ممنوع و موضوع یقین کرتے ہیں یہ بخاری صاحب کی رکاکت طبعی ہے جو ان لغویات کو مندرج کرکے صادق الامت کی تو ایک طرف بنیاد قایم کرتے ہیں اور دوسری طرف مخالفین اسلام کو اہانت اسلام اور حقارت حضرت خیر الانام علیہ السلام پر آمادہ اور تیار فرماتے ہیں الی موقف شفی

وفات حضرت عبد المطلبؑ

ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ اس کفالت وحفاظت کا زمانہ کل چارہی برسون مین تمام ہوگیا حضرت عبد المطلبؑ بوڑھے تو ہو ہی چکے تھے۔ شیخوخیت سے گذر کر کہولیت کا وقت آ ہی گیا تھا بیاسی ۸۲ برس کی عمر ہوچکی تھی بیمار پڑے ضعیف تو تھے ہی ضعف اور علالت دونون ملکر مرض الموت بن گئے۔ وفات کا وقت قریب ہوا تو باوجودیکہ تمام عرب مین کثیر الاولاد مشہور تھے ابن سعد لکھتے ہین فلم یکن فی العرب بنو اب مثل عبد المطلب۔ عرب مین عبد المطلبؑ کے ایسے کسی باپ کی اولادین نہین تھین۔ اس لئے محض تعلقات قلبی کی بنا پر ایسے بڑے خاندان کے بزرگ کی آنکھون کے سامنے اوسکے بستر مرگ پر اپنی اولاد واحفاد مین سے ایک ایک کی صورت موجود رہنی چاہئے لیکن اس فطرتی جذبات کے برخلاف وہ بزرگ خاندان اپنی اتنی کثیر اولاد مین سے نہ کسی فرد واحد کو بلاتا ہے۔ نہ یاد کرتا ہے اور نہ اونکے متعلق کوئی وصیت فرماتا ہے ہان ایک ہشت سالہ بچہ کی یاد وتعلقات اوسکو ایسا بیچین اور مضطرب الحال کئے ہین کہ وہ جو کچھ کہتا ہے یا وصیت کرتا ہے وہ صرف اسی کے لئے اور کسی کے لئے بھی نہین۔ اسطرح کہ اپنے قائم مقام اور اپنے وارث ووصی کو اپنے پاس بلاتا ہے اور اپنے شرعی وصیت کے الفاظ مین اوس بچے کی کفالت۔ حفاظت حمایت اور اعانت کے لئے اپنے بعد اوسکو ذمہ دار بناتا ہے۔ طبری۔ ابن سعد اور ابن ہشام کے متفقہ مختار سے ذیل مین مندرجہ بالا مضامین کی حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے۔

فتوفی عبد المطلب بعد الفیل بثمانی سنین وکان عبد المطلب یوصی برسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم عمہ اباہ وان اباطالب وعبد اللہ ابا رسول اللہ صلعم کانا لام فکان ابا طالب ھو الذی یلی امر رسول اللہ بعد جدہ وکان یکون معہ۔

طبری جلد اول ص ۱۱۲۳ جرمن

واقعہ فیل سے آٹھ برس بعد حضرت عبد المطلبؑ انتقال فرما گئے۔ اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق حضرت ابیطالبؑ کو وصیت فرما گئے کیونکہ حضرت ابیطالب اور حضرت عبد اللہ ماں جائے بھائی تھے اس خصوصیت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت کا منصب حضرت ابیطالبؑ کو تفویض ہوا اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ ابیطالبؑ کے ہمراہ رہے۔ طبری جلد اول ص ۱۱۲۳ جرمن۔

ان مشاہد تاریخی سے حضرت عبد المطلب کے اُن دلی جذبات اور قلبی تعلقات کے تمام حالات کا پورا انکشاف ہوجاتا ہے اور اسی کے ساتھ رسول اللہ صلعم کے منصب ولایت وحفاظت کی مخصوص اہمیت بھی ظاہر ہوجاتی ہے اس عہدہ جلیل اور منصب عظیم کیلئے حضرت ابیطالب کی تخصیص کی ظاہری توجیہ تو مذکورہ بالا تاریخی اسناد سے معلوم ہوچکی۔ مگر غور وتلاش کے بعد یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عبد المطلب نے اس ودیعت الٰہی کی ولایت کی تجویز وتفویض مین صرف ابیطالب اور عبد اللہ کی صلبی اور بطنی یکجہتی ہونے پر اعتبار نہین کیا ہے بلکہ حکم الٰہی کا انتظار اور استخارہ فرمالیا ہے چنانچہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ مین لکھتے ہین۔

اقترع ابیطالب بینھما فخرجت القرعۃ لابی طالب۔ عبد المطلب نے دونون کے درمیان قرعہ ڈالا۔ تو قرعہ ابیطالب ہی کے نام نکلا۔ زرقانی ص ۲۲۸

لہ زبیر کی تجویز ولایت اور تکمیل کا خود غرضانہ اضافہ ہے جو مراتب ابیطالب کے استخفاف

ضرت عبدالمطلب کے انتقال پر حضرت کا حزن و ملال

حضرت عبدالمطلب نے جیسا بیان ہو چکا ہے۔ مکہ میں وفات پائی اور مقام حجون میں مدفون ہوئے۔ سن وفات ۸ عام الفیل مطابق ۵۷۸ء ہے
اب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اپنے جد بزرگوار کی مفارقت کا بیحد ملال ہوا۔ ام ایمن کی اسناد سے ابن سعد نے لکھا ہے
ہ رسول اللہ صلعم یومئذ یبکی خلف سریر عبد المطلب - میں نے دیکھا رسول صلعم اوس دن عبدالمطلب کے جنازہ کے پیچھے پیچھے روتے جاتے تھے۔

ضرت ابیطالبؑ اور رسول اللہ صلعم کی کفالت

حضرت عبدالمطلب کے روز وفات سے حضرت ابیطالب کی کفالت کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ اسمیں کسکو کلام ہو سکتا ہے کہ حضرت ابیطالب اپنے پدر بزرگوار
ضرت عبدالمطلب کے وصی تھے۔ جانشین تھے اور قائم مقام۔ اس لئے تمام خاندانی اور قومی اعزاز و امتیاز جو عبدالمطلب
کو حاصل تھے وہ وراثتاً انکو تفویض ہوئے اور انھیں ظاہری مشارف و معارف کے ساتھ کفالت و حفاظت رسول صلعم
کے روحانی مفاخر بھی انھیں کی سعادت اور خوش نصیبی کا حصہ ٹھہرے۔ حالانکہ حارث سے لیکر عباس و حمزہ تک حضرت
عبدالمطلب کے متعدد بیٹے تھے۔ جن میں اکثر ان سے سن میں بڑے تھے۔ اور گھر میں موجود تھے مگر عبدالمطلب کو
قدرت کی طرف سے انھیں کے انتخاب کا اشارہ ہوا۔ اگر حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے کہ یہ انتخاب ایسا لاجواب ہوا
کہ تمام قریش کیا تمام عرب میں اسکی مثال مشکل سے ملتی ہے۔

جناب ابی طالب کی کفالت کا زمانہ آپ کے استقلال، پاداری، ہمت، صبر اور استقامت کی آماجگاہ تھا۔
زمانہ کی ناساعدت۔ قوم کی مخالفت دشمنوں کی یورش۔ اپنی کثیر العیالی اور تنگ حالی ہر وقت دامنگیر رہتی تھی مگر ان
تمام تعلقات و تردّدات سے قطع نظر کرکے جگر گوشہ عبدالمطلب یتیم عبداللہ کی حفاظت و حمایت کے خیال ہر وقت
دل سے لگے رہتے اور کیونکر نہ لگے رہتے گھر بھر میں خدا کی ودیعت تھا تو یہی تھا۔ باپ کی وصیت تھا تو یہی تھا اور اپنے ماں جائے
بھائی کی نشانی اور رٹی ہوئی صورت تھا تو یہی تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ دیگر واستیصال کے لیے آمادہ اور تیار ہیں سوائے ان حضرات کے نہ کسی عربی تاریخ میں اس کا ذکر ہے۔
اور نہ کسی عربی سیرت میں۔ زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ قسطلانی میں صرف اس قیاس کی بنا پر بعض تاریخوں میں
زبیر کو بھی عبداللہ و ابیطالب کا ماں جایا لکھا ہے۔ کفالت و ولایت کو بھی ضم کر دیا ہے۔ حالانکہ جس خلاف قیاس اور مخالف واقع دعوی کا
ذکر کیا ہے اوسکی اوسی کتاب میں پھر تردید و تکذیب کر دی ہے اونکو سمجھ لینا چاہیئے کہ ایسے قیاسی اور محض بے بنیاد دعوی کے اظہار
کی ضرورت ہی کیا تھی۔ یہ زرقانی کی محض نادانی ہے۔ چنانچہ ہم اسکی نسبت خود انھیں کی تحریر ذیل میں لکھتے ہیں۔

فلا یرد ان الزبیر شقیقہ ایضا وقد قیل شارکہ فی کفالتہ وخص ابیطالب بذکرہ لامتداد حیاتہ
فان الزبیر لم یدرک الاسلام وقیل اقرع عبد المطلب بینھما فخرجت القرعۃ لابی طالب وفی اسد الغابۃ
للحافظ عز الدین ابن الاثیر کفلہ ابو طالب لانہ شقیق ابیہ وکذلک الزبیر لکن کفلہ ابی طالب لما

اتنی خصوصیات کے مقابلہ میں آنحضرت صلعم کو اپنی تمام اولاد پر کیونکر ترجیح نہ دیتے۔ انھیں روحانی تعلقات اور قلبی جذبات نے اِنکے دل پر سوائے یتیم عبداللہ کے اپنی کسی صُلبی اولاد کی محبت و الفت کے نقش نہ جمنے دئے۔ اور حقیقت میں ایسی ہمت و استقلال و استحکام خلوص اور محبت پر جو بزرگوار نازہ ہوگا وہی ودیعت الٰہی کی حفاظت و حمایت کا خاص محافظ اور تنہا ذمہ وار بن سکتا ہے۔ اور یہی صفات کمالیہ حضرت ابیطالب کی ذات میں مخصوص طور پر ثابت ہوتے ہیں جو مدبرین قدرت کی بارگاہ میں انکے منتخب کیے جانیکے باعث ہوئے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کفالت کا ایک ایک واقعہ حضرت ابیطالب کے عدیم المثال اور بینظیر ہمت و استقامت کا کامل دفتر ہے جو ڈیڑھ ہزار برس کی مدت مدید کے بعد بھی آج تک عرب کے کارناموں میں ویسے ہی زندہ اور محفوظ ہی۔ اور ابدالآباد تک قایم رہیگا۔ ذیل کے تاریخی شہادات جنکو ہم نے زمانہ وقوع کی ترتیب سے اپنے سلسلہ بیان میں لکھا ہے ان واقعات کا پورا انکشاف کرتے ہیں۔ ابن سعد طبقات میں رقمطراز ہیں۔

محبت رسول اللہ صلعم ابی طالب کے دل میں

کان ابیطالب یُحبّہ شدیدًا لا یُحبّہ ولدہ وکان لا ینام الا الی جنبہ ویخرج فیخرج معہ وصبّ بہ ابی طالب صبابۃ یصبّ بہا بشئ قطّ

ابیطالب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایسی شدید محبت تھی۔ کہ ویسی اپنے کسی خاص بیٹے سے کبھی نہیں تھی راتوں کو ہمیشہ اپنے پہلو میں لیکر سلایا کرتے تھے۔ اور جہاں کہیں باہر جاتے آپ کو اپنی ہمراہ لیکر جاتے۔ اور جس چیز سے آپ کو رنج ہوتا۔ اوس سے ابیطالب کو بھی ضرور رنج پہونچا کرتا تھا۔

حقیقتاً ابیطالبؑ کو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایسا تعلق اور تعشق تھا کہ ویسا دنیا میں کسی کے ساتھ نہیں تھا۔ اس ودیعت الٰہی کے ساتھ غایت درجہ کی محبت و الفت کے شامل خلوص و عقیدت کا اقرار و اظہار بھی کیا جاتا تھا۔ ابن سعد لکھتے ہیں۔

ابیطالب اور رسولؐ کی عقیدت

وکان یخصّہ بالطعام وکان اذا اکل عیال ابی طالب جمیعا او فرادی لم یشبعوا واذا اکل معهم رسول اللہ صلعم شبعوا فکان اذا اراد ان یُغذیهم قال کما انتم حتی یحضر ابنی فیاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیاکل معهم فکانوا یفضلون من طعامهم وان لم یکن معهم لم یشبعوا فیقول ابی طالب

آنحضرت صلعم کے کھانے اور کھلانے کا خاص طور پر انتظام مدنظر رکھا جاتا تھا اور بارہا تجربہ کیا جاتا تھا کہ ابیطالب کے بچے۔ عام اس سے کہ مجتمع ہو کر یا منفرد ہو کر کھائیں۔ آسودہ نہیں ہوتے تھے۔ اور جب آنحضرتؐ کے ساتھ کھاتے تھے تو سیر ہو جاتے تھے۔ اسلئے جناب ابیطالب نے یہ انتظام فرمایا تھا کہ جب بچے کھانا کھانے کیلئے بیٹھتے تو آپ ان سے فرماتے کہ ٹھہرو تاوقتیکہ میرا فرزند (آنحضرت صلعم) نہ آلے۔ کوئی کھانا نہ کھائے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آ لیتے تھے تو بچے ملکر سب ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے۔ اور ابیطالب اپنے بچوں سے ظاہر کیا کرتے تھے کہ

بقیہ صفحہ دیگر وصیۃ عبدالمطلب واما لان الزبیر کفلہ حتی مات ثم کفلہ ابی طالب وھذا غلط لان الزبیر شھد حلف الفضول وللمصطفیٰ نیف وعشرون سنۃ واجمع العلماء علی انہ شخص مع ابی طالب الی الشام بعد موت عبدالمطلب

انک مبارک وکان الصبیان یصبحون و مصاشعثا ویصبح رسول اللہ دھینا کحیلا ۷۶

آنحضرتؐ کے ساتھ کھانے سے تمہارے کھانوں میں برکت ہو اکرتی ہے نہیں تو تم سب کے سب بھوکے رہجاؤ اور کبھی نہ آسودہ ہو۔ اگر کسی دن اتفاقاً آنحضرت صلعم ساتھ نہ ہوتے تھے تو حقیقتاً بچے آسودہ نہیں ہوتے تھے۔ عام طور سے صبح کو بچے سو کر اوٹھتی تو پریشان دل اور آلودہ چشم اوٹھتے لیکن بخلاف انکے آنحضرت صلعم صاف ستھرے اور مسرور الحال اوٹھا کرتے تھے۔

اس واقعہ سے ثابت ہو گیا کہ حضرت ابیطالب کے دل میں اپنے فرزند عزیز کیطرف صرف محبت مربیانہ ہی نہیں تھی بلکہ عقیدت مخلصانہ بھی تھی اور عظمت عقیدتمندانہ بھی اور یہ انکی معرفت رسالت کا بیّن ثبوت ہے۔

عظمت رسول اللہ صلعم ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ حضرت ابیطالب اپنے والد بزرگوار حضرت عبدالمطلب کے وصی تھے اور قایم مقام۔ اسی خصوصیت کی بناپر آنحضرت صلعم کی کفالت و حفاظت میں انکے بھی وہی طرز عمل ثابت ہوتے ہیں جو حضرت عبدالمطلب کے متعلق پائے جاتے ہیں طبقات ابن سعد کے مفصلہ ذیل واقعات ہمارے بیان کے شاہد ہیں

کان ابو طالب تلقی لہ وسادۃ یقعد علیھا فجاء النبیؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وھو غلام فقعد علیھا فقال ابی طالب و الہ ربیعۃ ان ابن اخی لیحس بنعیم ص ۷۶

جناب ابی طالب کے بیٹھنے کے لیے ایکبار (دارالندوہ میں) فرش بچھایا گیا تھا اس اثنا میں جناب رسالتمآب صلعم جو اوسوقت تک کمسن تھے تشریف لائے۔ اور اپنے چچا کے مقام پر بیٹھ گئے اتنے میں ابیطالب آگئے اور آنحضرت صلعم کو اپنی جگہ پر بیٹھا ہوا دیکھکر کہنے لگے کہ ربیعہ کے خدا کی قسم۔ میرے بھتیجے کے لیے ایک نعمت خاص کی نسبت ہے۔

یہ واقعہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ ہم حضرت عبدالمطلب کے احوال میں لکھہ آئے ہیں۔ اور اس سے یہ امر صاف ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح حضرت عبدالمطلب نے آنحضرت صلعم کی اس شان عمل کو آپ کی علو مرتبت کا مقدمہ سمجھا تھا اور اوس کا اعلان و اعتراف فرمایا تھا اوسی طرح حضرت ابی طالب نے آپ کی روحانی عظمت و جلالت کی تصدیق و توثیق فرمائی اوسی کے ایسا یہ واقعہ ہے۔ زرقانی۔ شرح مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں۔

باقل من خمس سنین فھذا یدل علیٰ انّ ابی طالب ھو الذی کفلہ زرقانی ص ۲۲۸ ج ۱ - زبیر کا شقیق عبداللہ ہونا خلاف نہیں ہو سکتا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زبیر کفالت دونوں میں ابیطالب کے شریک تھے مگر اس کیلئے حضرت ابیطالب خصوصیت کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں اسوجہ سے کہ حضرت ابیطالب زیادہ دنون تک زندہ رہے اور زبیر قبل اسلام زندہ رہے اور یہ بھی ایک قول ہے کہ عبدالمطلب نے اس امر میں قرعہ اندازی کی مگر قرعہ ابیطالب ہی کے نام نکلا اور اسد الغابہ میں حافظ عزالدین ابن الاثیر لکھتے ہیں کہ ابیطالب نے آنحضرت صلعم کی پرورش کی کیونکہ وہ عبداللہ کے ماںجائے بھائی تھے اور ایسے ہی زبیر بھی مگر کفالت ابیطالب ہی نے کی اسکی وجہ عبدالمطلب کی خاص وصیت تھی اب یہ قول کہ زبیر اپنی حیات تک کفیل رہے جب وہ مر گئے تو ابیطالب نے کفالت کی بالکل غلط ہے کیونکہ زبیر حلف الفضول تک زندہ تھے اور آنحضرت صلعم اوس وقت سات سے بیس برس تک کے ہو چکے تھے اور تمام علما کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے کہ عبدالمطلب کے تقریباً پانچ برس بعد ابیطالب نے آنحضرت کو لیکر شام کا سفر کیا تھا اور یہ امر کی قوی دلیل ہے کہ آنحضرت صلعم کی کفالت ہمیشہ ابیطالب ہی کے ساتھ مخصوص تھی۔ انتہیٰ لطف عفی عنہ

عن جلهمه ابن عرفطة قال قدمت مكة وهى فى قحط فقالت قريش بعد ان تشاوروا فلقط الحديث عند ابن عساكر قدمت مكة وقريش فى قحط فقال منهم يقول اعمدوا للات والعزّى وقال منهم اخر اعمدوا لمناة الثالثة الاخرى فقال شيخ وسيم حسن الوجه جيد الراى انى توفكون وفيكم باقية ابراهيم وسلالة اسمٰعيل قالوا كانك عنيت اباطالب قال ايها فقاموا اجمعهم فقمت فدققنا عليه الباب فخرج الينا فنادوا اليه يا اباطالب قحط الوادى واجدب العيال فهلم فاستسق فخرج ابوطالب ومعه غلام هو النبى صلى الله عليه واله وسلم كانه شمس دجن وحوله اغيلمة فاخذه فالصق ظهره بالكعبة ولاذ الغلام باصبعه وما فى السماء قزعة فاقبل السحاب من ههنا وههنا واغدق واغدودق وانفجر له الوادى واخصب النادى والبادى ص ۲۲۹

ابن عساکر اپنی تاریخ میں جہلمہ ابن عرفطہ کا یہ شاہد بیان کرتے ہیں کہ جہلمہ کا بیان ہے کہ میں ایکبار عین قحط کے موسم میں - میں مکہ میں گیا ابن عساکر کے اصل الفاظ یہ ہیں کہ ابن عرفطہ کا بیان ہے کہ قریش سخت مصیبت قحط سے پریشان تھے - اون میں سے ایک نے صلاح دی کہ لات وعزّی سے استغاثہ وفریاد کی جائے دوسرے نے کہا کہ منات سے جو ثالثہ اخری ہے چارہ جوئی کیجائی - ان میں سے ایک معزز ذی وجاہت اور صائب الرائے بزرگ بول اوٹھا کہ مجھے اس امر کا یقین ہے کہ ابھی تم لوگوں میں ایک ایسا بزرگ توم موجود ہے جو سلسلۂ ابراہیمی کا بقیہ اور نسل اسماعیلی کا مخزن ہے اوسکی طرف کیوں نہ رجوع کیا جائے سب نے کہا کیا تمہارا اشارہ ابیطالب کی طرف ہے ؟ اُس نے جوابدیا ہاں - اونھیں کی طرف ہے - جہلمہ کا بیان ہے کہ یہ سنکر سب کے سب اٹھ کھڑے ہوگئے - اور میں بھی اونکے ساتھ ہولیا - ہم سب ملکر ابیطالب کے گھر پر آئے - اور دروازہ کھٹکھٹایا - حضرت ابیطالب نکل آئے سب لوگوں نے عرض کی - اے ابیطالب - ہر طرف سے قحط نے گھیر لیا اور اہل و عیال کی بربادی کا وقت ہو پہنچ گیا سب کو سیراب کیجئے یہ سنتے ہی ابیطالب باہر نکل آئے - آپ کے ساتھ ایک کمسن بچہ تھا اور وہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے - اونکا روئے منور آفتاب تابان کی طرح روشن تھا - ابیطالب اوس صاحبزادے کو انگلی پکڑ آئے اونکے اور لڑکے اوس بچہ کو گھیرے ہوئے - خانہ کعبہ میں آئے اور رکن کعبہ سے پیٹھ لگا کر بیٹھ گئے - اور اوس بچہ کی انگشت شہادت کو آسمان کی طرف بلند کر دیا اور طلب باران کی دعا کی - پارہ ہائے ابر سطح آسمانی پر نمایاں ہوئے - اور تھوڑی دیر کے بعد پانی برسا اور پھر تو ایسا برسا کہ تمام پانی بہ نکلا اور تمام صحرا و بیابان سبز و شاداب ہوگئے -

جناب ابیطالب نے صرف اعلان شان نبوت کی ضرورت سے - نہ اپنے اظہار صفائے معارف کی غرض سے اس واقعہ کی یادگار میں ایک طویل قصیدہ نظم فرمایا ہے - جو بالتمامہ سیرۃ ابن ہشام وغیرہم تمام عربی تاریخ و ادب کی کتابوں میں مذکور ہے جس شعر خاص میں آنحضرت صلعم کے یمن و برکت سے حصول باران کا اشارہ فرمایا گیا ہے - وہ یہ ہے -

وابیض یستسقی الغمام بوجهه [1] محمد صاحب آیہ خوش جمال شخص ہیں جن کی برکت سے ابر پانی برساتا ہے

[1] اس قصیدہ اور خصوصاً اس شعر کی قبولیت ایسی کامل اور برابر تھی - کہ قلب رسالت میں اسکی یاد ہمیشہ بنی رہی - زرقانی بیہقی کی [illegible] سے لکھتے ہیں جاء اعرابى الى رسول الله صلى الله عليه واله وسلم فقال يا رسول الله اتيناك وما لنا صبى يغط ولا

وثمال الیتامیٰ عصمۃ للارامل ۔ یتیموں کے لیئے بانئے پناہ ہیں اور بیوون کے پردہ دار
حاشیہ گذشتہ صفحہ

بعیر یخط واستدل ابیاتا فقام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یجر ردائہ حتے صعد المنبر فوقع یدیہ الی السماء ودعا فمارد یدیہ حتے التفت السماء بابراقہا وجاوا یضجون الغرق فضحک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حتی بدت نواجذہ ثم قال للہ در ابی طالب لوکان حیا لقرت عیناہ من ینشدنا قولہ فقال علی یا رسول اللہ کانک ترید قولہ وابیض یستسقی ۔ وذکر ابیاتا فقال صلعم اجل زرقانی ص ۱۳۲ ۔ یعنی ایک اعرابی جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیخدمت میں حاضر ہوا کہ میں اپنی جانب سے حاضر ہوکر عرض کرتا ہون کہ قحط زدگی کے باعث سے میرے بال بچے زمین پر پڑے ہوئے ہیں میرے اونٹ بھوک سے چلا رہے ہیں ۔ یہ سنتے ہی آنحضرت صلعم اوٹھ کھڑے ہوئے ۔ ردائے مبارک کے گوشے زمین پر مس ہوتے جاتے تھے ۔ آپ اسی حالت میں منبر پر تشریف لائے اور دستہائے مبارک آسمان کی طرف بلند فرمائے ۔ اور درگاہ رب العزت میں نزول باران رحمت کی دعا مانگی ۔ دستہائے مطہر بارگاہ قدرت کے سامنے سے نہیں ہٹنے تھے کہ صدور رحمت کے آثار ہویدا ہوئے اور بکثرت مینہ برسا گیا ۔ یہ مشاہدہ فرماکر آپ اسقدر شادان وفرحان ہوئے کہ دندان مبارک خندیدگی کے باعث نمایان ہوگئے اور ارشاد فرمانے لگے کہ کیا خوب ابی طالب نے کہا ہے ۔ اگر وہ اسوقت زندہ ہوتے تو فرط مسرت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرتے اور بہت ہی خوش ہوتے حضرت علی مرتضی نے عرض کی کہ اس ارشاد سے آپ کا اون کے اس شعر کیطرف اشارہ ہے ۔ پھر شعر مذکور پڑھا ۔ جو اوپر لکھا گیا ہے ۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہان یہی " اس عبارت نے حضرت ابیطالب کے اس شعر کی اعلی قبولیت کے ساتھ ۔ بہت بڑا ضروری امر یہی ثابت کردیا کہ ملک وقوم کی ایسی ناگزیر آفتون کے وقت خاندان بنی ہاشم ہی مرجع خلائق قرار دیا جاتا تھا ۔ اور جب سب امکانی قوتیں بیکار ہوجاتی تھیں ۔ تو سلسلۂ ابراہیمی اور خانوادہ اسمعیلی کے انھیں باقیات الصالحات اور چیدہ و برگزیدہ حضرات سے رجوع حاجات کی جاتی تھی اور یہ ذوات عالیہ بھی ایسے موقعون پر اونکی کشودکاری اور مطلب برآری کو اپنے فرائض منصبی یقین فرماکر اونکی حمایت و اعانت پر فورًا آمادہ اور مستعد ہوجاتے تھے ۔ جیساکہ ہم حضرت عبدالمطلب کے زمانہ سے لیکر جناب رسالتمآب صلعم کے عہد تک مسلسل لکھکر دکھلاتے آئے ہین ۔ حالات وواقعات کو استیعاب کی نگاہون سے دیکھنے والے حضرات ان واقعات کو تسلسل اور تواتر کے معیار تحقیق پر کامل پائیں گے ۔ یہ وہی اوصاف مخصوصہ ہین جو بارگاہ احدیت سے ان حضرات کیلئے مخصوص و محفوظ فرمادیے گئے ہین ۔ یہ سلسلۂ مرتبۂ عظمت خاندان ہاشم اور دودمان رسالت کے ساتھ بطور خصوصیت اتنا مستقل اور مستمر رہا کہ ان حضرات سے انتزاع امارت وحکومت کے بعد بھی ملک وقوم کو جب کبھی ان مصائب سے سامنا ہوجاتا تھا اور انکے دفاع کیلئے کوئی تدبیر عملی کارگر نہین ہوتی تھی ۔ تو بالآخر فرمانروایان ملک کے ید اقتدار اور سرداران قوم کے پنجۂ اختیار انھیں دادرسان ملک اور فریادرسان قوم کے دامنگیر حمایت واعانت ہوتے تھے ۔ اپنے اس بیان کے ثبوت میں ہم ذیل کا واقعہ صواعق محرقہ کی اصلی عبارت سے نقل کرتے ہین وفی تاریخ دمشق الناس کرروا الاستسقاء عام الرمادۃ سنۃ ثمانی عشرۃ فی الھجرۃ فلم یسقوا فقال عمر ابن الخطاب لاستسقین غدًا بمن یسقی اللہ بہ فلما اصبح

گھر کی دُنبیون کی گلہ بانی

حضرت عبد المطلب کی وفات کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آٹھ برس کے ہو چکے تھے نفس قدسیہ کے روحانی اثر سے آپ کے تمام قوائے مدرکہ آٹھ برس والے عام بچون سے بدرجہا اولے قوی تر اور کامل تر تھے۔ دو برس آنحضرت ابیطالب کی کفالت وحفاظت مین رہکر آنحضرت صلعم کامل دس برس کے ہو گئے۔ اور اب وہ وقت آ گیا کہ اس جہان بان عالم وعالمیان کو فضائے قدرت کے اسباب سامان مشاہدہ کرائے جائین۔ جن سے وہ صانع قدرت کے عجائب وغرائب کی حقیقت کا کامل ادراک کر سکے اونکی انتہائی علت کو سمجھے اور حقیقی اصلیت کو معلوم کرے معرفت الٰہی کی ابتدائی تحصیل مین خوض وغور کی وریاضت شروع کی جائے۔ اور ان ریاضتون کی تیاریون کے لیے خلوت۔ عزلت۔ تنہائی اور ترک علائق کے سامان فراہم اور مرتب کردیے جائین۔ سیرت انبیا علیہم السلام کے پڑہنے والے حضرات جانتے ہین کہ سبق آموزان معرفت اور مبتدیان حقیقت کی تعلیم کے لئے۔ ہر زمانہ اور ہر مقام مین قدرت کو یہی انتظام کرنے ہوتے ہین آپ عادت اور دستور الٰہی کے مطابق مہتمم قدرت نے متعلم رسالت کی تعلیم ہی کے لئے وہی قدیم انتظام جاری فرمائے اور دس برس کے سن مین آپنے اپنے گھر کی دُنبیون کی گلہ بانی آغاز کی۔ ظاہر مین تو یہ معمولی گلہ بانی تھی مگر حقیقت مین یہ کافۃ الناس کی پاسبانی کا دیباچہ تھا اور اونکی حفاظت ونگرانی کا مقدمہ۔ تبلیغ رسالت کی سلسلہ جنبانی تھی اور تقدیم سیاست کی حکمرانی۔ قدرت ہی اس نفس قدسیہ کی صانع تھی اور قدرت ہی اس انتظام کی ناظم۔ اسلئے تعلیم الٰہی کے یہ تمام ابواب واسباب طبع رسالت کے مطابق اوترے اور چونکہ روافد معرفت اور غوامض حقیقت کے باعث انکشاف پہلے ہی ثابت ہوتے ہین اس لئے یہ سادہ وپاک وصاف اور محض آزادحصۂ عمر اور اوسکے مشاغل کی یاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب نورانی مین ہمیشہ زندہ اور قایم رہی۔ اور زمان رسالت مین بھی عند التذکرہ اسکا اکثر ذکر فرمایا جاتا تھا۔ ابن سعد طبقات مین لکھتے ہین۔

قال رسول اللہ صلعم ما بعث اللہ نبیًا الا راعی الغنم قال لہ اصحابہ وانت یا رسول اللہ قال و انا رعیتھا لاھل مکۃ بالقراریط۔	جناب رسالتمآب صلعم نے ارشاد فرمایا کہ تمام انبیا علیہم السلام نے گوسفند دون کی گلہ بانیان کی ہین اصحاب حاضرین نے پوچھا۔ اور آپنے یا رسول اللہ ارشاد فرمایا۔ ہان مینے بھی اہل مکہ کی دُنبیان قراریط پر چرائی ہین۔

حاشیہ صفحہ گذشتہ غدا ذہب عمر عند العباس وقال لہ اخرج بنا حتی نستسقی اللہ بک قال العباس یا عمر اقعد فی بلبنی فارسل الی بنی ہاشم ان تطہروا وتلبسوا من صالح ثیابھم فاتوہ فاخرج طیبا فطیبھم ثم خرج العباس وعلی امامہ والحسن عن یمینہ والحسین عن یسارہ وبنو ہاشم خلف ظھرہ وقال یا عمر لا تخلط بنا غیرنا ثم اتوا المصلی فوقفوا فقام العباس فحمد اللہ واثنی علیہ فقال اللھم انک خلقتنا وعلمت ما نحن عاملون بہ قبل ان تخلقنا فلم یمنعک علمک بنا ان عن رزقنا اللھم کما تفضلت علینا فی اولہ

اصحاب کا یہ تعجبانہ استفسار شان رسالت کی موجودہ جلالت و اقتدار کے باعث تھا۔ اسکے بعد ابن سعد ایک دوسرا قول ذیل کی عبارت میں لکھتے ہیں :-

مرّوا النبی صلعم بثمر الاراك فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم علیکم بما اسود منہ قال کنت اجتنیہ اذ انا راعی الغنم قالوا یا رسول اللہ و رعیتھا قال نعم وما من نبی الا قد رعیھا

ایک دفعہ آپ اصحاب کے ساتھ جنگل میں تشریف لیگئے صحابہ پیلو توڑ توڑ کر کھانے لگے آپ نے فرمایا جو سیاہ ہیں وہ زیادہ خوش ذائقہ ہیں میں اسکو اوس وقت سے جانتا ہوں جب میں بچپن میں دُنبیاں چرایا کرتا تھا صحابہ نے عرض کی آپ نے بھی دُنبیاں چرائی ہیں فرمایا کوئی نبیؐ ایسا نہیں ہے۔ جسنے دنبیاں نہ چرائی ہوں۔

صحابہ کا یہ استعجاب بھی اوسی بنا پر مبنی ہے مولوی شبلی صاحب سیرۃ النبیؐ میں اس مقام پر لکھتے ہیں کہ فرانس کے ایک مؤرخ نے لکھا ہے کہ ابوطالب چونکہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ذلیل رکھتے تھے۔ اس لیے اون سے بکریاں چرانے کا کام لیتے تھے لیکن واقعہ یہ ہے کہ عرب میں بکریاں چرانا معیوب کام نہ تھا۔ بڑے بڑے شرفا اور امرا کے بچے بکریاں چرایا کرتے تھے۔ خود قرآن مجید میں ہے ولکم فیھا جمال حین تریحون وحین تسرحون۔

شبلی صاحب کا یہ جواب الفاظ قرآنی سے مستنبط ایک فرانسیسی عیسائی کے لئے کیسے قابل تسلیم ہو سکتا ہے اسکو آپ کی خوش فہمی کے سوا اور کیا کہا جاوے اوسکے ساکت کرنیکے لئے آپ کا اتنا ہی لکھہ دینا کافی تھا کہ اگر یہاں دُنبیاں چرانے پر اعتراض کیا جاتا ہے تو اپنے ہاں گدھے چرانے کے لئے کیا کہا جاویگا۔

حقیقت میں نہ دُنبیاں چرانا عیب ہے اور نہ گدھے چرانا یا پالنا بری بات ہے۔ بات یہ ہے کہ ہم اپنے زمانہ اپنے ملک اور اپنے ادب معاشرت کے مطابق چار ہزار اور دو ہزار برس کے گذشتہ تمدن و معاشرت کا مقابلہ اور موازنہ کرنے بیٹھے ہیں اس مدت میں انقلاب زمانہ اور اختلاف خیالات و مذاق کے مطابق بہت سی ایسی باتیں ہیں جو اسوقت

حاشیہ صفحہ دیگر فیفضل علینا فی اخرہ قال جابر فما تم دعائہ یستجیب علینا سحاب فما وصلنا الی المنازل الا یبللنا من المطر فقال العباس انا المستقی ابن المستقی خمس مرات اشارا الی ان اباہ عبد المطلب استسقی خمس مرۃ فیسقی اللہ الناس صواعق محرقہ بحوالہ ینابیع المودۃ امام قندوزی مطبوعہ بمبئی ص ۵۶ ۲ دو برس متواتر سے مدینہ کے تمام لوگ ۱۹ سنہ ہجری میں جو عام الرمادۃ کے نام سے تمام تاریخوں میں مشہور ہے دو بار طلب باران کے لئے نماز استسقا پڑہ چکے تھے خدا سے دعائیں مانگ چکے تھے لیکن نہ پانی برسا اور نہ وہ سیراب ہوئے۔ یہ حال دیکھکر حضرت عمرؓ نے کہا کہ کل خداوند عالم تم سب کو سیراب فرمائیگا۔ غرضکہ صبح ہوئی تو حضرت عمرؓ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ ہملوگون کے ساتھ چلئے کہ خداوند عالم آپ کی وجہ سے ہم لوگون کو سیراب فرمائے۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ اے عمرؓ تم میرے گھر پر توقف کرو اور بنو ہاشم سے کہلا بھیجو کہ وہ غسل و طہارت کرکے لباس ہائے فاخرہ سے آراستہ ہوں۔ چنانچہ وہ تمام حضرات یہ پیغام سنکر حضرت عمرؓ کے پاس آئے

اچھی نہین بُری قرار پاگئی ہین۔ اسیوجہ سے موجودہ زمانہ مین طبقۂ اعلٰی کی نسبت ادن باتون کا اگر ذراسا بھی تعمق یا ذکر کیا جاتا ہے تو عموماً معمول پسند طبیعتین اعتراض پر فوراً تیار ہو جاتی ہین۔ لیکن تاہم ان مین جو مائل اعتدال مین اور واقف حال۔ وہ اسکی حقیقت کو سمجھکر خاموش رہ جاتی ہین مگر عیسائیون کے تعصب سے نہ ہمکو اعتدال ہی کی اُمید ہے نہ تلاش حقیقت اور تفحص احوال کی توقع۔ پھر ان کے اعتراض کو انکے تعصب و نفسانیت کا خاص الخاص نتیجہ سمجھنا ہوگا

مولوی شبلی صاحب نے طبقات ابن سعد کے حوالہ سے اندرون مذکورہ بالا واقعات کو تحریر فرمایا ہے۔ اور بکریان چرانے کے مضمون پر نمبر ۱ کا نشان لگاکر سیرۃ النبیؐ کے زیر حاشیہ صفحہ ۱۲۹ مین یہ عبارت لکھی ہے۔

بخاری نے کتاب الاجارہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول نقل کیا ہے کہ مین قراریط پر مکہ والون کی بکریان چرایا کرتا تھا" قراریط کے معنی مین اختلاف ہے۔ ابن ماجہ کے شیخ یعنی سوید ابن عبید کی رائے ہے کہ قراریط قیراط کی جمع ہے۔ اور قیراط درہم یا دینار کے ٹکڑے کا نام ہے۔ اسی بنا پر ان کے نزدیک حدیث کے یہ معنی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجرت پر مکہ والون کی بکریان چراتے تھے اور اسی بنا پر بخاری نے اس حدیث کو باب الاجارہ مین نقل کیا ہے لیکن ابراہیم حربی کا قول ہے کہ قراریط ایک مقام کا نام ہے جو اجیاد کے قریب ہے ابن جوزی اسی قول کو ترجیح دیتے ہین۔ علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح مین یہ بحث اور زیادہ تفصیل سے لکھی ہے اور قوی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ ابن جوزی کی رائے صحیح ہے (عینی جلد ۶ ص ۱۳۱) نورالنبراس مین یہ بحث اور زیادہ تفصیل سے ہے اور اسی رائے کو ترجیح دی ہے ملاحظہ ہو سیرۃ النبیؐ جلد اول ص ۱۲۹ حاشیہ

حاشیہ صفحہ دیگر اور حضرت عمر نے عطر لگاکر اون کے لباس کو معطر فرمایا۔ پھر حضرت عباس نکلے۔ اور اون کے آگے آگے جناب علی مرتضیٰ تھے داہنے جانب حضرت حسن مجتبیٰ تھے۔ اور بائین طرف حضرت حسین شہید کربلا۔ انکے پیچھے تمام بنو ہاشم تھے حضرت عباس نے ارشاد کیا اے عمر ہم لوگون کے ساتھ کسی غیر کو نہ ملنے دو یہ کہکر وہ تمام حضرات مقام نماز پر تشریف لائے حضرت عباس ٹھہر گئے۔ نماز پڑھی اور خدا کی حمد و ثنا کی اور دعا کی اے پروردگار تو نے ہملوگون کو پیدا کیا اور تجھکو ہمارے افعال و اعمال کا ہماری حفاظت سے پہلے علم ہے کوئی شے تیرے لئے مانع نہین ہو سکتی۔ اے پروردگار جس طرح تو نے ہملوگون پر اس سے قبل تفضّل و عنایت فرمائی ہے ویسے ہی اس آخر زمانہ مین بھی لطف و کرم فرما۔ جابر کہتے ہین کہ یہ دعا ابھی تمام نہین ہوئی تھی کہ یکبارگی ہر طرف سے ابر گھر آیا اور اسطرح موسلا دھار پانی برسا کہ گھر تک آتے آتے ہملوگون کے تمام کپڑے تر بتر ہو گئے۔ یہ حال مشاہدہ فرماکر حضرت عباس فرمانے لگے کہ مین مُستقی (پانی پلانے والا) کا بیٹا ہوں اور ایسے مستقی کا بیٹا ہون کہ جسکی وجہ سے پانچ مرتبہ پانی برسا ہے اور حضرت عباس کا یہ قول اس واقعہ کیطرف اشارہ کرتا ہے جیسا کہ مشہور ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے اپنے زمانہ حیات مین دعائے استسقا کے ذریعہ سے پانچ مرتبہ پانی برسایا ہے"

اس واقعہ نے ہمارے مذکورہ بالا بیان کی پوری تصدیق کر دی اور بتلا دیا کہ بنی ہاشم ضعف اور تنگی کی حالتون مین بھی اپنی روحانی عظمت و اقتدار پر قائم تھے بلا و مصیبت کے ان مالاینحل عقدون کی کشود کا یہی ایک ذریعہ کہ تمام طبقات رعایا کیکر

اس سے قبل کی عبارت مین شبلی صاحب کا یہان تک لکھنا بالکل صحیح اور یہ واقع ہے کہ عرب مین بکریان چرانا معیوب کام نہین تھا بڑے بڑے امرا و شرفا کے لڑکے بکریان چراتے تھے۔ مگر اب اونکی اس مابعد کی عبارت سے حقیقت حال کا پورا انکشاف ہوگیا اور مخالفین کے اس تعریض اور طعن و تشنیع کا اصلی باعث معلوم ہوگیا کہ حقیقت مین عیسائی مورخ فرانسیسی کے اس اعتراض کی باعث شیخین بخاری اور ابن ماجہ کی غلطی ہے۔ جسکی تصدیق و اقرار خود شبلی صاحب کو بھی کرنا ہوا اور لکھنا ہوا کہ حقیقت مین ان دونون محدثین نے قراریط کے غلط معنی لگائے۔ اصل مین قراریط کو ایک مقام خاص کا نام تو نہ سمجھے بلکہ قیراط کی جمع سمجھے۔ جسکے معنی درہم و دینار کے لئے۔ اور یہی غلط فہمی ان تمام فسادات کا باعث ہوئی۔ یہ کچھہ ایسی مشکل آپڑی کہ آخر شبلی صاحب کو شیخین بخاری و ابن ماجہ کے ایسے معتمد ترین محدثین کی تنقید و تردید فرمانی ہوئی۔ اور اپنے اون تمام اصول تالیفی کو جو اپنے مقدمہ کتاب کے طومار مین مورخین پر محدثین کو ترجیح دیے جانیکے متعلق لکھے ہین۔ چھوڑنا پڑا اور بخاری صاحب کے ایسے اوستاد فن کی تکذیب کرنی ہوئی۔ جنکی کتاب کو اصح الکتب بعد الکتاب باری یقین کرنا آپ کا ایمان ہے اور ایسے سراپا اعتماد اوستاد و نقاد و حدیث کے قول کی تردید ابن حربی اور علامہ عینی کے ایسے نوآموزان فن کی تحقیقات سے کرنی ہوئی تو گویا مقدمہ کتاب مین نقد روایت اور تحقیق واقعات کے متعلق جن اصول کی پابندی کا دعویٰ کیا گیا تھا اور ان اصول کی ترتیب و تدوین کی تفصیل مین تاریخون کو مندرجات

حاشیہ صفحہ دیگر زیادہ نزدیک۔ انھین حضرات سے اُمید لگاتے تھے۔ اور انھین کے توسل سے اپنی کامیابی کی یقین کرتے تھے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے تمام لوگون سے حتما کہدیا تھا کہ کل تم ضرور سیراب کئے جاؤگے۔ انکا یہ قول ثابت کررہا ہے کہ ان حضرات کی ذریعے اونکو اپنی عملی تدبیرین کامیابی کا پورا یقین تھا۔

اس خاندان جلیل الشان کے اون بزرگوارون کے بھی ایسے حالات اسی سلسلہ مین قلمبند کرتے مگر ضرورت سے زاید اور طوالت کا باعث سمجھکر قلم انداز کرتے ہین اس واقعہ نے یہ بھی بتلا دیا کہ ایسی ناگزیر ضرورتون کیوقت یہ حضرات بلا عذر و کلام رفاہ و فلاح عام کے کامون کیلئے آمادہ اور مستعد ہو جاتے تھے کیونکہ وہ عامۃ الناس اور کافۃ الخلائق کے انجاح مطالب کو اپنا فرض منصبی خیال فرماتے تھے۔ حضرت عباس کی اس تخصیصی تاکید سے کہ ہمارے ساتھ کوئی غیر نہ شامل کیا جاوے صاف صاف ثابت ہے کہ یہ منصب اور عہدہ اسی خانوادہ کیساتھ مخصوص و محدود ہے ؎ درین بزم رہ نیست بیگانہ را۔ اور اس تخصیص مین حضرت عباسؓ نے اپنے باپ عبدالمطلب اور اپنے بھائی ابیطالب کی پوری تاسی فرمائی ہے جس طرح عبدالمطلب و ابیطالب نے اپنا اپنے زمانہ مین خاص آداب و ترکیب سے دعائی استسقا فرمائی تھی بالکل اوسی طرح عباسؓ نے بھی تعمیل کی۔ رقیقہ بنت ابی صیفی بن ہاشم کی زبانی جو واقعہ حضرت عبدالمطلب کے زمانہ کا اوپر بیان ہوچکا ہے اگر اوسی سے اس واقعہ کا مقابلہ کیا جاوے تو معلوم ہو جائیگا کہ جس احتیاط و آداب سے عبدالمطلب نے بمعیت تمام بنی ہاشم دعاے استسقا فرمائی تھی اُسیطرح حضرت ابیطالب نے اپنے وقت مین اور خاص جناب رسولخدا صلعم نے اپنے عہد معدلت مہد مین اور پھر حضرت عباس نے اپنے زمانہ مین ادا فرمائی اور یہ وہ مخصوص طریقے اور محفوظ آداب ہین جنپر سواے ان حضرات کے دوسرون کو کم علم و اطلاع ہوتی ہے اسواقعہ کو

پر پہلے صحاح کی مرویات اور پھر صحاح میں سب سے پہلے الشیخین بخاری صاحب کی مرویات کو مرجح بتایا گیا تھا۔ آپ کے موجودہ استدلال کے وقت وہ سب یاد رہا ہو گئی گویا وہ قرارداد وہ اصول نہ قابل توجہ تھے نہ لائق اعتنا۔ اور نہ اونکے متعلق آپ کی پابندی اور مطابقت کے وعدے لائق ایفا۔ اب بھی شبلی صاحب کو اپنے مقدمہ کتاب کے طمطراق اور طول اور اوسکے بیکار خامہ فرسائی کا اب بھی اعتنا ہوا یا نہیں۔

اب سنیے۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ قراریط ایک جنگل یا غیر آباد قطعہ زمین کا خاص نام ہے جو حوالے مکہ میں مقام جیاد قریب ہے۔ آپ کے شیخین ابن ماجہ و بخاری صاحبان سے حقیقت میں بڑی غلطی ہو گئی کہ اونھوں نے درہم و دینار کے معنی لگا کر اس سے اُجرت کے مطلب نکالے۔ اب آپ ہی انصاف سے فرمائیں کہ اوس عیسائی فرانسیسی مورخ کا کیا قصور یہ نہ اوس کا اپنا قول ہے اور نہ اوس کا اپنا مختار بلکہ یہ تو آپ ہی کا اقرار ہے۔ جسکو وہ آپ کے ایسے مستند و معتبر ماخذوں سے مستنبط کرتا ہے جو صداقت میں آپ کے نزدیک قرآن کے بعد ہے۔ تو اوس کا اعتراض بے دلیل کیسے کہا جا سکتا ہے۔ آپ اوسکی تردید میں جو دلیل پیش کرتے ہیں وہ حقیقت میں اوسکی تردید نہیں۔ بلکہ آپ ہی کے معتبر اور مستند محدثین کی تکذیب ہے جسکے لیے وہ فرانسیسی مورخ نہ جوابدہ ہے نہ ذمہ وار۔ اس مخالف اسلام کی تعریض کی ساری ذمہ واریاں ابن ماجہ اور بخاری کے سر جاتی ہیں جو قراریط کے ایسے معمولی لفظ کے اصلی معنی نہ سمجھ سکے تو آپ سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ شان رسالت کی اصل حقیقت کو کب سمجھے ہونگے۔

حاشیہ صفحہ دیگر بخاری صاحب نے بھی باب المناقب عباس میں لکھا ہے لیکن اپنی کوتہ قلمی کے خاص انداز سے صورت واقعہ کو ایسا بدلا کہ پڑھنے والے کو اصل واقعہ کی کوئی تفصیل معلوم ہی نہیں ہو سکتی۔ عبارت یہ ہے ان عمر ابن الخطاب کان اذا قحطوا استسقی بالعباس رضی اللہ عنہما فقال اللھم انا کنا نتوسل الیک نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا قحطنا فسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا فیسقون جب لوگوں میں قحط پڑا تو حضرت عمر بن الخطابؓ نے ہمراہی حضرت عباس رضی اللہ عنہ دعائے استسقا فرمائی اور یوں دعا کی کہ پروردگار جب قحط پڑتا تھا تو ہم رسول صلعم کا وسیلہ اختیار کرتے تھے اور وہ ہمکو سیراب فرماتے تھے اب ہم اسوقت تیرے نبی صلعم کے چچا کے توسل سے تیری بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں تو ہمکو سیراب فرما پس ہم سب سیراب ہوئے۔

اس حدیث کے بیان کی شان اختصار اور عنوان حقیقت پر جب نگاہ کی جاتی ہے اور اسکی عبارت مذکورہ بالا عبارت تاریخ دمشق سے ملائی جاتی ہے تو اصل واقعہ کی صورت ہی تبدیل معلوم ہوتی ہے۔ اور ایسی کہ اول تا آخر نسبتے نمیدارد۔ کا صاف صاف مضمون جھلکتا ہے۔ ہم کو بخاری صاحب کی اس تخریج حدیث کی نسبت نہ تنقید منظور ہے اور نہ تردید ہمکو تو آپ کی حقیقت نگاری اور واقعہ نویسی کی صرف شان دکھلانی ہے۔ یہ تو ہم کیا سارا ہی دنیا جانتی ہے کہ بنو ہاشم اور خصوصاً بنی فاطمہ کے اخبار و آثار اور کسی قسم کے ذکر و اذکار آپ کی طبع نازک پر زحمت ناگوار گذرتے ہیں۔ اسلیئے اسواقعہ کی اصل حقیقت لکھکر دنیا کو بتلا دینے کی آپ جرأت نکر سکے لیکن اصل حقیقت وہی تھی جو تاریخ دمشق کی تفصیلی عبارت سے اوپر لکھی گئی۔ مگر چونکہ اوسکے الفاظ میں جناب علی مرتضیٰ اور حسنین علیہم السلام کی روحانی عظمت و اقتدار کا اظہار و اقرار ہو جاتا تھا

ابن ماجہ نے تو صرف ایک غلطی کی کہ اپنے شیخ کے قول کے مطابق قراریط کے معنی درہم و دینار کیلئے بخاری صاحب نے تو دو غلطیاں کیں۔ پہلے تو قراریط کے معنی درہم و دینار کے لئے۔ دوسری قیامت یہ کی کہ اس حدیث کے لئے اپنی کتاب میں ایک خاص باب باندھا اور اسکو باب الاجارۃ کے خاص نام سے موسوم کیا نتیجہ یہ ہوا کہ عام و خاص آپ کے باب الاجارۃ کا عنوان دیکھکر رسول عربی کی ابتدائی شان و شوکت شخصیت و حیثیت اور معاشرت و مشغلت کو مکہ کے معمولی مزدوری کرنیوالے چھوکروں میں شمار کرنے لگے (نعوذ باللہ من ذالک)

ہمکو حضرت ابیطالب کی ناترجیحی اور ناقدری کی بیجا شکایت پر اس عیسائی مصنف سے رنج و ملال پیدا کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی جبکہ ہم اسلامی محدثین معتبرین کے خاص قلم و زبان سے۔ ذات اعلائے رسالت اور پیکر والای نبوت کی یہ توہین و حقارت تیار اور مرتب دیکھتے ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ اگر اسلامی محدثین۔ تدوین احادیث کے غیر متحمل شوق و شغف کے ساتھ ساتھ مرویات میں۔ واقعات اور حشویات کی اصل مقاصد اور زوائد کی بھی تفریق و تمیز کرتے جاتے تو پھر ان کے مرویات پر کسی اسلامی محقق کو تحقیق و تنقید کی ضرورت ہوتی اور نہ کسی غیر اسلامی معترض کو تعریض و تردید کی جرأت۔

حاشیہ متعلق دیگر اس بنا پر اصل حقیقت کا انکشاف غیر مفید اور بیکار سمجھکر صورت واقعہ ہی تبدیل کر دیگئی۔ ضمنًا اور تبرکًا حضرت عباس کی بزرگی کا خیال بھی کیا گیا اور عظمت بھی قائم رکھنی تھی تو وہ بھی ایسی کہ حضرت پیغمبرؐ کہ ایک طفیلی کی شان سے آگے نہ بڑھ سکی۔

موضوعیت اشعار ابی طالب مولوی شبلی صاحب نے سیرۃ النبیؐ کے حاشیہ پایئن صفحہ ۱۴۳ میں لکھا ہی ابو طالبؑ کے نام سے جو قصیدہ لامیہ ابن ہشام وغیرہ نے نقل کیا ہی (ابن ہشام از صفحہ ۹۳-۹۴) سرتا پا موضوع ہی اسکے خاتمہ کے اشعار یہ ہیں ۔

فینا احمدؐ بی اردوہ یقیہ عند صوۃ المتثال فایدہ رب العباد بنصرہ واظہر دینا حقہ غیر باطل

بلکہ حضرت ابیطالبؑ ہی کی کلام قدیم ہونیکی نسبت وضعی ہونیکی تعریض نہیں فرمائی گئی ہی۔ بلکہ حضرت خدیجہؑ۔ حضرت ابو بکرؓ اور امیہ بن الصلت کی اشعار وغیرہ تک بھی ایسے ہی موضوع قرار دیئے گئے ہیں۔ اسکے موضوع ہونیکے ثبوت میں شبلی صاحب لکھتے ہیں کہ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال مطبوعہ مصر ص ۹۲ میں خطیب بغدادی سے روایت کی ہے کہ محمد ابن اسحاق شعرای وقت کو مغازی کے واقعات دیدیا کرتے تھے کہ انکے بارے میں اشعار کہدو۔ ان اشعار کو وہ اپنی کتاب میں شامل کر دیتے تھے۔ سیرۃ النبی زیرین حاشیہ ص ۱۴۳" اس تعریض و تکذیب کی جو وجوہ اور مجبوری شبلی صاحب کو لاحق ہوئی ہے وہ اونکی خاص عبارت سے ذیل میں لکھی جاتی ہے " اکثر لوگ یہ کرتے تھے کہ قرآن مجید میں توحید و معاد کی جو باتیں ہیں اونکے مطابق اشعار تصنیف کیا کرتے تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ اس سے اسلام کی تائید ہوگی۔ امیہ ابن الصلت کے نام سے جو اشعار مشہور ہیں اونکو دیکھکر صاف یقین ہو جاتا ہے کہ کسی نے قرآن کو دیکھکر یہ اشعار کہے ہیں مثلاً فقلت لہ یہرون فادعوا۔ الی الفرعون الذی کان طاغیا * وقولا لہ انت رفعت ھذہ * بلا عمد ارفق اذا بک بانیا * وقولا لہ انت سویت وسطہا * منیرا اذا ما جنہ اللیل ھاذیا۔ ایک عجیب بات یہ ہے کہ مسٹر مارگولیس نے بھی ایک موقع پر اسکی تصدیق کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ قدیم شاعری کا اکثر حصہ قرآن کے اسلوب پر موزون کیا گیا ہے (از صفحہ ۶۲ تا صفحہ ۶۳) ان لوگوں نے اپنی دانست میں اسلام کی خیر خواہ

اس بحث کے ضمن میں ہمکو شبلی صاحب کے وہ اصول تحقیق و تنقید روایات یاد دلاتے ہین۔ جو وہ اپنے مقدمہ کتاب مین نہایت شد و مد سے قلمبند فرما چکے ہین۔ انکی طولانی عبارت کا خلاصہ یہ ہے۔

مغازی اور سیرۃ مین جس قسم کی جزئی تفصیلین موجود ہوتی ہین وہ فن حدیث کے اصلی بلند معیار تک نہین پہونچتین اس لئے ارباب سیر کو تنقید اور تحقیق کا معیار کم کرنا پڑتا ہے۔ اس بنا پر سیرت و تاریخ و مغازی کا رتبہ فن حدیث سے کم رہا جس طرح امام بخاری اور مسلم نے یہ التزام کیا کہ کوئی ضعیف حدیث بھی اپنی کتاب مین درج نہ کرینگے اسطرح سیرت کی تصانیف مین کسی نے یہ التزام نہین کیا۔ آج بیسون کتابین قدما سے لیکر متاخرین تک کی موجود ہین مثلاً سیرت ابن اسحٰق سیرت ابن ہشام۔ سیرۃ ابن سید الناس۔ سیرۃ دمیاطی۔ حلبی۔ مواہب لدنیہ قسطلانی کسی مین تو یہ التزام نہین۔ سیرۃ النبی حاشیہ زیر صفحہ ۴

پھر اس سے قبل صفحہ ۵ مین رقمطراز ہین۔

حدیث مین متعدد کتابین ایسی موجود ہین جن مین ایک حدیث بھی ضعیف نہین۔ مثلاً بخاری اور مسلم کی صحیح "

حاشیہ صفحہ دیگر کی غرض سے یہ کام کیا تھا۔ آج یوروپ والے اس سے یہ کام لیتے ہین کہ آنحضرت صلعم پیغمبر نہ تھے۔ بلکہ جاہلیت کے خطبا اور شعرا۔ معتقدات اور خیالات بلکہ طرز ادا تک سے اخذ کرتے تھے لیکن ادب کا نکتہ شناس یا فن روایت کا ماہر بے تکلف سمجھ سکتا ہے کہ تمام خطبے اور اشعار مصنوعی ہین۔ سیرۃ النبی حصہ اول حاشیہ زیر صفحہ ۱۴۳۔ ہم کو اور لوگون کے اشعار کی تکذیب سے کوئی بحث نہین ہمکو صرف حضرت ابیطالب کے اون اشعار کی توثیق منظور ہے جنکی اصلیت ہمپر ثابت ہوچکی ہے۔ اور اسی بنا پر ہم اوسکو اپنے سلسلۂ بیان مین اوپر لکھہ چکے ہین۔ الغرض۔ مندرجہ بالا شعر حضرت ابی طالب کے اوس قصیدۂ لامیہ مین داخل ہے جسکی موضوعیت شبلی صاحب کی عبارت سے معلوم ہوچکی ہے مولوی شبلی صاحب کو اسکی تکذیب کی جو ضرورت لاحق ہوئی وہ بھی اونھین کی عبارت سے ظاہر ہوچکی خلاصہ یہ ہے کہ عیسائی متعصبین کے اعتراض علی المضامین القرآن کے خوف سے جیسا کہ شبلی صاحب کی توجیہ عبارت سے ثابت ہوتا ہے اسکی اصلیت سے انکار کیا جاتا ہے۔ حالانکہ مولوی صاحب نے اونکی تعریض کا خود ہی معقول جواب دیدیا ہے۔ اور شعرائے قدیم کے انداز کلام اور قرآن مجید کی زبان اور طرز بیان کا مقابلہ کرکے عیسائیون کے اس فضول نامعقول۔ بے اصل وہم و خیال کی کامل تردید کردی ہے اور وہی کافی ہے۔ اور یہ تو شبلی صاحب ان اشعار کی موضوعیت ثابت کرنیکے بغیر بھی کرسکتے تھے لیکن جیسا کہ ہم اوپر لکھہ آئے ہین کہ مولوی صاحب کو عیسائیون کے اس لکھہ دینے نے کپکپا دینے والا خوف دلایا تھا کہ قرآن مجید کا طرز بیان معتقدات اور اکثر خیالات عام شعرائے عرب کے خیالات سے ملتے جلتے ہین۔ جسکی وجہ سے (نعوذ باللہ) اسکی کلام الٰہی ہونیکی حقیقت مین احتمال ہے۔ اول تو یہ امر ایک بار نہین سیکڑون بار تجربات اور مشاہدات سے تمام مخالفین اسلام پر بخوبی ثابت ہوچکا ہے اور ان سے پہلے کفار قریش پر بھی ثابت ہوچکا ہے کہ قرآن کی زبان نہ کسی طرح و عنوان سے زبان بشری ہو اور نہ اس کا طرز بیان۔ بیان انسانی ہے۔ جسکا وہ اعتراف خود لیس کلام البشر کہہ کہکر اپنی زبانون سے آپ کرچکے ہین۔ تو ایسی صورت مین ایسے بوسیدہ اور پامال اعتراض سے شبلی صاحب کیلئے اغماض ہی بہتر تھا۔ اب رہا یہ امر کہ قرآن مجید مین علم

شبلی صاحب کی یہ عبارت۔ اور صحت بخاری کی نسبت اونکا یہ دعویٰ۔ اور پھر اونکا یہ اصول کہ حدیث کے مقابلہ مین سیرت کی کتابیں مستند نہین۔ غرضکہ اونکا یہ خیالی التزام اور قیاسی طومار۔ اونکی خاص تردید و تنقید بخاری کی مرقومہ بالا عبارت سے القط ہوگیا اور بالکل بیکار۔ اور بالآخر اونکی خاص اعتراف سے ثابت ہوگیا کہ جس کتاب کی نسبت آپ کا یہ عقیدہ تھا کہ اوسمین کوئی ضعیف روایت بھی نہین۔ اوسی کی ایک ایسی غلط حدیث مین ایسا غلط بیان نکل آیا جسکی نسبت تنہا آپ کو اعتراف ہی کرنا نہین ہوا بلکہ اوسکی تنقید بھی اور تردید بھی۔ اب آپ کے کس مختار کا اعتبار کیا جاوے۔

حاشیہ صفحہ دیگر معتقدات وخیالات پائے جاتے ہین۔ تو اس سے کسی کو بھی انکار نہین ہوسکتا۔ قرآن پر کیا منحصر ہے توریت اور انجیل بھی خیالات ومعتقدات انسانی کا مجموعہ ہے اور ان دونون کتب آسمانی مین بھی اوسوقت کے قومی اور ملکی خیالات ومعتقدات کی تفصیل موجود ہے اور کیونکر نہو آخر یہ کتب مقدسہ اسی غرض و مقصد سے تو نازل ہی فرمائی گئین تھین کہ انسان کے دینی۔ اخلاقی۔ ملکی اور قومی تہذیب جاشتہ تمدن مین عام طور سے رفاہ واصلاح ہو۔ تو پھر ان کتب آسمانی کو خیالات ومعتقدات انسانی سے خالی سمجھنا محض نادانی ہے یہانتک توہم نے خاص عیسائیون کی اوس تعریض کا جواب دیا ہے جس نے شبلی صاحب کو ڈراکر اور خوف دلاکر قدیم شعراے اسلام کے اشعار پر اون سے موضوعیت کا قلم پھروا دیا ہے شعراے عرب کے کلام قدیم پر موضوعیت کا الزام یا اون کے بعد مورخین محققین عرب پر وضاعی کا اتہام شبلی صاحب کے ضعف استدلال کی قوی دلیل ہے۔ یہ آپ کی کمزوری ہے جس نے مخالف کے جواب مین آپ کو آسانی اور سہولیت کی غرض سے اصلیت کلام کے انکار کی ترکیب بتلائی اور آپ نے بھی آسان اور سہل تدبیر اختیار فرمائی۔ حالانکہ ان مین سے اکثر اشعار عموماً اور پیشعر اور اسکے ایسے ابیطالب کے اکثر اشعار خصوصاً۔ روایت و درایت دونون طریقون سے ثابت ہوچکے ہین اور اصل واقعہ کی زمانہ سے آجتک مفسرین۔ محدثین۔ مورخین اور محققین اسلامی کی تصنیفات وتالیفات مین نقل ہوتے آئے ہین پھر آج انپر موضوعیت کا الزام لگانا اور مخالفین اسلام کے سامنے اپنے محققین اسلامی کو وضاع وکذاب ٹھیرانا ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ اون زبان درازون سے اسلامی اخبار وآثار کا مضحکہ اڑوانا ہے۔ دیکھئے شبلی صاحب نے خطیب بغدادی کے قول منفرد پر اعتبار کرکے امام سبکی قرطبی شعرانی عسقلانی بیہقی۔ احمد بن الحسین الموصلی المعروف بہ ابن وحشی۔ علامہ ابن سلامۃ القضاعی۔ علامہ علی الاجہوری۔ امام تلمسانی علامہ ابوطاہر۔ علامہ برزنجی۔ اور امام الحرمین اسفرائنی وغیرہم امثالہم۔ اتنے محدثین وناقدین حدیث اور اسیطرح۔ ابن ہشام۔ طبری۔ ابن اثیر علامہ حسین دیاربکری۔ صاحب تاریخ الخمیس اور ابوالفداء وغیرہم کے ایسے مورخین معتبرین کو جھوٹا بتلایا۔"

اگر ان بزرگون کی تصنیفین تحریر کتاب کے وقت۔ آپ کے پاس موجود نتھین تو صرف شرح زرقانی ہین۔ اس شعر اور اسکے ساتھ اور چند اشعار کی خاص تصنیف ابیطالب ہونیکی تحقیقی اور تفصیلی بحث ملاحظہ فرمائی ہوتی۔ تو حقیقت کا انکشاف ہوگیا ہوتا۔ دیکھئے علامہ دمیری نے حضرت عبدالمطلب کیطرف اس شعر کی نسبت کی تھی۔ آپ کی طرح نہ اسکی بے اصلیت نقل کی تھی اور نہ موضوعیت مگر زرقانی نے دمیری کی اس غلط فہمی کی جن لفظون مین کی ہے وہ یہ ہین۔ وھذا البیت من ابیات فی قصیدۃ لابی طالب۔ وعلی الصواب وقول الدمیری وتبعہ جماعۃ انہ بعبد المطلب غلط یہ قول کہ شعر ابیطالب کے قصیدے کا ہے صحیح ہے اور علامہ دمیری اور

آیا اس دعوی کا کہ بخاری میں ایک ضعیف روایت بھی نہیں۔ یا اس معترفانہ تنقید و تردید کا جو اوپر ابھی لکھی گئی۔ آپ کے وہ اصول کہ حدیث کے مقابلہ میں سیرت کے جو واقعات قابل اعتماد نہیں۔ ایسی حالت میں مانے جائیں گے یا اس واقعہ میں آپ کی رقمزدہ اور اقرار کردہ صورت حال پر اعتبار کیا جاوے گا۔

صورت حال تو یہ بتلا رہی ہے کہ صحیحین بخاری اور ابن ماجہ نے اپنی غلط فہمی سے۔ یا عربی کی عدم لغت دانی سے یا یوں کہیے کہ محض نادانی سے اس حدیث کو ایک غلط صورت میں دکھلایا مگر اون میں نامعتمد علیہ سیرت نگاروں نے تو قراریط کے بالکل صحیح معنون میں اوسی طرح سمجھا ہے جس طرح شبلی صاحب خود بھی سمجھے ہیں اور دنیا کو سمجھا رہے ہیں طبقات ابن سعد۔ حدیث کی کتاب نہیں۔ وہ زیادہ سے زیادہ من حیث التاریخ۔ ایک سیرۃ یا تذکرہ کی کتاب سمجھی جاتی ہے اور نہایت معتبر اور اپنے اوستاد۔ واقدی کی کتاب سے بھی معتبر ترین۔ ہم اپنے مرقومہ بالا سلسلہ بیان میں اوسکی اصل عبارت سے لکھ چکے ہیں اور پھر اس واقعہ کی نسبت اوسکے لفظ لکھے دیتے ہیں افارعیتها لاهل المکة بالقراریط میں قراریط پر اہل مکہ کی دنبیاں چراتا تھا۔ اس سیرت نگار نے بالکل اپنے سیدھے سادے اور معمولی اصول کے

حاشیہ صفحہ دیگر اور اونکے گروہ تبعین کا یہ قول کہ یہ عبد المطلب کا شعر ہے بالکل غلط ہے۔ شرح زرقانی جلد اول ص ۲۳۱

اس کے بعد زرقانی۔۔ اسکے ثبوت میں۔ امام بیہقی کے اسناد سے وہ واقعہ لکھتے ہیں جس میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابیطالب کے اس شعر کی خود تصدیق فرمائی ہے اور اونکی خاص تصنیف کردہ بتلایا ہے جس کو ہم پوری تفصیل سے اوپر لکھ آئے ہیں پھر جب اس شعر اور اسکے اکثر اشعار کی اصلیت نقادان فن کی تنقید و تحقیق کامل سے شبلی صاحب سے صدہا برس قبل ثابت ہو چکی ہو تو پھر اسکی موضوعیت پر بحث کرنا ایک فضول کوشش ہے۔ اب ہر شخص بلا تکلف عینی صاحب کی تنہا رائے کو زرقانی کے تفصیلی استدلال سے مقابلہ کر کے شبلی صاحب کی غلط فہمی کو خود سمجھ لیگا خصوصًا بیہقی کے اسناد سے تو اسکی روایت درایت کے پایہ امتیاز تک پہونچی ہوئی ثابت ہوتی ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ مخبر صادق علیہ السلام کی تصدیق کے بعد پھر کس مسلمان کو اسکی تکذیب یا موضوعیت کا گمان ہو سکتا ہے۔

اب اس امر کے متعلق ایک امر کی تحقیق اور باقی ہو اور وہ یہ ہے کہ مولوی شبلی صاحب شعرائے قدیم کے ان اشعار کی موضوعیت کی نسبت لکھتے ہیں "لطیف تر بات یہ ہی کہ ابن ہشام ان اشعار کو نقل کر کے اکثر موقعوں پر لکھ دیتے ہیں کہ فن شعر کے ماہرین ان اشعار کی نسبت انکار کرتے ہیں۔ مثلاً سریہ ابو عبیدہ بن الحرث میں (ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۳ مطبوعہ مصر) حضرت ابوبکرؓ کا ایک قصیدہ نقل کیا ہی اور لکھا ہے اکثر اهل العلم بالشعر ینکر هذه القصیدة لابی بکرؓ اکثر اہل علم و شعر اس بات کے منکر ہیں کہ یہ قصیدہ حضرت ابوبکرؓ کا ہے۔

ہمکو نہ حضرت ابوبکرؓ کے قصیدہ کی تحقیق سے واسطہ ہے اور نہ اُمیہ بن ابی الصلت کے خطبہ اور اشعار کی تفتیش سے سروکار اور نہ اس سے غرض ہے کہ ابن اسحاق نے حضرت ابوبکر کے قصیدے کی موضوعیت کا کہاں تک خود اعتراف کیا ہے۔ ہمکو تو جو کچھ تحقیق کرنا ہی یا لکھنا ہے وہ صرف حضرت ابیطالبؑ کے اس قصیدہ اسکے اشعار اور خاصکر مذکورہ بالا شعر کی نسبت جو ہماری موجودہ بحث کا اصلی موضوع ہی۔ اب ہم کو یہ دیکھنا ہے اور دکھلا دینا ہی کہ اسکے متعلق محمد ابن اسحاق نے نقل کرنے کے بعد اپنا کیا مختار قائم کیا ہی جس اتفاق سے ابن ہشام کی بھی

مطابق اس واقعہ کو آنحضرت صلعم کے دس برس کی عمر کی حالات مین اوسیطرح مندرج کیا ہے جسطرح شبلی صاحب نے اپنی سیرت مین۔ نہ بخاری صاحب کی طرح اس واقعہ کے لئے کوئی عنوان قایم کیا ہے اور نہ کوئی خاص باب باندہا ہے۔ نہ اسکو رسولؐ کی ابتدائی معیشت کے اسباب و ذرایع ٹہیرائے ہین۔ نہ اسکو مزدوری اور اجارہ بتلایا ہے جو لکہا ہی وہ اتنا ہے ذکر عمله رسول اللہ صلعم الغنم بمکہ یعنی مکہ مین رسول صلعم کا دنبیان چرانا۔

ایک لطیف بات تو یہ ہے کہ اسوقت قراریط کے متعلق جو صحیحین بخاری اور ابن ماجہ سے شبلی صاحب اختلاف و اجتناب اختیار فرماتے ہین اور مجبور ہو کر اوبعض غیر مستند نا معتمد اور غیر مفید سیرت نگارون پر اعتبار کرتے ہین جب ایک محقق کے آگے آپ کے یہ اصول موضوعہ اور اہل صحاح کی نا انصافانہ جنبہ داری اور اہل سیرت کی بے اعتباری پیش کیجاویگی۔ جو آپ مقدمہ کتاب مین لکہہ چکے ہین تو وہ آپ کی جامعیت و صلاحیت پر حسرت و افسوس کرکے اتنا ضرور کہدیگا ؎ ببین عقل و دانش بباید گریست۔

اصل واقعہ کی حقیقت کا انکشاف

اس بحث کے متعلق تمام مرقومہ بالا جزوی اور کلی ضروریات کو لکہہ کر ہم اصلی واقعہ کی حقیقت کا انکشاف کرتے ہین اور وہ یہ ہے کہ عرب کی قدیم دستور کے مطابق جیسا کہ شبلی صاحب لکہتے ہین اور عرب کی تمام قدیم سیرت۔ تاریخ اور اشعار سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ ایام طفولیت مین جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی دنبیان چرائی ہین۔ اور اوسوقت کے ملکی اور قومی تمدن معاشرت اور تہذیب کے اعتبار سے آپ کا یہ ابتدائی مشغلہ معیوب نہین کہا جا سکتا۔ اس لئے۔ اس کی وجہ سے نہ آپ کے خاندانی اعزاز و اقتدار مین کوئی کمی آسکتی ہے اور نہ آپکی روحانی عظمت پر اور شان رسالت پر کوئی حرف آسکتا ہی۔ خاندانی اعزاز کیلئے

حاشیہ صفحہ دیگر اور مطبع کا شبلی صاحب حوالہ دیتے ہین وہی میرے پاس بھی موجود ہے میں اوس مین جب اس قصیدہ کو تلاش کرتا ہون تو صفحہ ۹۱ سے لیکر صفحہ ۹۴ تک کے تین ثلث صفحون تک اس تمام قصیدے کو لکہا ہوا پاتا ہون اسمین کل ۹۴ شعر ہین جنمین سے شعر زیر بحث ۳۰ نمبر کا شعر ہے۔ پورے قصیدے کے خاتمہ پر یہ لکہی ہے قال ابن هشام هذا ما صح لی من هذه القصیدة وبعض اهل العلم بالشعر ینکر اکثرها۔ ابن ہشام کہتے ہین کہ اس قصیدے کے اتنے شعر جو لکہے گئے ہین میرے نزدیک صحیح ہین لیکن بعض علماے شعر ان مین سے اکثر اشعار کا انکار کرتے ہین۔ ابن ہشام مؤلف سیرۃ کی تحقیق سے تو اس قصیدہ کے جتنے شعر اونہون نے لکہے ہین وہ سب کے سب اون کے نزدیک صحیح ہین۔ مگر بعض علما شعر ان مین سے اکثر اشعار کا انکار کرتے ہین مولوی شبلی صاحب کا ابن اسحق یا ابن ہشام کے اس انکار سے جو اونہون نے حضرت ابو بکرؓ کے قصیدے کی نسبت تحریر کیا ہے ابیطالبؑ کے قصیدے کی موضوعیت کیسے ثابت ہوتی ہی نیجہ تو آپ کے مدعا کے خلاف ہی وہ کہتے ہین میرے نزدیک تو یہ تمام ۹۴ شعر صحیح ہین یعنی ابیطالب کے خاص طبعزاد ہین لیکن بعض شعرا انمین سے اکثر اشعار کو ابیطالب کی تصنیف نہین سمجہتے ہین۔ یہ سمجہین یا وتنے شعر نہین سہی بقول حزین ؎ دو صد شعر دیوان من در رفت رفت۔ ابن ہشام کی اس تحریر سے آپ کے اس دعوی کی کہ ابیطالبؑ کا یہ قصیدہ لامیہ سرتا پا موضوع ہے کیسے ثابت ہوا۔ ہان یہ ہوسکتا ہی کہ چند شعر انمین

اسوجہ سے معیوب نہین ہوسکتا کہ عرب کے تمام امرا۔ رؤسا اور شرفا کے عام طبقات مین جاری تھا۔ مرتبہ رسالت اور درجہ روحانیت کے لحاظ سے بھی اسلئے قابل الزام نہین کہ تمام کتب انبیاؑ سے حضرات انبیاؑ و مرسلین کا دُنبیان چرانا ثابت ہے۔ جیساکہ اس کتاب کی جلد اول مین ابوالانبیا حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و آلہ و علیہ السلام کے حالات واقعات مین بالتفصیل لکھا جا چکا گیا

اصلیت اور حقیقت یہ ہے کہ دُنبیوں کی یہ گلہ بانی بھی حقیقتاً تخصیصی تھی تعمیمی نہین تھی۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صرف اپنے گھر کی دُنبیوں کی گلہ بانی اور نگرانی فرماتے تھے۔ عام طور سے اہل مکہ کی نہین۔ محدثین نے غلط سمجھا ہے اور اسی غلط فہمی کے باعث آنا فسانہ برپا ہوا ہے۔ اسمین شک نہین کہ اہل مکہ کا لفظ سیرت کی کتابون مین بھی ویسی ہی ہے جیسے حدیثون کی کتابون مین حقیقت تو یہ ہے کہ اہل مکہ سے اپنا گھر اور اپنا قبیلہ مراد ہے کیونکہ بنی عبدالمطلب یا بنی ہاشم قریشی بھی تھے اور مکی بھی۔ حدیث کی کتابون اس تخصیص کو کہین ظاہر نہین کرتین۔ سیرت نے جناب رسول خدا صلعم کے خاص ارشاد سے اس تخصیص کا اظہار ثابت کر دیا ہے۔ چنانچہ اوسی طبقات ابن سعد مین یہ واقعہ درج ہے جس سے حقیقت حال کا پورا انکشاف ہو جاتا ہے عبارت یہ ہے۔

انّ النبیؐ صلعم قال بعث موسیٰ و ھو راعی غنم و بعث داؤد و ھو راعی غنم و بعثت و انا ادعی غنم اھلی باجیاد۔

طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۸۰ جزمن

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ مبعوث ہوئے وہ بھی دُنبیوں کے چرواہے تھے اسکے بعد حضرت داؤد مبعوث ہوئے وہ بھی دُنبیوں کے چرواہے تھے۔ اونکے بعد مین مبعوث کیا گیا مین نے بھی اپنے گھر کی دنبیاں اجیاد (پہاڑ کا نام ہے جو قراریط کے پاس ہے) پر چرائی ہین۔ طبقات ج ۱ ص ۸۰

شبلی صاحب نے اس مسئلہ مین تنقید و تردید سب کچھ تو تمام کر دیا۔ مگر اسکی تخصیص کیطرف ذرا توجہ نفرمائی۔ گویا آپکی تحقیق مین پیغمبر عرب کا اجرت و معاوضہ پر تمام اقوام مکہ کی دُنبیان چرانا ثابت ہے۔ اور یہ امر آپ کے نزدیک نہ بنی ہاشم کی عظمت و اقتدار کا منافی ہے اور نہ شان رسالت کا مناقض حالانکہ اصُول تعمیم سے بھی اوسوقت کی قدیم معاشرت۔ تہذیب و تمدن کے سراسر خلاف ہے۔ اور اسوقت بھی کوئی شخص نہین مان سکتا کہ شرفا۔ رؤسا اور امرائے مکہ کے بچے اپنے سے کم درجہ قبائل اور ارزال قوم کی دنبیان چرانا گوارا کرتے ہون گے۔ بخلاف اسکے ہر شخص بلا تکلف مان لیگا کہ اوسوقت کے شرفا۔ رؤسا اور امرائے مکہ کے بچے اپنے گھر یا اپنے قبیلے کی دُنبیان شہر کے بیرونی مقامات مین چرایا کرتے تھے جیساکہ خود آنحضرت صلعم کی زبانی ابن سعد کی عبارت سے ثابت ہے۔ افسوس ہے کہ شبلی صاحب کی محققانہ نگاہ طبقات ابن سعد کے اس آخر واقعہ مندرجہ پر نہ پہونچ سکی۔ اگر پہونچ سکی ہوتی۔ تو ہمکو جیسا یقین ہے وہ تخصیص کے مسئلہ کو بھی صاف فرما دیتے۔ یہ تو مؤلف کی کوتہ قلمی ہے یا قصیر النظری۔

حاشیہ صفحہ دیگر — ابیطالب کی تصنیف ہون۔ اسکو ہم بھی مانتے ہین اور ہمارے متدین اسلامی مورخ نے بھی لکھدیا ہے شبلی صاحب کی یہ تحقیق نا اصلیت و حقیقت واقعات کیا بتلائی گی۔ اور تاریکی اور عدم واقفیت مین اولجھا دیگی المؤلف عفی عنہ

سفر شام اور راہب بحیرا کا مشہور واقعہ

بارہ برس کے سن مین جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عم محترم حضرت ابیطالب کے ساتھ ملک شام کا سفر کیا۔ ابن سعد طبقات مین اس سفر کی کیفیت یون لکھتے ہین۔

لما بلغ رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم اثنی عشر سنۃ خرج بہ ابیطالب الی الشام فی العیر التی خرج فیھا للتجارۃ فنزلوا بالراھب بحیرا فقال لابی طالب فی النبی صلے اللہ علیہ و الہ وسلم ما قال و امرہ ان یحتفظ بہ فردہ ابوطالب معہ الی مکۃ وشب رسول اللہ صلعم مع ابی طالب

جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارہ برس کی عمر کے ہوئے تو جناب ابیطالب آپکو ہمراہ لیکر قریش کے قافلہ تجارت کے ساتھ شام کیطرف روانہ ہوئے اور بحیرا نامی راہب عیسائی کے مسکن پر منزل گزین ہوئے۔ بحیرا نے حضرت ابی طالب سے جناب رسولخدا صلعم کی نسبت وہ سب باتیں کہدین جو اوس کو آپ سے کہنی تھین اور آپ کی حفاظت و نگرانی کے متعلق تاکید کردی۔ چنانچہ حضرت ابیطالب آپ کو وہین سے اپنے ہمراہ مکہ واپس لائے

(طبقات ص ۷۶)

اس عربی کی مستندترین سیرت مین تو یہ واقعہ اتنا ہی ہے جو لکھا گیا۔ سیرۃ النبی مین شبلی صاحب نے حق ناحق اسکو ایک معرکۃ الآرا مسئلہ تاریخی بنا دیا ہے۔ اور حدیث و سیرت کی تحقیق و تنقید کے باہمانہ امتزاج سے وہ خلط مبحث تیار کیا ہے کہ صاف طبعان زمانہ کی عام بدمزگی اور ناگواری کا باعث ہوتا ہے۔ شبلی صاحب کی عبارت ذیل مین ملاحظہ ہو۔

ابوطالب تجارت کا کاروبار کرتے تھے۔ قریش کا دستور تھا۔ سال مین ایک مرتبہ تجارت کی غرض سے شام کو جایا کرتے تھے۔ آنحضرت صلعم کی عمر تقریباً بارہ برس کی ہوگی کہ ابو طالب نے سفر شام کا ارادہ کیا۔ سفر کی تکلیف یا کسی اور خیال سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ لیجانا نہین چاہتے تھے لیکن آنحضرت صلعم کو ابیطالب سے اسقدر محبت تھی کہ جب ابیطالب چلنے لگے تو آپ اون سے لپٹ گئے۔ ابوطالب نے اب انکی دلشکنی گوارا نہ کی اور ساتھ لے لیا۔ عام مورخین کے بیان کے موافق بحیرا کا مشہور واقعہ اسی سفر مین پیش آیا اس واقعہ کی تفصیل اسطرح بیان کیگئی ہے۔ کہ جب ابیطالب بصرے مین پہونچے تو ایک عیسائی راہب کی خانقاہ مین اوترے جس کا نام بحیرا تھا۔ اوس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھکر کہا کہ یہ خیر المرسلین ہین۔ لوگون نے پوچھا تم نے کیسے جانا تو اوس نے کہا جب تم لوگ پہاڑ سے نیچے اوترے تو جسقدر درخت اور پتھر تھے سب سجدے کے لئے جھک گئے۔ طبری نے مختلف طریقون سے اس واقعہ کو لکھا ہے۔

طبری کے مختلف طریقون مین سے صرف ایک طریقہ کا خلاصہ اور ماحصل شبلی صاحب نے لیا ہے اور اوسپر ذیل کی تنقید لکھی ہے۔ یہ روایت مختلف طریقون مین بیان کیگئی ہے تعجب یہ ہے کہ اس روایت سے جسقدر تمام مسلمانون

کو شغف ہوا اس سے زیادہ عیسائیوں کو ہے۔ سر ولیم میور۔ ڈریپر اور مارگیولوس وغیرہ سب اسے عیسائیت کی فتح عظیم خیال کرتے ہیں اور اس بات کے مدعی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مذہب کے حقائق و اسرار اسی راہب سے سیکھے۔ اور جو نکتے اس نے بتا دیے تھے انھیں پر آنحضرت صلعم نے عقائد اسلام کی بنیاد رکھی اسلام کے تمام عمدہ اصول انہیں نکتوں کی شرح اور حواشی ہیں عیسائی مصنفین اگر اس روایت کو صحیح مانتے ہیں تو اوسی طرح ماننا چاہیے جس طرح روایت میں مذکور ہے۔ اس میں بحیرا کی تعلیم کا کہیں ذکر نہیں قیاس میں بھی نہیں آسکتا کہ دس بارہ برس کے بچے کو مذہب کے تمام حقائق سکھائے جاویں۔ اگر یہ کوئی خرق عادات تھا تو راہب بحیرا کو تکلیف کرنیکی کیا ضرورت تھی۔

مولوی شبلی اپنی جبلی عادت سے مجبور ہیں۔ آپ ایک حد تک معقول اور کافی جواب دے چکے اب اس سے زیادہ انکشاف تو پھر وہی انباہی پردہ فاش کرنا ہے "اب ان الفاظ میں اس روایت کی تنقید کیا تکذیب فرمائی جاتی ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت ناقابل اعتبار ہے۔ اس روایت کے جتنے طریقے ہیں سب مرسل ہیں یعنی راوی اول واقعہ کے وقت موجود نہ تھا۔ اور اس راوی کا نام بھی نہیں بیان کرتا۔ جو شریک واقعہ تھا اس کا سب سے زیادہ مستند طریقہ یہ ہے جو ترمذی میں مذکور ہے۔ اسکے متعلق تین باتیں قابل لحاظ ہیں (۱) ترمذی نے اس روایت کے متعلق لکھا ہے کہ حسن اور غریب ہے۔ اور ہم اس حدیث کو اس طریقہ کے سوا اور کسی طریقہ سے نہیں جانتے ہیں (۲) حسن کا مرتبہ حدیث صحیح سے کم ہوتا ہے اور جب غریب ہو تو اوسکا رتبہ اور بھی گھٹ جاتا ہے (۳) اس حدیث کا ایک راوی عبد الرحمن ابن غزوان ہے۔ اسکو بہت سے لوگوں نے اگرچہ ثقہ بھی کہا ہے لیکن اکثر اہل فن نے اس کی نسبت بے اعتباری ظاہر کی ہے۔ علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں کہ عبد الرحمن منکر حدیثیں بیان کرتا ہے جن میں سب سے منکر وہ حدیث ہے جس میں راہب بحیرا کا واقعہ مذکور ہے (۴) حاکم نے مستدرک میں اس روایت کی نسبت لکھا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرائط کے مطابق ہے علامہ ذہبی نے تلخیص المستدرک میں حاکم کا یہ قول نقل کر کے لکھا ہے کہ میں اس حدیث کے بعض واقعات کو موضوع جھوٹا اور بنایا ہوا خیال کرتا ہوں (۵) اس روایت میں مذکور ہے کہ حضرت بلال اور ابوبکر بھی اس سفر میں شریک تھے۔ حالانکہ بلال کا اسوقت تک وجود بھی نہیں تھا اور حضرت ابوبکر بچے تھے (۶) حدیث کے آخر راوی ابوموسی اشعری ہیں جو خود شریک واقعہ نہیں تھے۔ اور اوپر کے راوی کا نام بھی نہیں بتاتے (۷) ترمذی کے علاوہ طبقات ابن سعد و مستدرک وغیرہ میں جو سلسلہ سند مذکور ہے۔ سب مرسل ہیں۔ یعنی بیچ میں ایک راوی چھوٹ گیا ہے (۸) حافظ ابن حجر اس حدیث کو صحیح تسلیم کرتے ہیں لیکن چونکہ حضرت ابوبکر اور بلال کی شرکت بالبداہۃ غلط ہے اسلئے مجبورا اقرار کرتے ہیں کہ اسقدر حصہ غلطی سے روایت میں شامل ہو گیا ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر کا یہ ادعا بھی

صحیح نہیں کہ اس روایت کے تمام رواۃ قابل سند ہیں عبدالرحمن ابن غزوان انکی نسبت خود انھیں حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب مین لکھا ہے کہ وہ خطا کرتا تھا۔ اسکی بابت اسوجہ سے شبہہ پیدا ہوتا ہو کہ اوس نے ممالیک کی روایت نقل کی ہے۔ ممالیک کی ایک روایت ہے جسکو محدثین جھوٹ اور موضوع خیال کرتے ہین سیرۃ النبی ۱۳۳

چونکہ شبلی صاحب نے اپنی تنقید کی عبارت پائین صفحہ نہیں لکھی ہے بلکہ اصل کتاب کی عبارت مین داخل کردی ہے اسلئے اسکی نسبت مجھکو جو کچھ عرض کرنا ہے وہ مین بھی حاشیہ زیرین کی عبارت مین نہین بلکہ اپنے اصلی سلسلہ بیان مین منضم کرتا ہون۔

شبلی صاحب کے ایسے محقق زمانہ کی مرقومہ بالا تنقید۔ جو شاید کہ عیسائیون کے اعتراض کی تردید مین لکھی گئی ہے جب وقت حقیقت کی نظر سے دیکھی جاویگی تو جیسا ہم اوپر بیان کرآئے ہین اسوقت بھی پھر یہی عرض کرینگے کہ آپ کے اس ناگوار اور غیر استوار طریقہ تنقید و استدلال سے نہ معترضین کی تردید ممکن ہوسکتی ہے اور نہ تسکین بلکہ آپکی موجودہ تنقید تو آپکے محدثین و محققین کی کوتہ بینی۔ کوتہ نظری اور کوتہ عقلی کی حقیقت مخالفین و معترضین اسلام پر واضح اور روشن کرتی ہی اور آپ کی جدت پسندی کا یہ طریقہ ہی جو معترضین کے ارادہ تعریض اور حوصلہ تکذیب کو اور وسیع کردیتا ہے۔ ہر شخص آپکے مرقومہ بالا تنقید کو پڑھکر بلا تکلف سمجھ لیگا کہ اسلامی مؤلفین اور مصنفین مین محدثین سے لیکر مورخین تک سب کے سب غلط نگار رہے تھے اور کورانہ نقل کرنے کے عادی۔ بد قسمتی سے اس سلسلہ مین مورخین کا کیا ذکر۔ محدثین صحاح امام بخاری امام مسلم۔ امام ترمذی۔ امام مالک وغیرہ سب ہی داخل ہین۔

آپ کی تنقید کی صورت حال کا ایک رخ تو یہ قایم ہوتا ہے۔ اوسکا دوسرا رخ یون نمایان ہوتا ہے کہ ترمذی صاحب اپنی صحیح مین اس واقعہ کو لکھتے بھی ہین اور پھر اوسکی صداقت مین عیب بھی لگادیتے ہین۔ پھر صحیح مین ایسے مشکوک یا ساقط از اعتبار مرویات کے اندراج کی ضرورت ہی کیا تھی۔ حاکم صاحب بڑے شد و مد سے بخاری صاحب اور مسلم صاحب کے شروط پر اسکی صداقت و صحت کا چیلنج دیتے ہین۔ لیکن ذہبی صاحب۔ حاکم صاحب کی انتہا پسندی کو اعتدال کے درجہ تک گھٹا لاتے ہین اور چونکہ اسمین بخاری و مسلم کی شرط صحت لگی ہے اس بناپر اسکو بالتمامہ غلط ٹھیرانے کی تو جرأت کرتے نہین فرماتے ہین کہ مین اس حدیث کے بعض فقرات کو موضوع۔ جھوٹا اور بنایا ہوا خیال کرتا ہون۔

اگر غور سے موجودہ صورت حال پر نظر ڈالی جائے تو شبلی صاحب کی اس تنقید مین مرقومہ بالا دو رخون کے علاوہ ایک تیسرا پہلو بھی نظر آتا ہے وہ حافظ ابن حجر شارح صحیح بخاری کا خاص طرز بیان ہے۔ ان بزرگ پر آخر شبلی صاحب کو غصہ آہی گیا اور انپر رواۃ پرستی کا الزام لگا ہی دیا گیا آپ کے نزدیک ابن حجر نے نہایت نازیبا اور بدنما پہلو بدلا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اس روایت کی صحت کو بھی تسلیم کیا ہی لیکن چونکہ حضرت ابوبکر اور بلال کی شرکت بداہۃً غلط ہے۔ اسلئے مجبوراً اقرار بھی کرلیا ہے کہ اسقدر حصہ غلطی سے روایت مین شامل ہوگیا ہے۔ یہان تو ابن حجر نے اس کی صحت کی تصدیق کی وہان کتاب تہذیب التہذیب مین عبدالرحمن ابن غزوان کو حدیث مین خطا کرنے والا بھی لکھدیا ہے ابن حجر کی اسی دو رخی راے پر شبلی

صاحب کو طیش آگیا۔

مگر ہم شبلی صاحب سے عرض کرتے ہیں کہ آپ کا یہ عتاب بیجا ہے اور طیش بیکار جب آپ صاف صاف ابن حجر کا یہ قول خود لکھ رہے ہیں کہ روایت میں اوس حصہ واقعہ کے داخل ہو جانے سے جو بہی غلط ہے اوس کی کیفیت صحیح ہونے میں کلام ہے تو وجہ کیا کہ آپ کو یہ بیجا برافروختہ ہونیکا کیا حق ہے۔ اب رہا یہ امر کہ ابن حجر بھی۔ آپ اور آپ کے چند ہمخیال مولفین و مورخین کی طرح اس روایت کے سراپا موضوع اور بالکل غلط ہونے کیوں قائل نہ ہوئے تو آپ کا یہ گلہ آپ کے حسن و تعقل کا پتا اور ناز بیجا کا پورا مزہ دیتا ہے اسکی وجہ بالکل صاف ہے اور روشن۔ ابن حجر معمولی پایہ کے بزرگ نہیں تھے صحیح بخاری کے شارح شروح بخاری میں انکی شرح کا سب پلہ بہاری ہے۔ وہ اپنے اصول و مختار مقررہ کی بڑی پابند تھے۔ وہ جانتے تھے کہ صحیحین کے شروط کے مطابق جو ہیں بقول آپ کے کہ ایک ضعیف سے ضعیف روایت بھی نہیں جیسی ایکی بیہودہ کی روایات کو سراپا غلط اور موضوع بتاسکے اور ایسی جرأت وہ مستند شیخ الکتاب کی عظمت ہرگز نہ کرتے۔ اونکی تشریح آپ کی سیرت النبی کا مقدمہ تو تھی ہی نہیں جس میں ابتدا تو کتب صحاح کو عموماً اور صحیحین بخاری و مسلم کو خصوصاً مسلم صداقت سے مانا گیا قرآن مجید کا درجہ تبلایا جاتا ہے۔ مگر بالآخر تمام سلسلہ بیان اور مباحث تالیفی میں ذخیرہ موضوعات کا انبار اور افتراآت کی دفتر ٹھیرایا جاتا ہے۔ اب فرمایا جاوے کہ آپ کا یہ طریق موجودہ صورت حال میں آپ کے لئے کون نتیجہ تیار کریگا۔ اور آپ اپنی ایسی روش انحراف کے مقابلہ میں۔ ابن حجر کے اختلاف کیلئے اون پر دواقہ کی نسبت کیا الزام دینگا سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بخاری ہوں یا مسلم ہوں یا ترمذی۔ مالک ہوں یا ابن حجر ہوں یا مولوی شبلی۔ اصلیت سب بتا اور سب سے علیحدہ ہے چون ندید ند حقیقت رہ افسانہ زدند۔ یہ واقعہ روایت اور درایت دونوں طریقوں سے صحیح ہے حضرت ابوبکر اور حضرت بلال کی شرکت کے غلط اضافے نے یہ سارے مفسدے پیدا کر دے جو حقیقتاً ایسا سفید جھوٹ ہے جو کسی طرح نہیں چھپ سکتا۔ ایسی کوری بیعقلی ہے جسکی تاویل ممکن نہیں سو کیا۔ بنے بات جہان بات بنائے نہ بنے حقیقت ابن حجر سے کوئی بات نہیں بن سکتی تھی۔ اونہوں نے صرف اس حصہ حدیث کے غلطی سے اصل حدیث میں مخلوط ہو جانے کا اعتراف کر دیا تو کیا برا کیا۔ یہ تو اوسکا ضعف تدین نہیں کہا جا سکتا بلکہ اوسکا حسن تدین اور اپنے اصول کی کمال پابندی قرار دیجاویگی۔ شبلی صاحب اپنے مولفانہ تلون پر ذرا بھی خیال نہیں فرماتے۔ میری دانست میں ابن حجر نے ذہبی سے زیادہ قصور نہیں کیا ہے۔ آپ خود تلخیص مستدرک سے ذہبی کا یہ قول اوپر نقل فرما چکے ہیں کہ میں اس حدیث کو موضوع جھوٹا اور بنایا ہوا خیال کرتا ہوں۔ اب اس بیان کو ابن حجر کے کلام سے ملایا جاوے تو مدعا دونوں کا ایک ہی پایا جاویگا۔ فرق یہ ہے کہ ذہبی نے بڑے حزم و احتیاط سے اوس غلط حصہ روایت یا واقعہ کا نام نہیں تبلایا اور ابن حجر نے اپنے کمال تدین سے اوس غلط حصہ روایت یا اضافہ حدیث کو تبلادیا لیکن مشکل تو یہ ہے کہ اب آپ کو یہ کون تبلانے کہ کن لوگوں نے کس غرض و غایت سے یہ جوڑ جوڑ لگایا ہے اکنون کرا دماغ کہ پرسد زباغبان ❊ بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد ❊

صحیحین کے استحفاظ مراتب کا یہ مستحسن طریقہ تھا کہ یہ بحث یہین تک رہنے دیجاتی۔ اور اس اضافہ کی وجہ اور اضافہ کرنیوالے کی تلاش نکیجاتی۔ ہمکو کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی کہ یہ حدیث جو صحاح کے معتبر کتابون مین سے لیکر حدیث کی تمام چھوٹی بڑی کتابون مین اُسوقت سے لیکر اسوقت تک نقل ہوتی چلی آئی ہے۔ صرف اپنے ایک حصہ کی غلطی کیوجہ سے بالکلیہ غلط ہوجائے گی یہ اصول آئین تنقید کے مطابق ثابت ہوتا ہے اور نہ قواعد کلام کے موافق عبدالرحمن ابن غزوان کی جرح و قدح بھی اصولاً ایسی مستحکم اور ناقابل التاویل نہین معلوم ہوتی اسی روایت کی نسبت آپ خود اعترافاً تحریر فرماتے ہین کہ اسکو بہت سے لوگون نے ثقہ بھی لکھا ہے اور بعض نے منکر بھی۔ اس بنا پر اسکے قطعی کاذب اور وضاع ہونیکی بھی دلیل قایم نہین ہوسکتی۔ صرف ذہبی نے اسکو منکر لکھا ہے اور اوسکے مرویات سے خصوصاً واقعہ راہب بحیرا کو موضوع بتلایا ہے۔ تو گویا اس کی تنقید مین وہ منفرد ہین۔ اب انکی منفردہ رائے کو کثیر التعداد محدثین کے مختار سے مقابلہ فرمایئن۔ جو اسکی توثیق وصحت کے قائل ہین۔ تو ذہبی کے مختار منفردہ کا کیا وزن رہجاتا ہے۔ اس لئے شبلی صاحب کی یہ تمام کدوکاوش بیکار اور غیر مفید کوشش ہے۔

اس سے کسی کو بھی انکار نہین ہوسکتا کہ عبدالرحمن نے حضرت ابوبکرؓ وغیرہ کی شرکت کے قبل تک اس واقعہ کو پوری اصلیت کے ساتھ بیان کیا۔ اور بقیہ حصہ کو اوس موضوعیت کیساتھ بیان کیا جیسا کہ اوس نے غیرون سے غلط سنا تھا اب رہا یہ امر کہ اس روایت کے تمام طریقے مرسل ہین۔ تو اولاً اصول نقد حدیث کے مطابق مراسیل صحابہ قطعاً درست ہین یہ اعتراض بیجا ہے۔ ثانیاً اس کیلئے صاحبان شیخین جوابدہ ہین۔ جنہون نے نقل ونقد حدیث کے اصول اقسام اور ابواب بھی قایم کئے اور اپنی اپنی تالیفات کو ان اصول موضوعہ کا بظاہر سخت پابند بھی بتلایا۔ پھر ان موضوعات اور لغویات کی بھرتی بھی اونھین کتابون مین بھردی۔ اس کا جواب شیخین صحیحین دیسکتے ہین یا خود شبلی صاحب جو اپنے تعدد کتاب مین اپنے طمطراق سے ان بزرگون کی مدح سرائی کرچکے ہین۔

حقیقت مین شبلی صاحب کی یہ تنقید عیسائیون کی فتح عظیم کی تردید تو کیا کرے گی تائید البتہ کرتی ہے کیونکہ یہ خانہ جنگی باہمانہ تکذیب وتردید۔ تغلیط۔ بعد تصحیح۔ جو اسلامی دائرہ مین۔ اکابرین صحاح سے لیکر عام محدثین وشارحین تک مین پھیلی ہوئی دکھلائی گئی ہے۔ جسوقت مخالفین کی نگاہ سے گذرے گی اونکی تعریض وتردید کے حوصلون کو اور بھی کشادہ کردیگی اور وہ سمجھ لین گے کہ بس یہ حضرات ایسے تھے اور اتنے۔ اپنے خیال مین شبلی صاحب نے عیسائیون کو اس تنقید سے اپنی صفائی دکھلائی ہے۔ مگر اس سے بھی اونکی قیاسی فتح عظیم کی بیخ کنی نہین ہوئی اور اوسکے دفعیہ کا کوئی پہلو بھی اس تحریر سے نہین نکلا سچ تو یہ ہے کہ شبلی صاحب کو وہ پہلو معلوم ہی نہین اور اسکی وجہ یہی ہے کہ عیسائیون کی ذراسی تعریض پر آپ اسقدر مضطرب الحواس ہوجاتے ہین کہ حقیقی واقعات کو چھوڑکر زوائد اور دور از قیاس ذرایع سے جواب دینا چاہتے ہین اور اپنے علما کی تغلیط کے ثبوت دیکر اونکی تردید پیش کرتے ہین جو گویا جواب تسلیمی ہوجاتا ہے۔ دیکھئے شبلی صاحب اس روایت کو

عیسائیت کی فتح عظیم سمجھے ہین وہ حقیقتاً اونکی شکست فاش ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ جیسا آپ کو خوف ہے عیسائی اس روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راہب بحیرا سے رموز نبوت اور اصول شریعت کی تعلیم حاصل کرنا ظاہر کرتے ہین لیکن انکا یہ دعویٰ محض افترا او قطعی بے دلیل ہے۔ یہ مسلم ہے کہ یہی دلیل اونکا اصلی ماخذ ہے۔ مگر اسکی بالتمامہ عبارت سے اونکے دعوے کا ایک حرف بھی ثابت نہین ہوتا۔ روایت موجود ہے عبارت حاضر ہے الفاظ پیش نگاہ ہین۔ کوئی عیسائی بتلادے کہ اسنے کس حوالہ کس حرف و کس لفظ کے یہ معنی ہوتے ہین کہ راہب بحیرا نے محمدؐ کو نبوت کے رموز اور شریعت کے اصول بتلائے۔ جب ایسے معنی نہین نکلتے تو وہ ضرور جھوٹے ہین اور اونکا دعویٰ سراسر جھوٹا ہے اور اونکی فتح عظیم خالی ہوا مین قلعہ بندی ہے۔

یہ تو سرسری طور پر اون کی موہوم فتح عظیم کی حقیقت بیان کی گئی جو شبلی صاحب کو اتنا مخوف اور مضطر بنائے ہوئے تھی۔ ہم نے اوسکو اونکی شکست فاش قرار دیا ہے ہم اب اسکو ثابت کرتے ہین۔ دیکھئے تاریخ طبری کے الفاظ روایت یہ ہین۔

ان ابا طالب خرج فی رکب من قریش الی الشام تاجراً فلما تهيأ الرحيل واجمع السير صب به رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فيما يزعمون فرق له ابا طالب فقال والله لاخرجن به معی ولا يفارقنی ولا افارقه ابداً او كما قال فخرج به معه فلما نزل الركب بصری من ارض الشام وبها راهب يقال له بحيرا فی صومعة له وكان اليه علم اهل النصرانية ولم يزل فی تلك الصومعة منذ قط راهب اليه يصير علمهم عن كتاب فيما يزعمون يتوارثونه كابرا عن كابر فلما نزلوا ذلك العام ببحيرا صنع لهم طعاماً كثيراً وذلك انه راى رسول الله صلعم وهو فی صومعته عليه غمامة تظله من بين القوم ثم اقبلوا حتی نزلوا فی ظل الشجرة قريبا منه فنظر الی الغمامة حين اظلت الشجرة وهصرت اغصان الشجرة علی رسول الله صلعم حتی استظل تحتها فلما رای ذالك بحيرا نزل صومعته ثم ارسل اليهم فدعاهم جميعا فلما رای بحيرا رسول الله صلعم يلحظه لحظا شديدا وينظر الی اشياء من جسده قد كان يجدها عنده من صفته فلما فرغ القوم من الطعام وتفرقوا

جناب ابی طالب قریش کے تجارتی قافلہ کے ساتھ شام کے قصد سے جانے لگے جب اسباب سفر اور سواری کا سامان درست ہو گیا تو جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملول ہوئے اسوجہ سے کہ مشہور تھا کہ آپکے عم محترم آپکو اپنے ہمراہ اس سفر مین نہین لیجائینگے حضرت ابیطالب نے آپکو ملول دیکھکر دل کا باعث اس غلط خبر کو پاکر فرمایا کہ مین اپنی جگر گوشہ کو لئے بغیر کہین باہر نہین جا سکتا اور نہ کسی حالت مین کسی وقت اپنی جگر پارہ کو جدا کر سکتا ہون۔ چنانچہ ابیطالب نے آنحضرت صلعم کو اپنے ہمراہ لیا۔ جب قافلہ شہر بصری مین جو علاقہ شام کے توابعات سے ہی پہونچا تو وہان ایک راہب نصرانی رہا کرتا تھا جس کا نام بحیرا تھا اوسکا وہان خاص صومعہ تھا (خانقاہ) اور وہ اوس زمانے کے تمام نصرانیون مین باعتبار علم کتب سماویہ اعلم الناس تھا اور یہ کمالات علمی اوسکو وراثتاً اوسکے سلسلہ مین ایک بزرگ کے بعد دوسرے بزرگ سے ملے تھے۔ اسی بار یہ قافلہ تجار قریش وہان منزل گزین ہو تو بحیرا نے انکی ضیافت کیلئے بافراط کھانا تیار کیا اور یہ اس باعث سے تھا کہ اُس نے جناب رسولخدا کو اس حالت مین دیکھ لیا اور پہچان لیا تھا کہ بخلاف اور

سئل رسول اللہ صلعم عن اشیاء فی حالہ فی یقظتہ وفی نومہ فجعل رسول اللہ صلعم یخبرہ فیجدھا بحیرا موافقۃ لما عندہ من صفتہ ثم نظر الی ظہرہ خاتم النبوۃ بین کتفیہ قال بحیرا للعم ابا طالب ما ھذا الغلام منک قال ابنی فقال لہ بحیرا ما ھو ابنک لھذا الغلام ان یکون ابوہ حیا قال انہ ابن اخی قال فما فعل ابوہ قال مات وامہ حبلی بہ قال صدقت ارجع بہ بلدک واحذر علیہ یھود فواللہ لئن رأوہ وعرفوا منہ ما عرفت لیبغنّہ شرا فانہ کان شان عظیم فاسرع بہ الی بلدہ فخرج بہ عمہ سریعا حتے اقدمہ مکۃ

طبری ص ۱۲۵ مطبوعہ جرمن

اہلیان قافلہ کے آپ کے فرق مبارک پر ایک پارہ ابر سایہ فگن تھا اس اثنا میں قافلہ کے لوگ آئے اور اوسکے صومعہ کے پاس ایک درخت کے سایہ میں فروکش ہوئے۔ راہب بحیرا اوس ابر سایہ فگن کو برابر دیکھ رہا تھا کہ اوس درخت کی ڈالیاں بھی رسول اللہ صلعم کیطرف سایہ کردینے کی غرض سے جھکنے لگیں۔ تا اینکہ اونھوں نے آپ کے فرق مبارک پر پورا سایہ کرلیا۔ یہ دیکھکر راہب بحیرا اپنے صومعہ سے نیچے اوترا اور تمام مجمع قریش کو اپنے پاس بلایا جب بحیرا کی نظر آپ کے روی منور کیطرف پڑی تو بڑی دیر تک آپ کے جمال مبارک کی زیارت کرتا رہا اور آپ کے جسم مطہر میں اون اشیاء کا مشاہدہ کرتا رہا جو آپ کی صفات کے متعلق اوسکی کتابوں میں لکھے تھے اور اوس نے دیکھے تھے۔ تمام لوگوں نے جب کھانے سے فراغت کی تو بحیرا نے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے خواب و بیداری کے حالات استفسار کئے۔ آپنے اُسے بتلائے تو اوس نے آپ کے جوابات کو بھی اون صفات مخصوصہ کے مطابق پایا۔ جو اوسکی کتابوں میں لکھی تھیں اوسکے بعد اوس نے آپ کی پشت مبارک پر غور کیا۔ تو مہر نبوت کو دوش مطہر کے مابین پایا۔ پھر آپ کے عم محترم ابیطالبؑ کی طرف مخاطب ہوا اور کہنے لگا یہ لڑکا تمہارا کون ہے حضرت ابیطالب نے کہا میرا بیٹا ہے راہب بحیرا نے کہا کہ یہ بیٹا آپ کا ہو نہیں سکتا اس لئے کہ میرے علم میں اس کے باپ کا زندہ رہنا ممکن نہیں ہے حضرت ابیطالبؑ نے جواب دیا کہ میرا بھتیجا ہے بحیرا نے کہا کہ اسکا باپ کیا ہوا ابیطالب نے کہا کہ وہ مرگیا اور اسکی ماں بھی گذر گئی بحیرا نے کہا کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔ اچھا تو آپ اسکو اپنے ہمراہ اپنے شہر کیطرف یہاں سے واپس لے جائیں اور اسکے متعلق یہودیوں سے ہمیشہ خائف رہا کریں قسم خدا کی اگر وہ اسے دیکھہ پائینگے۔ اور اسی معرفت کے ساتھ جیسا کہ میں نے اسکو پہچان لیا ہے وہ بھی پہچان لیں گے۔ تو پھر اسکے ساتھ شر و فساد برپا کرینگے۔ کیونکہ اسکے لئے ایک شان عظیم ودیعت ہوئی ہے۔ یہ سنکر آپ کے عم محترم آپ کو اپنے ہمراہ لیکر وہاں سے واپس ہوئے اور داخل مکہ ہوگئے۔

دوسری روایت طبری کی یہ ہے۔

خرج ابوطالب الی الشام وخرج منہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فی اشیاخ من قریش فلما اشرفوا علی الراھب ھبطوا فحلّوا رحالھم فخرج الیھم الراھب کانوا قبل ذالک یمرون فلا یخرج الیھم ولا یلتفت

حضرت ابوطالب نے شام کا سفر کیا۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ اور تمام اکابرین قریش بھی قافلہ میں شامل تھے۔ جب یہ لوگ دیر راہب کے پاس پہونچے تو اوترپڑے اور اپنی سامان بھی قیام کرنے کی قصد سے اتار لئے

قال فهم يحلون رحالهم فجعل يتخللهم حتى جاء فاخذ بيد
رسول الله صلعم فقال هذا رسول رب العلمين هذا يبعثه
الله تعالى رحمة للعلمين فقال له اشياخ قريش ما علمك فقال
انكم حين اشرفتم من العقبة لم يبق شجرة ولا حجر الا خر
ساجدا ولا يسجدون الا النبي واني اعرفه بخاتم النبوة
اسفل من غضروف كتفه مثل التفاحة ثم رجع فصنع لهم
طعاما فلما اتاهم به كان في رعية الابل قالوا ارسلوا اليه فاقبل
وعليه غمامة فقال انظروا اليه عليه غمامة تظله فلما
دنى من القوم وجدهم قد سبقوه فيها الى فيء فلما
جلس مال الشجرة عليه فقال انظروا الى فيء الشجرة مال
عليه قال فبينما هو قائم عليهم وهو يناشدهم الا يذهبوا
به الى الروم فان الروم ان راوه عرفوه بالصفة فقتلوه
فالتفت فاذا هو بسبعة نفر قد قبلوا من الروم فاستقبلهم
فقال ما جاء بكم قالوا جئنا ان هذا النبي خارج في هذا
الشهر فلم يبق طريق الا بعث اليها ناس وانا اخترنا خيرة
بعثنا الى طريقك هذا قال لهم هل خلفكم خلفكم احد
هو خير منكم قالوا لا انما اخترنا خيرة لطريقك هذا
قال افرأيتم امرا اراد الله ان يقضيه هل يستطيع
احد من الناس رده قالوا لا فتابعوه واقاموا معه
قال فاتاهم فقال انشدكم الله ايكم وليه قالوا ابو طالب
فلم يزل يناشده حتى رده وبعث معه ابو بكر وبلالا
وزوده الراهب من الكعك والزيت۔

طبری ص ۱۱۲۶ جرمن

وہ راہب اپنے صومعہ سے باہر نکلا۔ حالانکہ اس سے قبل قریش کا قافلہ
تجارتی چند بار آچکا تھا اور وہین قیام کرچکا تھا مگر وہ راہب کبھی انکے
پاس آیا تھا اور نہ ان لوگون سے ملتفت ہوا تھا۔ راہب کی اس صورت
حال اور طرز سلوک سے سامان اوتارنیوالون کو ایک حیرت انگیز فکر
دامنگیر ہوئی یہانتک کہ اوس راہب نے آتے ہی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کا دست مبارک تھام لیا اور کہا کہ یہ سید العالمین اور رسول
رب العلمین ہین اور یہ وہی ہین جنکو خدائے سبحانہ تعالیٰ نے دونون
جہان کی رحمت بناکر مبعوث فرمایا ہے یہ سنکر اکابر قریش نے پوچھا کہ یہ
تم نے کیسے جانا راہب نے جواب دیا کہ جسوقت تم لوگ یہان آئے اور اپنا رحلہ
اور سامان سفر وغیرہ اوتارنے لگے تو مین نے دیکھا کہ کوئی شجر اور کوئی
حجر ایسا باقی نہین رہا جو انکے سجدۂ تعظیمی کے لئے نہ جھک گیا ہو اور
سوائے نبیؐ کے اور کسی کے لئے سجدۂ تعظیمی نہین کیا جاتا اور مین نے انکو
مہر نبوت سے بھی پہچان لیا۔ جو انکے دوش مبارک کے حصۂ زیرین کیطرف
نمایان ہے۔ یہ کہکر وہ چلا گیا۔ اور ان لوگون کی دعوت کیلئے کھانا پکواکر
اپنے ہمراہ لایا۔ تو آنحضرت صلعم اونٹون کو چرا رہے تھے۔ راہب نے کہا کہ
انکو بلا بھیجو۔ جب آپ آئے۔ تو فرق مبارک پر پارہ ابر سایہ گستر تھا بحیرا نے
قریش سے خطاب کرکے کہا کہ اس پارۂ ابر کو دیکھتے جاؤ جو انکے سر پہ
سایہ کئے ہوئے ہے پھر جب آپ قوم سے قریب آگئے تو اُس شجر سے بھی وہی
کیفیت ظاہر ہوئی جو پہلی روایت مین بیان ہوچکی ہے پھر جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درخت کے نیچے بیٹھ گئے تو وہ درخت آپکے اوپر
جھک گیا بحیرا نے پھر مجمع قریش سے کہا کہ اس درخت کی جھکنے کو دیکھو
پھر وہ راہب مجمع قریش مین کھڑے ہوکر مناشدہ کے طریقہ مین کہنے لگا کہ
مین تمہین تاکید کرتا ہون کہ تم انکو (آنحضرت صلعم کو) روم مین (علاقہ شام

اُسوقت روم کا ماتحت تھا) نہ لیجاؤ کیونکہ اہل روم اگر انکو ان صفات کے ساتھ پہچان لینگے تو قتل کرڈالینگے۔ چنانچہ وہ سات آدمی جو روم
سے ہوآئے تھے بحیرا پہلے اونھین سے مخاطب ہوکر کہنے لگا کہ کہوان مشاہدات کا تم پر کیا انکشاف ہوا۔ ان لوگون نے جواب دیا کہ ہم نے

یقین کر لیا ہے کہ یہ خدا کے فرستادہ نبی ہیں اور کوئی طریقہ مذہب ایسا نہیں ہے جس میں ایک نبی نہ مبعوث کیا گیا ہو اور یہ لوگ بھی اس طریق کو بہتر سمجھتے ہیں اور جو اس طریقہ میں نبی مبعوث ہوا ہے اوسی کو اختیار کرتے ہیں بحیرا نے کہا کیا تم ایسے شخص کو چھوڑ دوگے جسکو تم اپنے اخلاف میں سب سے بہتر سمجھتے ہو۔ سب نے کہا نہیں کیونکہ ہم اوسکو اوسکے طریق میں نیکو کار سمجھکر اختیار کر چکے ہیں بحیرا نے کہا کیا تم ان اقرار و اعتراف کے بعد خدائے سبحانہ تعالیٰ کو جھٹلا سکتے ہو۔ کیا کوئی تم میں سے اوسکی مشیت کو روک سکتا ہے سب نے کہا کوئی نہیں۔ ہم سب اوسکی بیعت کرینگے اور اوس کے ساتھ رہیں گے بحیرا اون کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ میں تمکو خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ تم میں سے اس شخص کا ولی کون ہے سب نے کہا ابیطالب اسکے ولی ہیں پھر بحیرا نے ابو طالب کے ساتھ اپنے مناشدہ کو تمام کیا۔ جبتک کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو وہاں سے لیکر واپس ہوئے اور ابو بکرؓ اور بلال رضؓ بھی آپ کے ہمراہ واپس آئے اور بحیرا نے کعک و زیت کے تحائف آپ کے ہمراہ کر دیے"۔

تاریخ طبری میں انھیں دونوں مرقومہ بالا طریقوں سے یہ روایت مندرج ہے جنکی اصل عبارت نقل کر دی گئیں۔ آخر روایت کے کچھ حصہ کا غیر مسلسل طور پر مولوی شبلی صاحب نے بھی سیرۃ النبیؐ میں ترجمہ فرمایا ہے۔ اس لئے یقین ہے کہ شبلی صاحب نے تالیف کتاب کے وقت طبری کی دونوں روایتیں اور اونکی عبارتیں ایکبار نہیں کئی بار ملاحظہ فرمائی ہونگی شبلی صاحب عیسائیوں کے اس متعصبانہ اور مغویانہ دعوی کی ہیبت اور اصلیت کو خود بتحقیق فرماکر عربی ماخذون کو سیرۃ النبیؐ میں نقل فرما دیتے اور معترضین کو دکھلا دیتے کہ تم جن عربی ماخذون پر صرف اتہام لگاکر اپنی فتح عظیم کے ہوائی قلعہ باندھ رہے ہو۔ وہ تو اصلی ماخذون کے ایک لفظ سے کیا ایک حرف سے بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ بس میں سے عیسائیوں کے غلط اتہام و الزام کی حقیقت کھل جاتی اور آپ کی خاطر مبارک سے بھی عیسائیوں کے اس اعتراض کا خوف و اندیشہ نکل جاتا جسکی وجہ سے سخت اضطراب کیا تھا اسقدر خامہ فرسائی کی بیکار زحمت اوٹھائی گئی۔ میں نے اس واقعہ کو حدیث و تاریخ کے معتبر ماخذون میں دیکھا ہے سب سے زیادہ مفصل اور مسلسل طور پر ابن ہشام نے اس واقعہ کی پوری کیفیت قلمبند کی ہے۔ ہم اونکی اصل عبارت ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

إن ابا طالب خرج فی رکب تاجرا الی الشام فلما تهیّا للرّحیل واجمع المسیر صب به رسول الله صلی الله علیه واله وسلم فیما یزعمون فرق له وقال والله لاخرجن به معی ولا یفارقنی ولا افارقه ابدا او کما قال فخرج به معه فلما نزل الرکب البصری من ارض الشام وبها راهب یقال له بحیرا فی صومعة له وکان الیه علم اهل نصرانیة ولم یزل فی تلك الصومعة منذ قط راهب الیه بصیرا علمهم عن کتاب فیها یزعمون یتوارثونه کابرا

حضرت ابی طالب نے بغرض تجارت سفر شام کا قصد کیا اور سامان سفر و عزم جمع ہو گیا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ملول خاطر ہوئے جیسا کہ مشہور تھا کہ ابی طالبؑ اس سفر میں آپ کو ہمراہ نہ لیجائیں گے۔ یہ معلوم کر کے حضرت ابیطالب نے فرمایا کہ میں تمہارے لئے بغیر کہیں نہیں جاسکتا اور میں کبھی تمکو اپنے ساتھ سے جدا نہیں کر سکتا یہ فرماکر آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لیکر ہمراہی قافلہ تجار قریش روانہ ہوئے قافلہ شہر بصری میں جو متعلقات شام سے پہونچا تو وہاں ایک راہب رہتا تھا جسکو بحیرا کہتے تھے اور اوسکا ایک صومعہ خاص رہنے کیلئے تھا اور وہ نصرانیت کا عالم

عن کان بها قبلما نزلوا ذلک العام ببحیرا وکانوا کثیرا ما یمرون به قبل ذلک فلا یکلمهم ولا یعرض لهم حتی کان ذلک العام فلما نزلوا به قریبا من صومعته صنع لهم طعاما کثیرا وذلک فیما یزعمون عن شیء رآه وهو فی صومعته ویزعمون انه رای رسول الله صلعم وهو فی صومعته فی الرکب حین قبلوا وغمامة تظله من بین القوم قال ثم اقبلوا فنزلوا فی ظل شجرة قریبا منه فنظر الی الغمامة حین اظلت الشجرة وتهصرت اغصان الشجرة علی رسول الله صلعم حتی استظل تحتها فلما رای ذلک بحیرا نزل من صومعته وقد امر بذلک الطعام فصنع ثم ارسل الیهم فقال انی قد صنعت لکم طعاما یا معشر قریش فانا احب ان تحضروا کلکم صغیرکم وکبیرکم وعبدکم وحرکم فقال له رجل منهم والله یا بحیرا ان لک لشانا الیوم ما کنت تصنع هذا بنا وقد کنا نمر بک کثیرا فما شانک الیوم قال له بحیرا صدقت قد کان ما تقول ولکنکم ضیف وقد احببت ان اکرمکم واصنع لکم طعاما فتاکلون منه کلکم فاجتمعوا الیه وتخلف علیه رسول الله صلعم من بین القوم لحداثة سنه فی رحال القوم تحت الشجرة فلما نظر بحیرا فی القوم ولم یر الصفة التی یعرف ویجد عنده فقال یا معشر قریش لا یتخلفن احد منکم عن طعامی قالوا له یا بحیرا ما تخلف عنک احد ینبغی له ان یاتیک الا غلام وهو احدث القوم سنا فتخلف فی رحالهم فقال لا تفعلوا ادعوه فلیحضر هذا الطعام معکم قال فقال رجل من قریش واللات والعزی ان کان للؤم بنا ان یتخلف ابن عبد الله بن عبد المطلب عن طعام من بیننا ثم قام الیه فاحتضنه واجلسه مع القوم فلما راه بحیرا جعل یلحظه لحظا

متبحر تھا اور اوس صومعہ میں اس سے بڑھکر کوئی عالم ترین راہب نہیں گذرا تھا اور لوگوں کی نسبت یہ مشہور تھا کہ اوس کا علم و کمال وراثتاً ایک بزرگ کے بعد دیگرے بزرگ سے سینہ بسینہ پہونچا تھا۔ اب کی بار یہ قریشیوں کا بحالی قافلہ۔ بخلاف اس کے کہ قبل میں وہیں اکثر بار اوتر چکا تھا مگر نہ اس راہب نے انلوگون سے گفتگو کی تھی اور نہ ان سے کسی قسم کا تعرض کیا تھا اب کی بار جب یہ لوگ اوسکے صومعہ کے قریب اوترے تو بحیرا نے انلوگونکی ضیافت کیلئے افراط سے کھانے پکوائے اسکی نسبت انلوگون نے خیال کیا کہ آنحضرت صلعم کو دیکھکر اسنے یہ نوعیت کی ہے کیونکہ جب یہ لوگ اوترتے تھے تو وہ اپنے صومعہ سے دیکھ رہا تھا کہ اہل قافلہ کے درمیان آپ کے سر مبارک پر ایک پارۂ ابر سایہ فگن ہے تا اینکہ اسی حالت سے قافلہ کے لوگ ایک درخت کے نیچے جو وہان سے بالکل قریب تھا فروکش ہوئے تو پھر اہل قافلہ نے اوس پارۂ ابر کیطرف نظر کی تو اوسکو اوس درخت پر سایہ گستر دیکھا۔ اور درخت کی شاخون کو بھی جناب رسول اللہ صلعم پر سایہ فگنی کی غرض سے سرنگون پایا۔ جب بحیرا نے یہ مشاہدہ کیا تو وہ اپنے صومعہ سے نیچے اوترا۔ تب ان لوگون کے دعوت کا انتظام کیا اور جب کھانے پک چکے تو ان لوگون کے پاس کہلا بھیجا کہ حضرات قریش میں نے آپ کی مہمانی کیلئے کھانے پکوائے ہین اور میری استدعا ہے کہ آپ سب لوگ چہ بزرگ اور چہ اطفال چہ غلام چہ آقا تشریف لا کر ماحضر تناول فرمائین۔ قریشیون سے ایک صاحب کہنے لگے کہ اے بحیرا شاید آج کے دن کیلئے کوئی مخصوص شان ہے کیونکہ تم نے ہمارے ساتھ اس سے قبل کبھی ایسے محاسن سلوک ظاہر نہین کئے تھے آج کی کیا شان ہے؟ بحیرا نے جواب دیا آپ لوگ سچ فرماتے ہیں۔ لیکن بات یہ ہی کہ آپ لوگ مہمان ہین۔ آج میری یہ خواہش ہوئی کہ مین آپ حضرات کا اکرام و تواضع کرون اور آپ کیلئے کھانے تیار کراؤن کہ آپ سب لوگ ملکر کھائیں۔ چنانچہ سب لوگ خوان دعوت پر جمع ہوئے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صغر سنی اور نیز سامان کی

شديدا او ينظر الى اشياء من جسده وقد كان يجدها عنده من صفته حتى اذا فرغ القوم من طعامهم تفرقوا قام اليه بحيرا فقال يا غلام اسئلك بحق اللات والعزى الا ما اخبرتني عما اسئلك عنه وانما قال له بحيرا ذلك لانه سمع قومه يحلفون بهما فزعموا ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال لا تسئلني باللات والعزى شيئا فوالله ما ابغضت شيئا قط بغضهما فقال له بحيرا فالله الا ما اخبرتني عما اسئلك عنه فقال له سلني عما بدا لك فجعل يسأله عن اشياء من حاله من نومه وهيئته واموره فجعل رسول الله صلعم يخبره فيوافق ذلك ما عند بحيرا من صفته ثم نظر الى ظهره فرأى خاتم النبوة بين كتفيه على موضعه من صفته التي عنده (قال ابن هشام وكان مثل اثر المحجم) قال ابن اسحق فلما فرغ اقبل على عمه ابي طالب فقال له ما هذا الغلام منك قال ابني قال له بحيرا ما هو بابنك وما ينبغي لهذا الغلام ان يكون ابوه حيا قال فانه ابن اخي قال فما فعل ابوه قال مات وامه حبلى به قال صدقت فارجع بابن اخيك الى بلده واحذر عليه يهود فوالله لئن رأوه وعرفوا منه ما عرفت ليبغنّه شرا فانه كائن لابن اخيك هذا شان عظيم فاسرع به الى بلاده فخرج به عمه ابو طالب سريعا حتى اقدمه مكة حين فرغ من تجارة بالشام فزعموا فيما روى الناس ان زريرا وتماما ودريسا وهم نفر من اهل الكتاب قد كانوا رأوا من رسول الله صلعم مثل ما رآه بحيرا في ذلك السفر الذي كان فيه مع عمه ابي طالب فارادوه

نگرانی کیوجہ سے اوسی درخت کے نیچے چھوڑ دیا۔ جب بحیرا نے تمام لوگونکی مجمع پر نظر کی اور کسی کو بھی اون مین سے اس صفت کا نہین دیکھا جسکو وہ پہچان چکا تھا تو کہنے لگا کہ حضرات قریش۔ کیا آپنے کسی آدمی کو پیچھے چھوڑ دیا ہے اور اوسکو دعوت مین شریک نہین کیا ہے لوگون نے کہا کہ ہمنے اپنے اون تمام لوگون مین سے جسکو تم نے دیکھا ہے کسی کو بھی نہین چھوڑا۔ مگر ہان ایک لڑکے کو البتہ اپنے سامان کی نگرانی کیلئے چھوڑ آئے ہین۔ بحیرا نے کہا۔ نہین ایسا نہ کیجئے اونکو بھی بلا لیجئے اور دعوت مین شریک کر لیجئے۔ اسی اثنا مین مجمع مین سے ایک صاحب بول اٹھے کہ لات وعزیٰ کی قسم یہ ہماری لغزش العظمیٰ ہے کہ اگر ہم دعوت مین حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے یتیم فرزند کو چھوڑ دین اور اوسکو کھانے مین اپنا شریک نہ کرین۔ یہ کہکر وہ اوٹھے اور آنحضرت صلعم کو لاکر تمام قوم کے ساتھ خوان دعوت پر بٹھلا دیا۔ جب بحیرا نے آپ کو دیکھا تو لحاظ خاص سے دیر تک خوب غور کرتا رہا اور پھر آپ کے جسم مبارک پر کچھ اشیاء کو دیکھتا اور تلاش کرتا رہا تا اینکہ اون تمام اشیاء کو پا گیا۔ جنکو وہ آپ کی صفات خاص کے متعلق خاص طور پر جانتا تھا جب تمام لوگ کھانے سے فراغت پا چکے اور ادھر ادھر منتشر ہو گئے تو بحیرا نے آپسے کہا کہ اے نوجوان۔ تجھکو لات وعزیٰ کی مین قسم دیتا ہون کہ مین تم سے اسوقت جو پوچھتا ہون تم اسکا پورا جواب دو۔ بحیرا نے اسوجہ سے آپ کو لات وعزیٰ کی قسم دی تھی کیونکہ وہ آپکے اہل قافلہ کو انکی قسم کھاتے ہوئے سن چکا تھا

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحیرا کا یہ سوال سنکر ارشاد کیا کہ مجھسے لات وعزیٰ کی قسم دیکر کوئی شے نہ پوچھو۔ مجھے کسی شے سے اتنی نفرت اور اتنا بغض نہین ہے جتنا ان دونون سے یہ سنکر بحیرا نے کہا کہ اچھا تو آپ کو اب خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہون کہ جو کچھ کہ مین آپسے پوچھتا ہون آپ مجھ کو اسکا پورا جواب دین آپنے فرمایا ہان اب جو

فردهم عنه بحيرا وذكرهم الله وما يجدون في الكتاب من ذكره وصفته وانهم ان اجمعوا لما ارادوا به لم يخلصوا اليه ولم يزل بهم حتى عرفوا ما قال لهم وصدقوه بما قال فتركوه وانصرفوا عنه ابن ہشام جلد اول ملحق مطبوعہ مصر

پوچھنا ہو وہ پوچھو یہ سنکر بحیرا نے آپ سے آپ کی خواب بیداری اور دیگر حالات وغیرہ کے متعلق سوال کئے۔ اور آپ نے اوسکے استفسارات کے جواب اوسکی معلومات کے مطابق دیئے تھے جو اوسکو آپ کی صفات مخصوصہ کی نسبت پہلے سے حاصل تھے۔ اوسکے بعد اوس نے آپکے دوش مبارک کے درمیان مہر نبوت کا مشاہدہ کیا اور یہ بھی اُن علامات میں داخل تھی۔ جو اوسکو آپ کی صفات کے متعلق پہلے سے معلوم تھی۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ مہر نبوت نشان حجامت یعنی پچھنے کے ایسے نشان تھے۔ جب بحیرا آپ کی تلاش علامات اور مشاہدہ صفات وغیرہ سے فراغت کر چکا تو جناب ابی طالب سے مخاطب ہوا اور پوچھنے لگا کہ یہ نوجوان آپکا کون ہوتا ہے۔ ابیطالب نے کہا میرا بیٹا ہے۔ بحیرا نے کہا یہ آپ کا بیٹا تو ہو نہیں سکتا کیونکہ مجھے جہانتک اسکے متعلق علم و اطلاع ہے۔ اسکا باپ زندہ نہوگا۔ ابیطالب نے کہا میرا بھتیجا ہے۔ بحیرا نے کہا اسکے باپ کیا ہوئے ابیطالب بولے اونھوں نے قضا کی اور انکی ماں بھی گذر گئیں۔ بحیرا نے کہا آپ سچ فرماتے ہیں۔ آپ اپنے بھتیجے کو اپنے ہمراہ لیکر اپنے شہر کی طرف جلد واپس جائیے اور انکی نسبت یہودیوں سے ہمیشہ خائف رہا کیجئے۔ کیونکہ وہ لوگ اگر انھیں دیکھ پائیں گے اور اسی معرفت سے جس معرفت سے میں نے انھیں پہچان لیا ہے پہچان لینگے تو ان کے لئے بہت سے مفاسد پیدا کرینگے۔ کیونکہ آپکے اس بھتیجے کیلئے مرتبہ عظیم حاصل ہونیوالا ہے اس لئے آپ جلد انھیں لیکر یہاں سے چلے جائیں بحیرا کے یہ کلام سنکر حضرت ابیطالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لیکر بسرعت تمام وہاں سے روانہ ہوگئے۔ اور داخل مکہ ہوگئے جب اس قافلۂ تجار کو شام میں تجارت سے فراغت ہوئی۔ جیسا بقول مشہور اہالیان قافلہ سے۔ زریر تمامہ اور دریس نامی یہودیوں نے آنحضرت صلعم کو ہمراہی ابیطالب اس سفر میں دیکھ لیا تھا اور اونھیں صفات مخصوصہ سے پہچان لیا تھا تو آنحضرت صلعم کی نسبت اوسیوقت سے ارادۂ بد کرلیا تھا۔ لیکن بحیرا نے اونپر سخت اعتراض کیا اور کہا خدا کی قسم کیا تم نے اپنی کتابوں میں اسکی یہ صفات اور حالات نہیں پائے ہیں اور اس خیال سے کہ وہ بدبخت آپ کے ساتھ ارادۂ بد کر چکے ہیں اس لئے بحیرا نے لونکو اوسوقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ اون لوگوں نے بحیرا کے قول معرفت آنحضرت صلعم کی صداقت نہ کرلی۔ اسکے بعد وہ لوگ اپنی مفسدانہ نیت سے باز آئے اور وہاں سے چلے گئے۔

ہم نے مضمون زیر بحث کے متعلق عربی ماخذوں کی متعدد عبارتیں نقل کردیں صرف اس لئے کہ دنیا دیکھکر اور پڑھکر بتلادے کہ ان طویل اور پرتفصیل عبارتوں کے کس جملہ اور کس فقرے سے عیسائی مؤلفین آنحضرت صلعم کی راہب بحیرا سے تعلیم پانیکے معنی لیتے ہیں اور اس بنا پر شبلی صاحب کو عیسائیت کی فتح عظیم کا خوف دلاتے ہیں۔ واقعات تو صاف صاف بتلاتے ہیں کہ بحیرا نے عادت انبیا اور سیرت مرسلینؑ کے مطابق آپ سے آپ کے ذاتی حالات و صفات کے متعلق چند استفسار پیش کئے اور آپ نے اوسکے تمام سوالوں کے کافی جواب دئے۔ جنکو سنکر بحیرا نے آپ کو موصوف بصفات چند انبیا ہونا

بطور کامل یقین کر لیا اور بس۔

اتنی قلیل مکالمت اور مخاطبت سے کون بے عقل آنحضرت صلعم کی نسبت تعلیم و تلقین یا تدریس پانے کے معنی لگائیگا ہاں اگر اس قلیل مکالمت کے علاوہ بحیرا کے ساتھ آپ کی صحبت۔ خلوت اور مشورت کسی کتاب مین منقول ہوتی تو عیسائیون کی ان بدگمانیون کے لئے کسیقدر گنجایش ہو سکتی تھی۔ مگر یہان تو سرے سے اس خیال کا وجود ہی نہین۔ پھر ایسے بیوجود اور لا اصل خیال کی فکر کیسی اور خوف ہی کیا۔ یہ سب توہمات متعصبانہ ہین۔ جو مختلف قسم کے مہیب صورتون مین پیدا ہو کر اقطاع عالم مین عالم فریبی کے خاص عالم دکھلا رہے ہین حقیقت شناس تو اس فتح عظیم کے وسواس کے پاس بھی نہین جاتا۔ بلکہ حقیقت کی نگاہون سے جیساکہ ہم اوپر لکھ آئے ہین اونکی اس قیاسی فتح عظیم کو شکست کامل بتلاتا ہی کیونکہ صورت واقعہ ثابت کرتی ہے کہ عیسائیت کے اتنے بڑے عالم متبحر نے۔ جو علم و کمال کے اعتبار سے اوس زمانہ کی عیسائی دنیا مین اپنی مثال اور اپنا جواب نہین رکھتا تھا۔ آنحضرت صلعم کی نبوت کی کامل طور پر تصدیق کر لی۔ پھر تصدیق بھی کیسی عامیانہ اور کورانہ نہین بلکہ محققانہ اور عارفانہ ساده پرین۔ یہ تصدیق اور یہ توثیق بھی کیسے کی اور کیونکر کی۔ اسطرح کہ کتب سماویہ کے صفات پیشگوئی سے مطابق کرنے کے بعد اپنی تصدیق و تحقیق معرفت کا اظہار و اقرار کیا۔ اس تحقیق و تصدیق پر بھی اکتفا نہین کیگئی مشاہدہ کے بعد تجربہ بھی کر لیا گیا جیسطرح ابھی ابھی ابن ہشام کی عبارت سے ثابت ہوا کہ اول راہب نے ان صفات کو آپ مین مشاہدہ کر کے تمام قریش کی دعوت کا سامان کیا لیکن مہمان جب کھانے کو بیٹھے تو بحیرا کی واقفکار اور محو انتظار آنکھون نے اس صفت کا تمام مجمع مین کسی ایک کو بھی نہ پایا جسکے خیر مقدم مین اس ضیافت کا خاص اہتمام کیا گیا تھا اور حقیقت حال یہ تھی کہ ان صفات سے موصوف اور ان خصوصیات سے مخصوص جو ذات مقدس تھی وہ اوس مجمع مین بحیرا کے پیش نظر نہین تھی تا اینکہ آنحضرت صلعم خاص طور پر بلوائے گئے جب تشریف لائے تو بحیرا کو پھر وہ تمام اوصاف و خصائص نظر آنے لگے اسکے بعد طبری کے الفاظ مین راہب بحیرا کا کہنا ھذا سید المرسلین بعثہ رحمۃ للعلمین اوسکی تصدیق رسالت اور اقرار نبوت کا کامل ثبوت ہے۔

بحیرا کی یہ تصدیق نبوت ایسی کامل اور جامع تھی جسکی توثیق و تطبیق قرآن مجید سے بھی ہوتی ہے تو گویا راہب بحیرا کی معرفت تمام کتب سماویہ کے مطابق تھی پھر اسکے کمال مین کس کو کلام ہو سکتا ہے۔ اسی بنا پر اکثر علمائے اسلام نے اوسکے سابق الایمان ہونیکی تصدیق فرمائی ہے۔ دیکھو زرقانی جلد اول تذکرہ راہب بحیرا۔ علاوہ برین امام المتکلمین فخر الدین رازی کی معرفت نبوت کے قرار داده اصول کے مطابق اگرچہ ایسے شخص نے اقرار شہادتین بھی نہ کیا ہو تاہم ایسے شخص کا ایمان بھی خالص ثابت ہوتا ہے اور اسلام بھی کامل (دیکھو الکلام شمس العلما مولوی شبلی مطبوعہ حیدر آباد)

بحیرا کے اقرار نبوت کے بعد اوسکا اعلان بھی مرقومہ بالا مشاہدہ تاریخی سے ثابت ہوتا ہے۔ حضرت ابوطالب کو

آنحضرت کی شان عظیم سے آگاہ کرنا - اور بصرے سے فوراً ہی مکہ واپس لیجانے کی تاکید شدید کرنا - اشرار یہود کا جو ظاہر مین حامیٔ یہود کہلاتے تھے مگر حقیقت مین خونخوار تھے اور سفاک - آنحضرت صلعم کے متعلق ارادۂ بد کرنا - بحیرا کا آنکے مفسدون پر انکو سرزنش کرنا اور انھین کی کتابون سے انکو معقول کرنا - یہ سب کیا تھا - نبوت کی سچی پہچان تھی اور رسالت کا نمایان اعلان - موجودہ صورت حال کو دیکھکر اور پڑھکر ہر شخص بلا تکلف سمجھ لیگا کہ اس عالم نصرانی کے موجودہ طرز عمل نے نصرانیت کی حقانیت پر محویت کا قلم پھیر دیا اور عیسائیت کو شکست کامل پہونچا کر صداقت اسلام کی فتح عظیم کا اعلان عام کر دیا ہے -

مسیحی مصنفین کی خاص عادت ہے اور عیسائی معترضین کا قدیم طرز تحریر کہ وہ اسلام کی نقل واقعات مین طرح طرح کی قلم کاریون سے کام لیتے ہین اور اپنے مغویانہ غرض و مقاصد سے آنکے غلط معانی لگاتے اور خلاف مطلب بتلانے مین ذرا بھی شرم نہیں کرتے - جیسا کہ راہب بحیرا کی حقیقت حال سے منکشف ہوا -

اس بحث طولانی کے خاتمہ مین ہم کو اتنا اور بتلا دینا ضروری ہے کہ شبلی صاحب ہون - یا سر سید احمد خان - انحضرات کا اس واقعہ کے وجود ہی سے انکار کرنا ایک بیکار کوشش ہے - کیونکہ ایسے صریح انکار سے مورخین اور محدثین اسلام پر کیا منحصر ہے موضوعیت اور کذب و افترا کا التزام صحیحین تک پہونچ جاتا ہے اور معترضین کی نگاہون میں اسلام کے ایسے مستند اور معتبر علما و محدثین کی بے اعتباری اور غلط نگاری ثابت کرتا ہے جنکی تالیفات اور تصنیفات کے اعتبار پر اصول اسلام کے دفتر کی شیرازہ بندی منحصر ہے - ایسی حالت مین یہ ترویدانکاری تمام کتب حدیث و صحاح کی کساد بازاری کر دیگی - حالانکہ انکی خطا ذرا بھی ثابت نہین واقعہ صحیح ہے جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین مگر خوش قسمتی سے عقیدت مندون نے جو جوڑ لگایا ہے - وہ ایسا بے موقع اور بے تکا ہے کہ اصل و پیوند کا فرق صاف نظر آتا ہے - یہ اہل صحاح کی سادہ لوحی ہے یا اپنے اصول اور طریقہ کی پابندی کہ اس عیب کو آج تک نکال نہ سکے -

اب رہا یہ امر کہ اس واقعہ کے سراپا موضوع ہونیکے متعلق شبلی صاحب نے صحیح ترمذی کا قول یا تاریخ طبری کے رواۃ کی جرح و قدح تعلیل و تعدیل قائم کی ہے - وہ سب دور از کار اور بیکار کا طومار ہے - خود شبلی صاحب نے سیرۃ النبی کے جلد اول و جلد دوم بہت سی ایسی حدیثین مندرج کی ہین جو مراسیل کیا غریب - احاد اور ضعاف مین داخل ہین - اور ان کتابون سے برا جو لے دیے ہین جو تمام اقسام کی حدیثون پر حاوی ہین - ہم تو شبلی صاحب کے اس محققانہ اور مقتدانہ احتیاط کے اسوقت قائل ہوتے جب ہم دیکھتے کہ آپنے ایسی کتابون کو اپنا ماخذ نہ بنایا ہوتا - شبلی صاحب کو سمجھنا چاہیے کہ ان کتابون پر منحصر نہین - ایک ترمذی کیا تمام کتب صحاح احادیث مراسل سے پر ہین - شبلی صاحب اگر صحاح مین صرف صدوق و مرفوع کی تنہا شرط قائم کر دین گے تو اس معیار پر نہ بخاری بخاری ہیگی اور نہ مسلم مسلم - چونکہ ہم اس بحث کو کسی قدر اوپر لکھ آئے ہین اسلیے اسمین زیادہ طوالت بیکار ہے -

باقی رہا شبلی صاحب کا یہ کہنا کہ ابو موسیٰ الاشعری طبری کے ایکسا طریقہ کا آخر راوی ابو موسیٰ الاشعری چونکہ شریک واقعہ نہین تھا اسلیے اسکا قول قابل قبول نہین یہ آپ کا وہم ہے - جو سر سید کی طویل حسن خدمت سے عارض ہوا ہے - انکو بھی خطبات کے اکثر

مقامات مین ایسے ہی توہمات پیش آچکے ہین۔ اعتراض پہلے دونون حضرات کو اپنی تعریض کی حقیقت اور مطابقت قائم کر لینی تھی اور وہ کسی طرح قائم نہین ہوسکتی۔ ظہور رسالت کے واقعات جو صحابہ کی زبانی مرقوم ہین۔ اُنمین آپ حضرات اُنکی ذاتی شرکت کی تلاش کیونکر کرسکتے ہین اور اُنکی شرکت کو کیسے پاسکتے ہین حضرت ابوبکرؓ کے ایسے قدیم صحابہ کی شرکت کو ابھی ابھی آپ خود موضوع و مجہول ثابت کر چکے ہین اور حقیقتاً ہے بھی ایسا ہی۔ تو پھر ابوموسیٰ الاشعری اور دیگر متاخرین صحابہ کی شرکت کی تلاش تو ایک کھوئی ہوئی عقل والے کا کام ہوگا۔ حضرت ابوبکر مذکورہ بالا واقعہ مین اگر شریک نہین تھے تو پیدا تو ضرور ہوچکے تھے اسلیے اونکا اس واقعہ کا ذکر کرنا اگرچہ عقلاً مستبعد ہوگا مگر محال و ناممکن نہین ہوسکتا لیکن اُنکے ذکر شرکت پر البا شدید انکار کیا گیا تو پھر اس واقعہ مین ابوموسیٰ اشعری کے ایسے متاخرین صحابہ کی تلاش شرکت تو اپنے معیار سے خود انکار کرنا ہے اسلیے شرکت واقعہ کی دلیل قائم نہین ہوسکتی۔ ہان آپ کو اسکے پوچھنے کا حق ضرور حاصل ہے کہ ابوموسیٰ نے کس سے سُنا؟ مگر ہم دیکھتے ہین کہ عالمان احادیث اور راویان مرویات نے قول صحابہ کو اتنی اہمیت و عظمت دیکر نقد احادیث کے اصول مین صاف لکھدیا ہے کہ مراسیل صحابہ صحیح ہین اور معتبر تو ایسی حالت مین اس مستفسرہ کا حق بھی آپ کو مشکل سے حاصل ہوسکتا ہے افسوس ہے کہ ہم اس بحث کو اس سے زیادہ نہین لکھ سکتے اور اتنا ہی کافی سمجھتے ہین۔

راہب بحیرا کا واقعہ اسلام کی صداقت اور آنحضرت صلعم کی رسالت و نبوت کا معیار عظیم ہے رحمۃ العالمین کے صفات قدسیہ اور سید المرسلین کے کمالات نبویہ کے متعلق اس عالم نصرانی کا اقرار۔ اعتراف اُسکی تصدیق و توثیق حقیقت مین اصول اسلام کی بنیاد کو ایسی مستحکم اور استوار کرتی ہے جو نصرانیت اور رہبانیت کے بڑے بڑے زورآزما پہلوانون کے ہلائے نہ ہلسکتی ہے نہ گرائے گر سکتی ہے۔ عیسائیون کی دراصل یہ کمزوری ہے اور اُن کے اصول کا حقیقی ضعف جو اسلام کی ایسی عظیم الشان فتح کو صرف عالم فریبی کی غرض سے عیسائیت کی کامیابی بتلاتے ہین۔ یہ اُن کا ایسا غلط دعوے ہے جو نہ عقل سے ثابت ہوسکتا ہے نہ نقل سے۔

ہم کو آخر مین یہ بھی بتلا دینا ضروری ہے کہ مؤلفین اسلامی سے اس واقعہ کی نقل و اندراج مین غلطی بھی واقع ہوئی ہے اور اسمین بھی کوئی کلام نہین کہ محدثین سے زیادہ مورخین کا طبقہ اسکے لیے زیادہ جواب دہ ہے۔ وہ غلطی یہ ہے کہ بحیرا کے واقعہ کو تمام مورخین اسلامی نے عموماً واقعات تاریخی کے سلسلہ مین بیان کیا ہے اور اسکی وجہ یہ تھی کہ اونکے نزدیک یہ واقعہ اوس زمانہ مین پیش آیا جب سن مبارک بارہ تیرہ برس کا ہوچکا تھا۔ اس بنا پر تمام تاریخون نے ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارھوین سال کے تفصیلی حالات مین اس واقعہ کو قلمبند کیا ہے۔ مورخین کو اسکے نقل سے پہلے اسکی اصلیت اور مناسبت کا لحاظ کرنا چاہیے تھا۔ ہمکو اسمین کوئی کلام نہین کہ یہ واقعہ آپکی عمر کے بارھوین سال مین واقع ہوا لیکن سوائے اس تعلق اور مناسبت کے اس واقعہ کو آپ کے ذاتی حالات سے جو سیرت کا نہ اصل موضوع ہے اور نہ مقصود۔ کوئی علاقہ اور واسطہ نہین۔ اس واقعہ مین جس قدر حالات ہین وہ آپ کے صفات و علامات نبوت وغیرہ کا انکشاف کرتے ہین۔ اسلیے کہنا لکل

صحیح ہے کہ اِس واقعہ کے نقل وذکر کا یہ مقام نہین تھا۔ بلکہ اسکو اعلان نبوت اور اظہار رسالت کے قریب جگہ دینی چاہیے تھی اور نبوت کی پیشینگوئیون اور سلسلۂ بشارت مین انکو قلمبند کرنا بہتر تھا لیکن باانیہمہ یہ مقامی نامناسبت اس واقعہ کی موضوعیت کی دلیل نہین ہوسکتی۔ مورخین نے چونکہ عام طور سے آپکی بشارت کو وقوعات قبل از ولادت سمجھکر اپنی اپنی تالیفات مین بہت کم بیان کیا ہے اور اپنی موضوع تالیفی سے زائد سمجھا ہے اور ایک حد تک صحیح سمجھا ہے۔ اسلیے سہواً اس واقعہ کو آپ کی صغر سنی کے حالات مین نقل کر دیا ہے۔ مگر وہ نقل بھی اسی حد تک ہے جس حد تک اسکی اصلیت ہے اور وہ اتنی ہی ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات مین بحیرا کی نبوت ورسالت کے وہ تمام صفات وعلامات جو اپنی کتب وصحائف مین اسنے پڑھے تھے تمام وکمال مشاہدہ کیے۔ خود انکی تصدیق کی اور دوسرون سے کرائی مورخین اسلام کا اس واقعہ کے نقل و ذکر سے صرف اسی قدر مدعا تھا۔ اور اسکی حقیقت اور اصلیت بھی اتنی ہی تھی عیسائی مصنفین کی دیانتداری اور حقیقت نگاری کا مقتضا یہی تھا کہ اس واقعہ کو وہین تک محدود رکھتے جہانتک اُنھون نے اصل ماخذون مین پایا تھا۔ جیسا کہ مولوی شبلی صاحب بتلا آئے ہین۔ اور منشاء دیانت وعدالت یہی تھا کہ اُسکے مقاصد ومطالب مین مغویانہ قلم کاریون سے کام نہ لیتے۔ تو اہل اسلام کو اُنکے ان تحریفانہ طرز عمل کی تنقید وتردید کی بھی ضرورت نہوتی لیکن بمقتضائے طبیعت تعصب کے مطابق اُنکے متعصبانہ ونفسانیت نے اس موقع کو اپنی خالف قلم کاریون کے لیے غنیمت سمجھا اور اس سے وہ لاعنی اور مہمل معنی ومطالب نکالے جنکو نہ حقیقت سے واسطہ ہے اور نہ اصلیت سے سروکار۔

مرقومہ بالا واقعات سے معلوم ہوچکا ہے کہ حضرت ابی طالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لیکر اوس مقام سے واپس چلے آئے اور اپنے جگر گوشہ کی حفاظت جان کے مقابلہ مین مال تجارت کے نقصان یا اصل سرمایہ کے تاوان کا کوئی خیال اور کوئی پروا نہین کی قریش کا یہ سالانہ تجارتی قافلہ تھا اور اسمین اُن کے قدیم دستور کے مطابق تمام قبائل عشائر کے اکابر وعمائد مین شامل تھے۔ یہانتک کہ ابیطالب کے سوا عبدالمطلب کے اور صاحبزادے بھی شامل تھے۔ بحیرا نے جناب رسالتمآب صلعم کی حفاظت ونگرانی کے متعلق جو کچھ کہا تھا اور تاکید کی تھی وہ ان سب کے سامنے کی تھی۔ اور نیز آپکی ذات مین نبوت ورسالت کے جو صفات وعلامات پائے تھے اُنکا اعلان کیا تھا۔ وہ سب کے مقابلہ مین کیا تھا لیکن بحیرا کی اس صلاح وتاکید کا جو کچھ اثر ہوا وہ صرف حضرت ابیطالب کے قلب پر اور کسی پر نہین۔ یہانتک کہ عبدالمطلب کے اور بیٹون مین سے کوئی صاحب اتنا بھی مُوثر نہوئے کہ تجارت کے کاروبار مین چند دنون بھائی بھتیجے کو بصرے سے مکہ تک پہونچادین۔ ابیطالب اسکی اصلیت کو خوب سمجھتے تھے۔ اسلیے اسکی نسبت نہ بھائیون سے اصرار کیا اور نہ التماس کی لیئے، اسلیے کہ وہ اپنے موجودہ منصب کی ذمہ داریون سے خوب واقف تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ حضرت عبدالمطلب نے اس منصب کی تفویض مین تعمیم نہین اختیار کی اور اس ودیعت الٰہی کی حفاظت ونگرانی کے لیے تخصیص جاری فرمائی۔ جو حقیقتاً نظام مشیت کا اصلی منشاء

ومدعا تھا۔ تو پھر اسمین دوسرون کی امداد وامانت کا خواستگار ہونا نظام قدرت مین خلل ڈالتا ہے حضرت ابیطالب کی یہ چندسالہ استقلال اور پایداری انکے اُن ذاتی خصوصیات وصفات کا پورا ثبوت دیتی ہے جن کی بناپر حفاظت رسول صلعم کے منصب اعلےٰ کے لیئے مدبرین قدرت نے انکا انتخاب فرمایا تھا۔ اور اُن کے موجودہ اور نیز آیندہ طرز عمل اور حسن خدمات نے اسکے لیئے اسکو پورا موزون اور مناسب ثابت کردیا۔

محاسن اطوار قبل از بلوغ

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سن مبارک اُسوقت بارہ برس کا ہوچکا تھا وہ زمانہ تھا کہ طفولیت تمام ہو رہی تھی اور شباب آغاز ہورہا تھا۔ اس سفر کے بعد کامل جوان ہونیکے زمانہ تک آپکا سفر کرنا صحیح طور پر ثابت نہین بعض حدیثون کی کتابون سے ہمراہی حضرت ابیطالب آپکا شام کیطرف دوبارہ جانا معلوم ہوتا ہے۔ مگر یہ مرویات اصلاً ونقلاً وہی ہین جو حضرت ابوبکر کی مشارکت کی معتقدانہ تاویلات ہین۔ اور صحت سے بالکل خالی۔ بعض مورخین نے محدثین کے زیر اثر اسکو جابجا نقل بھی کردیا ہے مگر وہ اعتبار کے قابل نہین ہین حقیقت یہی ہے کہ اس سفر کے بعد پھر آپنے کامل جوان ہونیکے زمانہ تک کہین کا سفر نہین کیا اور نہ ابیطالب آپکو پھر کسی سفر مین اپنے ہمراہ لیگئے

اُسوقت سے لیکر جوان ہونے کے زمانہ تک آپ کی ذات بابرکات اُن محاسن صفات سے تمام اعلیٰ اور یکتا جو بظاہر وآشکار ہونے لگے جو عام فطرت انسانی مین نہایت کم بلکہ نہین پائے جاتے تھے آپکے تمام قوئی مدرکہ اسیوقت فضل وکمال کے اُس حدود انتہائی تک پہونچے ہوئے تھے جن تک انسان کا دسترس دشوار تھا۔ قوائے علمی۔ نظری۔ اور حسی کے کمالات سے آپکے تمام محاسن اعمال اور مکارم اخلاق واضح اور لائح تھے۔ نیک نفسی سلامت روی۔ پاکیزہ طبعی ہر طرز عمل سے پیدا تھے۔ شرم وحیا۔ کرم وعطا۔ زہد واتقا صبر وتحمل اور عدل وانصاف آپ کے خاص شعار صلہ رحم۔ ادائے حقوق جار اور امانت مظلوم آپ کے صفات ذاتی کے اصلی معیار تھے۔ حلم ووقار۔ تواضع۔ راست گوئی اور امانتداری آپکی فطرت صالحہ کے حقیقی جوہر۔ غور وفکر۔ ترک علائق اور استحقاق فی الحقائق۔ ترکیب طبع قدسیہ کے اصلی عنصر تھے۔ مقدس طبیعت اچھی باتون پر جس طرح ہمیشہ راغب اور مائل رہا کرتی تھی۔ اُسیطرح بُری باتون سے کنارہ اور متنفر رہتی تھی۔ ایماندار۔ دیانتدار۔ اور صداقت شعار لوگون سے ملنے جلنے کیلیئے جتنا میلان طبیعت تھا اُتنا ہی مغرور۔ ظالم۔ درشت خو۔ کینہ پرور۔ کج خلق اور خودغرض لوگون کی صحبت سے احتراز واستحفاظ اختیار کیا جاتا تھا۔ ان محاسن صفات کا اُسیوقت سے مکہ کے تمام قبائل و اقوام پر اتنا اثر تھا کہ ہر فرد بشر آپ کو ایک بڑی عظمت کی نظر سے دیکھتا تھا خلوت وجلوت کی صحبتون مین آپ کا سکوت کم سخنی اور اکثر خاموشی۔ حاضرین کے قلوب پر خاص اثر کرتی تھی۔ مجمع مین تکلم کے وقت لفظ لفظ سے صحت وصداقت فصاحت وبلاغت کی اس کثرت سے گہرریزی ہوتی تھی کہ کسی کو مجال سخن نہین ہوتی تھی۔ ابن سعد نے طبقات مین ان تمام صفات کو ذیل کی عبارت مین نقل کیا ہے۔ طبری اور ابن ہشام مین بھی قریب قریب یہی عبارت درج ہے۔

وشب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع ابی طالب — جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عم محترم حضرت ابیطالب کی حفاظت

جمّله الله ويحفظه ويحوطه من امور الجاهلية
ومعايبها لما يريد من كرامة وهو على دين قومه حتى
بلغ ان كان رجلا افضل قومه مروة واحسنهم خلقا
واكرمهم مخالطة واحسنهم جوارا واعظمهم حلما و
امانة واصدقهم حديثا وابعدهم من الفحش والاذى
وما رأى ملاحيا ولا ممارياً احدا حتى سماه قومه
الامين لما جمع الله من الامور الصالحة فيه
فلقد كان الغالب عليه بمكة الامين وكان ابوطالب
يحفظه ويعضده وينصره الى ان مات ص ۷۰

ونگرانی مین جوان ہوگئے - پروردگار عالم نے ہر طریقہ سے آپکی
تائید کی - اور مراسم جہالت کے تمام معائب ومناقص سے محفوظ و مصئون
رکھا کیونکہ ان کرامتون سے ارادہ مشیت مین آپ کی قوم کو دینداری
کے طریقہ پر لانا تھا - یہان تک کہ آپ ان تمام محاسن صفات سے آراستہ
ہوکر سن بلوغ تک پہونچے تو تمام قبائل واقوام مین باعتبار خلق ومروت
کے افضل ترین - حسن اخلاق مین نیکوترین - باہمانہ مراسم واتحاد مین
اکرم ترین - حلم وامانت مین اعظم ترین اور تقریر وبیان مین صادق ترین مردم
تھے - ایذارسانی فحش زبانی اور دیگر افعال ذمیمہ رکھنے والے لوگون
زیادہ علیحدہ رہنے والے اور ہمیشہ پرہیز واحتیاط اختیار کرنیوالے تھے

کسی شخص نے آپ کو تندمزاج اور تلخ کلام نہین دیکھا - یہانتک کہ تمام قوم قریش اور باشندگان مکہ نے اسیوقت سے آنحضرت صلعم کو **الامین** کا خطاب دیا اور حضرت ابیطالب برابر آپ کی حفاظت ونگرانی - اعانت اور نصرت فرماتے رہے - یہانتک کہ انتقال کرگئے

حرب الفجار مین شرکت

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر بیس برس کی ہوئی تو عرب کی یہ مشہور ومعروف لڑائی موقوف ہوئی - جو ایام جہالت کا آخر معرکہ تھا یہ جنگ بھی اہل عرب کے نامی دو سلسلہ جنگ کی ایک کڑی تھی اور ایام جہالت مین مردم آزاری اور خونخواری کی ایک زندہ مثال - یہ لڑائی قبیلہ قریش اور قبیلہ قیس کے فیما بین ہوئی تھی - سبب جنگ ابن سعد ان الفاظ مین بتلاتے ہین -

كان سبب حرب الفجار ان النعمان ابن منذر بعث بلطيمة
له الى سوق عكاظ الى التجارة واجارها له الرجال
عروة ابن عينية ابن جابر ابن كلاب فنزل على الماء
يقال له اوارة فوثب البراض بن قيس احد بني بكر بن عبد
مناة بن كنانه وكان خليعا على عروة فقتله وهرب
الى خيبر فاستخفى بها ص ۸۰

حرب الفجار کا سبب یہ تھا کہ نعمان ابن منذر اپنے جانوران بار برداری
پر سامان تجارت لیکر عکاظ کے میلہ مین تجارت کی غرض سے آیا تھا ان
جانوران بار برداری کو عروہ ابن عینیہ نامی شخص نے جو بنی کلاب کے
قبیلہ سے تھا کرایہ لیا اور ان کو لیکر ایک پانی کے چشمہ پر جو اوارہ کے
نام سے مشہور تھا - اترا - براض ابن قیس نے جو قبیلہ بنی بکر کا ایک
آدمی تھا اور قوم وقبیلہ سے نکالا ہوا تھا عروہ کو غافل پاکر مار ڈالا
اور بھاگ کر خیبر مین جا چھپا -

جنگ کا سبب تو یہ تھا - اثر یہ ہوا کہ قریب قریب تمام قبائل وعشائر جہالت کے قدیم دستور کے مطابق آپس مین گتھ گئے قتل وقصاص کا معاملہ تھا اس لئے طرفین سے تحمل وسکوت اور واگذاشت قطعی ناممکن تھی - عروہ کے قتل کی خبر جب عکاظ کے میلہ مین پہونچی جو اسوقت تمام قبائل وعشائر کا مرکز تھا - تو اس خبر کے سنتے ہی قریش اور انکے حلیف اور طرفدار قبائل نے بنی کنانہ

کا ساتھ دیا اور بنی قیس سے عروہ کا قصاص طلب کیا۔ قریش نے بنی قیس پر صرف یہی الزام نہین لگایا تھا بلکہ ایام حرم مین خونریزی کرنے سے اونکو قومی مجرم بھی قرار دیا تھا۔ قریش۔ بنی کنانہ اور اونکے معاون قبائل عروہ کے خون ناحق سے اسقدر متاثر ہوئے کہ وہ سب کے سب عکاظ کے میلہ سے اپنا اپنا مال تجارت واپس لیکر مکہ چلے آئے اور بنی قیس سے مقابلہ ومقاتلہ کی تیاریان کرنے لگے۔ بنی قیس بھی عرب تھے۔ وہ کیون دبنے لگے بالآخر جانبین سے مقابلہ ہو ہی گیا۔ اور سخت معرکہ پڑا اور بڑی خونریزی ہوئی چونکہ اسمین تمام قریش کے قبائل داخل تھے۔ اس لیئے بنی ہاشم بھی شریک تھے۔ اور اپنے اعمام کے ساتھ جناب رسول اللہ بھی علیہ وآلہ السلام۔ میدان کارزار مین بنی قیس کو قریشیون پر دوپہر تک غلبہ حاصل رہا۔ مگر دوپہر کے بعد قریش نے بنی قیس کو زیر کرلیا۔ اور آخرکار لڑائی جانبین سے صلح پر تمام کردی گئی۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس معرکہ مین اپنی شرکت کا خود ذکر فرمایا ہے قال رسول اللہ صلعم وذکر الفجار فقال قد حضرتہ مع عمومتی۔ مین اس معرکہ مین اپنے اعمام کے ساتھ شریک تھا۔ اس معرکہ مین آپ کی شرکت کا سبب اول تو یہ تھا کہ قریش حق پر تھے اور ایک خون ناحق کے طالب قصاص۔ اس سبب سے انکا یہ طرز عمل ہر منصف مزاج اور عدالت پسند شخص کے نزدیک پسندیدہ تھا اور مناسب دوم یہ کہ اپنے قبیلہ کی عظمت واقتدار اور امر حق مین اپنے بزرگون کی حمایت ونصرت بھی ضروری تھی۔ وقت اور موقع کی ان ناگزیر ضرورتون نے آپ کو اس معرکہ مین شریک ہونیکے لئے تیار کردیا تھا۔ اور آپکی یہ شرکت اپنے اعمام کی حمایت ونصرت تک محدود تھی جیسا کہ ابن ہشام قول رسول ص سے صاف طور سے ان الفاظ کی تصریح کردی ہے۔ کنت انبل علی اعمامی ای ارد عنھم نبل عدوھم اذا رموھم بھا مین اپنے اعمام کی طرف سے تیر چلاتا تھا یعنی ان تیرون کو رد کرتا تھا جو میرے اعمام پر اونکے دشمن چلاتے تھے۔ اس قول مبارک کی بنا پر اس جنگ مین آنحضرت صلعم کا طرز عمل بالکل مدافعانہ ثابت ہوتا ہے نہ مخاصمانہ۔ اور حقیقت مین جسطرح جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محض اپنے اعمام کی نصرت وحمایت کی ضرورت سے اس لڑائی مین شریک ہوئے تھے۔ اوسیطرح بنی ہاشم بھی قریش کی قرابت اور باخود باہم کے مراسم کے لحاظ سے شریک جنگ ہوئے تھے۔ ورنہ اصل مخاصمت بنی کنانہ اور بنی قیس کی تھی۔

امام سہیلی نے ابن ہشام سے زیادہ تفصیل کے ساتھ تصریح کردی ہے۔

وانما لم یقاتل رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مع اعمامہم فی الفجار وقد بلغ من القتال لانہا کانت حرب فجار وکانوا ایضا کلھم کفارا ولم یوذن اللہ لمومن ان یقاتل الا یکون کلمۃ اللہ ھی العلیا

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اعمام کا ساتھ دیکر اس جنگ مین شرکت نہین کی۔ باوجودیکہ آپ مقابلہ اور مقاتلہ کے سن تک پہونچ چکے تھے۔ اس کا باعث یہ تھا کہ یہ جنگ ایام حرام مین واقع ہوئی۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ جانبین کفار تھے۔ اور اہل ایمان کے لئے تو صرف اعلاے کلمۃ اللہ کی تنہا غرض سے دشمن بقبضہ ہونیکا حکم ہے۔

حرب الفجار کی وجہ تسمیہ یہ ہے جیسا کہ دیر بیان ہوچکا ہے کہ یہ جنگ ایام حرام مین واقع ہوئی۔ اور یہ وہ ایام مخصوصہ

تھے جن میں جہالت اور اسلام دونوں زمانوں میں عام طور سے جدال و قتال خودکشی اور خونریزی وغیرہ قطعی ممنوع تھی اسی بناپر اس جنگ کا نام حرب الفجار رکھا گیا۔ ۵

حلف الفضول کے معاہدے میں شرکت

حرب الفجار کا فیصلہ طرفین کی مصالحت سے ہوگیا۔ مگر کوئی زمانہ ہو نیک و بد، بیدرد و ہمدرد طبیعت والوں سے خالی نہیں رہتا۔ اس لئے حرب الفجار سے اہل مکہ کی دردمند اور انصاف پسند طبیعت والے بے حد متاثر ہوئے اور ان میں سب سے زیادہ اثر لینے والے بنی ہاشم تھے۔ ابن سعد نے انکی تخصیص کی کامل تصریح کردی ہے۔ اون کے الفاظ یہ ہیں لا نعلم احدا اسبق من بنی هاشم بهذا الحلف میری تحقیق میں بنی ہاشم پر کسی فرد واحد کی سبقت اس معاہدے میں ثابت نہیں ہوتی طبقات ج ۱ ص ۸۲۔

اس معاہدے کا خیال بنی ہاشم میں سب سے پہلے زبیر بن عبدالمطلب نے پیدا کیا۔ اور اوسکی وجہ یہ ہوئی کہ حرب فجار میں بنی قیس و بنی کنانہ کے قتل و خونریزی کو دیکھکر ان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ کم سے کم مکہ سے ایسے مرکزی مقام کو تو عرب کی سفاک اور بیداد گر قوم کے حملات سے محفوظ رکھنا ضرور ہے لیکن یہ استحفاظ باہمانہ اتحاد کے معاہدے بغیر ممکن نہیں ہوسکتا۔ اس غرض سے زبیر ابن عبدالمطلب نے دیگر اکابر و عمائد قریش کو اس تجویز میں اپنا ہمخیال اور ہم کلام بنایا طبقات میں انکی تجویز و تدبیر کی عملی صورت ان الفاظ کیساتھ دکھلائی گئی ہے

کان حرب الفجار فی شوال وهذا الحلف فی ذی القعدة وکان اشرف حلف کان قط واول من دعا الیه الزبیر	جنگ فجار شوال میں واقع ہوئی اور حلف الفضول ذی قعدہ میں اور یہ معاہدہ تمام سابق معاہدوں سے اشرف و افضل تھا سب سے پہلے اس

ے شبلی صاحب نے بڑی خصوصیت کیساتھ لکھا ہے کہ حرب الفجار میں آنحضرت کے علمبردار زبیر بن عبدالمطلب تھے۔ قریش کا رئیس اور سپہ سالار اعظم حرب ابن امیہ جو ابو سفیان کا باپ اور امیر معاویہ کا دادا تھا۔ سپہ سالار اعظم کے خطابی الفاظ موٹے قلم سے لکھے گئے ہیں زبیر بن عبدالمطلب کی کوئی معرفت نہیں کرائی گئی ہے اور حقیقتاً کوئی ضرورت بھی نہیں تھی لیکن قریش کے سپہ سالار اعظم حرب ابن امیہ کی کامل تفصیل و تخصیص سے معرفت کرائی گئی کہ آپ ابو سفیان کے والد ماجد اور امیر معویہ صاحب کے جد امجد۔ اس مخصوص تفصیل سے جو آپکی اصلی غرض تھی وہ ہم سمجھ گئے آپ کی اتنی خامہ فرسائی وہی بنی امیہ کی خیر خواہی ہے اور وہ اس غرض سے ہے کہ آپ اسیوقت سے بنی ہاشم پر بنی امیہ کی ایک گونہ حکومت و امارت قایم کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن آپ کے اس مصنوعی اقتدار کی حقیقت کا انکشاف تو عنقریب ہم اپنے مقام پر کرینگے لیکن یہاں اتنا عرض کردینا ضروری ہے کہ آپکے ممدوح ذی اقتدار حرب الفجار کے سپہ سالار رہتے۔ انکی ذی اقتداری کی شان تو یہیں سے ثابت ہوجاتی ہے۔ اب رہی بنی ہاشم کی امارت یہ شرکت رسول صلعم کی وجہ سے نعوذ باللہ جسطرح ذات سرور کائنات پر لازم آتی ہے ویسے ہی سائر بنی ہاشم اور جمیع قریش پر۔ اگر اس توضیح سے آپ کا یہی مقصود ہے تو خدا آپکو مبارک کرے ہم نہیں سمجھتے کہ اس تصریح و توضیح سے یا اس معرفت سے بنی امیہ کی کونسی عظمت ثابت ہوئی۔ جب خود شبلی صاحب امام سہیلی کی اس عبارت سے کانت حرب فجار وکانوا ایضا کلهم کفارا یہ حرب فجار تھی کیونکہ جانبین سے کفار تھے۔ اسکی حقیقت کو دکھلا چکے ہیں اور شعلہ کفر و جاہلیت بتلا چکے ہیں شبلی صاحب کے حرب فجار کے کسی کفار کے سپہ سالار اعظم بنگئے یا کسی کافر سلطنت او مشرک حکومت کے شہریار اعظم ہوگئے تو اس سے اہل اسلام یا ارباب ایمان کیسے مرعوب بنائے جا سکینگے۔ المؤلف سید اولاد حیدر عفی عنہ

عبد المطلب فاجتمعوا بنو هاشم و زهرة و تيم فی دار عبد الله بن جدعان فصنع لهم طعاماً فتعاقدوا و تعاهدوا بالله القائل لنكونن مع المظلوم حتى يودى اليه حقه طبقات ص ۸۲

معاہدے کی زبیر بن عبد المطلب نے ابتدا کی اور لوگون کو اسکی دعوت کی بنی ہاشم زہرہ اور تیم اس معاہدے کی غرض عبد اللہ ابن جدعان کے مکان مین جمع ہوئے پہلے حاضرین کی ضیافت کیگئی پھر سب نے مجلس مجوزہ کا انعقاد کیا اور خدا کو درمیان دیکر فیما بین معاہدہ کیا کہ وہ لوگ مظلومین کیطرف سے ظالمین کے ساتھ اوس وقت تک تعاند کرینگے جبتک کہ ظالم اپنے مظالم کی دیت و معاوضہ مظلوم کو نہ دیدے۔

اس معاہدے مین بنی ہاشم کے فرد واحد۔ بلکہ اون سب کے مایۂ افتخار ہونیکی حیثیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی شریک تھے چنانچہ خود ارشاد فرماتے ہین۔

ما احب ان لی بحلف حضرته فی دار عبد الله بن جدعان حمر النعم وانی اغدر به هاشم و زهرة و تيم و تحالفوا ان يكونوا مع المظلوم ولو دعيت به لاجبت وهو حلف الفضول طبقات ۸۲

اوس معاہدے کے عوض جو دار عبد اللہ بن جدعان مین منعقد ہوا تھا اور جنمین بنو ہاشم ۔ بنو زہرہ اور بنو تیم نے اس امر پر قسم کھائی تھی حلف اوٹھایا تھا کہ وہ مظلومین کی اعانت و حمایت کیا کرین گے مجھے سرخ رنگ والے اونٹ بھی دیئے جایئن تو مین نہ لون اور آج بھی اگر ایسے معاہدے کیلئے مجھے کوئی بلائے تو مین حاضر ہون وہ معاہدہ حلف الفضول تھا۔

یہ امر بھی ضرور بتلا دینے کے قابل ہے کہ حمایت مظلوم کے اس معاہدے مین صرف بنو ہاشم بنو زہرہ اور بنو تیم ہی شامل تھے بنو امیہ کا نام کسی تاریخ سیرت یا حدیث کی کتاب مین نہین پایا جاتا۔ اس سے ہر شخص بلا تامل سمجھ لیگا کہ شبلی صاحب کا ابھی ابھی تبلایا ہوا اتنا بڑا ذی اثر اور مقتدر قبیلہ اخلاق مین کتنا کمزور اور مظالم کا کیسا خوگر تھا جو باوجود اسکے کہ اوس معرکہ مین فوج قریش کا سپہ سالار اعظم تھا لیکن اس سے نہ کچھ متاثر ہوا اور نہ بعد اوسکے قوم کے اس معاہدے مین شریک ہوا بلکہ اپنی جہالت پسند فطرت اور جفا جو طبیعت کے زیر اثر ہو کر استیصال مظالم اور قتال ظلمہ وقت کے جو انتظام عدالت پسندان و دردمندان قوم نے تجویز کئے تھے اس سے اغماض و روگردانی کر گیا۔ اور شریک نہوا۔ افسوس شبلی صاحب جس قبیلہ کی قدامت اور عظمت ثابت کرنے کی بنیاد قایم کرنا چاہتے ہین وہ آغاز ہی سے بشقاوت شعار اور مظلومین کو چھوڑ کر ظالمین کا مددگار ثابت ہوتا ہے۔

جہان تک تحقیق کیا گیا ہے اس معاہدے مین سوائے مرقومۂ بالا تین قبائل قریش کے کوئی دوسرا قبیلہ داخل نہین تھا۔ بلکہ قبائل دیگر ساکنان مکہ کی جگہ بیرونی قرب و جوار کے اکثر نفوس شامل تھے۔ یہ کس لئے تھا؟ اسلئے کہ اس معاہدے مین نہ شریک ہونیوالے قبائل اپنی جنگجو طبیعت سے مجبور تھے۔ اور جہالت کے اثر سے سفاکی اور خونریزی اور ہر قسم کے مظالم کو ہمیشہ کا پیشہ اور اپنی معیشت کا مستقل ذریعہ سمجھتے تھے۔ اس سبب خاص سے وہ اس معاہدہ مین شریک ہونے پر راضی نہ ہوئے جو اونکے اکتساب معیشت کے طریقون مین سد باب ہوتا تھا۔

شبلی صاحب کی اوس تحریر سے جو اونھون نے اس حلف الفضول کی وجہ تسمیہ مین قلمبند فرمائی ہے۔ ہمارے مندرجہ بالا

بیان کی پوری تصدیق ہو جاتی ہے " اس معاہدہ کو حلف الفضول اس لئے کہتے ہین کہ اول اول اس معاہدہ کا خیال جن لوگون کو ہوا اونکے نام مین فضیلت کا مادہ داخل ہے یعنی فضل بن حرث فضیل بن وداعہ اور مفضل۔ یہ لوگ بنی جرہم اور قطوراکے قبیلہ کے لوگ تھے " یہ تحریر بتلا رہی ہے کہ دیگر قبایل کے لوگ تو اس معاہدے مین شریک ہوئے لیکن قریش مین سوائے تین قبایل کے اور کسی کو اسمین شرکت کی توفیق نہ ہوئی جسکی وجہ صرف وہی ہوسکتی ہے جو اوپر لکھی گئی۔

لیکن شبلی صاحب نے اپنی اس تحریر مین اپنے سابق مختار سے انحراف فرمایا ہے۔ آپ کے سہو و ذہول کا یہ طریقہ آپ کی تالیفات مین اکثر مقامات پر پایا جاتا ہے۔ اس واقعہ کی ابتدا مین تحریر فرمایا گیا ہے " جنگ فجار سے لوگ واپس پھرے تو زبیر ابن عبدالمطلب نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا اور خاندان کے سرگروہ تھے یہ تجویز پیش کی " غرضکہ بنی ہاشم کے ساتھ اس خیال کی اولیت کا خود اعتراف فرما لیا گیا ہے اور اپنا یہ اقرار و اعتراف بھی طبقات ابن سعد کے حوالے پر محول کیا ہے جسکی اصل عبارت ہم اوپر نقل کر آئے ہین۔ اور جس مین آل ہاشم کا اس خیال و تجویز مین سب سے پہلے سبقت کرنا بالتصریح مندرج ہے۔ پھر باوجود اس اقرار و اعتراف کے مندرجہ بالا عبارت مین کیونکر اور کس بنا پر لکھا جاتا ہے کہ اول اول اس معاہدہ کا خیال جن لوگون کو آیا انکے نام مین لفظ فضیلت کا مادہ داخل تھا یعنی فضل ابن حرث فضیل بن وداعۃ اور مفضل۔ یہ لوگ جرہم اور قطوراکے قبیلہ سے تھے " تو گویا معلوم ہوا کہ اسکی اولیت بنی ہاشم سے صحیح نہین ہے بلکہ بنی جرہم اور بنی قطورا اسکے موجد اول ہین شبلی صاحب کے ان اعتراف و اختلاف کو غور سے دیکھکر اہل بینش آپ کی تلون مزاجی او تغیر طبعی کا خود اندازہ کر لینگے۔ وجہ تسمیہ جو مادہ فضل کی رعایت سے بتلائی گئی ہے اوسکا اصلی ماخذ کا حوالہ نہین دیا گیا ہے۔ اور عبارت زیر ہے حاشیہ مین امام سہیلی کے اسناد جو وجہ تسمیہ بتلائی گئی ہے وہ امام سہیلی کی خاص رائے ہے۔ اس بنا پر آپ کی دوسری توجیہ سے پہلی توجیہ زیادہ قریب الفہم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ طبقات وغیرہ مین اسکی وجہ تسمیہ خاص طور پہ نہین لکھی گئی۔ متاخرین نے اپنی جدت طبعی سے قیاسی توجیہین قائم کی ہین ممکن ہے کہ انمین سے کوئی صحیح ہو لیکن ان پر قطعی اعتبار دشوار ہے۔)

تزویج باحضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا۔

شبلی صاحب نے سیرۃ النبیؐ مین واقعہ تزویج کو بنائے کعبہ کے واقعہ کے بعد لکھا ہی۔ ملاحظہ ہو ص ۱۳۷۔ آپ کی یہ ترکیب آپ کی ذاتی تجدید ہے۔ اور ابن ہشام۔ طبری اور ابن سعد وغیرہم۔ قدیم عربی ماخذون کی ترتیب سے بالکل خلاف ہی میرے نزدیک ڈیڑہ ہزار برس بعد والے مؤلف کو ان امور مین مجدد بننے کے شوق سے مقلد رہنا ہی بہتر ہے۔ اسلئے ہم سیرۃ النبیؐ کی ترتیب کے خلاف اسوۃ الرسولؐ مین تزویج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واقعہ کو تعمیر کعبہ کے واقعہ سے پہلے بیان کرتے ہین۔

حلف الفضول کے معاہدے کے وقت آپ کا سن بیس برس کا ثابت ہو چکا ہے۔ اور آپکی تزویج کو تمام مورخین و محدثین آپ کی پچیس برس کی عمر مین بتلاتے ہیں۔ اس مختار متفقہ کے رو سے واقعہ تزویج معاہدہ حلف الفضول کے پانچ برس بعد

واقع ہوا۔ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ حضرت ابی طالب کی ہمراہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کے قافلہ تجارتی کی ساتھ سفر کیا تھا اسوقت سن مبارک بارہ یا تیرہ برس سے زاید کا نہیں تھا۔ اس بنا پر ثابت ہے کہ آپ نے بارہ برس کی عمر ہی سے مشغلۂ تجارت کیطرف اپنی مقدس طبیعت کا میلان ظاہر فرمایا تھا۔ طبیعت ہمایونی کی یہ قدرتی اور موروثی موزونیت تھی قدرت کا منشا بالکل کھلا ہوا ہے۔ وہ یون کہ اتنی کمسنی میں اس مشغلہ کاروبار کیطرف طبع مقدسہ کا میلان اور رجحان نمایان ہونے لگا۔ جس زمانہ میں عام فطرت والے بچے سوائے کھیلنے کودنے کے ترتیب معاشرت اور تحصیل معیشت کی کسی فکر و تلاش کیطرف مائل نہیں ہوتے۔ موروثی یون کہ ولادت باسعادت سے ہزارہا سال پیشتر سے آپ کا خاندان اعلیٰ اور دودمان والا۔ جو اولاً بنو اسمعیل اور آخراً قریش کے مخصوص نام و لقب سے تمام اقطاع عالم میں مشہور و معروف تھا ہمیشہ اور برابر تجارت پیشہ رہا اس مشہور عالم سلسلہ میں قصی کے وقت سے کاروبار تجارت کے فروغ یابی کی عملی تدبیرین جاری کیگئین اور یکے بادیگرے آپ کے بعد بزرگوار ہاشم ابن عبد مناف کے زمانہ میں وہ تدبیرین کامیابی کے نقطۂ کمال تک پہونچین۔ یہان تک کہ سلاطین غیر ممالک اور اقوام غیر نے بھی تجار قریش کے راہداری اور آسانی کاروبار کے لئے معاہدے لکھے اور پروانہ راہداری دیے اور اپنے قلمرو مین اطلاع عام کی ضرورت سے اسکے اعلان جاری کئے۔ جیسا کہ ہاشم ابن عبد المطلب کے حالات مین تفصیل سے لکھا گیا ہے اسی طرح مسلسل طور پر ہاشم کے بعد مطلب مطلب کے بعد عبد المطلب اور عبد المطلب کے بعد ابو طالب۔ اس سلسلہ کے تمام بزرگوار کاروبار تجارت فرماتے رہے اور معیشت کا وہ طریقہ اور عام ذریعہ جو مدتہائے دراز سے اس سلسلہ مین چلا آتا تھا وہی اسوقت تک قایم اور مستقل رہا۔ اس بنا پر مولوی شبلی صاحب کا یہ لکھنا بالکل صحیح اور فی الواقع ہے کہ "سن رشد کو پہونچنے کے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جب فکر معاش ہوئی تو تجارت سے بہتر کوئی پیشہ نظر نہین آیا"

آپ نے اپنے اس موروثی مشغلہ کی ابتدا اپنے خاص اور تنہا سرمایہ سے نہین کی۔ بلکہ مشترکہ سرمایہ سے۔ اسکی خاص وجہ خاص سرمایہ کی کمی تھی اور یہ بالکل ظاہر تھی اسلئے کہ نہ حضرت عبد اللہ کوئی ایسا سرمایہ چھوڑ گئے تھے اور نہ حضرت ابیطالب اپنی کثیر العیالی اور خرچ عیالداری کی مجبوریون سے کسی علٰحدہ اور کافی رقم کا اوسپر اضافہ کر سکتے تھے۔ ان دقتون کی وجہ سے مشترکہ سرمایہ سے آغاز تجارت کا طریقہ اختیار فرمایا گیا اور یہ نہایت آسانی سے قایم ہو گیا۔ اس لئے کہ اوسوقت یہ دستور جاری تھا کہ سہولیت کی غرض سے اکثر لوگ اپنا سرمایہ کسی امانتدار اور ہوشیار شخص کو تجویز کر کے سپرد کر دیتے تھے۔ منافع مین اوسکو اپنا سہیم بنا لیتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجارت کے مشغلہ کو اسی طریقہ سے شروع کیا اور لوگون نے بھی آپ کے ساتھ معاملت کو بطیب خاطر قبول کر لیا۔ کیونکہ ہر شخص آپ کی دیانت امانت اور صداقت کا تجربہ کر چکا تھا۔

شبلی صاحب نے آنحضرت صلعم کے حسن معاملت کی چند مثالین سیرۃ النبی مین نقل کی ہین۔ ہم بھی اون کو اپنے بیان کی تصدیق کے لیے ذیل مین نقل کرتے ہین۔

عبد اللہ بن ابی الحمسا ایک صحابی بیان کرتے ہین کہ بعثت سے پہلے مین نے آنحضرت صلعم سے خرید و فروخت کا معاملہ

کیا تھا۔ کچھہ معاملہ ہوچکا تھا کچھہ باقی تھا۔ مین نے کہا پھر آؤن گا۔ اتفاق سے مجھکو تین دن تک اپنا وعدہ یاد نہ آیا تیسرے دن جب وعدہ گاہ پر پہونچا تو آنحضرت صلعم کو اوسی جگہ منتظر پایا لیکن اس خلاف وعدگی سے آپکی پیشانی پر بل تک نہ آیا۔ صرف اسقدر فرمایا کہ تم نے مجھے زحمت دی۔ مین اس مقام پر تین دن سے موجود ہون۔

سائب نام ایک صاحب جب مسلمان ہوکر خدمت اقدس مین حاضر ہوئے تو لوگون نے اونکی تعریف کی آپنے فرمایا مین انکو تم سے زیادہ جانتا ہون سائب نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہون۔ آپ میرے شریک تجارت تھے لیکن ہمیشہ معاملہ صاف رکھا فکنت لاتداری ولاتماری۔ نہ میرا آپ کے ذمہ نہ آپ کا میرے ذمہ کچھہ باقی ہے۔

قیس ابن سائب مخزومی ایک اور صحابی تھے۔ آپ کے شریک تجارت تھے۔ وہ بھی انھین الفاظ کے ساتھ آپ کے حسن معاملہ کی شہادت دیتے ہین۔ سیرۃ النبیؐ جلد اول ص ۱۳۶

سب کے ساتھ کاروبار مین آپ کی صفائی۔ معاملت تجارت مین اور شرائط مشارکت مین شرکاء کے ساتھ آپ کی سچائی چارون طرف مشہور ہوگئی تھی۔ امانت و دیانت کا یہ عالم تھا کہ عموماً تمام تجار اور اہل کاروبار آپ کی خوش معاملگی اور صفائی کے گرویدہ تھے۔ تجارت کی غرض سے آپ نے بصرے اور شام کا سفر کیا تھا اور پہلے انھین دونون مقامون مین اسباب تجارت فروخت کرکے اپنے حسن تدبیر اور خوش نظمی سے کافی نفع اوٹھایا تھا۔ پھر جیون جیون سرمایہ مین ترقی ہوتی گئی سلسلہ تجارت مین بھی اضافہ ہوتا گیا شام و بصرے کے علاوہ اور مقامات مین بھی جو تجارت کے مرکزی مقام تھے تشریف لیگئے۔ حباشہ کا بازار عرب مین سالانہ ملکی کاروبار اور خرید و فروخت کے لئے بہت مشہور و معروف تھا۔ تجارت کی غرض خاص سے یہان بھی آپ کا تشریف لانا تاریخون سے ثابت ہوتا ہے۔

یہ واقعات تبلا رہے ہین کہ کاروبار تجارت مین آپ کی صفائی اور سچائی تمام تجارت پیشہ قوم و قبائل پر کامل طور سے اثر پذیر ہوچکی تھی۔ اور ہر شخص اپنے مقام پر آپ کو اپنا کاروبار تجارت سپرد کرنے کا متمنی تھا انھین لوگون مین جناب خدیجہؑ بھی تھین۔

یہ خوش قسمت اور عالی منزلت خاتون شرفائے قریش کے ایک ممتاز خاندان سے تھی۔ پانچوین پشت مین اس خاتون محترمہ کا سلسلۂ نسب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ تجارت اور کاروبار کے اعتبار سے تجار مکہ مین کوئی انکا مقابل نہین تھا۔ طبقات ابن سعد مین لکھا ہے کہ جب اہل مکہ کا قافلہ تجارت کو روانہ ہوتا تھا تو اکیلا حضرت خدیجہؑ کا مال تجارت تمام قریش کے مال کے برابر ہوتا تھا۔ شبلی صاحب اس عبارت کو ابن سعد کی عبارت تبلاتے ہین حالانکہ یہ عبارت طبقات ابن سعد کی نہین ہے۔ بلکہ شرح زرقانی جلد اول صفحہ ۲۳۹ مین واقدی اور دیگر مورخین سے نقل کیگئی ہے۔

شبلی صاحب اسی صفحہ کے زیر حاشیہ لکھتے ہین یکجا تمام حالات دیکھنے ہون تو زرقانی جلد اول ص ۲۲۴ سے ۲۳۶ تک دیکھنا چاہیئے۔ حالانکہ حالات تزویج جناب خدیجہؑ شرح زرقانی مین صفحہ ۲۳۹ سے شروع ہوکر صفحہ ۲۴۵ مین تمام ہوئے ہین

شبلی صاحب کی یہ سہو ہے۔ ان چھوٹی چھوٹی فروگذاشتوں کے لئے اہل تالیف قطعی مجبور ہین اور بالکل معفو۔ کیونکہ انکی بنا بالکل اون لوگون کی کثیر المشغلی اور سہو النظری پر مبنی ہے جس سے کوئی نہین بچ سکتا۔

ثروت و اقتدار کے اعتبار سے حضرت خدیجہؑ تمام تجار مین عظمت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھین مکہ اور قرب و جوار کے تمام تجارت پیشہ قوم و قبائل کے لوگ انکے زیر اثر تھے اور دست نگر۔ عادات و اوصاف کے لحاظ سے حضرت خدیجہؑ کی پاک نفسی حسن اخلاق اور عام ہمدردی مشہور آفاق تھی۔ انھین محاسن ذاتی کی خصوصیات سے ایام جہالت ہی مین آپ کا لقب طاہرہ مشہور ہوگیا تھا۔ آپ کے ذاتی اوصاف کے متعلق ابن سعد یہ عبارت نقل کرتے ہین۔

وھی یومئذ اوسط قریش نسبا و اعظمھم شرفا

یہ خاتون اوسوقت تمام قریش مین عالی نسب اور صاحب شرافت تھین۔

ابن ہشام اور طبری کے یہ الفاظ ہین۔

وکانت خدیجۃ تاجرۃ ذات شرف و مال کثیر و تجارۃ تبعث بھا الی الشام فتکون عیرھا کعامۃ عیر قریش و کانت تستاجر الرجال و یدفع الیھم المال مضاربۃ

جناب خدیجۃ الکبریٰ رض تاجرہ تھین۔ صاحب شرافت اور اہل دولت انکی تجارت کا یہ حال تھا کہ جب قافلہ تجار شام کو جاتا تھا تو اوسمین اکیلا انکا مال تمام لوگون کے مال کے برابر ہوتا تھا۔ تجار آپ سے مال لیکر تجارت کیلئے لیجاتے تھے اور منافع لیکر اصل سرمایہ واپس دیتے تھے"

شبلی صاحب نے بھی اس مضمون کو سیرۃ النبی صفحہ ۱۳۶ مین لکھا ہے۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہی حسن معاملات اور مکارم عادات حضرت خدیجہؑ کے میلان خاطر کے باعث ہوئے اور حقیقت مین منشاء قدرت کا یہ مقدمہ تھا۔ ابن ہشام اور طبری اسکی حقیقت ذیل کے الفاظ مین لکھتے ہین۔

فلما بلغھا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما بلغھا من صدق حدیثہ و عظم امانتہ و کرم اخلاقہ بعثت الیہ فعرضت علیہ ان یخرج فی مال لھا الی الشام تاجرا و تعطیہ افضل ما کانت تعطی غیرہ مع غلام لھا یقال لہ میسرۃ

جناب خدیجہؑ کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت بیانی اعلیٰ درجہ کی امانتداری اور اعظم ترین اخلاق کی خبرین پہونچین تو اونہون نے خود اپنی طرف سے اس تصریح کے ساتھ پیام بھیجا اور درخواست کی کہ آپ میرا اسباب تجارت لیکر میرے غلام میسرہ کے ساتھ شام کیطرف جائین تو مین آپ کو اسکے معاوضہ مین اوس سے کہین زیادہ دونگی جو دوسرے تاجر آپ کو دیتے ہین۔ ابن ہشام ۷۶ (مصر) طبری ۱۱۲۷ (جرمن)

طبقات اور مواہب لدنیہ کی عبارات سے مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہ کے ساتھ تعلقات تجارت قائم کرنیکی مشورت ابیطالب نے دی تھی۔ اور جب اس امر مین آنحضرت صلعم کا امتزاج لیلیا تو حضرت خدیجہؓ سے اسکی خود تحریک فرمائی۔ طبقات ج۱ ق۱ زرقانی شرح مواہب لدنیہ ص ۲۴۳۔ اگرچہ مندرجہ بالا عبارت سے آنحضرت صلعم کی ترغیب و درستی معیشت کی نسبت حضرت ابیطالب کے خالص مربیانہ طرز عمل ثابت ہوتے ہین لیکن جب اسکے دوسرے پہلو پر نظر ڈالی جاتی ہے اور ابیطالب کی حیا و ہمت صبر و

قناعت پر جو بنی ہاشم کا تمغائے شرافت تھی۔ خیال کیا جاتا ہے تو ابن ہشام اور طبری کے بیانات و مندرجات صحت و قعیت سے قریب تر ثابت ہوتے ہیں۔

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت خدیجہؑ کے اس پیام اور مجوزہ انتظام کو سنکر منظور فرمالیا اور انکی غلام میسرہ نامی کے ہمراہ سامان تجارت لیکر شام کیطرف روانہ ہوگئے۔ اس سفر میں آپ کی حسن تدبیر اور سلیقہ شعاری سے حضرت خدیجہؑ کی تجارت میں اُمید سے زاید نفع ہوا۔ میسرہ ایک زمانہ سے اپنی مخدومہ کے کل کاروبار کا مختار تھا۔ وہ بھی آنحضرت صلعم کے خوش خلقی اور لین دین خرید و فروخت میں خوش سلیقگی دیکھکر دنگ ہوگیا۔ معاملات تجارت میں میسرہ نے آپ کی ایسی خوبیاں مشاہدہ کیں۔ جو اسنے دیکھیں کیا کبھی سنی بھی نہیں تھیں۔ کاروبار تجارت سے فراغت پاکر جب قافلہ مکہ میں لوٹ آیا تو میسرہ نے اپنے تمام مشاہدات جناب خدیجہؑ سے دُہرا دیے۔

تمام اہل تاریخ و سیرت نے اسی واقعہ کو حضرت خدیجہ کے میلان خاطر کا باعث بتلایا ہے۔ اور اون کے ساتھ تعلقات تجارت کے سلسلہ میں صرف اسی ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ مگر شبلی صاحب نے صحت کے ساتھ محققانہ طور پر ثابت فرمایا ہے کہ اس سے پہلے بھی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت خدیجہ کے کاروبار میں اپنی غایت درجہ کی خوش سلیقگی حسن معاملت اور دیانت و امانت ثابت فرمائی ہے۔ اونکی مفصلۂ ذیل عبارت سے پورا انکشاف حال ہو جاتا ہے۔

حضرت خدیجہ نے جہاں جہاں آپ کو تجارت کی غرض سے بھیجا تھا۔ ان میں جُرش[۵] بھی تھی جو یمن میں ہے حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے اور ذہبی نے بھی تصدیق کی ہے کہ جرش میں آپ دو دفعہ تشریف لیگئے اور ہر دفعہ حضرت خدیجہؑ نے معاوضہ میں ایک اونٹ دیا۔ سیرۃ النبی ص ۱۴۰۔

ابن ہشام اور ابن سعد کی عبارات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہ کی طرف سے تزویج کی سلسلہ جنبانی شروع کیگئی اور نفیسہ بنت منیہ شادی کا پیام لیکر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ ابن سعد ان الفاظ میں حقیقت حال کو بیان کرتے ہیں۔

عن نفیسہ بنت منّیہ قلت کانت خدیجۃ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزّی بن قصی امراۃ حازمۃ جلدۃ شریفۃ مع ما اراد اللہ بھا من الکرامۃ والخیر وھی یومئذ اوسط قریش نسبا واعظمھم شرفا واکثرھم مالا وکل قومھا کان حریصا علی نکاحھا لو قدر علی ذٰلک قد طلبوا ھا وبذلوا بھا الاموال فارسلتنی دسیسا الی محمد صلعم بعد ان رجع

نفیسہ بنت منیّہ کا بیان ہے کہ خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بڑی ہوشیار اور شریف ترین خاتون تھیں اور باین ہمہ خدائے سبحانہ تعالیٰ کا ارادہ توفیق خیر و برکت کے ساتھ اونکا رفیق تھا وہ اس زمانہ میں باعتبار حسب و نسب کے اعلیٰ ترین قریش تھیں فضل و شرف کے لحاظ سے بھی اونمیں اعظم ترین اور مال و دولت کے شمار سے تمام قریش سے زیادہ متموّل اور خوشحال قوم و قبیلہ کے تمام لوگ ان سے نکاح کرنے کے متمنی تھے۔ اور حتی الامکان

[۵] جرش بالضم و فتح الرائے۔ یمن میں ایک شہر ہے۔ یہاں کا چمڑا اور اونٹ مشہور ہے۔ یمیم ابن جراشہ صحابی اور اسد بن عبدالملک یہیں کے رہنے والے تھے۔ قاموس اللغات۔

فی عیرمن الشام فقلت یا محمدؐ ما یمنعك ان تزوج فقال
ما بیدی ما اتزوج به قلت فان کفیت ذلك ودعیت
الی الجمال والمال والشرف والکفاءۃ الا تجیب قال فمن
ھی قلت خدیجۃ وقال کیف لی بذلك قالت قلت علیّ
قال فانا افعل فذھبت فاخبرتھا فارسلت الیه ان
ائت الساعۃ کذا وکذا وارسلت الی عمھا عمرو بن اسد
لتزوجھا فحضر ودخل رسول اللہ صلی اللہ علیه و
آله وسلم فی عمومته فزوجه احدھم طبقات ابن سعد

اسکے بیے ساعی تھی۔ اگرچہ اسکے لئے جناب خدیجہ اونکے تمام احوال بھی طلب فرماتین تو وہ نذر کرنیکے لئے حاضر تھے نفیسہ کا بیان ہے کہ حضرت خدیجہ نے شام سے قافلہ تجارت کے واپس آنیکے بعد مجکو جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین پیام نکاح لیکر بھیجا۔ مین نے حاضر خدمت ہوکر عرض کی۔ اے محمدؐ صلعم آپ کو اب اپنا بیاہ کر لینے کے لئے کون شے مانع ہے۔ ارشاد ہوا کہ میرے ہاتھ مین کیا ہے جس سے مین اپنے بیاہ کا قصد کرون۔ مین نے کہا کہ اگر مین اس امر مین آپکی کفالت کرون اور ایک ایسی جگہ آپکی نسبت لگادون جو صاحب شرف و وجاہت و صاحب مال و دولت بھی ہو اور آپ کی کفالت بھی کر سکے۔ تو کیا ایسی حالت مین آپ اوسے قبول فرماینگے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ وہ کون ہے؟ مین نے کہا وہ خاتون معظمہ خدیجہ ہین۔ ارشاد ہوا وہ کیسے اس امر پر راضی ہونگی۔ مین نے کہا کہ اسکی ذمہ داری مجھپر ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اچھا مین بیاہ کرونگا نفیسہ کا بیان ہے کہ مین آنحضرت صلعم کا یہ ارشاد سنکر رخصت ہوئی اور جناب خدیجہ سے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ حضرت خدیجہؓ نے آنحضرت صلعم کے پاس اوسی روز نکاح مقرر فرما کر کہلا بھیجا اور اپنے چچا عمرو ابن اسد کو بھی اسکی خبر کردی اور صیغۂ تزویج پڑھ دینے کے لئے کہلا بھیجا۔ وقت مقررہ پر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اعمام کے ساتھ حضرت خدیجہ کی عصمت سرا مین تشریف لیگئے اور آپکے اعمام مین سے ایک صاحب نے آپ کا خطبہ نکاح پڑھا۔

مولوی شبلی صاحب تزویج کے متعلق تحریر فرماتے ہین۔ واپس آنیکے تین مہینے بعد (سفر شام سے) حضرت خدیجہؓ نے آپ کے پاس شادی کا پیام بھیجا۔ اونکے والد کا انتقال ہو چکا تھا۔ لیکن آپ کے چچا عمرو ابن اسد زندہ تھے۔ عرب مین عورتون کو یہ آزادی حاصل تھی کہ شادی بیاہ کے متعلق خود گفتگو کر سکتی تھین۔ اور آئین بالغہ یا نابالغہ کی قید نہ تھی حضرت خدیجہؓ نے چچا کے ہوتے خود براہ راست تمام مراتب طے کئے۔ تاریخ معین پر ابوطالب اور تمام رؤسائے خاندان جن مین حضرت حمزہ بھی تھے۔ حضرت خدیجہ کے مکان پر آئے۔ ابوطالب نے خطبہ نکاح پڑھا۔ پانچسو درہم طلائی مہر مقرر پایا۔ سیرۃ النبی ص ۱۲۷

بالغہ کے لئے تو عرب پر موقوف نہین تمام ممالک اسلام اور غیر اسلام مین بھی یہی حکم و دستور قایم ہے۔ لیکن نابالغہ کے لئے شبلی صاحب کی یہ تعمیم نہ شرعی طریقہ سے ماذون ہے اور نہ عقلی قرینہ سے موزون۔ کیونکہ نابالغہ مین جبتک سن رشد نہین پایا جائیگا اسکا کسی قسم کا اقرار یا اعتراف قابل اعتبار نہوگا۔ اسلئے احکام شریعت اور قانون حکومت دونون نے نابالغہ کے عقد نکاح مین ولایت کی ضرورت کو مشروط کر دیا ہے اور یہ ایسا عام دستور ہے کہ زیادہ تصریح کا محتاج نہین اس بنا پر بالغہ اور نابالغہ کا ایک حکم خیال کرنا۔ عام اس سے کہ قبل اسلام ہو یا بعد اسلام شبلی صاحب کی عجلت رقمی ہے۔

ابوطالب کا خطبۂ نکاح شبلی صاحب نے ابیطالب کا خطبہ نکاح پڑھنا تو تحریر فرمایا ہے مگر اوس خطبہ کی عبارت نہین

نقل فرمائی۔ ہم جانتے ہین یہ آپ کی کوتہ قلمی اور اختصار پسندی کا خاص مقام ہے لیکن واقعات کو کامل تفصیل کے ساتھ فاکر جب وہ بغیر تلاش موجود ہے اور تمام کتابون مین منقول۔ لکھنا اور بیان کرنا بھی مولف کا خاص کام ہے۔ بہرحال امام قسطلانی مواہب لدنیہ مین علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ مین۔ امام الحرمین برزنجی اسنی المطالب اور امام دولابی نے اس خطبہ کو بیک لفظ تحریر فرمایا ہے۔ ہم زرقانی سے ذیل مین اس خطبہ کو نقل کرتے ہین۔

الحمد لله الذی جعلنا من ذریة ابراهیم وزرع اسمٰعیل وضئضئ معد وعنصر مضر وجعلنا حضنة بیته وسواس حرمه وجعل لنا بیتا محجوجا وحرما امنا وجعلنا الحکام علی الناس ثم ان ابن اخی هذا محمد بن عبد الله لایوزن برجل الا رجح به شرفا ونبلا وفضلا وعقلا فان کان فی المال قل فان المال ظل زائل وامر حائل ومحمد من قد عرفتم قرابته وقد خطب خدیجة بنت خویلد وبذل لها ما اجله وعاجله من مالی کذا وهو والله بعد هذا له نبأ عظیم وخطر جسیم۔

تمام تعریف اوس خدائے بزرگ و برتر کے لئے سزاوار ہے جس نے ہمکو ذریت ابراہیمؑ۔ اولاد اسمٰعیلؑ نسل معد ابن عدنان اور صلب مضر سے پیدا کیا اور ہمکو اپنے بیت کا محافظ اور اپنے حرم محترم کا نگہبان مقرر فرمایا۔ ہمارے لئے ایک ایسا گھر قرار دیا جس کا خلق خدا حج کرتی ہے اور ایسی متبرک زمین عطا کی کہ جہان خدا کی مخلوق امن پاتی ہے یا سوا اسکے خدا نے ہمکو لوگون پر حاکم بنایا۔ اما بعد میرا یہ بھتیجا محمد بن عبد اللہ ہے جس کا اگر کسی شخص سے موازنہ اور مقابلہ کیا جاوے تو ازروئے فضل و کمال و باعتبار شرافت و ذہانت یہ گرانی نکلے گا یہ مالداری اور دولتمندی مین کم ہے۔ مگر مال کیا ہے۔ ایک ڈھلتی پھرتی چھاون ہے اور متغیر اور متبدل ہوجانیوالا حال ہے۔ محمدؐ وہی شخص ہے جسکی قرابت جو کچھ مجھ سے ہے آپ لوگ اوسکو خوب جانتے ہین۔ اوس نے خدیجہ سے تزویج کا ارادہ کیا ہے اور اسطرح مین نے اپنے مال سے اوسکے (خدیجہ کے) مہر موجل (رقم مقررہ) اور صداق معجل (رقم مہر جو بروقت ادا کی جاوے) ادا کر دیا۔ مین خدا کی قسم کھا کر کہتا ہون کہ محمدؐ وہ شخص ہے جسکے لئے کوئی خبر عظیم اور کوئی مہتم بالشان بہرہ یا حصہ نصیب ہونیوالا ہے۔ زرقانی ۲۴۲-۴۳

اس خطبہ کی پوری نقل و شرح کے بعد زرقانی لکھتے ہین۔

عن الدولابی ان ابی طالب قال وقد خطب الیکم رغبا کریمتکم خدیجة وقد بذل لها من الصداق ما حکم عاجلها اثنا عشرة اوقیة ذهبا

دولابی لکھتے ہین کہ خطبہ نکاح مین حضرت ابوطالب کے یہ الفاظ بھی داخل ہین ”معاشر قریش مین آپ لوگون کے سامنے خاتون کریمہ خدیجہؑ کا خطبہ نکاح بطیب خاطر پڑہتا ہون اور اونکے صداق عجل اور معجل مین بارہ اوقیہ سونا دیتا ہون۔

حافظ جمال الدین محدث شیرازی۔ روضۃ الاحباب مین ابوطالب کے یہ الفاظ تحریر کرتے ہین۔

قد خطب ابو طالب خدیجة بنت خویلد وقال لها الصداق اجلة وعاجلة عشرون بکرة من مالی۔

خدیجہ بنت خویلد کا مین (محمد صلعم کیطرف سے) خطبہ نکاح پڑہتا ہون اور اونکے مہر موجل و معجل مین بیس مہار اونٹ جو میری ملکیت سے

ہیں اوا کرتا ہوں۔ روضۃ الاحباب ۱۰۶۔ روضۃ الصفا۔ خاوندشاہ سمرقندی۔ جلد سوم میں بھی یہی الفاظ مرقوم ہیں۔

ورقہ بن نوفل کا خدیجہ کی طرف سے خطبۂ نکاح

علامہ زرقانی واقعہ تزویج کے سلسلہ میں کتاب منتقی کی سند سے لکھتے ہیں۔

فی المنتقی فلما اتم ابوطالب الخطبة تکلم ورقة بن نوفل فقال الحمد لله الذی جعلنا کما ذکرت وفضلنا کما عددت فنحن سادة العرب وقادتها وانتم اهل ذلک کله لا ینکر العشیرة فضلکم ولا یرد احد من الناس فخرکم وشرفکم وقد رغبنا فی الاتصال بحبلکم وشرفکم فاشهدوا علی معاشر قریش بانی قد زوجت خدیجة بنت خویلد من **محمد بن عبد الله** علی اربعمائة دینارًا ثم سکت فقال ابوطالب قد احببت ان یشرکک عمها فقال عمها یا معاشر قریش انی قد انکحت **محمد بن عبد الله** من خدیجة بنت خویلد وشهد علی ذلک صنادید قریش۔

منتقی میں مرقوم ہے کہ جب ابیطالب اپنا خطبہ نکاح ختم کر چکے تو ورقہ ابن نوفل نے یوں تقریر کی۔ وہ خدا قابل ستائش ہے جس نے ہم لوگوں کو ان اوصاف سے موصوف کیا۔ جس کا آپنے (ابوطالبؑ) ذکر کیا۔ اور ہم لوگوں کو وہ فضائل عنایت کئے جن کا شمار و انحصار آپنے فرمایا ہم لوگ سردار قوم عرب ہیں اور پیشوائے قوم اور آپ حضرات (بنی ہاشم) وہ بزرگوار ہیں جنکے فضائل سے کسی قبیلہ اور عشیرہ کو انکار ہو ہی نہیں سکتا اور آپ کے مفاخر و مشارف پر کسی فرد واحد کو حرف گیری کی جرأت ہو ہی نہیں سکتی۔ ہم لوگوں نے بطیب خاطر آپ حضرات سے پیوند کرنا چاہا اور آپکے مشارف میں شریک ہونا قبول کیا۔ اے معاشر قریش۔ آپ حضرات اسکے گواہ رہیں کہ میں نے خدیجہ بنت خویلد کو **محمد بن عبد اللہؐ** کے ساتھ چار سو دینار مہر پر بیاہ دیا۔ یہ کہکر ورقہ خاموش ہو گئے۔ تو حضرت ابیطالب نے ان سے کہا کہ میری خواہش ہے کہ آپ اس تصدیق و شہادت میں خدیجہ کے چچا کو بھی شریک کر لیں۔ یہ سنکر اونکے چچا اسد اوٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اے معاشر قریش آپ حضرات گواہ رہیں کہ میں نے خدیجہ بنت خویلد کا نکاح محمدؐ بن عبد اللہ سے کر دیا۔ تمام صنادید قریش نے اسپر گواہی دی ص ۲۴۴ ۲

علامہ زرقانی اس کے بعد منتقی کے اسناد سے لکھتے ہیں۔

ففرح ابیطالب فرحًا شدیدًا وقال الحمد لله الذی اذهب عنا الکرب ورفع عنا الهموم

ابیطالب کو اس تزویج سے بڑی مسرت ہوئی اور فرمایا خدا کا شکر ہے جسنے ہمارے مشکلات و مہمات کو دور فرمایا۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت و نگرانی اور آرام رسانی کے متعلق حضرت ابیطالبؑ کے تعلقات اور جذبات کا اندازہ کرنا اور اونکو عام واقعات کی طرح پایۂ ثبوت تک پہونچانا۔ اصول فطرت کے خلاف کوشش کرنا ہے۔ ہر باپ کو اپنے بچہ کی محبت ہونا لازمۂ فطرت ہے۔ اسلئے مشاہدات کا ثبوت کیا اور بدیہیات پر بحث کیسی۔ حضرت ابیطالبؑ نے اپنے خطبہ میں اپنے ان جذبات کو جن بلیغ اور پر معنی الفاظ میں بیان فرمایا ہے وہ انکشاف حقیقت کیلئے کافی ہیں۔ وہ یہ ہیں محمدؐ من قد عرفتم قرابته محمد سے میری قرابت کو سب جانتے ہیں۔ اس سے زاید نہ کسی انکشاف کی ضرورت تھی اور نہ کسی تفصیل و تشریح کی احتیاج ابیطالب کا وہ خطبہ نکاح جو اوپر نقل ہو چکا ہے ماسوا اسکے کہ زبان عرب کی فصاحت و بلاغت کا بینظیر و بیمثال نمونہ ہے اور

مفاخر و مشارف بنی ہاشم اور اونکے خاندانی عظمت و وجاہت کے کمالات کا آئینہ اور حقیقتاً حضرت ابی طالب کے یہ اظہار مفاخرت خودنمائی اور خودستائی کی غرض سے بیموقع اور ناموزون نہین تھے۔ بلکہ مناسبت وقت کے اعتبار سے بالکل مطابق کیونکہ تاریخ سے تبلاتی ہے کہ جناب خدیجہ کی خواستگاری کیلئے تمام اکابر وعمائد قریش اپنی مرفہ الحالی اور فارغ البالی کے لحاظ سے مدت سے ساعی تھے۔ اونکی تمنا کے خلاف ابیطالبؑ ایسے متوسط الحال شخص کے گھر مین حضرت خدیجہ کا بیاہا جانا اور اُس نسبت پر اُس خاتون ذی اقتدار کا بلا عذر و تامل راضی ہو جانا عموماً حیرت خیز اور تعجب انگیز تھا خصوصاً عمائدین و اکابرین قریش کے اُسی طبقہ مین اسکے باعث اوس وجہ کی تلاش وامنگیر تھی جو حصول مدعا سے محروم و ناکام رہ گئے تھے۔ اس بنا پر حضرت ابیطالبؑ کو یہ تبلا دینا نہایت ضروری تھی کہ مال و دولت کی کثرت حسبی عظمت اور نسبی شرافت کا مقابلہ نہین کرسکتی۔ اسمین شک نہین کہ باعتبار قومیت کے تمام قریش یکسان ہین لیکن تاہم بنی ہاشم کا قبیلہ اپنے اخلاقی و روحانی اوصاف سے اون مین خاص طور پر ممتاز ہے اور یہی سبب اعزاز اور اونکے یہی مفاخر و مشارف خاص طور پر اس تزویج کے اصلی باعث ہوئے ہین۔ اور انھین اوصاف مخصوصہ کو حضرت ابیطالبؑ نے نہایت وضاحت سے اپنے خطبہ تزویج مین اون الفاظ کے ساتھ یاددلایا ہے جعلنا حضنة بيته وسوّاس حرمه وجعل لنا بيتا محجوجا وحرما امنا وجعلنا الحكام على الناس۔ خدانے ہمکو اپنے گھر کا محافظ اور اپنے حرم کا نگہبان بنایا اور ہمکو وہ گھر دیا جسکا لوگ حج کرتے ہین اور اوسکو تمام مخلوق کیلئے جائے امن بنایا اور ہمکو لوگون پر حاکم بنایا"۔ یہ الفاظ بنی ہاشم کے فضائل وخصائص کو اس اہمیت سے ثابت کررہے ہین کہ امراء اور رؤسا قریش کے موجودہ مجمع مین کسی فرد واحد کو عذر و تامل کی مجال نہوئی۔ بلکہ ورقہ بن نوفل نے اپنے خطبہ مین ان تمام مفاخر و خصائص کو معترفانہ طریقہ سے تسلیم کرکے بنی ہاشم کی ترجیح کو تمام قریش کے مقابلہ مین امر مسلمہ اور مسئلہ مصدقہ ثابت کردیا ہے۔ حضرت ابیطالبؑ نے مال و دولت کی ہستی ناستوار اور وجود بے اعتبار کو جن الفاظ مین بیان کیا اوس سے بہتر بیان کے لئے کوئی دوسرا طریقہ نہین ہوسکتا تھا۔ اپنے مالی ضعف کے اعتراف کے ساتھ اپنے خاص سرمایہ سے حضرت خدیجہ کا مہر موجّل و معجّل طلائی سکون مین ادا کردینا اونکی عالی ہمتی اور بلند حوصلگی کے اظہار کے ساتھ صاف صاف تبلا رہی ہے کہ فیاض کا دست فیض کبھی پیچھے نہین رہ سکتا۔

ولیمۂ نکاح تزویج کے متعلق عرب مین قدیم سے ایک خاص اور امتیازی دستور ہے۔ سیرۃ الحلبیہ مین خصوصیت کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ پہلا ولیمہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صرف خاص سے اس تقریب مین تمام قریش کو دیا اونکی عبارت یہ ہے۔ وهو اوّل وليمة اوّلمها صلى الله عليه واله وسلم۔

جناب خدیجہؑ کی طرف سے بھی ولیمہ کا سامان کیا گیا امرت خديجة عمّها ينحر ابكرا من بكرانك واطعم الناس هلمّ مع اهلك فاطعموا الناس۔ حضرت خدیجہؑ نے اپنے چچا سے کہا کہ آپ اپنے اونٹون مین سے ایک اونٹ ذبح کرین اور مع اپنے اہل وعیال کے شریک ہوکر تمام لوگون کو کھانا کھلوائین۔ چنانچہ تمام لوگون کو دعوت ولیمہ دی گئی۔

حضرت خدیجہؑ کی دعوت ولیمہ مین جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کا خوشنما منظر اور اس تقریب مین

جانبین کی قلبی مسرت کا عالم۔ صاحب کتاب منتقی نے اِن الفاظ میں دکھلایا ہے۔

ودخل صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وقال معہا فقرء اللہ تعالیٰ عینہ وفرح ابو طالب فرحا شدیدا	جب اس دعوت میں آنحضرت صلعم داخل ہوئے تو تمام حاضرین کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں اور حضرت ابیطالب کو بیحد مسرت حاصل ہوئی۔

واقعۂ تزویج میں بھی بعض غلط بیانات داخل ہو گئے ہیں شبلی صاحب اِن واقعات کی صفحہ ۱۳ میں اِن الفاظ کیساتھ تنقید فرماتے ہیں

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضرت خدیجہ کے والد زندہ تھے اور انکی موجودگی میں نکاح ہوا لیکن وہ شراب میں مخمور تھے۔ جب ہوش میں آئے تو نکاح کا حال سُنکر برہم ہوئے کہ برابر کا جوڑ نہیں ہے لیکن یہ روایت صحیح نہیں امام سہیلی نے تبصریح اور بدلیل ثابت کیا ہے کہ حضرت خدیجہ کی والد جنگ فجار کے قبل انتقال کر چکے تھے۔

اسکے علاوہ طبقات ابن سعد میں اگرچہ اِس روایت کو نقل کیا ہے مگر پھر ان لفظوں میں تنقید بھی کر دی ہے۔

فھذا کلہ عندنا غلط ولنثبت عندنا المحفوظ عن اھل العلم ان اباھا خویلد بنت اسد مات قبل الفجار وان عمھا عمرو ابن اسد زوجھا رسول اللہ صلعم	یہ تمام واقعات میرے نزدیک بالکل غلط اور محض بے اصل ہیں اور صاحبان علم و اطلاع کی محفوظ طریقہ سے جو میرے نزدیک ثابت ہے وہ یہ ہے کہ اونکے باپ خویلد بن اسد جنگ فجار کے قبل ہی مر چکے تھے۔ اور اون کے چچا عمرو ابن اسد نے حضرت خدیجہ کو آنحضرت صلعم کے ساتھ بیاہا تھا“

اِسی طرح بعض کتابوں میں ایک اور غلط واقعہ اسکے متعلق پایا جاتا ہے جو شاید شبلی صاحب کی نظر سے نہیں گذرا اور اگر گذرا بھی تو آپ نے اوس سے خاصکر چشم پوشی اختیار فرمائی۔ وہ غلط واقعہ آنحضرت صلعم کی محفل عقد میں حضرت ابو بکرؓ کی شرکت کا ہے جسکی حقیقت ہم شرح زرقانی سے ذیل میں لکھتے ہیں۔ مواہب لدنیہ کے اِس اصل فقرہ کی شرح میں کہ حضر ابو طالب ورؤسا مضر فخطب ابو طالب۔ زرقانی کے الفاظ شرح یہ ہیں ھذا ھو الصّواب المذکور فی الروض وغیرہ وما فی نسخہ ابو بکر رضی اللہ عنہ لا اصل لہ۔ قول صحیح و درست یہی ہے جیسا کہ کتاب روض وغیرہ میں مذکور ہے (ابو طالب اور رئیسان مضر شریک تھے اور ابو طالب نے خطبہ پڑہا) اور کتابوں میں جو حضرت ابو بکرؓ کی شرکت کے متعلق جو لکھا گیا ہے وہ بالکل بے اصل ہے [۱]

تعمیر خانۂ کعبہ

اسوقت تک کعبہ ایک مکعب چار دیواری تھی قدِ آدم اونچی۔ اوپر چھت نہ تھی۔ نہ دروازہ تھا نہ کواڑ ہے۔ اہل عرب اپنے موجودہ تمدن کے مطابق اس برہنہ دیواروں کی قیمتی پوششوں سے آرایش کیا کرتے تھے۔ اور ہر سال اپنے کمال عقیدت سے سوزن کار ریشمی پردے چڑہایا کرتے تھے۔ اِن دیواروں کی سادگی اور بیقاعدگی اوسکی قدامت اور عظمت کی اصل حقیقت کو بتلاتی تہی۔ ایک بار خوشبودان میں خوشبو سلگ رہی تھی۔ لوگوں کی غفلت سے خانہ کعبہ کے پردے میں آگ لگ گئی۔ اور وہ مشتعل ہو کر چاروں طرف پھیل گئی۔ چھت ہوتی تو نقصان ہوتا برہنہ دیواروں کو تو کوئی حرج نہیں پہونچا۔ لیکن اوپر سے نیچے تک بالکل سیاہ ہو گئیں بعض روایتوں سے بیت الٰہی کی یہ بدنما

---

[۱] شرح زرقانی ص ۲۴۲۔

سیاہی قریش کے لئے تعمیر کعبہ کی تجدید کا باعث ہوئی۔ مگر عام طور سے محققین نے ایک دوسرے باعث کو اسکی تعمیر کا سبب بتلایا ہے اور وہ یہ ہے کہ خانہ کعبہ نشیب میں واقع تھا شہر کے بالائی حصہ سے ہر سال بکثرت پانی آتا تھا اور عمارت کو نقصان پہونچاتا تھا قریش نے اسکی حفاظت کی یون تدبیر کی تھی کہ اکثر مقامات میں پانی روکنے کیلئے بڑے بڑے بند باندہ دئے تھے لیکن سیلاب کی کثرت ان بندون کو بھی توڑ دیتی تھی اور پانی کی روانی کعبہ کی دیوارون کو نقصان پہونچاتی تہی بالآخر قریش نے اسکی ازسرنو تعمیر کا مصمم ارادہ کر لیا حسن اتفاق سے ایک جہاز کنارے سے ٹکرا کر بندر جدہ مین تباہ ہو گیا تھا قریش کو اسکی خبر لگ گئی۔ ولید ابن مغیرہ اس موقع کو غنیمت پا کر جدہ پہونچ گیا۔ جہاز تباہ کی لکڑیان خرید لین۔ لکڑیان بھی مل گئین اور لکڑیون کے ساتھ بڑہئی اور معمار بھی مل گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ اُس جہاز پر باقوم نامی ایک بڑہئی تھا اور وہی اُس جہاز کا معمار تھا جہاز کی تباہی کے باعث وہ بالکل آشفتہ حال اور پریشان روزگار ہو رہا تھا۔ باقوم رومی عیسائی تھا بعض اوسکو قبطی الاصل بھی بتلاتے ہین۔ ولید سے حقیقت اور ضرورت معلوم کر کے باقوم نے تعمیر کعبہ کا وعدہ کر دیا۔ ولید اوسکو اپنے ہمراہ مکہ مین لا یا اور اوسی نے کعبہ کی عمارت کو ازسرنو تعمیر کیا۔ زرقانی خانہ کعبہ مین آتش زدگی کے واقعہ کو ان الفاظ مین لکھتے ہین۔

روی یعقوب بن سفیان باسناد صحیح عن الزهری ان امرأة اجمرة الکعبة فطارت شرارة فی ثیابها فاحرقتها۔

یعقوب بن سفیان نے اسناد صحیح کے ساتھ زہری سے روایت کی ہے کہ ایک عورت نے خانہ کعبہ مین خوشبو سلگائی اوسکی ایک چنگاری پردے پر پڑ گئی اور پردہ تمام جلگیا۔

بقیہ واقعہ تعمیر کے متعلق ابن سعد کے یہ الفاظ ہین۔

کانت الجرف مطلة علی مکة وکان السیل یدخل من اعلاها حتی یدخل البیت فانصدع تخافوا ان ینهدم وسرق منه حلیه وغزال من ذهب کان علیه در و جوهر کان موضوعا بالارض فاقبلت سفینة فی البحر فیها روم ورأسهم باقوم وکان بانیا فجنبتها الریح الی الشعیبة وکانت مرفاء السفن قبل جدة فتحطمت السفینة فخرج الولید بن المغیرة فی نفر من قریش الی السفینة فابتاعوا خشبها وکلموا الرومی باقوم فقدم معهم وقالوا ابنینا بیت ربنا فامر ءاو بالحجارة تجمع وتنقی الضواحی منها فبینا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ینقل معهم وهو یومئذ ابن خمس ثلثون سنة ص ۹۳- جز من

شہر مکہ زمین نشیب مین واقع تھا اور بالائی قطاع زمین سے شہر مین اکثر سیلاب آیا کرتا تھا اور خانہ کعبہ تک پہونچکر نقصان پہونچایا کرتا تھا۔ لوگون کو انہدام عمارت کا خوف ہوا اور نیز اسوجہ سے کہ خانہ کعبہ سے غلاف وپردہ کی قسم سے کپڑے طلائی ہرنون کے وہ دونون مجسمے جنپر موتی اور دیگر جواہرات جڑے تھے۔ اور روے زمین مین مدفون تھے چوری چلے گئے تھے اس اثنا مین رومی تجار کی ایک کشتی آئی۔ جس کا رئیس باقوم تھا اور وہی اوسکا معمار بھی تھا۔ باد مخالف نے اُس کشتی کو جدہ سے کچھ دور آگے لاکر ایک کھاڑی مین ڈالدی اور وہ مین وہ تباہ ہو گئے۔ یہ خبر پا کر ولید ابن مغیرہ قریش کے اور چند لوگون کو اپنے ہمراہ لیکر اوس کشتی کے مقام پر پہونچا اور کشتی کی تمام لکڑیان جمع کر کے خرید کر لین اور باقوم رومی سے گفتگو کی اور اوسکو اپنے ساتھ مکہ مین لائے اور تعمیر کعبہ پر اوسکو مقرر کیا اور اوسکی ہدایت کے مطابق پتھرون کو مٹی سے صاف کر کے جمع کر لیا۔ انھین پتھر ڈہونے والون مین جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ

آلہ وسلم بھی ساتھ ساتھ پتھر ڈھو رہے تھے۔ اوسوقت سن مبارک پینتیس سال کا ہو چکا تھا۔

تعمیر کے سب ضروری اسباب فراہم ہو چکے تو عمارت موجودہ کے گرانے کی ضرورت ہوئی۔ خدا کا گھر کون ڈھائے۔ سب کے پائے عقیدت مین لغزش تھی۔ کوئی اس مقدس عمارت کے انہدام پر نہ ہاتھ اوٹھاتا تھا اور نہ پاؤن بڑھاتا تھا سمجھانے والے سمجھاتے تھے کہ یہ گرانا عین اوٹھانا اور یہ انہدام عین قیام و استحکام عمارت ہے۔ الغرض اس مشکل کو بھی ولید بن مغیرہ نے دور کیا اور سب سے پہلے گرانے کے قصد سے کعبہ کی دیوار پر چڑھ گیا۔ تاریخ طبری مین ہے۔

فقال ولید ابن مغیرہ انا ابدءکم فی ھدمھا فاخذ المعول ثم قام علیھا وھو یقول اللھم لا ترع اللھم لا نرید الا الخیر ثم ھدم من ناحیۃ الرکنین فتربص الناس بہ تلک اللیلۃ وقالوا ننظر فان اصیب لم تھدم منھا شیئاً ورددناھا کما کانت وان لم یصبہ شیٔ فقد رضی اللہ ما صنعنا ھدمنا فاصبح الولید بن المغیرۃ من لیلتہ غادیاً علی عملہ فھدم والناس معہ حتی انتھی الھدم الی الاساس طبری ۱۳۵ ۱ جزء من

ولید بن مغیرہ نے کہا کہ مین اسکے انہدام کا کام شروع کرتا ہون چنانچہ وہ کدال لیکر دیوار پر چڑھ گیا اور کہنے لگا اے پروردگار تو غضب مین نہ آ میری نیت سوائے خیر کے کچھ اور نہین ہے۔ یہ کہکر ڈہانا شروع کر دیا اور دونون رکن تک کے سرون تک گرا کر کام ختم کر دیا۔ شام ہو گئی۔ تمام اہل مکہ کو رات بھر عجیب بےچینی تھی اور سب کے سب آپس مین کہتے تھے کہ کوئی نہ کوئی مصیبت ضرور آئے گی۔ کیونکہ خانہ کعبہ کی کوئی شے آجتک ٹہائی نہین گئی تھی کہ پھر اپنے مقام پر نہ پہونچا دیگئی ہو۔ اگر رات بھر مین کوئی حادثہ پیش نہ آیا تو سمجھا جائیگا کہ خداوند عالم ہمارے اس انہدام کے عمل سے رضامند ہو گیا۔ خدا خدا کر کے وہ رات خیریت سے گذر گئی۔ صبح کو ولید ابن مغیرہ نے پھر اپنا کام شروع کیا تو اور لوگ بھی اب شریک ہو گئے۔ یہان تک کہ دیوارین کھُد کر بنیادون تک پہونچ گئین۔

انہدام کعبہ کے خوف و عذاب کی طرف سے جب قریش کو اطمینان ہو گیا تو تمام قبیلون نے آپس مین انہدام کا کام شروع کر دیا اور سب نے ملکر اسکو انجام دیا۔ اسکے آغاز کے وقت ابو وہب جو ہمائے شہر اور شرفائے قریش مین ایک مشہور و معروف بزرگ تھے۔ اور رشتہ مین انحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ماموں ہوتے تھے۔ مقامی حاضرین کو مخاطب کر کے فرمانے لگے۔ ابن ہشام۔ ابن سعد۔ طبری اور زرقانی نے اونکی تقریر ان الفاظ مین قلمبند کی ہے۔

یا معشر قریش لا تدخلوا فی بنیانھا من کسبکم الا طیباً لا تدخلوا فیھا مھر بغی ولا بیع ربا ولا مظلمۃ احد۔ ابن ھشام۔

اے گروہ قریش۔ بنیاد کعبہ مین وہی شخص داخل ہو۔ جسکے کسب معاش کے طریقے ذریعہ حلال سے ہون وہ شخص نہ آمین آنے جسکے ذمہ دین مہر باقی ہو۔ یا جو سود لیتا دیتا ہو۔ یا جس نے کسی پر ظلم کیا ہو۔

اس تحریر و تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ باوجود عام جہالت کے قریش مین خاص احتیاط کرنیوالے معدودے چند حضرات اُسوقت بھی موجود تھے۔ بہرحال۔ بنیادین کھُد کر صاف ہو گئین۔ خدا کا گھر بننے لگا۔ بڑے بڑے مالدار اور صاحب ثروت و اقتدار خدا کے بندے۔ پہاڑ سے اپنے سرون پر پتھر ڈھو ڈھو کر لانے لگے۔ فبینما النبی صلعم یحمل الحجارۃ من اجیاد

انھین لوگون مین جناب رسول خدا صلعم بھی پہاڑ سے پتھر ڈھو ڈھو کر لاتے تھے۔ صحیح بخاری مین اس اضافہ کے ساتھ ہے کہ اس محنت مشقت کی وجہ سے آپ کے دونون شانین چھل گئے تھے۔ یہ حامل الوحی کے خلوص عبودیت کا مقدمہ ہے۔

موجودہ تعمیر مین نوایجاد اضافات

سلسلہ تعمیر اسی طرح جاری رہا۔ عمارت بنتی رہی۔ خدا کے عقیدت مند بندے کمال خلوص عقیدت سے کام کرتے رہے۔ اونکے مجموعی خلوص مین کوئی کمی نہین آئی لیکن عین وقت پر سامان عمارت کم ہوگیا۔ ان سامانون مین دیوارون کی ضروری چیزین گھٹ گئیں جو سب مین وقت پر ملنی دشوار تھین چھت کی کڑیان بھی کم ہوگئیں۔ جو کسی طرح فراہم نہ ہوسکین۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ قریش نے قدیم بنیادون کے طول وعرض پا اپنی موجودہ تعمیر کا کام آغاز کیا تھا اور موجودہ لکڑیون سے اوسکے مطابق کافی ہوجانے کا اندازہ لگایا تھا مگر جب دیوارین کھنچکر ایک حد تک آگئیں تو اونکو اپنے غلط اندازہ کی حقیقت معلوم ہوئی۔ ان لوگون نے طول وعرض مین تو کوئی اضافہ کیا نہین تھا۔ لیکن سیلاب کے آجانے اور نقصان پہونچانے کے حفظ ما تقدم کے خیال سے عمارت کی بلندی مین پہلے سے دوگونہ اضافہ کردیا تھا۔ بالآخر آپس کی مشورت سے اس مشکل کو یون طے کرلیا کہ لکڑی کے موجودہ اندازہ تعداد کے موافق تیار شدہ عمارت پر چھت بنالیجائے باقی عمارت زمین پر صرف چاردیواری بناکر چھوڑ دیجائے۔ سال آیندہ لکڑی فراہم کرکے بنالی جائے گی۔ اسی صلاح پر اتفاق کیا گیا۔ ایک نئی دیوار کھینچکر بقیہ زمین علحدہ کرلیگئی۔ صرف چاردیواری کھینچدی گئی۔ جو حطیم کے نام سے مشہور ہے اور بقیہ زمین پر خانہ کعبہ کی عمارت تعمیر کیگئی۔

خانہ کعبہ کی تعمیر ہونیکے حالات کو اس تفصیل کے ساتھ عربی کی تاریخون مین کسی مؤرخ نے ایسا نہین لکھا جیسا کہ علامہ عبدالرزاق صاحب کتاب اخبار مکہ نے۔ ہم اوسکی اصل عبارت ذیل مین درج کرتے ہین۔

فلما اجتمع لهم ما يريدون من الحجارة والخشب وما يحتاجون اليه هدموا الى هدمها فهابت قريش هدمها وقالوا من يبدء اينهدمه فقال الوليد بن المغيرة انا ابدءكم في هدمه انا شيخ كبير فان اصابني امر كان قد دنا اجلي وان كان غير ذلك لم يرزأ في فعلا البيت في يدة عتلة لهدمه بها فهدم متا قريش معه بها فهدمت قريش معه حتى بلغوا الاساس الذي رفع عليه ابراهيم واسمعيل القواعد من البيت فلما اجمعوا اخرجوا من النفقة قلت ما النفقة ان تبلغهم عمارة البيت ويتركوا بقية في

جب پتھر لکڑی سب جمع ہوگئے۔ تو قریش نے کعبہ کے ڈہانے کا ارادہ کیا مگر سب ہم وہراس مین غرق رہتے اور ڈرتے تھے کہ اگر ڈہادین گے تو خدا جانے کیا آفت آئیگی۔ ولید بن مغیرہ نے اپنا دل کڑا کیا اور کہا کہ مین ڈہانا شروع کرتا ہون مین بوڑہا تو ہو ہی گیا ہون اگر کچھ آفت آئیگی تو کیا میرے مرنے کے دن تو قریب آہی چکے ہین چنانچہ ولید بن مغیرہ کعبہ کی دیوار پر چڑھا اور کدال سے ڈہانا شروع کیا پھر سب ملکر ڈہانے لگے اور بنیاد تک جس پر سے حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل نے بنائی شروع کی تھی کھود کر برابر کردیا جب سب ڈہا چکے تو معلوم ہوا کہ جو تعمیر کا سامان اونہون نے جمع کیا ہے وہ اس سب کے بنانے کو کافی نہین ہے۔ آخر سب نے ملکر مشورہ کیا اور اس امر پر اتفاق کیا گیا کہ بنیاد تعمیر گھٹا دیجائے اور حسب قدر

الحجر علیہ جدارًا ملداً ارا یطوف الناس من ورآئہ ففعلوا ذلك و بنوا فی بطن الکعبۃ اساسا یبنون علیہ من شق الحجر و ترکوا من ورآءہ من بناء البیت فی الحجر ستۃ اذرع شبرا فبنوا علی ذلك فلما وضعوا ایدیھم فی بنآئھا قالوا ارفعوا بابھا من الارض واکسوھا حتی لاتدخلھا السیول ولاترقا الا بسلم ولا یدخلھا الامن اردتم ان کرھتم احدا ادا فعتموہ ففعلوا ذلك ص ۱۰۹۔ اخبار مکہ للعبد الرزاق

امکان اور سامان کے مطابق ہو اوسیقدر عمارت بنائی جائے اور بقیہ بنیاد چھوڑ دی جائے اور اوسپر صرف چار دیواری کھینچدی جائے۔ لوگ پشت اوسکا طواف بجالایا کرین۔ اس مجبوری کی وجہ سے اونکو اصل عمارت کے اندر سے ایک نئی دیوار بنانی پڑی۔ اور یہی دیوار عمارت موجودہ کی آخری دیوار قرار پائی۔ جسکے ذریعہ اصل کعبہ سے زمین (حطیم) علیحدہ کردیگئی وہ چھگز اور چھہ بالشت۔ ان لوگون نے کعبہ کو چار گز اور ایک بالشت کی کرسی دی اور اسقدر اونچی کرسی پر دروازہ رکھا تاکہ سیلاب کا پانی بھی اندر نہ گُھسے اور کوئی شخص بغیر سیڑہی کے نہ چڑھ سکے اور اس ترکیب سے جسکو چاہین نہ جانے دین۔

محمد الامین

الغرض خانہ کعبہ کی موجودہ عمارت طول مین گھٹاکر اور ارتفاع مین بڑہاکر تکمیل کے قریب پہونچگئی۔ اور حجر الاسود کے نصب کا وقت آگیا تو اس قدیم اور قابل التعظیم پتھر کو اس کے مقام پر رکھنے کے لئے قریش مین جھگڑے چلنی لگین ہر شخص اس شرفیابی کے لئے خواہشمند رہا اور اس اعزاز کے حصول کے لئے آپس کا اصرار بڑہتے بڑہتے پہلے تکرار پھر جنگ و پیکار کے درجہ تک پہونچگیا۔ قریشیون مین سب سے زیادہ قبیلۂ عبد الدار کشت و خون پر تیار ہوگیا۔ طبری مین اسکی حسب ذیل تفصیل لکھی ہے۔

حتی اذا بلغ البنیان موضع الرکن اختصموا فیہ کل قبیلۃ ترید ان ترفعہ الی موضعہ دون الاخری حتے تجاوزوا وتحالفوا و قواعدوا للقتال فقربت بنو عبد الدار جفنۃ مملوءۃ دما ثم تعاقدوا ھم و بنو عدی ابن کعب علی الموت وادخلوا ایدیھم فی ذلك الدم فی الجفنۃ

یعنی جب حجر الاسود کو اپنے مقام پر نصب کرنیکا وقت آگیا تو ہر شخص کی تمنا ہوئی کہ مین اسکو اسکے مقام پر رکھون۔ اس بناپر سب کے سب آپس مین جدال پر آمادہ ہوگئے۔ اور قسم کھا کھاکر جنگ و جدال کے لئے مستعد ہوگئے بنی عبد الدار تو یہانتک پرجوش ہوگئے جیساکہ عرب مین سخت سے سخت قسمین کھانیکا دستور تھا کہ اونہون نے۔ خون تازہ سے ایک پیالہ بھر لیا اور دستور جاہلیت کے مطابق اپنے اور بنی عدی بن کعب کے قبیلہ والون کے ہاتھ اوس خون سے بھرے ہوئے پیالے مین ڈلوائے۔ گویا کہ کشت و خون پر نہایت استقلال سے اپنی آمادگی کا اعلان کیا۔

خیریت تھی کہ قریش کے تمام قبیلے ناعاقبت اندیش نہ تھے ورنہ کب کے پرجوش تھے اور نہ لڑنے پر بسر پرخاش لیکن تاہم اونکی انانیت اور مخالفت کیا کم تھی نتیجہ یہ ہوا کہ کامل چار دن گذر گئے اور وہ باخود یا کے مشورہ سے اس امر کو تصفیہ نہ کرسکے خدا کے بندے خدا کا گھر تو بناتے تھے لیکن اپنا گھر بگاڑ رہے تھے۔ حقیقی بندہ پرور کو یہ کب منظور رہ سکتا تھا۔ اسلئے اُس نے اپنے نظام کبریائی کی خاموش تہ پیر سے ایک ایسی تدبیر نکالدی کہ اوسکا گھر بھی بنگیا اور قریش کی بات بھی بن گئی۔ ولید ابن مغیرہ نے اونکو یہ کہکر راضی کرلیا کہ اس امر کو قدرت کے فیصلہ پر چھوڑ دیا جاوے۔ ذاتی انتخاب و تعین موقوف کیا جاوے۔ جو شخص کل صبح کو سب سے پہلے خانہ کعبہ مین

داخل ہو وہی اس منصب جلیل کو انجام دے - خدا کو بات بنانی تھی سب لوگوں نے یہ شرط مان لی جس اشتیاق و اضطراب مین قریش نے یہ رات کاٹی ہوگی - واقعہ کی اہمیت بتلا رہی ہے - خدا کی قدرت کی کس کو خبر - اوسکی مشیت کا کس کو علم صبح کو خدا کے گھر مین جو شخص سب سے پہلے داخل ہوا وہ قریشیون کا الامین تھا اور رسول رب العلمین - اب جسقدر جہالت مین پکے تھے اوسیقدر قول و قرار مین سچے - اول تو نقض اقرار اور خلاف معاہدہ ہوتی جسسے اب انکو تامل کی کوئی وجہ باقی نہین تھی - دوسرے یہ کہ اس عہدہ جلیلہ کی نسبت جناب رسول خدا صلعم کی ہر طریقہ و عنوان سے موزونیت اور صلاحیت اونکے تامل و عذر کیلئے کوئی گوشہ پیدا نہین کر سکتی تھی اس لئے جمال جہان آرا پر نظر پڑتے ہی ہر شخص کی زبان سے اہلًا و سہلًا کی آوازین بلند ہونے لگین - ابن ہشام نے ذیل کی عبارت مین اسکی تفصیل کی ہے -

فمکث قریش علی ذلک اربع لیال او خمسین ثم انھم اجتمعوا فی المسجد وتشاوروا وتناصفوا فزعم بعض اھل الروایۃ ان ابا امیۃ ابن المغیرۃ وکان یومئذ اسن قریش کلھا فقال یا معشر قریش اجعلوا بینکم فیما تختلفون فیہ اول من یدخل من باب ھذا المسجد یقضی بینکم فیہ ففعلوا فکان اول من دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فلما راٰہ وقالوا ھذا الامین رضینا ھذا محمد صلعم ص ۷۰ مطبوعہ مصر

انہین امور کے تصفیہ مین قریش کو چار یا پانچ راتین گذر گئین ۔ آخرکار سب مسجد مین جمع ہوئے اور اس امر کے تصفیہ کی نسبت مشورت کرنے لگے - بعض راویون کا بیان ہے کہ ابا امیہ (ولید) بن مغیرہ جو قریش مین اوسوقت سب سے زیادہ معمر تھا کہنے لگا کہ اے قریش تم لوگ ان باتون کا یون تصفیہ کر لو کہ کل صبح کو جو شخص اس مسجد کے دروازے سے پہلے داخل ہو وہی اس خدمت کو انجام دے - سب نے اسی پر اتفاق کر لیا صبح کو سب سے پہلے جو شخص خانہ کعبہ مین داخل ہوا - وہ جناب رسولخدا صلعم تھے جب لوگون نے آپ کو دیکھا تو چلّا اوٹھے یہ تو ہمارے امین ہین یہ تو محمد (صلعم) ہین ہم لوگ انہین پر راضی ہین -

قریش تو راضی ہو گئے - مگر امین آلہی کی عدالت تنہا اپنی شرفیابی اور امیدوارین کی محرومی پر راضی نہو سکی اوس خلق مجسم نے اونکے شرفیاب و مثاب ہونیکی نہایت آسان اور سہل ترکیب نکال لی - اپنی ردائے مبارک بچھا دی سنگ اسود کو اوسمین رکھکر قریش کے قبائل اربعہ کے چار ممتاز ترین اشخاص کو بلایا - اور ردائے مبارک کا ایک ایک گوشہ اونکے ہاتھون مین دیدیا اور اسطرح اس ردا کو اوٹھا کر حجر الاسود کے مقام پر لے آئے - یہ لوگ اوس ردا کو اوٹھائے رہے آپنے دست مبارک سے حجر الاسود کو اوسکے مقام پر نصب کر دیا - ابن ہشام ان الفاظ مین اس واقعہ کو لکھتے ہین -

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ھلم الی ثوبا فاتی بہ فاخذ الرکن فوضعہ فیہ بیدہ ثم قال لتاخذ کل قبیلۃ بناحیۃ من الثوب ثم ارفعوہ جمیعا ففعلوا حتی بلغوا بہ موضعہ وضعہ ھو بیدہ ثم بنی علیہ ص ۷۰

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ایک کپڑا لاؤ - سب کپڑا لائے آپنے اپنے دست مبارک سے حجر الاسود کو اوسمین رکھا پھر فرمایا ہر قبیلہ اس کپڑے کے گوشہ کو پکڑ لے اور اونچا کرے - سب نے ایسا ہی کیا - یہان تک کہ اوسکو اصلی مقام لے آئے - تب آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے اپنے دست مطہر سے اسکو اٹھا کر نصب کر دیا -

حقیقتاً یہ ذات رسالت کی برکت تھی جس نے اس آسانی اور سہولیت سے قریش کی مخاصمت کو رفع دفع کر دیا نہیں تو آپس کی کشت و خون سے خانہ کعبہ نہ بنا جاتا - اور پانی کی جگہ خون کا سیلاب حرم محترم میں چاروں طرف آ جاتا - ظاہر میں تو عمارت کی ابتدا سے تعمیر کا یہ پتھر نصب کیا گیا تھا لیکن حقیقت میں خانہ خدا کی تکمیل عظمت کا یہ سنگ آخری تھا جو تمام رسالت اور خاتم نبوت کے دست مطہر سے اسوقت رکھا گیا - مولوی شبلی صاحب نے بھی اس خصوصیت کی نسبت اشارہ فرمایا ہے سیرۃ النبی صفحہ ۱۴۳ کے زیر حاشیہ تحریر فرماتے ہیں " یہ ایک حدیث کیطرف تلمیح ہے - جس میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ میں نبوت کی عمارت کا آخری پتھر ہوں " لیکن میرے نزدیک یہ صرف تلمیح نہیں ہے بلکہ اس واقعہ کی تصریح اور کرشمہ قدرت کی کامل توضیح ہے

رسالت کی برکت سے قریش کی جہالت کا ایک سبب بڑا فساد عظیم جو ایک دن برپا ہونیوالا تھا رک گیا اور وہ نزاع باہمی سے علیحدہ ہو کر بڑی سرگرمی سے عمارت کی تکمیل پر متفق ہو گئے - اور پھر جبتک کہ اسکی عمارت کا کام ختم نہ ہو لیا - اون میں کسی قسم کا اختلاف پیدا نہ ہوا - یہ رسالت کے فیصلہ کامل کا اثر تھا -

بالآخر عمارت کعبہ بن گئی - مگر کیسی بنی ؟ عمارت ابراہیمی سے طول و ارتفاع میں جو کچھ فرق پیدا ہوا تھا اوسکو ہم اوپر بتلا آئے ہیں - اور اختلافات جو واقع ہوئے - اونکو ہم اخبار مکہ کی اصلی عبارت سے ذیل میں درج کرتے ہیں -

فبنوا حتی ارتفعوا اربعۃ اذرع وشبر ثم کبسوها و وضعوا بابها مرتفعا علی هذه الذرع فقال ابو حذیفہ یا قوم الروم انجبون ان تجعلوا سقفها مکبسا او مسطحا فقالوا ابن بیت ربنا مسطحا قال فبنوه مسطحا و جعلوا ست دعائم فی صفین فی کل صف ثلاث دعائم واجعلوا ارتفاعها من خارجها من الارض الی اعلاها ثمانیۃ عشر ذراعا وکانت قبل ذلک تسعۃ اذرع فزادت قریش ارتفاعها فی السماء تسعۃ اذرع اخری وجعلوا میزابها یسکب فی الحجر وجعلوا درجۃ من خشب فی بطنها فی الرکن الشامی یصعد منها الی ظهرها

جب یہ تنازع رفع ہو گئی تو تعمیر شروع ہوئی جتنا کہ کعبہ پہلے زمین سے اونچا تھا - قریش نے اوس سے دگونہ بلند کیا یعنی زمین سے اٹھارہ گز اونچا اور پہلے صرف نو ہی گز تھا جب دیواریں بن چکیں تو باقوم نے پوچھا کہ اسکی چھت کیسی بنائی جائے بنگلہ نما یا چورس سب نے کہا کہ ہمارے خدا کے گھر کی چھت چورس بناؤ - تب باقوم نے اوسکے عرض سے چھ ستون دو قطاروں میں اس غرض سے بنائے کہ ہر قطار میں تین ستون چڑھ گئے - اور اونکی چورس چھت بنا دی - (غالباً اسقدر لمبی لکڑی نہیں تھی کہ پورا شہتیر پڑ جاتا اس سبب سے بیچ میں ستون بنانے کی ضرورت ہوئی اور شاید اسوجہ سے باقوم نے بنگلہ نما چھت بنانی چاہی ہوگی تاکہ شہتیر پڑ جائے اور بیچ میں ستون بنانے نہ پڑیں) چھت کا پرنالہ اوسجگہ میں ڈالا - جو چھوڑ دیگئی تھی حطیم میں اور کعبہ کے اندر ایک کاٹھ کی سیڑھی چھت تک بنائی اور چھت میں ایک روشندان رکھا جس سے کعبہ کے اندر اُجالا بھی رہے اور اسی سے جب ضرورت ہو کعبہ کی چھت پر چڑھ جاویں - ترجمہ منقول از خطبات سید احمد خان صفحہ ۵۲۹

مفصلہ ذیل تفصیل سے قدیم اور موجودہ پیمایش پورے طور سے معلوم ہو جائیگی -

حضرت ابراہیم عم کی عمارت

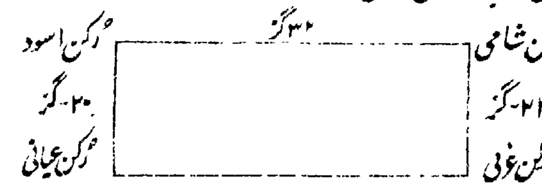
بلندی - زمین سے چھت تک ۹ گز

طول - حجر اسود سے رکن شامی تک ۳۲ گز

عرض - رکن شامی سے رکن غربی تک ۲۲ گز

طول - رکن غربی سے رکن یمانی تک ۳۱ گز

عرض - رکن اسود سے رکن یمانی تک ۲۰ گز



افسوس ہے کہ شبلی صاحب نے سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۲۱ میں علامہ ازرقی کی تحریر سے عمارت ابراہیمی کی جو پیمایش لکھی ہے۔ وہ صرف ایک ہی جانب کے طول و عرض کی تصریح لکھکر ختم کر دی گئی ہے۔ بقیہ دو طرف کی پیمایش کو یہ خیال کرکے پڑھنے والے دو طرف کی پیمایش کو بحساب مساوی خود سمجھہ لینگے نہیں لکھا ہے۔ آپ کی اس کوتہ قلمی سے بہت بڑی غلط فہمی کی بنا ہوتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہر شخص اس حساب پیمایش سے عمارت کعبہ کو مربع سمجھے گا۔ حالانکہ ایسا نہیں کعبہ کی عمارت ایک غیر مکمل مکعب ہے نہ مربع اور اسی رعایت سے اس عمارت مقدسہ کا نام کعبہ کہا گیا۔ تعجب ہے کہ شبلی صاحب نے علامہ ازرقی کی جس عبارت سے اس پیمایش کو لکھا ہے اوسکو پورا پڑھا بھی نہیں لیا جس میں دونوں طرف کی پیمایش میں اختلاف صاف صاف درج ہیں۔ اور جسکو ہم نے اوپر کا نقشہ کھینچکر پوری تفصیل سے دکھلا دیا ہے۔ شبلی صاحب کے ایسے محقق کی یہ کوتہ قلمی کہی جائے یا عجلت رقمی۔ سرسید نے شبلی صاحب سے زیادہ صحیح اور صاف طور پر دونو عمارتوں کا اختلاف پیمایش دکھلایا ہے۔ حالانکہ ماخذ دونوں کا وہی علامہ ازرقی کی کتاب تاریخ اخبار مکہ ہے۔

تربیت حضرت علی مرتضےٰ علیہ السلام

خدا کے گھر سے پہلے رسولؐ کا گھر بس چکا تھا۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تینتیس برس کے ہو چکے تھے۔ مولوی شبلی صاحب نے اس زمانہ میں آپ کے صرف مشاغل تجارت کا ذکر کیا ہے اور آپ کے کسی اور خاندانی تعلقات اور ذاتی واقعات پر جن سے آپ کے محاسن اخلاق اور صلہ رحم کی رعایت ثابت ہوتی ہے کوئی توجہ نہیں فرمائی ہے۔ حالانکہ ذراسی زحمت گوارا فرمانیکی بعد یہ واقعات چھوٹی بڑی کتابوں میں بہت و تاریخ کی موجود ہیں۔ ممکن ہے کہ آپ نے مدعائے تالیفی سے زاید سمجھکر قلمزد فرما دیا ہو۔ یا اسکے مخفی رکھنے جانے میں آپ کی کوئی غرض خاص حائل ہو گئی ہو۔

بہرحال اسی زمانہ میں حضرت علی مرتضیٰ ؑ کی تربیت و پرورش تعلیم و پرداخت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ذمہ لی اور اُسی وقت سے شہر علوم ظاہری و باطنی کے دروازے اس کمسن صاحبزادے پر کھلنے لگے۔ حضرت علیؓ کا سن

مبارک اسوقت دس برس کا محقق ہوتا ہے۔ ہشام۔ طبری اور ابن سعد نے صورت واقعہ یون لکھی ہے۔

وکان ابا طالب ذا عیال کثیر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم للعباس عمه کان من ایسر بنی ھاشم یا عباس انّ اخاک اباطالب کثیر العیال وقد اصاب الناس ماتری من ھذہ الازمة فانطلق بنا فلنخفف عنه من عیاله اخذ من بنیه رجلا وتاخذ من بنیه رجلا فنکفهما عنه قال العباس نعم فانطلقا حتّی اتیا اباطالب فقالا انا نرید ان نخفف عنک من عیالک حتی ینکشف عن الناس ما ھو فیه فقال لھما اباطالب اذا ترکتما لی عقیلا فاصنعا ما شئتما فاخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم علیّاً فضمه الیه واخذ العباس جعفرا فضمّه الیه فلم یزل علی ابن ابی طالب مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم حتّی بعثه اللہ نبیّا فاتبعه علی فامن به وصدقه ولم یزل جعفر عند العبّاس حتی اسلم واستغنیٰ عنه

طبری ص ۱۱۶۴

حضرت ابیطالب کثیر العیال تھے۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت عباس سے جو اسوقت تمام قبیلہ بنی ہاشم مین سب سے زیادہ فارغ البال اور خوش حال تھے ارشاد فرمایا کہ آپ دیکھتے ہین آپ کے بھائی کثیر العیال ہین (ابوطالبؑ) اور اسوجہ سے تنگ حال۔ ہملوگون کیلئے مناسب ہے کہ اونکی عیالداری کے بار کو ہلکا کر دین اسطرح سے کہ اونکے بیٹون مین سے ایک ایک بیٹے کو ہم آپ اپنے اپنے ذمہ لے لین حضرت عباس نے اس مشورت کو قبول فرمایا۔ یہ دونون حضرات حضرت ابیطالبؑ کے پاس تشریف لائے اور اپنی مشورت سے اونکو مطلع فرمایا۔ یہ سنکر ابوطالب نے کہا کہ عقیل کو میرے پاس چھوڑ دو باقی دو بچون کیلئے جو آپ دونون صاحب چاہین انتظام کر لین۔ یہ سنکر جناب رسولخدا صلعم نے علی مرتضیٰؑ کو لیکر اپنے عیال مین ملا لیا اور پھر اوسوقت تک کہ جناب رسولخدا صلعم درجہ نبوت پر فائز ہو لیے اور علیؑ نے آپکی تصدیق نفرمائی اور آپ پر ایمان نہ لائے آپ سے علیحدہ نہ ہوئے۔ اسی طرح عباسؓ نے جعفر کو لیکر اپنے عیال مین شامل کر لیا۔ اور جعفر بھی اوسوقت تک کہ آنحضرت پر ایمان نہ لائے اور اپنی معیشت کے کاروبار خود نہ کرنے لگے حضرت عباس سے جدا نہ ہوئے۔

اسواقعہ نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اون قلبی تعلّقات اور دلی جذبات کو پورے طور سے ثابت کر دیا جو آپ کو اپنے خاندان کے ساتھ عموماً اور حضرت ابیطالب کے ساتھ خصوصاً ہمیشہ دل سے لگے رہتے تھے یہ رعایت صلۂ رحم کے تعلیمی مقدمات تھے۔ ابوطالب کے ساتھ خصوصیت تو صرف اسی سے ظاہر ہے کہ بجائے اسکے کہ پہلے عباس کو اپنے بھائی کی غربت اور عسرت اور خرچ عیالداری کی کثرت کا فطرتاً خیال ہونا چاہتا تھا۔ مگر اسکے قبل جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ضرورت کو محسوس فرمایا اور اپنے عم محترم کو رفع تکلیف کا انتظام فرمایا۔

اس کا سبب بالکل صاف ہے اور باعث بالکل ظاہر۔ اور وہ یہ ہے کہ اخلاق الٰہی کا وہ پیکر مجسم اور حقیقی رحمت عالم۔ پانچ برس کے سن سے لیکر پچیس برس کے سن تک حضرت ابی طالب کے اشفاق واحسان کے مختلف طریقون اور ذریعون کو مشاہدہ فرما چکا تھا اور والوالدین احسانا کے بتلائے ہوئے اصول اخلاق کے بموجب ان محاسن سلوک سے بجز

وسلمبار ہونیکے مناسب اور مستحسن طریقے پر اور موقع ہمیشہ زیر نظر رکھا کرتا تھا۔ صرف مناسبت وقت اور مصلحت کا انتظار تھا۔ چونکہ موجودہ زمانہ منا
اور مصلحت دونوں کی اعتبار سے موزون تھا اس لئے اون رعایات کی اداکاری کا یہ مستحسن طریقہ اختیار فرمایا گیا اور غالبًا اس صلۂ رحم نبو
کی اداکا یہ پہلا موقع ہے انتخاب و الحاق جناب علی مرتضیٰ کی نوبہ ظاہری صورت قایم ہوتی ہے۔ لیکن حقیقت پر کامل نظ
والے تو صاف صاف بتلادینگے کہ خدا نے جسطرح تمام قریش اور تمام بنی ہاشم مین جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ
کو منتخب فرمالیا تھا اوسی طرح اوسکے رسول صلعم نے حکم خدا سے تمام بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب مین حضرت علی مرتضیٰ کو چ
اور وہ اپنے اس دعوے کو کہ أَنْفُسَنَا کی نص صریح اور انا و علی من نور واحد (جمع الفوائد۔ مناقب المغازلی۔ فردو
الاخبار دیلمی ینابیع المودۃ قندوزی ص ۹ مطبوعہ بمبئی) سے مستنبط اور مستخرج بتلائینگے۔

افسوس ہے کہ مولوی شبلی صاحب نے اس واقعہ کو جو ابن ہشام طبری اور زرقانی وغیرہ تمام کتابون مین درج
بالکل قلم زد فرمایا ہے۔ آپ کے اس تجاہل عارفانہ کی وجہ مجبوری کو ہم آپ سے زیادہ جانتے ہین لیکن باوجود اس
مولوی صاحب کو اسکی اصلیت کا اقرار کرنا پڑا اور اسی سے ایک حقیقت شناس پر اس واقعہ کی حقیقت اور صدا
ظاہر ہوگئی۔ چنانچہ سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۵۰ مین۔ سابق الاسلام حضرات کے تذکرہ مین تحریر فرمایا گیا ہے کہ حضر
علیؑ تھے۔ جو آپ کی آغوش تربیت مین پلے تھے۔ اگرچہ استخفاف ہی کے انداز مین یہ مبہم الفاظ لکھے گئے ہین مگر
اس اختصار کے بھی منت گذار ہین۔ یہ بھی غنیمت ہے۔ مولوی شبلی صاحب کی تحریر کا یہ خاص انداز ہے کہ ایک مقام پر جس
شے سے انکار ہوتا ہے۔ دوسرے مقام پر اوس کا اظہار و اقرار بھی کردیا جاتا ہے۔ آپ کا یہ تلون بھی ایک خاص لطف
رکھتا ہے۔

قبل نبوت سیر و تجارت مین تجارت کی غرض سے سفر

سیرۃ النبی ص ۱۳۶ جلد اول مین مرقوم ہے۔
مورخین یورپ نے جو علوم غیبی کے منکر ہین اور ثابت کرنا چاہتے ہین کہ انھ
آپ کے تمام معارف و معلومات سیر و سفر سے ماخوذ ہین۔ قیاسات کے ذریعہ سے اس دائرے کو اور وسعت دی
ایک مورخ (مارگیولوس) اپنی تاریخ کے صفحہ ۰۱ مین لکھتا ہے کہ آپ نے بحری سفر بھی کیا تھا۔ جسکی دلیل یہ ہے کہ قرآ
جہازون کی رفتار اور طوفان کی کیفیت کی ایسی صحیح تصویر ہے جس سے (نعوذ باللہ) ذاتی تجربہ کی بو آتی ہے۔ مورخ
مذکور کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ آپ مصر بھی تشریف لے گئے تھے۔ اور ڈیڈسی (بحر میت) کا بھی معائنہ کیا تھا "لیکن تاری
دفتر ان سے خالی ہین۔

سیرۃ النبی کے جامع مولوی سید سلیمان صاحب ندوی اپنے اوستاد کی مرقومہ بالا عبارت پر حا
زیر صفحہ مین یہ نوٹ دیتے ہین۔
یورپ مین مورخین۔ جنکی بنیاد صرف قیاس و رائے پر ہوتی ہے۔ اگر اس قسم کے واقعات بیان کرین تو کوئی تعجب

لیکن اگر بحرین تشریف لیجانے کی روایت صحیح ہے تو خلیج فارس آپ نے دیکھا ہوگا۔ بحریت کا مشاہدہ بھی ممکن ہے۔ کیونکہ اس کا موقع عرب اور شام کے درمیان مین ہے جہان سے کئی بار مال تجارت کے ساتھ گذرے ہونگے۔ زیر حاشیہ ص ۱۳۰۔ سیرۃ النبی۔

اوستاد و شاگرد کے اس اختلاف رائے کو دیکھکر ہمکو سخت تعجب ہوتا ہے۔ مولوی شبلی صاحب مخالفین اسلام کے خوف اعتراض کی وجہ سے۔ جو اونکی خاص عادت ہے۔ قیاس ورائے کی نا اعتباری۔ اور کتب تاریخ مین ان واقعات کی عدم موجودگی کی بناپر۔ انکی اصلیت سے انکار کرتے ہین لیکن مولوی سلیمان صاحب واقعہ بحرین سے جسکو شبلی صاحب خود اوپر لکھہ چکے ہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر بحری کے اوس خیال وقیاس کی تائید کرتے ہین۔ جنکی بنا پر مخالفین اسلام کو اپنے قیاسی مفتریات اور فسادات کے طوفان اوٹھانے کا پورا موقع ملجاتا ہے افسوس ہے مولوی سلیمان صاحب نے پہلے تو یوروپین مصنفین کے قیاس پر عیب لگایا ہے۔ پھر واقعہ بحرین سے آنحضرت صلعم کے خلیج فارس کا معائنہ اور بحریت کے مشاہدات کا پتا بتایا ہے۔ یہ بھی تو سلیمان صاحب کا صرف قیاس ہی قیاس ہے کسی کتاب سے مستنبط تو نہین۔ تو پھر عرض خدمت یہ ہے کہ اگر آپ کے اوستاد نے۔ ان واقعات سے تاریخی دفتر خالی پاکر۔ اس زاید از ضرورت بحث کو تمام کر دیا تھا تو کیا برا کیا تھا۔ آپ اپنے خاص مختار پر نظر ڈالئے۔ آپ اور آپ کے اوستاد دونون قیاس کو معیوب ٹھہراتے ہین لیکن صرف مخالفین اسلام ہی کا قیاس برا اور قابل الزام ہے یا اہل اسلام کا بھی۔ انصاف کا مقتضی تو یہ ہے اور اصول اخلاق کی تعلیم تو یہ ہے کہ عیب یا نقص کسی قسم کا ہو۔ وہ تمام اقوام و مذہب مین یکسان اور مساوی برا اور قابل اعتراض سمجھا جاوے اس لئے یہ کبھی صحیح نہین ہوسکتا کہ اسلامی مولفین کے قیاس وآرا صحیح ہون اور مخالفین اسلام کے قیاس غلط۔ قیاس ورائے کسی کی بھی ہو۔ اگر صحیح ہے تو ضرور ماننے کے قابل ہوگی۔ اور اگر غلط ہے تو چاہے کتنے ہی بڑے اسلامی یا غیر اسلامی عالم کی ہو۔ کوئی بھی نہ مانے گا۔

اس اصول کے مطابق تحقیق کا متلاشی جب تلاش کرنے لگتا ہے تو قیاس ورائے کی اہمیت اور اتباع کو مخالفین اسلام سے زیادہ متبعین اسلام کے دائرے مین اور خصوصًا اوس کثیر التعداد طبقہ مین کثرت سے پاتا ہے جو امام اعظم حضرت ابوحنیفہ کوفی کی تقلید و اقتدا کا شرف حاصل کئے ہوئے ہین۔ افسوس ہے کہ حیائے ایمانی اور غیرت اسلامی مجھکو اس سے زیادہ انکشاف حقیقت کی اجازت نہین دیتی۔ اور مین اتنی ہی اشارت کو صاحبان بصیرت کے سمجھ لینے کے لئے کافی سمجھتا ہون۔

مولوی شبلی صاحب نے مارگیولوس کی غلط فہمی کی تردید تو کردی۔ مگر صرف قیاس کی کمزور دلیل سے۔ اس الجھن ہی کی وجہہ وہی مخالفین کے اعتراض کا خوف ہے یہ بھی آپ کا کمزور قیاس ہے جو ہم کے یقینی درجہ تک پہونچا ہوا ہے ہم بار بار مخالفین اسلام کے ان معاندانہ تعریفات کے متعلق لکھہ چکے ہین کہ جس سختی سے وہ مفسدانہ اعتراض کرتے ہین اوسی

شدت کے ساتھ معقولانہ جواب بھی اونکو دینا چاہیئے۔

اچھا وہ کہتے ہین کہ ہمارے پیغمبر صلعم نے سفر بحری کیا۔ اور اپنے اس مختار کو آپ کے اقرار کردہ سفر بحرین سے مستنبط بتلاتے ہین اور مولوی سلیمان صاحب بھی اس بنا پر اونکے اس قیاس کی تردید قطعی کو جو آپنے قلمبند فرمائی ہے پسند نہین کرتے بلکہ اونکے اس قیاسی مختار کی تائید کرتے ہین۔ تو اونکے (یورپین مورخین) اس قول کی تردید مین ہم صاف صاف اور کھلے الفاظ کے ساتھ لکھدینگے کہ بحرین تک آپ کا سفر کرنا اور راستہ مین خلیج فارس کے مناظر کا معائنہ فرمانا اور پھر اسی طرح بقول سلیمان صاحب بحر میت کا جو عرب و شام کے درمیان مین واقع ہے۔ ملاحظہ فرمانا بھی صحیح ہے۔ اور تھوڑی دیر کیلئے یہ بھی مان لیا جاوے کہ مارگیولوس کا وہ غلط قیاس جو اوس نے محض عالمغربی کی غرض سے قایم کیا ہے اور آپ کی بحری سفر کرنے کو لکھا ہے وہ بھی درست ہے اور پھر اس سفر سے اوس کا یہ مراد لینا بھی کہ انھین مشاہدات بحری کو خیالات و جذبات مختلف طریقون سے قرآن مجید مین بیان کئے گئے ہین صحیح ہین۔ ان تمام فرضی اعتراضات کے بعد بھی تو ان مغویانہ ترکیب و ترغیب سے مخالفین کا نہ دعوی ثابت ہوتا ہے اور نہ مدعا حاصل نہ خدا کے سچے رسول (صلعم) کی تکذیب ہوتی ہے نہ اوس کی سچی کتاب کی تردید مخالفین کا یہ قیاس درقیاس اور یہ وہم بالائے وہم البتہ اوسوقت اعتبار کے قابل سمجھا جاتا جب (نعوذ باللہ) قرآن مجید کو بھی انجیل مقدس کی طرح پولوس متی شمعون۔ اور یوحنا کی تالیفات تبلایا جاتا۔ اوسوقت یہ کہا جا سکتا تھا کہ عبارات و الفاظ قرآنیہ مین۔ اسکے مولف (نعوذ باللہ) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تجارب تاجرانہ اور مشاہدات سفر وغیرہ کے اقتباسات داخل ہین۔ قرآن مجید کو ہم بخلاف انجیل کے۔ انسانی تالیف و تصنیف نہین سمجھتے۔ بلکہ اوسکو لفظاً لفظاً اور حرفاً حرفاً کلام الٰہی سمجھتے ہین اور اوسکی تمام و کمال عبارت مین بقدر ایک شوشہ کے بھی کلام انسانی کی مداخلت کو صحیح نہین جانتے۔ ایسی حالت مین پھر ہم ان مفسدانہ قیاسات کو عام اس سے کہ وہ ہمارے کیسے ہی صحیح ماخذون سے نہ مستنبط تبلائے جائین۔ جب معارض شان قرآن ہوتے ہین تو کیسے صحیح مان سکتے ہین طرفہ تر تو یہ ہے کہ ہمارے ماخذون پر بھی یہ جھوٹا الزام ہے اور ناحق اتہام۔ وہ صرف بحرین اور شام کے علاقون مین بغرض تجارت آپ کا تشریف لے جانا بیان کرتے ہین اور ان علاقون سے آپ کی پوری واقفیت ثابت کرتے ہین نہ اون مین آپ کے کسی سفر بحری کا نہ آپکے کسی مشاہدہ کا کہین کوئی ذکر ہے نہ مذکور۔ پھر ان ماخذون سے ایسے مغویانہ اور مفسدانہ نتیجے نکالنا۔ یوروپین مورخین کی صاف اور بالکل کھلی ہوئی عالمفریبی ہے۔ اسکے ساتھ ہی ساتھ ہمکو اپنے معترض کی حیثیت اور شخصیت پر بھی تو نظر رکھنا چاہیئے۔ پہلے سمجھ لینا چاہیئے کہ معترض کون ہے۔ ایک عیسائی ہے جسکی آسمانی کتاب نہ خدا کی بھیجی ہوئی اور نہ رسول کی پہونچائی ہوئی ثابت ہوتی ہے۔ بلکہ اوسکے پیغمبر کے وہ اقوال ہین جو اوسکے چار مختلف صحابیون کے لکھائے ہوئے ہین۔ اور پھر وہ بھی آپس مین مختلف۔ اس لئے نہ وہ خدا کی کتاب کہلاتی ہے اور نہ اوسکے رسول خاص کے نام سے موسوم کیجاتی ہے بلکہ کہی جاتی ہے متی کی کتاب۔ لوقا کی کتاب پولوس کی کتاب وغیرہ وغیرہ اسی بنا پر یہ بالکل یقینی ہے کہ ان کتب اربعہ مین جنھین ہمارے نام انجیل مقدس کہا جاتا ہے انسانی خیالات و جذبات کا مجموعہ ہے۔

مارگیولوس کے نزدیک چونکہ اوسکی کتب مقدسہ کی عظمت واہمیت اتنی ہی ثابت ہوتی ہے اس لئے وہ قرآن مجید کو بھی اسی پیمانہ پر خیال کرتا ہے۔

مارگیولوس کے ان لغویات کی تردید نہایت آسانی سے اسطرح کرنی تھی کہ پہلے اوسکو عہد عتیق و جدید کی وہ عبارتین دکھلائی جاتین۔ جن سے انسانی خیالات واقتباسات کا پورا پورا اثر ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ بالکل آسان تھا عہد جدید سے زیادہ تو عہد عتیق مین اسکی کثیر التعداد مثالین موجود ہین افسوس ہے کہ یہ بحث ہماری موجودہ تالیف کا اصلی موضوع نہین ہے اس لئے ہم اوسکی مفصل انکشاف حقیقت سے مجبور ہین۔ ورنہ ہم کتب قدیمہ توریت و انجیل سے نکال کر۔ ایک مارگیولوس کیا تمام عیسائی مصنفین اور یوروپین مورخین کے آگے پیش کر دیتے اور دکھلا دیتے۔ اور پھر اون سے پوچھتے کہ بتلاؤ۔ یہ خدا کے الہامی مضامین ہین یا تمہارے انبیاء و مرسلین کے سفرنامون اور روزنامچون کے مضامین اس سوال کا وہ جواب جو دیتے وہی ہمارا اور تمام اہل اسلام کا جواب اون کے قائل اور ساکت کرنیکے لئے کافی تھا۔

ایک اور طریقہ اونکے ساکت کرنیکا نہایت قوی اور مستحکم یہ بھی تھا کہ مناظر بحرین کی تفصیل کے لئے تو عبارت قرآنی پر خیالات انسانی کے اظہار کا قیاس کیا جاتا ہے اور یہ مفتریانہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ حامل قرآن روحی فداہ نے ان عبارات مین اپنے ذاتی اقتباسات ظاہر فرمائے ہین اس لئے کہ یہ مناظر آپ کے مشاہدے مین پہلے آچکے تھے لیکن اور حقائق اشیاء عالم کی نسبت جو قرآن مجید مین متعدد اور متفرق مقامات مین بیان کئے گئے ہین۔ اونکے لئے کیا توجیہہ پیش کیجائیگی مثلاً ابر و باد کی خلقت۔ نباتات کی پیدائش۔ انسان کی ترکیب خلقت اور اوسکے مراتب۔ دریا۔ پہاڑ۔ نباتات۔ جمادات یہانتک کہ شہد کی مکھی تک کی ضرورت خلقت بالکل اسیطرح بتلائی گئی ہے جسطرح آجکل بڑے بڑے کالجون مین مشہور و معروف علم کائنات کے عالم اور پروفیسر بتلاتے ہین۔ تو کیا مارگیولوس اور اوس کے ہم طریق اور ہم خیال عیسائی مورخین ہمکو کسی ایسے معلم یا کسی ایسی تعلیمگاہ کا پتا بتلا سکتے ہین۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ علم و اطلاعات حاصل کی ہون۔ یا کسی میوزیم یا لائبریری مین کم سے کم آپ کا تشریف لیجانا اور وہان خلقت اشیاء کی ان ترکیبون کا مشاہدہ فرمانا ثابت کر سکتے ہین۔ اور جب ایسا نہین کر سکتے۔ تو ان مفتریانہ عالمفریبیون سے نہ قرآن کی حقانیت مین کوئی کمی آسکتی ہے۔ اور نہ اوس حامل وحی اور عالم علم لدنیہ کی صداقت مین کسی کو کلام ہو سکتا ہے۔

اب حقیقت حال کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ نے بحرین اور علاقہ شام تک سفر کئے اور ضرور کئے۔ وہ محض تجارت کی ضرورت سے۔ اب اس سفر مین آپ نے نظام قدرت کے عجائب و غرائب جس حد تک مشاہدہ فرمائے۔ اوس سے ازدیاد معارف الٰہی اور حصول حقائق مخلوقات مقصود تھے اور کچھ نہین۔ باقی رہا جملہ اشیاء عالم کی ترکیب اونکے طبائع خواص اور عمل کے انکشافات کا علم تو وہ علم لدنیہ اور کمال نبوتیہ کے متعلق تھا جو آپ کو نبوت کے ساتھ ودیعت کیا گیا تھا تعجب ہے کہ مولوی شبلی صاحب نے عام طور سے یہ کیونکر لکھدیا کہ یورپ مین مصنفین غیب کے قائل نہین۔ دہریون سے

بحث نہیں۔ انکے علاوہ لور جتنے یورپ مین مصنفین اور مولفین ہین وہ ضرور غیب کے قائل ہین۔ اگر قائل نہون تو وہ عیسائی نہین رہ سکتے۔ غیب کا انکار کیا تو حضرت عیسیٰؑ کی رسالت ہی غائب ہوگئی۔ اس بنا پر یہ ضرور ماننا پڑیگا کہ وہ کٹّے عیسائی بنکر اپنے صرف حسد و نفسانیت کی غرض سے صرف اسلام اور بانیٔ اسلام علیہ السلام کی تصدیق و معرفت مین عالمفریبی کی خاص غرض و نیت کے ساتھ قدم قدم پر ایسی ایسی سلسل و شواریان پیدا کرتے ہین۔ جو کسی طرح قابل توجہ نہین ہو سکتین۔

مراسم شرک سے اجتناب

حکما و علما کا خاص مسلمہ ہے اور عقل و حکمت کا عام کلیہ کہ طبیعت انسانی فطرت خالصہ پر مخلوق ہوئی ہے۔ ایسی طبیعت والون سے اچھے برے دونون اقسام کے اعمال صادر ہو سکتے ہین لیکن طبیعت انسانی مین مخصوص وہ طبائع ہوتے ہین جو انوار ہدایت سے معمور اور آثار نبوت کے جوہرون سے مالا مال پائے جاتے ہین۔ اونکی خلقت ابتدا ہی سے فطرت صالحہ پر قایم ہوتی ہے اور ایسی پاک طبیعت کے بزرگون سے اچھے کامون کے سوا برے کامون کا صدور و ارتکاب ناممکن ہوتا ہے۔ فطرت صالحہ کے اصول پر مخلوق کئے جانیوالے بزرگوار اس سے قبل کہ وہ مدارج نبوت اور مناصب ارشاد و ہدایت پر فائز فرمائے جائین۔ اپنی فطرت صالحہ کے اوس فیضان سے اچھے کامون کی طرف ہمیشہ رغبت رکھتے ہین اور برے کامون سے نفرت ابتدا ہی سے اچھے کامون کا اختیار کرنا اور برے کامون سے اجتناب کرنا گویا اونکی تعلیم و ارشاد تمثیلی کا پہلا زینہ ہے۔ وہ اپنے ہمچشمون اور ہمعصرون کو اپنے طریقہ اور اطوار دکھلا کر اچھے برے کامون مین تمیز کرنے کی ہدایت فرماتے ہین۔

اسی اصول پر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبل از نبوت تمام حالات و معاملات پر غور کرنے سے صاف صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ کبھی اون امور کیطرف متوجہ نہین ہوتے تھے۔ جو خدا کی طرف سے برے بتلائے گئے تھے۔ اور اون امور کو اختیار فرماتے تھے۔ جو قدرت کی جانب سے جائز اور مستحسن ٹھہرائے گئے تھے۔ یہ مسلم ہے کہ کل محاسن اور رذائم کی حقیقت آپ پر قبل نبوت بھی اوسیطرح ظاہر تھی جس طرح بعد نبوت لیکن اوسوقت اختیار و اجتناب اپنی ذات تک محدود تھا۔ کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اعلان فریضۂ نبوت تھا جو اوسوقت تک تفویض نہین ہوا تھا اور یہ اوسی کا فیض اور اوسی کا تقاضا تھا کہ بچپن سے شباب اور شیب کے زمانون تک (جبکہ چالیس برس کے ہو چکے تھے اور نبوت نہین پائی تھی) آپ نے کبھی معبود حقیقی کو چھوڑکر کسی غیر معبود کا اعتراف نہین کیا۔ جس کعبہ کی تعمیر مین اس محنت اور جانفشانی سے اینٹ پتھر ڈھوئے تھے۔ اوس مین ایک معبود کی جگہہ تین سو ساٹھ بت شب و روز پوجے جاتے تھے۔ اوسی مقام اور مکان مین آپ کی روزانہ آمد و رفت تھی۔ بیشمار اور ہزارون ہزار آدمی مکہ اور بیرجات سے آ کر اون غیر حقیقی اور مصنوعی معبودون کے آگے سر جھکاتے تھے۔ ٹکریں لگاتے تھے۔ یہ کافرانہ اور مشرکانہ مشاہدات روزانہ نظر اقدس سے ملاحظہ فرمائے جاتے تھے۔ مگر چاہے اس سے کسی اثر یا دلچسپی کی کوئی کیفیت آپ کے قلب نورانی

مستولی ہوتی ہو قطعی نہین اور بالکل نہین - ان کیفیتون کے خلاف جوان مشاہدات سے قلب مبارک پر جو اثر ہوتا تھا وہ انکی کافرانہ غفلت کا اور مشرکانہ جہالت کا - انوار نبوت سے پُر اور مملو دل ابتداہی سے دردمند ہوتے ہین اور یہ عالم وکیفیت اوسی فطرتی دردمندی کے خواص تھے -

ان امور کفر و شرک مین نعوذ باللہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا از مہد الی اللحد کسی زمانہ یا کسی وقت مین انہماک و اشتغال منافی اخلاق - معارض فطرت صالحہ کیا مناقص شان رسالت ثابت ہوتا ہے - اون امور سے بھی جو صرف نامشروع منسوب الی الکفر یا مشتبہ بالشرک ہوتے تھے - بالکل ویسا ہی احتراز و اجتناب اختیار کیا جاتا تھا جیسے خاص اون افعال ذمیمہ کے ارتکاب و انہماک سے -

تعجب ہے کہ شبلی صاحب نبوت کے ان اوصاف مخصوصہ کے اظہار و اقرار ان الفاظ مین فرما کر کہ "قطعاً ثابت ہے کہ آپ بچپن او رشباب مین بھی جبکہ منصب پیغمبری سے ممتاز بھی نہین ہوئے تھے - مراسم شرک سے ہمیشہ مجتنب رہے" (سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۳۹) پھر اپنے اس اعتراف سے اختلاف کرتے ہین اور گویا جمہور کی اس کلیہ مسلّمہ اور مسئلہ متفقہ کو مشتبہ قرار دیتے ہین اور اپنی دانست مین عیسائیون کے اس استدلال کی تنقید و تردید فرماتے ہین جو آنحضرت صلعم کی عصمت کو عہد نبوت او رتفویض منصب رسالت کے وقت سے قرار دیتے ہین -

حقیقت یہ ہے کہ شبلی صاحب نبوت و رسالت کی اصلی شان و حقیقت ہی کو نہین سمجھے ہین - اسلئے اونکا خاص لکھا ہوا مصرع اونکے حسب حال ہے ع ہمہ ورق کہ سیہ گشت و مدعا اینجاست - اول تو سیرت و تاریخ کی موضوع تالیف مین عقائد کی بحث پیش کرنا خلاف سیاق ہے خصوصاً اپنے معتقدات کے متعلق غیرون کے اعتراضات کو بیان کرنا مخالف اور معارض استدلال ہے - اگر مناسب مقام کی رعایت سے یہ خیال کرکے کہ مخالفین کے بے بنیاد اور بے سروپا اعتراضات انہین مقامات سے شروع ہوتے ہین - اس خارج از بحث بیان کی ضرورت تسلیم ہوتی ہے تاہم سمجھ لینا چاہیئے کہ آپ کی تنقید و تردید سے عیسائی مخالفین کی تعریضین بے اصل ثابت نہین ہوتین - بلکہ بخلاف اسکے صحیح بخاری کی متعدد روایات مسند امام حنبل وغیرہم کے موضوعات و مہمات کے کافی ثبوت مل جاتے ہین اس مضمون کے متعلق شبلی صاحب کی اصل و حاشیہ کی مفصلہ ذیل عبارت استدلال ملاحظہ ہو (الف) ایک دفعہ قریش نے آپکے سامنے کھانا لاکر رکھا - یہ کھانا بتون کے چڑھاوے کا تھا - جانور جو ذبح کیا گیا تھا وہ کسی بت کے نام پر ذبح کیا گیا تھا - آپنے کھانے سے انکار کردیا " اس روایت پر زیر صفحہ یہ حاشیہ چڑھایا گیا ہے -

صحیح بخاری باب المناقب - ذکر زید بن عمرو بن نفیل یہ حدیث امام بخاری نے اور ابواب مین بھی نقل کی ہے اونکے الفاظ مین اجمال رہگیا ہے - جو اوس روایت مین صاف ہوگیا ہے مسند امام حنبل (جلد اول ص ۸۹) مین ایک روایت ہے جسمین بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید کو اس کھانے پر بلایا اور زید نے انکار کیا اور پھر آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تاریخ سے کبھی بتوں پر ذبح کیا ہوا کھانا نہین کھایا"۔ لیکن اس روایت کے راویون کا حال نہین ملتا۔ اور یون بھی بخاری کے سامنے اس روایت کی کیا حقیقت ہے۔ سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۱۳۹

آپ کی اس تنقید سے معلوم ہوگیا کہ عیسائیون کے مندرجہ بیانات اونکی خاص مخترعات ومصنوعات نہین ہین بلکہ آپکی مشہور اور معتبر کتابون سے ماخوذ ومستنبط ہین۔ پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ جن الفاظ ومعانی مین معترضین نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے وہ متواتر ابواب مین امام بخاری صاحب نقل فرما چکے ہین اور تنہا بخاری صاحب نے نہین بلکہ اونکے اوستاد اور شیخ الشیوخ امام احمد ابن حنبل صاحب نے بھی اپنی مسند کی جلد ۲ کے صفحہ ۱۰۹ مین تحریر فرمایا ہے۔ آپ معترفانہ طور پر خود بھی اسکا اعتراف فرماتے ہین تو استنے اور ایسے اعترافات کے بعد آپ ہی بتلائین کہ آپ کی تنقید وتردید کا کیا وزن رہ جائے گا۔ اب اپنی موجودہ تنقید کی تفصیلی کیفیت بھی ملاحظہ ہو۔

آپ کے پاس صحیح بخاری کی کُل ایک روایت اور متعدد روایات کی نقیض موجود ہین جسکو آپ نے اسکی اصل عبارت کے ساتھ لکھا ہے اور اوسکو ہم اوپر نقل کر آئے ہین۔ اوس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصل مین واقعہ یہی ہے کہ قریش نے ایک دعوت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بتون پر چڑھائے ہوئے جانور کا گوشت رکھکر کھلانا چاہا تھا آپ نے انکار کر دیا اور نہ کھایا"۔ شبلی صاحب غالباً معترضین کے اعتراضات سے بچنے کے لئے اس روایت پر اعتبار فرماتے ہین اور لکھتے ہین کہ امام بخاری نے یہ حدیث اور ابواب مین بھی لکھی ہے۔ اوسکے الفاظ مین اجمال رہ گیا ہے جو اس روایت مین صاف ہوگیا ہے"۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ وہ حدیثین جو بخاری کے اور ابواب مین مذکور ہین۔ وہ معترضین کی علی الاکثر موافق اور موید ہین جنکے اتفاق وتائید کو آپ صرف اجمال رہجانے کے معنون مین لیتے ہین۔ مگر یہی ایک روایت ہے جس سے معترضین کی تائید نہین ہوتی۔"

اب آپ مندرجہ بالا تفصیل سے اپنی تنقید وتردید کی شان وانداز کو دیکھہ لین کہ آپ کا یہ عذر کیسا ضعیف ہے کہ میرے چار دعون یا باتون مین تین جھوٹی ہین اور ایک سچی۔ اب شبلی صاحب اپنے امام بخاری صاحب سے پوچھنے کا پورا موقع اور اطمینان رکھتے ہین اور دریافت کر سکتے ہین کہ ایک امر کو متعدد اور متواتر مقامات پر بطور اجمال لکھنا اور آخر مین مفصل طور پر لکھدینے مین آپنے کیا خوبی رکھی ہے اور اس سے کیا فائدہ سمجھا ہے"۔ دو باتین تھین۔ اول یہ کہ اگر امام بخاری کو یہ امور مناقص شان نبوت حقیقتاً معلوم ہوچکے تھے۔ تو ان مرویات کو کتاب مین درج ہی نہ فرمایا ہوتا۔ اور اسی آخر والی روایت کے نقل پر اکتفا فرمائی ہوتی۔ اور اگر منافی نبوت نہین معلوم ہوئے تھے تو پھر آخر روایت کو لکھنا نہین چاہیتا تھا یہ اجتماع ضدین کی موجودہ ترکیب وترتیب تو ضرور فساد کا باعث ہوگی۔ معتقدین بخاری سمجھین یا نہ سمجھین گو خواہ سمجھین بھی تو سمجھکر رہ جائین لیکن مخالفین تو چپ رہنے کے نہین۔ وہ تو آپ کی اس غلط ترکیب سے ضرور فائدہ اٹھائین اور رائی کو پربت کر دکھلائین گے۔

اب صورت حال کا دوسرا رخ مشاہدہ فرمایا جاوے۔ اب آپ مسند امام حنبل سے اس واقعہ کی وہی بدنما صورت دکھلاتے ہیں۔ جو معترضین بیان کرتے ہیں تو گویا بخاری سے پہلے بھی واقعہ کی یہی بدنما صورت آپ کی کتابوں میں نقل ہوتی چلی آئی ہے جس کا آپ خود لکھکر اقرار کر چکے ہیں تو اس بنا پر یہ واقعہ متواتر بھی ہو گیا اور قدیم بھی۔ اس تواتر اور قدامت کے جواب میں۔ آپ صرف یہ حکیمانہ فیصلہ کرتے ہیں کہ "اس روایت کے راویوں کا حال نہیں ملتا۔ اور یوں بھی بخاری کے سامنے اس روایت کی کیا وقعت ہے۔"

آپ کی تنقیدی جواب کا پہلا حصہ کہ اس روایت کے راویوں کا حال نہیں ملتا صریح دفع الوقتی ہے کیونکہ مسند احمد بن حنبل میں سلسلہ روایت موجود ہے۔ رجال کی ایک نہیں متعدد کتابیں خدا کے فضل سے آپ کے پیش نظر ہیں۔ ایک ایک راوی کی تصدیق و تکذیب اور جرح و تعدیل کیوں نہ فرمائی گئی۔ مگر آپ کو تو ایک گونہ خود اس کا یقین ہے کہ اسکے راوی صحیح ہیں تب تو لکھا جاتا ہے کہ یوں بھی بخاری کے سامنے اسکی کیا وقعت ہے۔ شبلی صاحب یہ یوں بھی کیا؟ اسکے معنی تو یہ ہوئے کہ اگر روایت امام حنبل کے رواۃ تمام تر صحیح بھی ہوں تو بخاری کے سامنے اس روایت کی کیا وقعت ہے اب راویوں کی صحت کا معاملہ نہیں رہا۔ امام بخاری و حنبل کی ترجیح و فضیلت کا مسئلہ پیش ہو گیا" ہم تو کہدینگے کہ یہ آپ کی خودغرضی ہے اور محض بخاری پرستی" اگر تھوڑی دیر کے لئے آپ کے اس غلط اصول کو مانیں گے بھی تو وہی جنھوں نے تمام حدیث کی کتابوں میں سے صحاح کو منتخب کیا اور پھر صحاح میں صحیح بخاری کو سب پر ترجیح دی مخالف کو آپ کی اس ترکیب کی پابندی کیوں ہونے لگی۔ اور مسند امام حنبل کے مقابلہ میں صحیح بخاری کی اس تصدیق و توثیق کی نسبت آپ کے اس چیلنج کو وہ کیوں ماننے لگے۔ اور آپ خود بھی غور کر لیں اور سمجھ لیں کہ اگر سواد اعظم میں کوئی شخص ایسے اعتراض پیش کرتا تو اوسکے مقابلہ میں آپ کو اس چیلنج دینے کا حق حاصل تھا کیونکہ وہ صحیح بخاری اور مسند حنبل کی اہمیت کو جانتا تھا۔ لیکن ایسی قوم و گروہ کے مقابلہ میں جو بخاری اور امام حنبل کی مرویات سے اپنے مدعا کو دکھلاتا ہے اور ان کے فرق مابہ الامتیاز کو اور اونکی جرح و تعدیل کو نہیں جانتا۔ آپ کو اس چیلنج کے پیش کرنیکا کیا حق حاصل ہے اور دنیا کی انصاف پسند طبیعتیں آپ کے اس طریقہ استدلال کو کب مان سکتی ہیں۔

صاف تو یہ ہے کہ آپ اس چیلنج کی نمایشی لفاظیوں سے عیسائیوں کو مرعوب کرنا چاہتے ہیں۔ یہ کیوں نہیں کہتے کہ نہ ہمیں نے رسول اللہ صلعم کی اصل شان پہچانی اور نہ ہمارے امام بخاری صاحب نے نہ امام حنبل صاحب نے علما متقدمین نے عقائد کی درستی اور معرفت خدا و رسول کے صفات و مدارج کی ترتیب و ترمیم کی تو اوسوقت ضرورت محسوس فرمائی ہے جب اونکو حکماے معتزلہ سے مقابلہ کرنا ہوا ہے۔ ورنہ اس سے ڈیڑھ سو برس پہلے بے دیکھے سنے۔ بے سمجھے ہر طرح کی حدیثیں۔ ہر قسم کی روایتیں اس کثرت سے بن چکی تھیں کہ بقول آپ کے۔ ایک امام زہری کی تصنیف پیدا کرائی گئیں تھیں۔ تو پھر اب بتلاتے ان جامعین حدیث کا اسوقت مدعا کیا تھا جمع حدیث یا ترتیب عق

دیکھئے حالات دیکھئے واقعات پڑھیئے معلوم ہو جائیگا کہ اسوقت ان جامعین حدیث کی نظر صرف تجمیع حدیث پر تھی ورنہ ترتیب عقاید کو نہ دیکھتے تھے اور نہ اونکا یہ کام تھا۔ انہیں امام احمد حنبل صاحب کی مرویات فی العقاید کو موجودہ اصول عقاید سے مقابلہ فرمائیے جو اصولیین عقاید نے قایم کئے ہیں تو آپ آسمان زمین کا فرق پائیں گے۔

اس بنا پر عیسائیون کے جواب مین آپ کو بخاریؒ صاحب یا ابن حنبل صاحبؒ کی اہمیت سے ذرا بھی بحث کرنی نہین ہوگی۔ بلکہ ان تمام مرویات خلاف عقائد کی نسبت۔ عام اس سے کہ وہ بخاری مین ہون یا مسند امام حنبل مین یا کسی اور کتاب مین۔ آپ کو یہ کہدینا پڑیگا کہ اسلامی اصول عقاید کے مخالف ہو بالکل قرآن مجید اور قول صحیح رسولؐ سے منضبط ہین کوئی روایت عام اس سے کہ اسلام کی بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی کتاب مین کیسی ہی معتبر اور مستند ذریعہ و اسناد سے مروج ہو نہ قابل قبول ہے نہ قابل عمل۔ ایک یہی طریقہ استدلال معترضین کے مقابلہ مین چل سکتا ہے۔ دوسرا نہین کیونکہ ہمارے معترضین اوس عقیدے کے لوگ ہین جنکا خدا نہ منزہ بالذات ہے اور نہ رسولؐ مبرا عن الخطئیات۔ اسلئے وہ تو ضرور آپ کی ماخذون سے اون غیر مفید اور غیر مستند مرویات کو ڈہونڈہ نکالین گے جن سے اونکے عقائد فاسد کی تائید و تطبیق ہوتی ہو۔ ایسی حالت مین ابتداہی سے تفریق عقاید کے معقول اصول پر استدلال قایم کرنا چاہیئے۔ نہ بخاری صاحب کی علوشان پر اور ابن حنبل صاحب کے غلط بیان پر شبلی صاحب یا تو اصول عقاید کے استحفاظ فرمالین۔ یا تقلید اسلاف کا لحاظ کرلیں اور اگر وہ چاہین کہ استحفاظ عقائد بھی ہو اور اسلاف کی تقلید کی صحت بھی تو یہ غیر ممکن ہے۔ ذوجہتی کا یہ طریقہ استدلال تو اسلام کی خانہ جنگیون کے عنوان اور شبلی صاحب کی خاص جنبہ داری کی داستان شروع کردیگا۔ جو اور بھی اسلام کی تضحیک و تضعیف کا باعث ہوگا۔

(ب) شبلی صاحب کی دوسری روایت یہ ہے کہ۔ نصاری نے دعوی کیا ہے کہ آپ (آنحضرتؐ) کے اعتقادات مین جو تغیر ہوا ہے وہ عہد نبوت سے ہوا ہے ورنہ اس سے پہلے آپ کا طرز عمل وہی تھا جو آپ کے خاندان اور اہل شہر کا تھا۔ چنانچہ آپنے اپنے پہلے صاحبزادے کا نام عبدالعزی رکھا تھا۔ یہ روایت خود امام بخاری کی تاریخ صغیر مین موجود ہے لیکن یہ روایت اگر صحیح بھی ہو تو اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت کیونکر استدلال ہوسکتا ہے حضرت خدیجہ اسلام سے پہلے بت پرست تھین۔ اونھون نے یہ نام رکھا ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی تک منصب ارشاد پر مامور نہین ہوئے تھے اسلئے آپ نے تعرض نہ فرمایا ہوگا۔ اور اصل واقعہ یہ ہے کہ یہ روایت فی نفسہ ثابت بھی نہین۔ اس روایت کا سب سے زیادہ صحیح سلسلہ وہ ہے جو امام بخاری نے تاریخ صغیر مین روایت کیا ہے۔ اس کا اول راوی اسمٰعیل بن ابی اویس ہے۔ اگرچہ بعض محدثین نے اسکی توثیق کی ہے لیکن گروہ کثیر کی رائے حسب ذیل ہے۔

(۱) معویہ ابن صالح۔	اسمٰعیل اور اوس کا باپ دونون ضعیف ہین۔
(۲) یحییٰ بن مخلط	وہ جھوٹ بولتا ہے اور محض ہیچ ہے۔
(۳) امام نسائی	ضعیف اور غیر ثقہ ہے۔

(۴) نضر بن مسلمہ مروزی — وہ کذاب ہے۔

(۵) دار قطنی — میں اسکو صحیح حدیث کے لئے پسند نہیں کرتا۔

(۶) سیف بن محمد — وہ جھوٹ حدیثیں بناتا ہے۔

(۷) سلمہ بن شبیب — اس نے مجھ سے خود اقرار کیا کہ جب کبھی کسی بات میں اختلاف ہوتا تھا تو میں ایک حدیث بنا لیتا تھا۔ سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۱۴۰

شبلی صاحب کے اس استدلال کا انداز تو پہلے سے بھی زیادہ خراب ہے۔ پہلے طریقہ استدلال میں اگر زیادہ نقیض روایتیں تھیں۔ اور گو ایک ہی سہی مگر موافق اور موید حدیث بھی موجود تھی۔ جسکو آپ نے بڑی شان سے چیلنج دیکر دکھایا۔ لیکن یہاں تو بخاری صاحب کا اقرار ہے اور وہ خود لکھکر اقرار کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پہلے صاحبزادے کا نام عبد العزیٰ رکھا تھا (نعوذ باللہ) اس سے ثابت ہوا کہ معاذ اللہ آپ کو اوس زمانہ یا اوس وقت تک عزیٰ کی معبودیت کا اوسیطرح اعتراف و اقرار تھا جسطرح اور قریش کو تب تو اپنے لڑکے کا نام عبد العزیٰ رکھکر اوسکو اوس عزیٰ کی عبدیت کی طرف منسوب کیا (العیاذ باللہ)

شبلی صاحب۔ اب ہمیں سے سمجھ لیں کہ آپ بخاری کی ایسی نامفید اور مجہول السند کتاب سے اپنے مخالفین خصوصاً یوروپین محققین کو کیا چیلنج دیتے ہیں۔ لطف تو یہ ہے کہ پہلے واقعہ میں تو اس کتاب کی تصدیق و توثیق کا چیلنج دیا جاتا ہے اور پھر دوسرے واقعہ میں جب کسی تاویل سے کوئی کام نہیں نکلتا تو مصداق۔ عذر گناہ بدتر از گناہ اوسی چیلنج دادہ اصح الکتاب کی خود تنقید و تردید فرمائی جاتی ہے۔ اور اوسکے راویوں کو دروغگو۔ فریبی۔ چور۔ سب کچھ لکھکر ثابت کیا جاتا ہے۔

آپ ہی فرمائیں کہ آپ کا یہ انداز استدلال دیکھکر مخالفین مضحکہ نہ کریں تو اور کیا کریں۔

اب یہ تو فرمائیں کہ سلسلہ رواۃ میں ایک راوی (اسمٰعیل بن ابی اویس) کو جسے آپ جھوٹا اور چوٹا بتلاتے ہیں تھوڑی دیر کے لئے وہ ویسا ہی مان بھی لیا جاوے جیسا کہ آپ لکھتے ہیں۔ تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بخاری صاحب کیسے بزرگ تھے جنھوں نے جھوٹے سچے۔ ایماندار بدکار کی کوئی تمیز نہیں کی۔ اور آنکھ بند کرکے ایسے جھوٹے راویوں کے غلط مفتریات کو اپنی کتاب میں بھر دیا۔

یہ تو بخاری صاحب کی محدثانہ شان تھی۔ اب اپنی شان محققانہ ملاحظہ فرمائی جاوے۔ وہی سلف کی قدیم اصول تقلید کے مطابق آپ نے پہلے تو حمایت بخاری کی غرض سے تاویل کرنی چاہئے اور چونکہ موضوع بحث رسول اللہ صلعم کی برات ہے۔ اسلئے شبلی صاحب کو بڑی مشکل پیش آئی۔ رسول اللہ صلعم کی عصمت بھی قایم رکھنی اور امام بخاری کی عزت بھی۔ اس مشکل سے نکلنے کا آپ نے ایسا شرمناک طریقہ اختیار کیا جس سے بخاری صاحب کی تو خیر عزت سنبھل گئی لیکن رسول اللہ صلعم کی حرمت پر دھبہ آگیا۔ یہ سب آپ کی ناحق پرستی کا نتیجہ ہے۔ آپ بخاری صاحب کی حمایت میں لکھتے ہیں کہ یہ روایت صحیح

بھی ہو تو اس سے آنحضرت صلعم کی نسبت کیونکر استدلال ہو سکتا ہے۔ اسکی تاویل یون کی جاتی ہے حضرت خدیجہؑ اسلام سے پہلے بت پرست تھیں۔ اونھون نے یہ نام رکھا ہوگا۔ آنحضرتؐ ابھی تک منصب ارشاد پر مامور نہین ہوئے تھے اس لئے آپ نے تعرض نہ فرمایا ہوگا۔ آپ ہی کہئے کیسا ضعیف جواب اور کیسی شرمناک تاویل ہے"۔

افسوس ہے کہ آپ نے پہلے یہ نہ لکھا۔ جیسا کہ اس تاویل کے بعد آخر آپ کو لکھنا پڑا کہ اصل واقعہ یہ ہے کہ یہ روایت فی نفسہ بھی ثابت نہین مگر آپ سے کیسے پہلے لکھ دیتے۔ آپ کو تو بخاری صاحب کی بھی عزت سنبھالنی تھی اس ضرورت سے آپنے اس کفر شعاری کو صدیقۂ کبریٰ جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کے سر لگایا۔ آپنے ناموس رسولؐ کی کفر شعاری کا اقرار تو کر لیا۔ مگر بخاری صاحب کی بدنامی اور بے احتیاطی کو نہ گوارا فرما سکے۔ واقعی آپ کی یہ دلیری تمام اہل اسلام کی حیرت اور عبرت کا باعث ہے۔ شبلی صاحب ہم آپ کو یاد دلاتے ہین کہ آپ کی اس شرمناک اور دلیرانہ تاویل نے تمام مخالفین کو خوب ہنسوایا۔ مگر بلا امتیاز تمام اہل اسلام کو آٹھ آٹھ آنسو رلوایا۔

ہم پھر کہتے ہین کہ آپ رسول اللہ صلعم کی شان کو سمجھے ہی نہین۔ یہ مان لیا کہ رسول اللہ صلعم اوسوقت تک منصب ارشاد پر فائز نہین ہوئے تھے لیکن عزیٰ کی حقیقت کو تو جانتے تھے۔ اور اگر آپ اس سے انکار کرتے ہین کہ آنحضرت صلعم اسوقت تک عزیٰ کی حقیقت کو نہین جانتے تھے۔ تو پھر (نعوذ باللہ) آنحضرت صلعم بھی اور قریش کیطرح عزیٰ کا احترام اور اوسکی پرستش کرتے ہونگے۔ اس دلیل سے ماننا پڑے گا کہ عزیٰ کی حقیقت و اصلیت آپ پر کماحقہ ثابت تھی۔ جب ثابت تھی۔ تو شبلی صاحب کا یہ احتمال جیسا کہ وہ اپنی تاویل مین لکھتے ہین کہ اسلئے آپ نے تعرض نہ فرمایا۔ کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اظہار حقیقت کو چھپایا اور یہ امر تو اخلاق نبوت اور شان رسالت کو ادنیٰ پست کر دیتا ہے۔ اسلئے آپ کی یہ تاویل منافی شان رسالت ہونے کی باعث قطعی غلط ہے۔ اور محض حمایت بخاری مین وضع کی گئی ہے یہ تاویل خلاف واقع ہونیکے علاوہ خلاف نقل و عقل بھی ہے۔ خلاف نقل تو اس طرح کہ سوائے آپ کے (کئے آمدی کے پیر شدی) زرقانی، عسقلانی، قسطلانی، عینی اور کرمانی کسی شارح بخاری نے اس واقعہ کے متعلق۔ رسول اور ناموس رسول صلعم کی خلاف شان ایسی دلیرانہ اور بے ادبانہ تاویل کرنے پر جرأت نہین کی لطف تو یہ ہے کہ یہ تاویل بھی کیجاتی ہے اور پھر اپنی اس تاویل کی فوراً تکذیب بھی فرمادیجاتی ہے۔ جیسا کہ اس تاویل کے بعد لکھ دیا گیا ہے۔ اور اصل واقعہ یہ ہے کہ یہ روایت فی نفسہ بھی ثابت نہین اب آپ ہی بتلائین کہ جب یہ واقعہ ثابت ہی نہین تو تاویل کیسی؟ شبلی صاحب کی عجیب منطق ہے مقصد مفقود تاویل موجود۔ یہ تو مخالف نقل ہونیکی حالت تھی اب خلاف عقل ہونیکی کیفیت بھی ملاحظہ ہو۔

بخاری صاحب کے راوی کی کامل تنقید و تکذیب فرماکر شبلی صاحب آخر مین یہ عبارت تحریر فرماتے ہین" یہ امر قطعی طور پر ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نبوت سے پہلے بت پرستی کی برائی شروع کر دی تھی اور جن لوگون پر آپ کو اعتماد تھا اونکو اس بات سے منع فرماتے تھے۔ سیرۃ النبی ص ۱۴۰

شبلی صاحب اپنی اس راے پر غور فرمائین اور بتلائین کہ جب فائز برسالت ہونے سے پہلے آنحضرت صلعم بت پرستی کی ممانعت فرماتے تھے۔ تو جناب خدیجہؑ کو نعوذ باللہ اس صریح بت پرستی اور کفر شعاری سے کہ اپنے بیٹے کو عزیٰ بت کا غلام بنائین اور بندہ قرار دین کیون منع فرمایا؟ اسکا کوئی جواب شبلی صاحب سے نہین ہوسکتا ہے سوا اسکے کہ فرمائین حضرت خدیجہؑ کو نعوذ باللہ آپ کے اون معتمدین مین عظیں تھین۔ جنکو اس امر سے منع فرماتے تھے۔ جیساکہ اوپر لکھا گیا ہے کہ جن لوگون پر آپ کو اعتماد تھا انکو اس بات سے منع فرماتے تھے۔ اب آنحضرت صلعم کے نزدیک جناب خدیجہ صدیقہ کبریٰ کی نااعتباری یا عموماً میان بی بی کی باہمی بے اعتمادی کی شرمناک اور نفرت انگیز تفصیل شبلی صاحب کی حیاداری کر سکے گی۔ کسی مسلمان کی دینداری تو سوآے حسرت وعبرت کی ایک حرف بھی مُنھہ سے نہین نکالیگی۔

(ت) سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۴۰ کی اصل عبارت تمام فرماکر زیرین حاشیہ یہہ عبارت تحریر فرمائی گئی ہے۔

مسٹر مارگیولوس نے اسکے برخلاف (ممانعت بت پرستی) ایک حیرت انگیز دعوی کیا ہی اور اسکے ثبوت مین دعوی سے زیادہ تر حیرت انگیز فریب کاری کی ہی۔ وہ لکھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ (سلام اللہ علیہما) دونون سونے سے پہلے ایک بت کی پرستش کرلیا کرتے تھے۔ جس کا نام عزیٰ تھا۔ مصنف نے اسکی سند مین امام احمد بن حنبل کی روایت (جلد ۴ صفحہ ۲۲۲) پیش کی ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہین۔

حدثنی جار لخدیجہ بنت خویلد انہ سمع النبی صلعم وھو یقول لخدیجہ واللہ لا اعبد اللات والعزی واللہ لا اعبد ابدًا قال فتقول خدیجہ خل اللات خل العزی قال کانت صنمھم التی کانوا یعبدون ثم یضطجعون

مجھسے خدیجہ بنت خویلد کے ایک ہمسایہ نے بیان کیا کہ مین نے پیغمبر صلعم کو حضرت خدیجہ سے یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ اے خدیجہ بخدا مین کبھی لات وعزیٰ کی پرستش نہ کرونگا خدیجہ کہتی تھی (کہتین تھین) کہ لات کو جانے دیجئے عزیٰ کو جانے دیجئے (یعنی انکا ذکر بھی نہ کیجئے) اس راوی نے کہا کہ لات وعزیٰ وہ بت تھے جنکی پرستش اہل عرب سونے سے پیشتر کیا کرتے تھے۔

ایک معمولی عربی دان بھی سمجھہ سکتا ہی کہ عبارت مذکور مین کانوا کا لفظ ہے جس کے معنی یہ ہین کہ اہل عرب لات وعزیٰ کی پرستش کیا کرتے تھے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہؑ کی طرف اشارہ ہوتا تو تثنیہ کا صیغہ ہوتا۔ نہ کہ جمع کا۔ اسکے علاوہ خود اس روایت مین لات وعزیٰ کی پرستش سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار مذکور ہے۔ ص ۱۴۰

شبلی صاحب کا لکھنا بالکل صحیح ہے اور مارگیولوس کا سمجھنا اور سمجھانا دونون غلط۔ اسکو حقیقت سمجھکر اگر مارگیولوس نے لکھا ہے تو اسمین کوئی کلام نہین کہ اس یورپین محقق نے پوری فریب کاری سے کام لیا ہے۔

اتنا اور عرض کر دینا ہے کہ آپ کی تنقید مین بھی تھوڑا سا اجمال رہ گیا ہے۔ وہ یون صاف کر دینا چاہیے تھا عربی لفظ کانوا۔ کا ترجمہ وہ لوگ۔ ہونا چاہیتا تھا۔ آپ کا ترجمہ اہل عرب لفظی ترجمہ نہین بلکہ مرادی ترجمہ ہوا۔ اسلئے عبارت ترجمہ مین وہ لوگ اصلی الفاظ عبارت مین اور اہل عرب خطوط معکوسی کے اندر ہونا چاہیئے۔

پھر تعینکی عبارت مین بھی کانوا کا ترجمہ اہل عرب ہی لکھدیا گیا ہے۔ اسکو بھی ویسا ہی ہونا چاہیئے پھر تشریح تنقیہ مین تبلایا گیا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ ع کی طرف اشارہ ہوتا تو تثنیہ کا صیغہ ہوتا نہ کہ جمع کا۔ فی الحال اہل اسلام مین بھی زبان عربی کی صفتی کمی ہوتی جاتی ہے وہ ظاہر ہے۔ اسلئے تثنیہ اور جمع کا باہمی فرق اور اونکے جداگانہ صیغون کی تمیز۔ عام اردو دانون کے لئے مشکل ہوجاے گی۔ اس ضرورت سے اونکو ان الفاظ مین سمجھا دینا ضروری ہے کہ اگر آنحضرت صلعم اور حضرت خدیجہ ع انھین حضرات خاص سے راوی کی مراد ہوتی تو زبان عربی کے قاعدے کے مطابق راوی تثنیہ کا صیغہ لاتا۔ اور کانوا کی جگہ کانا کہتا۔ مگر جب اونھون نے ایسا نہین کیا اور عام جمع کا صیغہ کانوا لایا تو اس سے تمام لوگ یعنی کل اہل عرب مراد ہوئے۔

اسکے علاوہ حضرت خدیجہ ع کی نسبت اجتناب کفر کی تفصیل شبلی صاحب نے خدا جانے کس مصلحت سے چھوڑ دی وہ یہ ہے۔ عربی کی عبارت سے صاف طور پر ثابت ہے اصلی روایت حضرت خدیجہ ع کے اس جواب پر تمام ہوگئی۔ (فتقول خدیجۃ خل اللات خل العزّٰی۔ خدیجہ ع نے کہا لات کو جانے دیجئے۔ عزّیٰ کو جانے دیجئے) یہ تو آپ روایت کا راوی اپنے سامعین کو لات و عزّیٰ کی اصلیت و ماہیت تبلاتا ہے کہ لات و عزّیٰ اصل مین کیا شئے تھے لات و عزّیٰ دو بت تھے جنکی پرستش وہ لوگ (اہل عرب) سونے سے پیشتر کرلیا کرتے تھے۔ یعنی عرب مین یہ دستور تھا کہ سونے سے پہلے اندونون بتون کی پوجا کرلیا کرتے تھے۔ اب اس تفصیل کی تشریح ملاحظہ ہو۔

راوی کو اس روایت کے بیان کرنے کی کیا ضرورت ہوئی۔ وہ یہ ہے کہ راوی (خدیجہ ع کا ہمسایہ) خود اہل عرب تھا اور اس قدیم دستور کا جاننے والا۔ اوسکو اندونون حضرات (آنحضرت صلعم اور حضرت خدیجہ ع کے) مکالمات سنکر جو ملک و قوم کے دستور قدیم کے صریح مخالف تھے۔ بالکل نیا اور انلوگون کا تنہا طریقہ معلوم ہوا۔ اس لئے اس واقعہ کی ندرت اور اندونون حضرات کی کفر پرستی سے نفرت اور تمام قوم کے اس دستور قدیم سے مخالفت کی بناپر راوی نے اس واقعہ کو اس مسئلہ خاص کے ثبوت مین کہ یہ دونون بزرگوار بت پرستی کے قدیم دستور اور رسم و رواج سے بالکل علحدہ تھے اور تمام اہل عرب مین اس ناہنجار اور کفر کردار عادات سے بالکل مستثنیٰ تھے۔ اپنا چشمدید واقعہ بیان کیا ہی اور ثابت کردیا ہے کہ جسطرح جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لات و عزّیٰ کی پرستش سے متنفر تھے اوسی طرح حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا بھی اس سے محترز تہین۔

مارگیولوس صاحب کی سمجھہ کا کیا کھنا۔ خوب سمجھے ہے کا اولٹا سمجھے۔ افسوس ہے اونکے اس مورخانہ بیان پر اور حسرت ہے اونکی محققانہ شان پر بقول شبلی صاحب اس روایت کے غلط معنی لگاکر تمام دنیا سے اپنی عربی دانی کی داد لیتے ہین۔ اور ساری دنیا کو اپنی غلط فہمی سے فریب دیتے ہین۔ لیکن اپنی توریت مقدس مین۔ حضرت یعقوب کی بی بی کا جنکا نام راحل (راحیل) تھا۔ جو بذات خاص ایک جلیل القدر پیغمبر کی بیوی اور تمام انبیائے بنی اسرائیل کی مان تھین

اپنے باپ لابن کے بتون کو چرانا۔ اور اونٹون کے کجاوے مین اونکو چھپا کر اونپر آپ بیٹھ جانا۔ اور اس شکل و صورت سے پکڑا جانا اور حیض کا بہانہ کرکے اوس مقام سے نہ اوٹھنا اور اس حیلہ و ترکیب سے اون بتون کو اپنے پاس رکھ لینا اور باپ کو واپس نہ دینا پوری تفصیل سے درج ہے۔ (سفر تکوین باب ۳۱۔ آیت ۵۔۲۵) دیکھکر ذرا بھی نہین شرماتے۔ مارگیولوس کے ہان نبوت یا ناموس نبوت کی کوئی خصوصیت نہین۔ وہ اس تخصیص کو بھی تعمیم مین لیتے ہین اور جب حضرت یعقوبؑ کی خاندان نبوت اور اونکے خاص ناموس کے ان اتہامات صریح کو واقعات صحیح سمجھتے ہین تو پیغمبر عربؐ اور اوسکے پاک و مقدس ناموس کی نسبت مارگیولوس کو اس مغویانہ اور گمراہانہ فریب کاری کرتے ہوئے کب شرم و حجاب آسکتا ہے ؟"

مارگیولوس کی غلط فہمی اور عالم فریبی کی کامل تردید کرکے ہم شبلی صاحب نعمانی کی خدمت مین پھر یاد دہانی کرتے ہین کہ آپ نے عبد العزیٰ کے تسمیہ کی تاویل مین نہایت بیباکی سے لکھدیا ہے کہ حضرت خدیجہ اسلام سے پہلے بت پرست تھین آپ کا یہ لکھدینا کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔ واقعہ کی اصل عبارت تو یہ بتلا رہی ہے کہ حضرت خدیجہؓ اسلام سے پہلے بھی بت پرستی سے کارہ اور متنفر تھین تب تو فرماتی ہین خل اللات خل عزّیٰ جس کا ترجمہ آپ خود ان الفاظ مین فرماتے ہین۔ لات کو جانیدیجئے عزّیٰ کو جانیدیجئے (یعنی ان کا ذکر بھی نہ کیجئے" شبلی صاحب خود اپنے ان مختلف مختاروآرا پر غور فرمالین۔ جب آپ خود اعترافاً لکھتے ہین کہ حضرت خدیجہؓ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود بقول آپ کے ان بتون کے ذکر سے بھی منع فرماتی تھین تو وہ پھر خود کیسے بت پرستی کرسکتی تھین اور ان کو کون بت پرست کہہ سکتا ہے۔

(ث) پھر زیر حاشیہ یہ روایت مرقوم ہے۔

مارگیولوس نے یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عزّیٰ کے نام پر ایک خاکی رنگ کی بھیڑی ذبح کی تھی۔ صاحب موصوف نے اسکی سند مین مگر کوئی عربی ماخذ نہین پیش کیا۔ بلکہ ولہوسن کا حوالہ دیدیا ہے (دیکھو مارگیولوس کی کتاب ص ۶۰۔۸) معجم البلدان (جغرافیہ کی ایک کتاب) مین ایک روایت اس مضمون کی موجود ہے اول تو اس موضوع خاص مین یہ کتاب خود بے سند ہے۔ ثانیاً یہ روایت کلبی سے ہے۔ جو مشہور دروغگو ہے۔ شبلی صاحب کا پہلا اعتراض کہ مارگیولوس نے عربی ماخذ کا حوالہ نہین دیا بالکل صحیح ہے اور مارگیولوس کا ثبوت مین اپنا ماخذ پیش کرنا بالکل خلاف استدلال ہے۔ جب معجم البلدان مین یہ روایت دیکھ لی گئی تو مارگیولوس کے سر سے وضع حدیث کا الزام جاتا رہا۔ باقی رہا شبلی صاحب کا یہ فرمانا کہ معجم البلدان جغرافیہ کی کتاب ہے اور صنف حدیث مین موضوع نہین ہوئی ہے مخالفین کے لئے تشفی بخش نہین ہوسکتا اس لئے کہ وہان تو دیوانہ راہوئے بس است کا عالم ہے اونھین حدیث و جغرافیہ کی تفریق و تمیز سے کام نہین۔ اون کا تعصب اونکی خود غرضی اونھین تمیز کب کرنے دیگی۔ اب اونھون نے ایک مسلمان مصنف کو دیکھہ پایا۔ اور اوسی کے قول سے لگا استدلال کرنے۔

انکی تنقید و تردید کے لئے ہم پھر شبلی صاحب کی خدمت مین عرض کرینگے کہ ان سے استدلال مین وہی اصول قایم رکھے جائین جو ہم اوپر لکھکر بتلا آئے ہین۔ یاقوت حموینی کی جغرافیہ دانی یا حدیث سے ناواقفکاری یا کلبی کی موضوعیت اور

غلط کاری دکھلانے سے کام نہین نکلے گا۔ صاف صاف لکھنا اور اقرار کرنا ہوگا کہ خلاف اصول عقاید۔ کوئی صاحب ہون محدث۔ مورخ یا کوئی اور ہون۔ جب کوئی روایت کوئی واقعہ مخالف عقاید بیان فرمایئن گے۔ وہ مسلمانون کے لئے نہ قابل قبول ہوگا نہ لایق تسلیم۔ اس لئے یہ تمام واقعات و روایات جو اوپر بیان کی گئی ہین اور تاریخ بخاری اور مسند امام احمد حنبل وغیرہم کو انکا ماخذ بتلایا گیا ہے۔ سب کے سب محض لغویات ہین اور صریح مفتریات۔ مخالف۔ اسلام کسی وقت اور کسی زمانہ مین نہ ہمارے رسول صلعم کے طریقے اور عمل ثابت ہوئے ہین نہ ان کے اہل بیت کرام علیہم السلام کے رسول صلعم نے نہ اونکے بی بی نے کبھی بت پرستی کی اور نہ کبھی اپنی کسی اولاد کا نام بتون کے نام پر رکھا۔ حقیقتاً عبد العزیٰ نام آپ کا کوئی بڑا بیٹا ہی نہین تھا۔ آپ کے بڑے صاحبزادے کا نام قاسم تھا۔ جنکی خصوصیت کی وجہ سے عرب کے قدیم قومی دستور کے مطابق آپ کی کنیت ابوالقاسم رصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مشہور ہوئی۔ لیکن قضائے الٰہی سے وہ بھی قبل بعثت انتقال فرما گئے۔ یہ تمام مرویات اُس زمانہ اور اوس زمانہ کے لوگون کی موضوعات ہین جن لوگون نے اورون کے عیب چھپانے اور برابر بنانے کے لئے شان رسالت کی تخفیص مین خواہ مخواہ تعمیم کو داخل کر دیا۔ ان لغویات کے لئے نہ اسلام جوابدہ ہوسکتا ہے اور نہ بانی اسلام علیہ السلام۔

موحدین سے ملاقات

محض بے ضرورت سرخی ہے شبلی صاحب اور تمام اہل اسلام کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ رسالت کے تمام طریقے وہبی ہوتے ہین تعلیم ربانی اور توفیق یزدانی ابتدا سے لیکر انتہا تک رسول صلعم کے شامل حال ہوتی ہے تو پھر اسکی کوئی ضرورت و احتیاج نہین کہ موحدین سے ملاقات ہو یا نہو۔ موحدین سے ملاقات اور مجالسات منصب رسالت مین تعلیم و اکتساب کے شبہ پیدا کر دین گی۔ جو قطعاً منافی رسالت ہے۔ جن موحدین کا ذکر کیا گیا ہے یا جنکے نام لئے گئے ہین اونکے اعتقادات فی الوحدۃ کی تفصیل دصورت بھی نہین بتلائی گئی ہے کہ وہ کس قسم کی وحدانیت کے قائل تھے۔ ان مین سے شبلی صاحب نے ایک ورقہ بن نوفل کا حال خود لکھا ہے کہ وہ آخر مین عیسائی ہوگئے تھے۔ تو آپ ہی فرمائیے کہ اونکی عقیدت فی الوحدت کس کام کی رہی۔ جب اونہون نے ذات الٰہی کو قابل تناسل و توالد یقین کر لیا۔ پھر توحید کا ایسا غلط اور سراسر منافی اعتقاد رکھنے والے شخص کی ملاقات سے اوس بزرگ کو کیا لطف اور کیا فائدہ حاصل ہونیوالا تھا۔ جو خالص اور کامل توحید کی تبلیغ و تعلیم کے لئے بھیجا گیا ہو۔ اور جو خاص طور پر توحید کے راستون سے اون خار و خاشاک کو پاک و صاف فرما دینے کے لئے اتارا گیا ہو جو سالکان وحدت کے دامنون مین اولجھ اولجھ کر اونکو قربت الٰہی کے حصول سے روک رکھتے ہین۔

اسکے علاوہ آپ خود اوس وقت کے موحدین مین قس ابن ساعدہ۔ ورقہ بن نوفل۔ عبد اللہ ابن جحش۔ عثمان بن الحوارث اور زید بن عمر بن نفیل (غرض خاص تو انکے نام کے شمول سے تھی) کے نام گنا کر خود لکھتے ہین کہ ان مین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید سے ملاقات کی تھی جس کا ذکر صحیح بخاری مین بھی ہے۔ ص ۱۴۱ ''اس سے معلوم ہوا کہ بقیہ لوگون سے ملاقات نہین ہوئی۔ تو پھر آپ ہی کی اس خاص تحریر سے آپ کی یہ سرخی کہ موحدین سے ملاقات" غلط اور محض بیضرورت ثابت

ہوگی۔ مگر آپ نے آگے چل کر اپنے اس اعتراف و اقرار پر بھی اعتبار نہیں کیا اور زید سے بھی ملاقات ہونیکی یہ صورت نکالی تھی کہ "ورقہ عیسائی ہوگئے تھے۔ اور چونکہ حضرت خدیجہ کے برادر عم زاد تھے اور مکہ ہی مین رہتے تھے اس لئے قیاس ہوتا ہے کہ آپ ان سے ملے ہونگے۔ بعض روایتون مین ہے کہ انسے آپ کی دوستی تھی۔ ص ۱۴۱"

مین کہتا ہون کہ آپ کا یہ قیاس صحیح ہے اور بالکل فی الواقع۔ آپ کو خود اسکی واقعیت یاد نہین رہی۔ اسلئے قیاس کرنے کی ضرورت ہوئی۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہین کہ ورقہ بن نوفل سے ضرور ملاقات ہوئی۔ آپ خود لکھ چکے ہین۔ اپنی سیرۃ النبیؐ جلد اول کے صفحہ ۱۴۸ مین اپنی یہ عبارت ملاحظہ فرما لیجائے۔

آپ نے حضرت خدیجہ سے تمام واقعہ بیان کیا۔ وہ آپ کو ورقہ کے پاس لوا گئین۔ جو عبری زبان جانتے تھے اور توریت و انجیل کے ماہر تھے۔ اونھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے واقعہ کی کیفیت سنی تو کہا یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰؑ پر اترا تھا۔

لیجئے ملاقات ہوگئی لیکن اس ملاقات سے وہ ملاقات جو آپ کی اصلی مراد ہے ثابت نہین ہوئی۔ بلکہ بالکل غلط ٹھیری۔ موحدین سے ملاقات کی خاص سرخی قایم کرنے سے جو آپ کا مدعا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگون مین مراسم تھے۔ آپ انکے پاس آتے جاتے تھے ممکن ہے کہ یہ لوگ بھی آپ کے پاس آتے جاتے ہون۔ مگر ورقہ والی مندرجہ بالا واقعہ نے صاف صاف تبلادیا کہ آنحضرت صلعم اور ورقہ مین اس واقعہ سے پہلے شناسائی اور مراسم نہین تھے۔ کیونکہ اگر فیمابین آمد و رفت ہوتی تو حضرت خدیجہ کو لے جانے اور معرفت کرانے کی ضرورت نہ پڑتی۔ اگر قبل سے آپس مین روابط ہوتے۔ تو آپ بالنفس النفیس جاکر براہ راست اون سے اپنی تسکین و تشفی فرما لیتے۔ جناب خدیجہ کی معرفی کی ضرورت نہین تھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ فیمابین صرف شناسائی تھی۔ مجالست یا مکالمت اور صلاح و مشورت ثابت نہین۔

ورقہ بن نوفل ہو چکے قس بن ساعدہ کی نسبت لکھا جاتا ہے ادب و محاضرات کی کتابون مین عموماً اور بعض تاریخون مین بھی مذکور ہے کہ قس ابن ساعدہ نے عکاظ مین جو مشہور خطبہ دیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوس خطبہ مین شریک تھے۔

شبلی صاحب نہ اپنے کسی اقرار پر قایم رہتے ہین اور نہ اپنے کسی مختار پر۔ ذرا اپنے دیباچہ مین نقل روایات کی متعلق اپنے مقرر کردہ حدود و نصاب یاد فرمائے جائین۔ پھر اپنے ادب و محاضرات کے حوالجات پر غور کیا جاوے تو آپ کو معلوم ہوجائیگا کہ یہ واقعہ آپ کے نصاب مقررہ کے مطابق ہرگز قابل اندراج نہین تھا۔ پھر آپ نے محض بے ضرورت اسکو کیون لکھا۔ اور پھر لکھکر آیندہ عبارت مین قوی دلائل سے اسکی تردید بھی فرمادی تو گویا تمام تر یہ آپ کی سعی حاصل تھی اور کچھ بھی نہین۔ لیکن آپنے ان واقعات کو خاصکر اس وجہ سے لکھا اور حتی الامکان اس کی تردید بھی کردی اس باعث سے کہ عیسائی مصنفین انھین غیر مقید اور نا مستند مرویات کو اپنی عالم فریبی کا ماخذ بنا لیتے ہین۔ اور آنحضرت صلی اللہ وآلہ وسلم کی رسالت ان لوگون کی تعلیم ہدایت۔ مشورت اور صحبت کا نتیجہ تبلاتے ہین۔

ہمکو بھی اقرار ہے کہ یہ غرض آپ کی صحیح ہے اور یہی آپ کی حفظ ماتقدم کے اعتبار سے ایک حد تک مفید ہے لیکن آپنے قیس ابن ساعدہ کی روایت کے متعلق اپنی تنقید و تردید کو تمام کر دیا ہے ورقہ بن نوفل اور خصوصاً زید بن عمرو بن نفیل کی نسبت مجالست۔ مکالمت اور برابر صحبت کو تو یقین کر لیا ہے۔ کیونکہ زید کی نسبت تو صحیح بخاری نے اسناد موجود ہیں اسلئے ان مرویات کی تردید پر آپ کا قلم نہ اوٹھ سکا۔ جب قلم نہ اوٹھ سکا اور تردید نہ ہو سکی تو آپ کے مخالفات کو ان ماخذوں سے اپنی عالمفریبی کے نتیجے نکالنے کا تو ویسا ہی موقع حاصل رہگیا۔ اگر قیس بن ساعدہ سے نہیں تو ورقہ اور زید بن عمرو سے استفادہ اور مشورۃ فی علم الرسالت کا قیاس تو اپنی حالت پر قایم رہگیا۔ حالانکہ یقینیات رسالت کو ان ظنیات و قیاسات سے کیا واسطہ اور کیا سروکار۔ اوران مشتبہین فی المعرفت اور متشککین فی الوحدت کو سفینہ رسالت کے آگے کیا مقدار اور کیا اعتبار۔ یہہ گم کردگان حقیقت اپنے خیالات و جذبات میں بغیر کسی راہبر کے شاہد حقیقی کی تلاش مین اگر تھوڑا بہت سمجھہ سمجھہ کر ٹکرا رہے تھے۔ یا بگر ملبگر کر سمجھہ رہے تھے۔ وہ حقیقتاً اصل خداشناسی اور معرفت سے کوسون دور تھے۔ پھر مبلغ رسالت اور متمم نبوت کو ان سے صحبت رکھنے کی نہ کوئی ضرورت تھی اور نہ مشورت کرنے کی حاجت۔ اس بنا پر ان لوگون کی ملاقات یا مجالسات کا ذکر کرنا اور پھر اس اہتمام سے کہ اسکے لئے ایک جداگانہ عنوان قایم کرنا معترضین کو اعتراض کا اور موقع دلانا ہے اور توہمین کے توہمات کو اور قوی بنانا ہے۔ دیکھئے۔ آپ خود۔ اپنی کتاب مین چار صفحون کے بعد ان لوگون کے نتیجہ کو جنکو آپ موحدین بتلاتے ہین اور اون سے رسول صلعم کی ملاقات کو ایک خاص باب مین بیان فرماتے ہین ان الفاظ مفصلہ ذیل مین لکھکر دکھلاتے ہین

> یہ فطرت سلیم اور نیک سرشتی کا اقتضا تھا۔ لیکن ایک شریعت کبریٰ کی تاسیس۔ یک مذہب کامل کی تشیید اور رہنمائی کونین کے منصب عظیم کے لیے کچھہ اور درکار تھا اس زمانہ کے قرب مین تین اور حق پرستون (ورقہ۔ زید۔ عثمان بن حویرث) کے دل مین خیال آیا کہ جماد لا یعقل کے آگے سر جھکانا حماقت ہے۔ چنانچہ سب مذہب حق کی تلاش مین نکلے لیکن ناکامی کی دیوار سے سر ٹکرا ٹکرا کر رہ گئے۔ ورقہ اور عثمان عیسائی ہو گئے۔ اور زید یہ کہتے کہتے مر گئے کہ اے خدا اگر مجھکو معلوم ہوتا کہ تجھکو کس طریقہ سے پوجنا چاہیئے تو مین اوس طریقہ سے تجھے پوجتا۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۴۰

جب آپ خود ان لوگون کی ایسی حالت لکھکر اقرار کرتے ہین کہ سب کے سب دیوار سے سر ٹکرا ٹکرا کر رہ گئے یعنی کوئی بھی راہ معرفت یا منزل وحدت تک نہین پہونچا۔ تو پھر آپنے اونکو موحدین کیسے تسلیم کر لیا۔ اگر بتون کی پرستش نکرنے سے آپ کو انپر قائل توحید ہونیکا گمان ہوا ہے تو جین۔ بدھ اور نانک شاہی تمام فرقون کو موحد مان لیجئے۔ اور ان کے عالمون یا موحدون سے ملاقات کرنیکو (اگر واقعات مل جائین) ایک رسول کے لئے ضروری اور قابل الذکر یقین کیجئے۔ اور اگر ورقہ وغیرہ عیسائی ہو جانے سے آپنے موحد سمجھہ لیا تو جیسا ہم اوپر لکھہ آئے ہین آپ کو بھی مسئلہ تثلیث کو عین توحید یقین کر لینا ہوگا افسوس تو یہ ہے کہ آپ خود غرضانہ تقلید اسلاف کے ساتھہ داد تحقیق و انصاف لینا چاہتے ہین اور اجتماع ضدین محال ہے۔

ایک زید بن عمرو بن نوفل کی شخصیت اور معرفت قایم کرانے کے لئے جنکے سلسلہ مین تین پشت بعد حضرت عمر بن الخطاب پیدا ہوئے۔ یہ تمام کوشش کیگئی ہے اسمین کلام نہین کہ شبلی صاحب کی یہ ایجاد و اختراع خاص نہین۔ بلکہ ایک زمانہ سے علمائے محدثین نے حفظ ماتقدم کے خیال سے اور حضرت عمر کے خاندانی اور قدیم فضل و کمال ثابت کرنے سے ان مرویات کو جو صریح موضوعات مین تاریخ وسیرت کی کتابون مین داخل کردیا ہے۔ جو ناقص شان رسالت ثابت ہونیکے علاوہ طرح طرح کے فساد پیدا کرتی ہین جن مین سے ایک تو عیسائی معترضین کو غلط تعریضات کی موقع دہی ہے جسکی آپ خود تنقید و تردید فرما چکے ہین اسکے علاوہ اور مفسدات ہین جو نفس اسلام مین سخت خرابی پیدا کرتے ہین۔

احباب خاص

یہ سرخی بھی بیکار ہے اور محض بیضرورت۔ لیکن جس ضرورت خاص سے آپ نے اسکو لکھا ہے وہ بھی پوشیدہ نہین ہے شبلی صاحب کی عبارت یہ ہے۔

نبوت سے پہلے جو لوگ آپ کے احباب خاص تھے۔ نہایت پاکیزہ اخلاق۔ بلند مرتبہ اور عالی مرتبت تھے ان مین سب سے مقدم حضرت ابوبکر تھے۔ جو برسون آپ کے شریک صحبت رہے حضرت خدیجہ کے بھتیجے حکیم بن حزام۔ جو قریش کے معزز رئیس تھے وہ بھی احباب خاص مین تھے۔ حرم کا منصب رفادہ انھین کے ہاتھ مین تھا۔ دار الندوہ کے بھی یہی مالک تھے۔ چنانچہ اسلام کے بعد امیر معاویہ کے ہاتھ مین ایک لاکھ درہم پر بیچ ڈالا۔ لیکن یہ کل رقم خیرات کرڈالی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عمر مین پانچ برس بڑے تھے اگرچہ یہ مدت تک یعنی ہجرت کے آٹھوین سال تک ایمان نہین لائے۔ لیکن اس حالت مین بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہایت محبت رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ کعبہ مین ذو یزن کا اسباب نیلام ہوا تھا۔ اوس مین ایک حلہ تھا۔ انھون نے اوسکو پچاس اشرفیون پر خریدا اور مدینہ لیکر آئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نذر کرین آپ نے فرمایا کہ مشرکین کا ہدیہ قبول نہین کرتا البتہ قیمت لو تو لے سکتا ہون۔ مجبور ہوکر انھون نے قیمت لینی گوارا کرلی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکو لیلیا ضماد ابن ثعلبہ[۳] جو ازد کے قبیلے سے تھے۔ جاہلیت مین طبابت اور جراحی کا پیشہ کرتے تھے۔ یہ بھی احباب خاص مین تھے۔ نبوت کے زمانہ مین یہ مکہ مین آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حالت مین دیکھا کہ راستہ مین جارہے ہین اور پیچھے لونڈون کا غول ہے مکہ کے کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجنون کہتے تھے۔ لونڈون کا غول دیکھکر ضماد نے بھی یہی قیاس کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ محمد (صلعم) مین جنون کا علاج کرتا ہون۔ آپ نے حمد و ثنا کے چند موثر جملے ادا کئے ضماد مسلمان ہوگئے۔ اس واقعہ کو مسلم اور نسائی نے مختصراً لکھا ہے لیکن زیادہ تفصیل مسند امام احمد بن حنبل جلد اول ۳۰۲ مین ہے۔ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ

... مین شریک تھے۔ اون مین سے ایک صاحب قیس بن سائب مخزومی تھے
مجاہد بن جبیر جو مشہور مفسر گذرے ہین وہ انھین کے غلام تھے۔ اِن کا بیان ہے کہ شرکار کے ساتھ آپکا
معاملہ نہایت صاف رہتا تھا اور کبھی کوئی جھگڑا یا مناقشہ پیش نہین آتا تھا۔ سیرۃ النبیؐ ج ا ص ۱۴۴

احباب خاص مین اگر حضرت ابوبکر کو آپ بعد نبوت احباب خاص مین شمار فرماتے تو مجھے کوئی عذر نہین تھا مگر افسوس ہے کہ مجھے قبل نبوت انکے احباب خاص ہونے مین ضرور تامل ہے۔ اسلئے کہ شبلی صاحب خود راہب بحیرا کے قصہ مین لکھکر اقرار کر چکے ہین کہ اس روایت مین مذکور ہے کہ حضرت بلالؓ اور ابوبکرؓ بھی اس سفر مین شریک تھے۔ حالانکہ اوسوقت بلال کا وجود بھی نہین تھا اور حضرت ابوبکر بچے تھے۔ سیرۃ النبی ص ۱۳۱ ممکن ہے کہ باہم شناسائی ہو لیکن محض شناسائی احباب خاص کی خصوصیت تک نہین پہونچتی۔ خصوصًا جب سن وسال مین فیمابین اتنی تفاوت واقع ہو کہ ایک سیزدہ سالہ ہو۔ قریب بلوغ اور دوسرا بچہ سہ سالہ یا چار سالہ شبلی صاحب احباب خاص کی ضرورت اور مقاصد و مطالب کو خوب جانتے ہین۔ علی العموم احباب خاص وہی اشخاص بنائے جاتے ہین جو سن وسال اور علم و کمال اور فکر و خیال مین مساوی ہوتے ہین۔ ان خصائص مین سے کوئی خصوصیت اوسوقت تک حضرت ابوبکر کے لئے ایسی ثابت نہین کی جاتی جس مین وہ آنحضرت صلعم کے ساتھ مساوی ٹھہرائے جائین جب کوئی ایسا قرینہ اور ذریعہ یا ضرورت ایسی معلوم نہین ہوتی تو حضرت ابوبکرؓ کو قبل از وقت نبوت کے خاص احباب مین شامل کرنے سے آپ کی وہی غرض و غایت حفظ ما تقدم اور تشیید سمجھی جاویگی جو ارباب موحدین کی فہرست قایم کرنے مین آپ زید بن عمرو بن نفیل کے شمول کی نسبت مدنظر رکھ چکے ہین۔ عرب کی قدیم تاریخون مین تو نہ ارباب موحدین سے ملاقات رکھنے کا ذکر ہے اور نہ احباب خاص کا مذکور۔ ہان حدیثون سے ماخوذ کی ہوئی سیرت و تاریخ کی کتابون مین عالم صحابیت کی بنیاد رکھنے کے لئے ان واقعات کو قلمبند کرنا از حد ضروری سمجھا گیا ہے کیونکہ یہی حضرات قبل نبوت تک تو احباب خاص رہتے ہین اور بعد نبوت اصحاب خاص ہو جاتے ہین۔

میرا اپنا خیال یہ ہے کہ تنہا حضرت ابوبکر کا شمول کافی نہ تھا۔ بہتر ہوتا کہ عشرہ مبشرہ کے تمام حضرات احباب خاص کے اس قدیم دائرے مین لے لئے جاتے۔ تو صحبت بھی معقول ہو جاتی۔ اور ان بزرگوارون کے آیندہ حسن خدمات بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی صحبت و رفاقت کے لئے اپنی صلاحیت و موزونیت کو آپ ثابت کر دیتے۔ لیکن شبلی صاحب مین نہ اتنی جرأت اور نہ اتنی جدت کہ وہ تقلید اسلاف کا قدیم طریقہ چھوڑ کر اپنی مضمون آرائی مین کوئی تازگی پیدا کرین۔ اسلئے آپ نے وہی پرانی اور پائمال لکیر پیٹی۔

حکیم بن حزام جو حضرت خدیجہؓ کے چچازاد بھائی ہوتے تھے دوسرے نمبر مین احباب خاص بتلائے جاتے ہین حضرت ابوبکرؓ کے احباب خاص ہونیکی تو کوئی خصوصیت نہین بتلائی گئی۔ لیکن انکے اوصاف و خصائص کی قدرے معرفت کرائی گئی ہے اول یہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے برادر عم زاد تھے۔ اصولًا یہ قرابت بھی مفید مطلب نہین ہوتی۔ کیونکہ واقعات تو یہ

بتلاتے ہین کہ حضرت خدیجہؓ کا اپنا بھائی- نوفل بن خویلد- وہ بدبخت ازلی تھا- جو شقی ترین مشرکین کے ساتھ جان رسالت کا مرتے دم تک دشمن بنا رہا اور آخرکار معرکہ بدر مین جناب علی مرتضیٰؑ کی تیغ آبدار سے داخل جہنم ہوا- یہ تو حقیقی بھائی کا مآل کار ہے- اسکے مقابلہ مین برادر عم زاد کا کیا شمار- اور اس مین ترقی کی جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ بدبخت ابولہب جو اصلی قرابت مین اپنا چچا ہوتا تھا ہمیشہ ملائے جان بنا رہا تو پھر ان سببی علاقہ بہمدن کا کیا اعتبار کیا جا سکتا ہے- دوم یہ کہ قریش کے نامور رئیس تھے- دارالندوہ اور رفادہ کے مالک یہ سب صحیح اور فی الواقع- مگر یہی وجوہات نبوت کے احباب خاص ہونے کے اگر اسباب خاص قرار دیے جائین تو نبیؐ زمانہ کی حیثیت رؤسا اور اہل متمول سے یا اُمرا کے درباری مصاحبین سے زیادہ ثابت نہین ہوگی- اور پھر نبوت و رسالت کے ابتدائی جذبات و خیالات امارت و ریاست کے موثرانہ اقتباسات بتلائے جائین گے- وہم پرست مخالفین تو آپ کے اس قیاس بے مقدار کا طومار بنا دین گے- سوم یہ کہ آخر مین ان احباب خاص کا مآل کار جو نبوت و رسالت کا مدعا ہے خاص ہونا چاہیئے- یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ بزرگ آٹھوین سال ہجری تک نہ اپنے محب خاص کو رسول برحق سمجھ سکے اور اونکی رسالت کو سچی رسالت- نتیجہ یہ ہوا کہ باوجود اتنے مراسم و راہ کے نبوت ان پر اپنے فیضان کا کوئی اثر نہ پہونچا سکی- پھر پیغمبر کو اس شخص کو احباب خاص بنانے سے کیا فائدہ ہوا- اسکے بعد شبلی صاحب حلہ والا واقعہ بیان کرتے ہین- اس واقعہ سے تو حکیم کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت والفت کیا ایک قسم کی نفرت ثابت ہوتی ہے- اور اسی مقام سے اصل مدعائے نبوت معلوم ہو جاتا ہے جو ہر نبی اللہ کو ابتدا ہی سے مدنظر رہتا ہے- آپ اپنے قدیم دوست کے ہدیہ کو صرف اس بنا پر واپس دیتے ہین کہ وہ اب تک ایمان نہین لایا ہے- اور یہ بالکل صحیح ہے- اس لئے کہ جس شخص سے ایسا گہرا اور قدیم اتحاد قایم ہے- وہ اب تک دل مین تو جھوٹا سمجھتا ہے لیکن محض ظاہرداری کے طریقہ پر اوسکے ساتھ نمائشی خلوص و محبت کا اظہار کرتا ہے- یہ معاملات تو احباب خاص کی خصوصیت کو اور بدنما بنا دیتے ہین- اور احباب خاص ہونیکا جیسا شبلی صاحب کا قیاس ہے کوئی کافی ثبوت نہین پہونچاتی یہ تو خیر حکیم بن حزام کا ہدیہ تھا جو بلا قیمت نہین لیا گیا اور اسوجہ خاص سے کہ حکیم اوسوقت تک مسلمان نہین ہوئے تھے- ہم تو شبلی صاحب کو حضرت ابوبکرؓ کا ہجرت کے موقع پر اونٹ کا ہدیہ پیش کرنا یاد دلاتے ہین- حضرت ابوبکرؓ تو خیریت سے مسلمان بھی ہو چکے تھے اور اسوقت رفیق تنہا بنائے جا چکے تھے- ام المومنین حضرت عائشہؓ سے نکاح بھی ہو چکا تھا- اسوجہ سے قرابت سببی پر بھی فائز ہو چکے تھے لیکن ان تمام خصوصیات پر بھی مضاعف قیمت دیکر اونکا اونٹ لیا گیا- ایسا عالی ہمت- سیرچشم اور مستغنی المزاج بزرگ کیا اُمرا کا احباب بنتا یا اونکو اپنا احباب بنانا کب گوارا فرماتا-

ضماد ابن ثعلبہ ازدی غریب کا- جو احباب خاص کے تیسرے نمبر مین رکھے گئے ہین حکیم ابن حزام کے ایسے دولتمند شخص سے اچھا مآل کار ہوا اور انپر فیضان نبوت کے اچھے اور پورے اثر ہوئے- ان کے مخلصانہ سوال کے جواب مین لبہائے مبارک سے چند مؤثر جملون کا ارشاد ہونا تھا- جیسا کہ لکھا گیا ہے ضماد مسلمان ہو گئے شبلی صاحب اسی واقعہ سے شان رسالت اور فیضان نبوت کی حقیقت کو سمجھ لین- ابھی تک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فائز برسالت بھی نہین ہوئے تھے- پھر بکمال تسخیر اور قوت

تاثیر جو سوائے قدرت روحانیت کے آئے۔ آ نہین سکتی۔ اوسوقت آپ کی ارشاد مین کیسے اور کہان سے آئی۔ اُسوقت تک نزول قرآن بھی نہین ہوا تھا۔ جو یہ کہا جاوے کہ آپ نے وہ قرآن کے جملے پڑھے تھے۔ اور یہ کلمات الٰہی کی جبروتی تاثیر تھی جس نے ضماد کو قبول ایمان کی طرف کھینچ لیا۔ یہی وہ مشاہدات ہین جو ہر زمانہ مین نبی زمانہ کو عام اس سے کہ وہ فائز برسالت ہوا ہو یا نہ ہوا ہو ہدایت ارشاد کے مخصوص موقعون اور ضرورتون کے وقت ان کمالات روحانیہ سے ہمیشہ کامل ثابت کرتے ہین یہ کمالات اوسکی فطرت صالحہ کے ساتھ ساتھ پیدا کئے جاتے ہین۔ اور اسی کے ساتھ بالمدارج نشو و نما اور ترقی پاتے رہتے ہین۔ اسی بنا پر انبیاء و مرسلین کا از مہد تا لحد ان تمام کمالات پر فائز ہونا اسلام کے اُصول عقائد مین داخل ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر امام رازی

قیس ابن سائب مخزومی کو احباب خاص کی فہرست مین چوتھا نمبر رکھا گیا ہے۔ میرے خیال مین انکا اندراج تو بالکل بیضرورت ہے۔ انکے خیالات سے سوائے اسکے کچھ اور نہین معلوم ہوتا کہ جن لوگون کے ساتھ آنحضرت صلعم مکہ مین کاروبار تجارت رکھتے تھے۔ اُن کے ساتھ آپ کے معاملات کو یہ بہت صاف رکھا جانا ثابت کرتے ہین۔ ان بزرگ کے اس بیان سے نبوت کی حقیقت کیا معلوم ہوئی۔ ہان اوس زمانہ مین مشغلہ تجارت کے متعلق آپ کا کمال تدین ثابت ہوتا ہے۔ جو شبلی صاحب کے موضوع تالیف سے کوئی واسطہ نہین رکھتا۔ تجارت مین کمال تدین کوئی ایسی نادر چیز نہین جو آپ کی ذات مین من حیث التجارت کوئی خصوصیت ثابت کرتا ہو۔ یہ تو تجارت اور اہل تجارت کے لئے عموماً اتنا ضروری ہے کہ اسکے بغیر ایک دن بھی ان کا کاروبار نہین چل سکتا۔ فی زمانا بڑی بڑی تاجر کمپنیان کھلی ہین اور قریب قریب تمام تر غیر اسلامی ہین۔ اور اون مین کمال تمدن ثابت ہوتا ہے تو کیا اونکے اس کمال تمدن سے ہم اون مین شائبہ نبوت بھی تسلیم کرلین اگر ایسا ہی ہو تو ہر سچا آدمی نبی ہو سکتا ہے۔

افسوس ہے شبلی صاحب کی اس خودغرضانہ غفلت اور ہوشیارانہ اخفا و چشم پوشی پر۔ آپ نے احباب متوحدین اور مخصوصین کی فہرستین کمال تفحص و تلاش سے مرتب کرلین اور بڑے حزم و احتیاط سے۔ سرے سے بیرونی اور غیر سروکاری لوگون کو آنحضرت صلعم کے ارباب ملاقات اور احباب روابط و اتحاد مین شامل کرلیا لیکن آپ کی یاد اور آپ کی نظر توجہ کبھی اسطرف نہ گئی کہ محمد صلعم کے گھر مین بھی کوئی تھا جس سے آپ مجالست مکالمت یا صحبت کا لطف اوٹھاتے اور اوسکو محب خاص بناتے۔ قرائن تبلا رہے ہین کہ آپ کی تحقیق مین یا تو محمد (صلعم) کا گھر آدمیون سے بالکل خالی تھا یا اون کے گھر والے ایسے ہی ناکارے تھے کہ آنحضرت صلعم سرے سے اونکو منہ لگانا نہین چاہتے تھے۔ اور اون سے مجالست مکالمت یا صحبت رکھے جانے کی ذلت کو گوارا نفرماتے تھے۔

بنی ہاشم پر جیسی کہ آپ کی ابتدائے تالیف سے نظر شفقت ہے وہ اس کتاب مین ہم ہر ہر مقام پر دکھلاتے آئے ہین اور انشاء اللہ دکھلاتے آئین گے شبلی صاحب۔ دل لگتی ہوئی باتون کو کتاب مین لکھا کیجئے جس بزرگوار کے گھر مین ایک کبیر السن جدامجد خدا کے فضل و کرم سے اوسکے گیارہ ہوشیار اور اہل کاروبار بیٹے اور پھر ان بیٹون کے متعدد بیٹے موجود ہون۔ کنبہ کا کنبہ اور قبیلہ کا قبیلہ ایسا بھرا پرا ہو۔ وہ اپنے تمام عزیز و اقاریب مین سے کسی ایک کے ساتھ بھی مراسم و روابط نہ پیدا کرے۔ نہ کسی سے ملاقات

رکھتا ہو اور اون مین سے کسی کو اپنا دوست اور احباب خاص بناتا ہو۔ آپ کیئے کسقدر خلاف فطرت ہے اور مناقض عادت۔ کیا (نعوذ باللہ) عبد المطلب کے گھر مین سب کے سب ابو لہب ہی تھے۔

سب کو جانے دیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے چھوٹے چچا حضرت حمزہ جو سن مین تقریباً برابر اور رضاعی بھائی بھی ہوتے تھے جنکے متعلق آپ خود لکھتے ہین کہ آنحضرت صلعم کے اعمام مین حضرت حمزہؓ کو آپ سے خاص محبت تھی۔ (تاہم احباب خاص مین نہ لئے گئے) وہ آپ سے سن مین دو تین برس صرف بڑے تھے۔ اور ساتھ کھیلے تھے۔ دونون نے ثوبیہ کا دودھ پیا تھا اور اس رشتہ سے بھائی بھائی تھے۔ وہ ابھی تک اسلام نہین لائے تھے لیکن آپ کی ہر ادا کو محبت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ (تاہم احباب خاص کہے جانے کے قابل نہین تھے) اون کا مذاق طبیعت سپہگری اور شکار افگنی تھا۔ دن بھر تمام تمام دن شکار مین مصروف رہتے تھے۔ شام کو واپس آتے تو پہلے حرم مین جاتے۔ طواف کرتے۔ قریش کے رؤسا صحن حرم مین الگ الگ دربار جما کر بیٹھا کرتے تھے۔ حضرت حمزہؓ ان لوگون سے صاحب سلامت کرتے۔ کبھی کسی کے پاس بیٹھ جاتے اس طریقہ سے سب سے یارانہ تھا۔ اور سب لوگ انکی قدر و منزلت کرتے تھے۔ (مگر شبلی صاحب کو انکی اتنی قدر بھی گوارا نہوئی کہ رسولؐ کے احباب خاص مین انکا نام بھی لکھدین)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخالفین جس بے رحمی سے پیش آتے تھے یگانون سے دیکھا نہ جاتا تھا۔ ایک دن ابو جہل نے رو در رو آپ کے ساتھ گستاخیان کین۔ ایک کنیز دیکھ رہی تھی آئے تو اوس نے تمام ماجرا کہا۔ حضرت حمزہؓ غصہ سے بیتاب ہو گئے۔ تیر و کمان ہاتھ مین لئے حرم مین آئے اور ابو جہل سے کہا کہ مین مسلمان ہو گیا ہون۔ سیرۃ النبی جلد اول صفحہ

دیکھئے شبلی صاحب لکھنے کو تو سب لکھ گئے۔ لیکن حضرت حمزہؓ کو جوش محبت اور جذبات قرابت کے اصلی اور عملی خدمات کی تفصیل کو بالکل مرفوع القلم فرما گئے۔ گویا اس واقعہ مین حضرت حمزہؓ کی رفاقت و حمایت نبوی کے یہ مشاہدات آپ کی نزدیک ذکر کے قابل ہی نہین تھے۔ حقیقتاً ہم آپ کی اس فروگذاشت کی ضرورت خاص کو۔ جو آپ کا اصل مدعا ہے خوب سمجھتے ہین اور اگر آپ اسکی تفصیل کر دین تو موحدین سے ملاقات اور احباب خاص کی طلسمی فہرست جو آیندہ ایک بڑے عالم خاص کی بنیاد قایم کرنیکے لئے مرتب کیگئی ہے بالکل غارت اور برباد ہو جائے۔ مگر ہم مجبور ہین۔ حقیقت حال کا انکشاف کئے بغیر ہم نہین رہ سکتے چنانچہ یہ پورا قصہ تو ہم حضرت حمزہؓ کے اسلام لانے کے متعلق لکھین گے۔ یہان ہم صرف اسکے متعلق اوتنی ہی عبارت اور اسکی تفصیل ذیل مین درج کرتے ہین جسکو آپنے اصل واقعہ سے نکالدیا ہے۔ اور عربی ماخذون کی اصلی عبارتون کے ترجمون مین خواہ مخواہ قطع و برید کر دی ہے۔ دیکھئے آپ لکھتے ہین۔ ایک دن ابو جہل نے رو در رو گستاخیان کین۔ ایک کنیز دیکھ رہی تھی۔ حضرت حمزہؓ شکار سے لوٹے تو اوس نے یہ ماجرا کہا۔ حضرت حمزہؓ غصہ سے بیتاب ہو گئے۔ تیر و کمان ہاتھ مین لئے حرم مین آئے اور ابو جہل سے کہا کہ مین مسلمان ہو گیا۔

شبلی صاحب کی مندرجہ بالا عبارت کو دیکھکر جو حقیقتاً ایک مضمون ہے جس کی صرف ابتدا ہے خبر ندارد۔ ہر شخص سمجھ لیگا

کہ حضرت حمزہؓ غصہ سے بیتاب ہو گئے۔ تیر وکمان لئے حرم مین آئے اور ابوجہل سے کہا کہ مین مسلمان ہو گیا ہون۔ مگر تاہم اوسکو آپ سے یہ پوچھنے کا حق باقی رہ جائے گا کہ حضرت حمزہؓ غصہ سے اتنی بیتابی کی کیا وجہ تھی۔ اگر ابوجہل کی گستاخیان اسکی باعث تھین تو پھران بیتابیون کا نتیجہ کیا نکلا۔ کچھ بھی نہین جب آپ کے لکھنے کے مطابق اسکے نتیجہ پر غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ باآن شور اشوری و باین بے نمکی۔ یہ خالی دہمکی تھی اور زبانی پرجوشی تھی۔ تیر وکمان لئے یہ کھڑے کے کھڑے رہ گئے اور کچھ بھی نہ کر سکے نہ معلوم وہ غصہ کیسا تھا اور کیا ہوا۔ اوسکی بیتابی کیسی تھی اور کیا ہوئی۔ ان امور پر غور کرنے کے بعد ہر شخص آپ کے منہ پر کہدیگا کہ آپنے اپنی اس عبارت مین ایک واقعہ کی مبتدا کو تو لکھا لیکن اوسکی خبر کی کوئی خبر نہ لی۔

اب مین اوس ابتدا کی خبر لکھکر بتلائے دیتا ہون کہ اس واقعہ کے نتیجہ سے حضرت حمزہؓ کی حمایت و رفاقت نبوی جو حقیقتاً قرابت و محبت کے اصلی مقصود مین پورے طور سے ثابت ہوتی ہین۔ ابن ہشام۔ طبری۔ قسطلانی۔ اور زرقانی بیک لفظ لکھتے ہین۔

فاحتمل حمزة الغضب لما اراد الله به من كرامته فخرج سريعا لا تقف على احد كما كان يصنع يريد الطواف بالكعبة معدا لابي جهل اذا لقيه ان يقع به فلما دخل المسجد نظر اليه جالسا في القوم فاقبل نحوه حتى اذا قام على راسه رفع القوس فضربه بها ضربة فشجه بها شجة منكرة - طبری ۱۱۷۰ - ابن ہشام ۹۹ زرقانی ۹۹

حضرت حمزہ غصہ سے بیتاب ہو گئے کیونکہ قدرت خدا نے انکے اس غیظ کیحالت خاص سے اظہار کرامت کا ارادہ فرمایا تھا۔ اسلئے صورت حال سنکر آپ نہایت تیزی سے گھر چلے۔ اور جیسا کہ طواف کعبہ کرتے وقت آپکا دستور تھا اوسدن اوسکے خلاف آپ حاضرین کعبہ مین کسی ایک کے پاس بھی نہ ٹھہرے کیونکہ انکا مدعا ابوجہل سے صرف ملنے کا تھا۔ مسجد حرم مین پہونچے ابوجہل اپنی قوم کے چند لوگون کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا آپ سیدھے اوسی کیطرف بڑھتے ہوئے چلے آئے یہان تک کہ آپ اوسکے سر کے بالکل قریب آگئے۔ اپنی کمان (غالباً لوہے کی ہوگی) اوٹھائی اور اوس سے اوسکو ایک ضرب شدید لگائی۔

غصہ کی شدت اور انتقام کی پرجوشی کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ منتقم مقابل مخالف کو اوسوقت تک وجہ انتقام نہین بتلاتا جبتک کہ فعل انتقام کو عملی صورت مین انجام تک نہین پہونچا لیتا یہی کیفیت غصہ کی بیتابی سے حضرت حمزہؓ کی ہوئی۔ جب ابوجہل کو مار چکے یا یون کہو کہ اوس سے انتقام لیچکے یا اسکو اسکی گستاخی کی سزا تک پہونچا چکے تو اوس سے بالفاظ طبری یون ارشاد فرمایا۔ اتشتمه وانا على دينه (ارے دیکھ۔ تونے جسے گالیان دین مین اوسی وقت سے اوسکے دین مین آگیا) دنیا کے انصاف پسند اور حق بین حضرات دیکھین شبلی صاحب نے پیمبرؐ کے ایسے دلسوز اور جان نثار احباب خاص کی سرفروشی اور جان نثاری کی خدمات کو کیسا چھپایا ہے اور قطع و برید فرما کر کیسا غارت کیا ہے۔ کیا شبلی صاحب پیغمبر صلعم کے ایسے جانثار اور معین و مددگار کو احباب خاص اور ملاقات رکھنے والے حضرات کی فہرست مین نہین لے سکتے تھے؟ کیا قبل اسلام اونکی یہ جان نثاری اور حمایت رسولؐ اونکی محبت خاص اور اختصاص کو ثابت نہین کرتی۔ کیا یہ واقعات ثابت نہین کرتے کہ خود اوسوقت رسول اللہ صلعم کے گھر مین اونکے پسینہ پر اپنا خون گرانے والے موجود تھے۔

اسی طرح اعمام مین حضرت عباس کا نام بھی ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اونکے تعلقات اور جذبات بھی

اوسی مقدار و اعتبار پر یقین کیے جاینگے۔ جتنے اور جیسے حضرت حمزہ کے۔ یہ وہی بزرگ تھے جن سے قبل رسالت آنحضرت صلعم نے حضرت ابیطالب کی عیالداری اور ناداری کی حالتوں میں اعانت وکفالت کی درخواست کی تھی اور خاص مجلس مشورت قایم کرکے عقیل کو ابیطالب کے پاس رہنے دیا۔ علیؑ کو اپنے پاس رکھ لیا اور جعفر کو اونکے (عباس) حوالہ کر دیا تھا۔ شبلی صاحب کے پاس اتنا دل درد مند کہاں جو بنی ہاشم کے ان باہمانہ اور دلسوزانہ جذبات یکجہتی اور تعلقات قلبی کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتے اور قابل الذکر سمجھتے۔ آپ کو تو ہمیشہ ذکر اغیار سے لطف آتا ہے۔ اور اسی بنا پر آپنے اس واقعہ کا ذکر بھی سیرۃ النبی میں نہیں کیا ہے۔ اور کیوں کرنے لگے؟ لیکن حقیقت نے اپنا انکشاف کرا ہی لیا۔ اور حضرت عباس کی نسبت غزوۂ بدر کے آخر میں آپکے قلم سے اتنا نکل گیا ہے کہ

دوسری طرف محبت کا یہ اقتضا تھا کہ حضرت عباسؓ کی کراہ سنکر رات کو آپ آرام نہ کرسکے۔ لوگوں نے گرہ کھولی تو آپنے آرام فرمایا۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۲۴۳

اب آپ ہی تصفیہ فرمائیں کہ جس کی محبت کے تقاضے اس حد تک پہونچے ہوئے ہوں کہ اوسکی تکلیف کی وجہ سے رات بھر رسول اللہ صلعم کو نیند نہ آئی۔ جب اوسکی تکلیف رفع کر دیگئی تب رسول صلعم نے آرام فرمایا۔ تو کیا ایسا شخص احباب خاص کی تعریف میں نہیں آسکتا؟ لیکن شبلی صاحب مجبور تھے۔ ان واقعات کو کیسے لکھتے حضرات حمزہ اور عباس۔ دونوں صاحب بنی ہاشم تھے۔ اہلبیتؑ کے دائرہ میں شمار ہوتے تھے۔ جنکے ذکر و نام سے شبلی صاحب کو جھینپ آتی ہے۔

حمزہؑ اور عباس۔ انجام آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ السلام کے حالات تمام کرکے آپ کے بھائیوں کے حسن خدمات ملاحظہ ہوں۔

جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بھائیوں میں عبیداللہ بن حارث بن عبدالمطلب بھی اوسی گھر میں تھے۔ اس بزرگ کے حالات اور خصوصاً معرکہ بدر میں پڑھ لئے جائیں۔ آپ خود لکھتے ہیں۔

عتبہ حضرت حمزہؓ سے اور ولید حضرت علیؑ سے مقابل ہوا۔ عتبہ کے بھائی شیبہ نے حضرت عبیدہ کو زخمی کیا حضرت علیؓ نے بڑھکر شیبہ کو قتل کر دیا اور عبیدہ کو کندھے پر اوٹھاکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ عبیدہ نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ کیا میں دولت شہادت سے محروم رہا۔ آپ نے فرمایا نہیں تم نے شہادت پائی۔ عبیدہ نے کہا آج ابوطالب زندہ ہوتے تو تسلیم کرتے کہ اون کے اس شعر کا مستحق میں ہوں

ونسلمه حتّٰی نصرع حوله ۔ ونذهل عن ابنائنا والحلائل ۔ ہم محمدؐ کو اوسوقت دشمنوں کے حوالے کردینگے جب ہم اون کے آگے لڑکر مرجائیں گے۔ اور ہم محمدؐ کے مقابلہ میں اپنے بیٹوں اور بیبیوں کو بھول جائینگے۔ سیرۃ النبی مع زرقانی

اس جان نثار او رفدائی بھائی کے یہ قلبی جذبات ہیں اور عملی خدمات۔ جنکو لکھکر آپ خود اقرار کرچکے ہیں۔ یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ بقول زرقانی اور ابن ہشام۔ اسوقت اون تمام ہاشمیوں میں جو رسول اللہ صلعم کی رفاقت میں جان نثاری کو حاضر تھے۔

سب سے کبیر السن تھے۔ انکا سن اسوقت تریسٹھ برس کا ہوچکا تھا حضرت حمزہؓ آنکے چچا ہوتے تھے لیکن ان سے آٹھ برس سن مین چھوٹے تھے غزوہ بدر مین حضرت حمزہ کا سن ۵۸ برس کا بالاتفاق ثابت ہے۔ اسکے علاوہ اگر قبل و بعد اسلام کی بھی بحث پیش کیجاوے تو انکا اشعار ابیطالب کو پڑھنا اور اپنے جذبات و خدمات کو اونکے مطابق بتلانا ثابت کر رہا ہے کہ اونکی یہ سرفروشانہ خدمات موجودہ حالات کے اثر سے نہین پیدا ہوئی ہین۔ بلکہ یہ تعلقات و جذبات اوسیوقت سے اپنی قدامت و اہمیت کا حقیقی ثبوت دیتے ہین جسوقت سے ان اشعار کے اصلی مصنف نے ان کو نظم فرمایا ہے۔ اور انھین احساس و اختصاص سے ان خدمات کے روحانی تعلقات وابستہ تھے۔ جنکے زیر اثر ہو کر شاعر نے یہ اشعار نکالے تھے۔ اور اپنے دل کی ترجمانی کا کام اپنی زبان و بیان سے لیا تھا لیکن افسوس ہے شبلی صاحب کے دل مین ان غریبون کی طرف سے اتنا درد اور اتنا احساس کہان کہ ان جذبات پر ان خدمات پر غور کی نظر ڈالین اور انکی قدر کرین اور احباب خاص مین انکو بھی شمار فرمائین۔

اس فدائی بھائی کی طرح ایک فدائی بھائی گھر مین ابھی اور بھی تھا۔ وہ حضرت جعفر بن ابیطالبؑ تھے یہ غریب تو علیدہ مرحوم کے خلاف قبل اعلان نبوت سے لیکر ہجرت کے آٹھوین سال تک برابر بھائی کی خدمت مین سر بکف جان نثاری کیلئے حاضر رہے یہان تک کہ آپ ہی کے تحریر اقراری کے مطابق "غزوہ موتی مین رجعفرؓ اس بے جگری[5] سے لڑے کہ زخمون سے چور ہو کر گر پڑے" اس قدیم رفیق رسالت کو اور اس کے حسن خدمت کو آپ بھی جانتے ہین اور دنیا بھی جانتی ہے۔ یہ وہی قدیم رفیق ہے جو اعلان نبوت اور اظہار اسلام سے برسون پہلے پیغمبر صلعم کی خلوت اور جلوت مین برابر حاضر رہا۔ یہانتک کہ آپ کے ساتھ عبادات الٰہی مین بھی اوسوقت سے شریک تھا۔ جب مشرکین قریش کے خوف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علانیہ نماز نہین پڑھ سکتے تھے ہجرت اور ترک وطن و مفارقت احباب کے مصائب اوٹھا کر مکہ معظمہ سے مصر گیا نجاشی کے دربار مین مہاجرین کی طرف سے ترجمان بنا۔ ابوسفیان اور عمر عاص وغیرہ سفرائے مشرکان قریش کی تعریضات کا کلہ بکلہ اسی نے جواب دیا کامل چھ برس تک غیر ملک اور غیر قوم مین بال بچے لئے پڑا رہا عین فتح خیبر کے موقع پر حاضر ہو کر قدمبوس رسالت ہوا جناب رسالتمآب صلعم نے بچھڑے ہوئے بھائی کو گلے سے لگا کر فرط مسرت سے ارشاد فرمایا کہ خدایا مین تیری کس کس نعمت پہ شکر مسرت کا اظہار کرون متعلقات خیبر کی فتوحات پر یا جعفر سے ملاقات پر۔ دیکھئے خاتمہ حضرت جعفر کے احوال مین شبلی صاحب خود قمطراز ہین۔

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ (شہادت جعفرؓ) کا سخت صدمہ ہوا حضرت جعفر سے آپ کو خاص محبت تھی۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۳۷۲

[5] اظہار شجاعت و دلیری کے مقامات پر بے جگری کے خلاف جگرداری کا لفظ زیادہ موزون تھا جو زبان و محاورہ کے مطابق تھا۔ اگرچہ جی چھوڑ کر لڑنے کے طرف شمس العلما صاحب کا خیال گیا ہے تو پہلے جی اور جگر کے فرق کو سمجھ لینا تھا۔ اسلئے یہان بے جگری کا لفظ بالکل ناموزون بے موقع اور خلاف محاورہ ہے المؤلف عفی عنہ

افسوس ہے کہ ایسا رفیق اور جان نثار بھائی جس سے محبت خاص رکھی جانے کا شبلی صاحب خود اقرار فرماتے ہین احباب خاص کی فہرست خاص سے کیون قلمزد کردیا گیا؟ العلم عنداللہ

ہم اپنے موجودہ سلسلہ بحث منقدانہ کو تمام کرتے ہین اور شبلی صاحب کو تبلا دیتے ہین کہ آپ کی دونون سرخیان اور آپ کے دونون عنوان موحدین سے ملاقات کی تفصیل اور احباب خاص کی فہرست دونون زاید از بیان ہین جنکو آپ نے اپنی ضرورت خاص سے ایجاد کیا ہے۔ ورنہ کسی متقدمین یا متاخرین صاحب سیر و تاریخ نے اپنی تصنیفات و تالیفات مین نہ یہ ابواب قائم کئے ہین اور نہ یہ عنوان۔ آسمین کلام نہین کہ بسبیل ذکر رسول اللہ صلعم سے انلوگون کے ملنے کا ذکر آیا ہے لیکن اوسمین کچھ ایسی خاص اہمیت نہین ہے جو ذکر کے قابل سمجھی جاوے۔ مگر علمائے محدثین نے جو کلام و مناظرہ کی رنگ آمیزیون پر زیادہ متوجہ تھے۔ اون حضرات نے حضرت ابوبکر اور زید بن عمر بن نفیل کے مشمول نام سے بیجا نفع اوٹھانے کا ارادہ کیا ہے۔ حالانکہ میری تنقیدی عبارت اور آپ کے خاص اقرار و اعتراف سے نہ اسکی کوئی حقیقت ثابت ہوتی ہے اور نہ اصلیت۔ پھر یہ کیون لکھے گئے؟ باعث وہی ہے۔ خود غرضی اور تقلید اسلاف۔ کہ حضرت ابوبکر کی قدامت رفاقت ثابت ہو اور زید بن عمر بن نفیل سے قدیم صحبت حالانکہ یہ کوشش بھی محض بیکار ہے۔ رفاقت اور صحبت سے اکیلے کام نہین نکلتا۔ انکے ساتھ اور چیزین بھی ضروری اور لازمی ہین جنکی تفصیل کا نہ یہ موقع ہے اور نہ یہ مقام۔

تاریخ و سیر مین جس غرض سے انکا ذکر کیا گیا ہے وہ صرف اتنی ہی ہے کہ اوس زمانہ مین جو لوگ بت پرستی سے کراہت رکھتے تھے اون مین فطرت صالحہ کے حقیقی جوہر تو کہان۔ ہان اونمین عقل سلیم کا کسیقدر مادہ آچلا تھا اور یہی اونکی کراہت اور انکار بالطبع کا باعث ہوا تھا۔ صرف اتنی نوعیت خیال کی وجہ سے جاہل لوگون کو اونپر محققین وحدت ہونے کا عام گمان ہوگیا تھا مگر بات یہ ہے کہ اون جاہلون مین اوسوقت وحدانیت کے علم جاننے والا کون تھا۔ جو ان لوگون کے علم توحید کی پوری حقیقت کو جانچتا اور اصل توحید کے اصول سے اونکے معلومات کو مقابل کرتا۔ اصل توحید کے مبلغ اور اوسکی خالص تعلیم کے متمم کا اوس زمانہ مین ظہور ہوچکا تھا اور توحید کامل کی تلقین اوسکے مقدس وجود کا اصل مقصود تھا۔ اس بنا پر جناب رسول اللہ صلعم قبل رسالت ان لوگون سے بعض اوقات ملتے تھے۔ یا وہ آپ کی صحبت سے مستفید ہوتے تھے۔ جیسا کہ سیر و تاریخ مین لکھا ہے۔ ان مجالسات و مکالمات مین حضرت رسالت مآب صلعم کو صرف اونکی حقیقت توحید کا تفحص مقصود تھا۔ نہ اونکے خیالات و جذبات سے کوئی اثر پذیری منظور تھی اور نہ اونکی غلط توحید دانی پر حرف گیری۔ اسی آمد و رفت سے آپ نے اوس زمانہ کے مشہور موحدین کے کمال معرفت اور علم توحید کے مبلغ و مایہ کو پورے طور سے اندازہ کرلیا اور خوب سمجھ لیا کہ ؎ این راہ کہ میروی بترکستان است۔ لیکن چونکہ اعلان نبوت اور اجرائے احکام رسالت کے لئے اوسوقت تک ماذون نہین ہوئے تھے۔ اس لئے ان لوگون سے کوئی تعریض نہین فرمائی گئی اور اون کو اونکے خیالون پر چھوڑ دیا گیا۔

موحدین سے ملاقات اور احباب خاص کے پیدا کرنے کی حقیقت تو اتنی تھی۔ اب شبلی صاحب اسکو جتنا نہ بنالین

لیکن بناتے وقت اتنا ضرور خیال رکھیں جیسا کہ ہم اوپر بتلائے ہین کہ اگر آمین ذرا بھی اہمیت دی گئی تو رسالت کی کامل اور خالص توحید والی مین بیرونی اور خارجی اقتباسات واکتسابات کے نقص پیدا ہو جاینگے۔ جو سراسر مناقص شان رسالت ہین یہ تو صرف موحدین سے ملاقات رکھنے کی حقیقت دکھلا کر محکو یہ بحث کرنی تھی۔ اب ہم احباب خاص کی نسبت بھی بالاختصار نظریہ لکھکر اس بحث کو بھی تمام کئے دیتے ہین۔ ہمنے اپنے تنقیدی بیان مین جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یگانون مین اکثر بزرگوارون کے حالات اور اونکے محاسن خدمات آپ ہی کے اظہار واقرار سے لکھکر بتلا دیا ہے کہ ان اوصاف کے اعتبار سے شبلی صاحب کو احباب خاص کی فہرست تیار کرنیکے وقت بہت سے حضرات مل سکتے تھے جو آپ کے تجویز کردہ لوگون سے اوصاف آداب اور خدمات کے اعلیٰ اعتبار و امثال سے احباب خاص ہونے کے قابل تھے۔ اور حقیقتاً تھے بھی ایسے ہی۔ آپ کا یا کسی کا استثنا ذ انکار گوشت سے خون کو علیحدہ نہین کرسکتا۔ آپ یا کوئی اور عام اس سے لکھے یا نہ لکھتے۔ کہے یا نہ کہے یہ روحانی تعلقات اور فطرتی مسلمات۔ نہ اظہار کے طالب ہین نہ اقرار کے طلبگار۔ شبلی صاحب نے بڑی فروگذاشت کی جو ان بزرگون کو احباب خاص کی فہرست سے قلمزد کر دیا۔ حالانکہ ان حضرات سے بڑھکر کسی کو آپ کے احباب خاص ہونیکا اوس وقت نہ حق حاصل تھا اور نہ دعویٰ۔

افسوس ہے کہ شبلی صاحب نے انکے قبل اسلام حالات و واقعات پر غائر نظر نہین ڈالی یا اونکو اپنی ضرورت خاص سے زائد سمجھکر مطلقاً دیکھا بھی نہین ورنہ آپ کو معلوم ہوجاتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق و تائید کرنے والے ہر بات پر جان دینے والے اونکے گھر ہی مین خدا کے فضل و کرم سے اتنے تھے کہ آپ کو کسی بیرونی اور خارجی معاون۔ مددگار اور طرفدار کی ضرورت نہین تھی۔ احباب خاص سے خصوصیت پیدا کرنے کی محتاجی تھی۔ نہ مصاحب عام سے مصاحبت کی مجبوری آخرش آپ کو یہ بھی ملحوظ رہے کہ عقاید اسلام کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آبا، کرام اور بنی ہاشم بخلاف دیگر اقوام و قبائل قریش۔ طریقۂ توحید پر متحمل تھے۔ گو وہ توحید توحید اسلام کے مقابلہ مین کتنی ہی قلیل اور بے مقدار ہو جیسا کہ اکثر بزرگان بنی ہاشم کے متعلق آپ سیرۃ النبیؐ مین خود اعتراف فرما چکے ہین۔ ہم اس بحث کو پوری تفصیل کے ساتھ عنقریب بیان کرین گے۔

اسباب رسالت آغاز نبوت کی تفصیل حالات سے پہلے ہمکو جناب ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے اسباب اور وجوہات پوری تفصیل و تشریح کے ساتھ لکھدینے نہایت ضروری ہین۔ اسلیئے کہ عالم اسباب مین ہر شئے کے نظم کے لئے ایک سبب کا ہونا ضروری ہے نظم دنیاوی کس شمار مین ہے جب نظام آسمانی کیلئے ایک سبب خاص کا ہونا ضروری تسلیم کرلیا گیا ہے۔ ایک وجہ تو یہ ہوئی۔ دوسری یہ ہے کہ تفویض رسالت کی نسبت وہ اسباب و ضروریات اونکے اصلی واقعات اور حقیقی مشاہدات کے ساتھ دکھلا دینا اور بتلا دینا نہایت ضروری ہین جنکی ناگزیر اور غیر متحمل موقعون پر قدرت کو ایک جدید اور ایک تازہ پیغمبرؐ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اخبار و اسفار قدیمہ (توریت وانجیل) سے قدرت کے ان انتظامات کا سلسلہ وار

اور نہایت استوار ثبوت ملتا ہے۔ اور اسیکے ساتھ ساتھ وہ ضرورتین بھی نہایت وضاحت سے معلوم ہوجاتی ہین جو قدرت کے لئے تفویض رسالت کے باعث اور اسباب قرار پاتے ہین۔ اگر تھوڑی دیر کیلئے کتب قدیمہ مین ان واقعات کو دیکھنے کی زحمت گوارا کرلیجائے تو نہایت آسانی سے حقیقت کا انکشاف ہوجائیگا ان دو وجہون کے علاوہ آغاز رسالت سے پہلے اسباب رسالت بیان کرنے کے لئے ہمکو ایک وجہ اور ایک ضرورت خاص ہے جو ہماری دونون مندرجہ بالا ضرورتون سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہمکو اوس رسولؐ کے حالات اور اوسکی رسالت کے اسباب خاص بیان کرنے ہین جو بقول شبلی صاحب مسیح علیہ السلام کی طرح صرف تبلیغ دعوت پر کفایت کرنے نہین آیا تھا۔ یا حضرت کلیم کی طرح صرف اپنی قوم کو لیکر مصر سے نکل جانے کی غرض سے نہین تعیین فرمایا گیا تھا۔ وہ خاتم الانبیا تھا صلوٰۃ اللہ علیہ وآلہ اور بیشک خاتم الانبیا بنا کر اسی لئے بھیجا گیا تھا کہ دنیا کے تمام خطرات و مفسدات سے خود سلامت رہکر عرب اور نہ صرف عرب بلکہ تمام معمورۂ عالم کو اپنی انوار رسالت اور آثار ہدایت سے پر نور فرما دیتا۔ شریعت بھی اوسی سے وابستہ تھی اور انتظام سیاست بھی۔ اس بنا پر اس ذات مقدس کی ذمہ داریان اون تمام بزرگوارون سے بدرجہا بڑھی ہوئی تہین۔ یہ لازمی ہے کہ اون کے اسباب بھی اپنے مقدار مین بڑے ہون۔

شبلی صاحب تو ہمیشہ اشارون سے کام لیتے ہین اور تفصیل دوسرون پر چھوڑ دیتے ہین۔ مندرجہ بالا عبارت مین ضرورت اور اسباب رسالت آنحضرت صلعم کو مبہم طریقہ سے بتلا تو گئے اور کتب عہد عتیق وجدید کی گذشتہ شریعتون پر شریعت قرآنی کی ترجیح بھی دکھلا دی گئی ہے۔ لیکن اشارات وکنایات تک اصل مدعا کو اس حد تک محدود و مخفی رکھا گیا کہ کوئی سمجھا اور کوئی نہ سمجھا۔ حالانکہ یہ موقع ان امور کی خاص تفصیل اور کامل تشریح کا ہے ورنہ بیان مین دعوی بے دلیل ہونیکا نقص لازم آئے گا۔

خیر آپ نے ضروریات تفصیل پر توجہ نفرمائی۔ اور واقعات رسالت ہی کی تفصیل سے ابتدا کردی۔ یہ آپ کا خاص مختار تالیف ہے۔ لیکن ہم نے واقعات رسالت کے آغاز سے پہلے اسباب و ضروریات رسالت کے بیان کو ضروری یقین کرلیا ہے۔ اور اول باب مین اس آخر سبب و ضرورت کو مفصل طور پر لکھدینا سب سے زیادہ اپنے لئے ضروری سمجھ لیا ہے جس سے خاص طور پر مسیحی دنیا کو معلوم ہوجائے کہ جس شریعت کو وہ بالکل ناقابل اصلاح غیر مبدل ابدی اور سراپا آسمانی حکومت یقین کئے ہوئے تھے۔ وہ اصولاً اپنے مبلغ اور معلم کی اصلی تبلیغ اور حقیقی تعلیم سے چھ سو برس کی مدت مدید مین تعصب۔ حسد نفسانیت اور خود غرضی کی غلط کاریون سے تباہی و بربادی کے آخر کنارون تک پہونچ گئی تھی اور ایسے خراب ہوگئی تھی کہ اوسکی موجودہ خدا پرستی اور بت پرستی مین کوئی فرق باقی نہین رہا تھا۔

ہم کو یہ بھی لکھدینا ضروری ہے کہ عیسائیت ہی پر منحصر نہین۔ اوس زمانہ کی عام تاریکی مین تمام مذاہب قدیمہ کی یہی خراب حالت تھی لیکن چونکہ اوس زمانہ مین تمام مذاہب پر عیسائیت غالب تھی اسلئے سب سے زیادہ اسکی تفصیلی کیفیت کا بیان ہمارے لئے ضروری ہے کیونکہ ہمارے موجودہ موضوع تالیف مین ہمکو عیسائی معترضین کے تمام مغویانہ اور متعصبانہ حملات کی تفصیل دیکر ایک ایک قدم پر پیش آئی گی

جیسا کہ ہمارے گزشتہ بیان سے ظاہر ہو چکا اور آئندہ ظاہر ہوتا جائیگا شریعت کی تباہکاریوں کے ساتھ انکی سیاست کی سیاہکاریوں کی تفصیل بھی نہایت ضروری ہے۔ اسلئے کہ یہ مُصلحِ کائنات علیہ وآلہ التحیات۔ کلّیات عالم کے دونوں مجموعوں کو بیکی اور بیکوقت درست و مرتب فرمانے کے لئے بھیجا گیا تھا۔

شبلی صاحب کی طرح اکثر اسلامی مورخین نے ان مضامین کی تفصیل کو اسوجہ سے ضروری نہیں سمجھا ہے کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ممالک غیر کے اقوام و مذاہب کے حالات و واقعات کو جو بجائے خود مشاہدات کے معیار تک ثابت ہیں بیان کرنا بیضرورت ہوگا لیکن علی الاکثر مصنفین و مولفین نے ان امور کی تفصیل کو بھی اپنی تصنیفات و تالیفات کا جزو ضروری سمجھا ہے۔ اپنی موجودہ تالیف میں میں نے اپنا بھی یہی مختار قایم کیا ہے۔ اور مندرجہ بالا تفاصیل کو نہایت ضروری سمجھا ہے۔ اس موضوع خاص میں میں نے عربی۔ فارسی۔ اردو اور انگریزی کے اکثر ماخذوں کو بالاستعیاب دیکھا ہے کسی اسلامی مولف نے اس مضمون کو ایسی وضاحت اور تفصیل سے نہیں لکھا ہے جیسی تصریح و تشریح فخر قوم و وطن رائٹ آنریبل مسٹر سید امیر علی سی۔ آئی۔ ای۔ بالقابہ نے اپنی کتاب اسپرٹ آف اسلام میں

اکثر حضرات کو یہ شبہ ہوگا کہ اسلامی واقعات و کارنامجات کی تائید میں اسلامی مولفین کے ثمار و آرا کو پیش کرنا۔ استدلال کلامیہ کا ضعیف اور نامقبول طریقہ ہے لیکن ہم اونکو یاد کراتے ہیں کہ مولف ممدوح کے تمام بیانات نہ اونکے خاص مختارہیں اور نہ اونکے خاص آرا و اقوال۔ بلکہ بالکل یوروپین مولفین و مصنفین قدیم وجدید کے خاص اقتباسات ہیں اور اعترافات اسلئے حقیقتاً نہ وہ اسلامی مولفین کی تحریرین اور نہ اونکی تائید۔ جیسا کہ عنقریب اصل عبارت سے تفصیل ظاہر ہوگا اس تفصیل میں مولف ممدوح نے جو ترتیب بیان قایم کی ہے۔ ہم اوس میں کسی قسم کی مداخلت کو مناسب نہیں سمجھتے۔ بلکہ اُسی ترتیب و ترکیب کے ساتھ پہلے دین مسیحی کی تمام خرابیوں کو بالترتیب سنین دکھلائینگے اور تمام اقطاع عالم میں اسکی بدنظمی اور بدعملی کو تبلاکر آخر میں جزیرہ نمائے عرب میں اسکی (عیسائیت) خراب حالت اور وہان کی ملکی اور قومی خرابیوں کو بالتفصیل بیان کرینگے۔

مذہب یہود کی زوال پذیر حالت | یہود کو شاہان بابل کے قید سے مخلصی پائے ہوئے گیارہ صدیان گذر چکی تھین اور اس مدت میں اونکے حالات میں بیشمار اختلافات پیدا ہو چکے تھے۔ مصائب و شدائد کے وہ سلسلے جو حضرت موسیٰ ؑ کی تباہ شدہ قوم کو پیش آتے گئے۔ وہ ٹیٹوس[1] اور ہارڈین[2] کی لڑائیون کے موقع پر اپنی انتہائی درجون تک پہونچ گئے تھے۔ لامذہب حکومت

[1] ٹیٹوس (طیطوس) اس کا اصلی نام (FLAVIOUS SABISWSUSVESPASIANUS) فلیویوس سبیلیوس وسپاسیانوس) ہے۔ ایک رومن بادشاہ تھا سپاسین نامی شاہ رومن کا بیٹا تھا۔ یہ اپنے باپ کے عہد میں سپہ سالار تھا اور محاصرہ بیت المقدس میں اس نے بڑی ناموری حاصل کی۔ اس نے ۷۹ء میں تخت حکومت پایا۔ شباب کے زمانہ میں یہ وارستہ مزاج اور فضول خرچ سمجھا جاتا تھا اسوجہ سے لوگون کو خوف تھا کہ یہ اپنے زمانۂ شاہی میں ایک دوسرا طبروس ثابت ہوگا لیکن اوسکے مابعد کے اعلیٰ درجہ کے اطوار سے ثابت ہو گیا کہ اوسکی نسبت

روم نے اونکے تمام معابد کو مسمار کر دیا اور اونکی قومیت کو آگ اور خونریزی کے ذریعوں سے بالکل نیست و نابود کر دیا عیسائی حکومت قسطنطنیہ نے بھی بیرحمانہ غیظ و غضب کے ساتھ اونکا تعاقب کیا لیکن بااینہمہ اونکے گذشتہ مصائب آیندہ کے لئے اونکو کوئی اچھا سبق نہ دے سکے۔ انکے یہ تمام ذاتی مصائب بھی جو اونھون نے اپنے بیرحم تعاقب کرنے والون کے ہاتھون اوٹھائی تھی- ونھین انسانیت اور اطمینان سے رہنے کی قدر و منزلت نہ سکھلا سکے -اونکی خونخوارانہ بیرحمیان جو اونھون نے مصر سائپرس اور سائرین کے شہرون مین- وہان کے بے قصور باشندون کے ساتھ محض مکارانہ اور مفسدانہ طریقون سے کی تھین وہ اون کے خوفناک طریقہ بغاوت کا ثبوت دیتی ہین -سلسلۂ اسرائیلی تقریبًا بالکل تباہ و برباد ہو چکا تھا -اوسکی قوم کے لوگ تمام روئے زمین پر پریشان و بے سامان مارے پھرتے تھے -دور و دراز قطعات عالم مین اپنی پناہ و محافظت کی مقامات ڈھونڈھتی پھرتے تھے لیکن اسکے ساتھ ہر گوشہ اور ہر مقام پر اپنا وحشیانہ غصہ غیر منلوبانہ نخوت- بغاوت غیر قلب کی شدت اور قساوت لئے جاتے تھے -جن کا عیب و الزام اونکو ایک بیشمار سلسلہ انبیا کے ذریعہ سے برابر لگایا گیا اور جتایا گیا تھا -غیر ممالک مین بھی یہودیون نے اپنے مامن کے مقامات مین اپنی گذشتہ حرکات کے مناظر پیش کر رکھے تھے -اگرچہ تمام قوم یہود کو پھر اپنے دن پھرنے کی اُمید ضرور تھی -مگر وہ اُمید بھی ایک طرف غیر منلوبانہ تعصب اور ایک طرف انقیر و سانہ تعیشات و اسرافات کی خواہشون سے مخلوط تھین۔ حضرت عیسی علیہ السلام آئے بھی اور چلے بھی گئے لیکن اس قوم کے لوگون پر اپنا کوئی نمایان اثر نہ پہونچا سکے -دہ طفل نبوت (حضرت عیسیٰ) صرف نزول مسیحاؑ کے اون خیالون مین (اور ردّ و قبول کی حالتون مین) پیچیدہ رکھا گیا -جو اندنون تمام قصائے

حاشیہ صفحہ گذشتہ یہ تمام خیالات محض بے اصل تھے سلور بالآخر تمام طبقہ رعایا مین وہ اسقدر ہر دلعزیز ہوا کہ اوسکو بنی نوع انسان کی مسرت عام کا لقب دیا گیا ۔ ۱۲۱۴ء مین پیدا ہوا اور ۱۲۷۰ء مین مرگیا۔ (Beetons Hist (T) P 837)

۵۲ ہاڈرین یا آڈرین - اصلی نام اس کا پبلیوس ایلیوس (Publius Aelius) شاہان روم مین بہت عظیم الشان بادشاہ گذرا ہے- اس نے حکومت مین نہایت اعلیٰ قابلیت دکھلائی- پہلے اسنے فوج کی ملازمت اختیار کی اور ایکی جا ہین مذہب کے رسلے مین داخل ہو گیا- لیکن اس نے سبینہ (Sabina) شاہ طرجان (Trajan) کی لڑکی کے ساتھ شادی کر لی اور اوسکو جنگشی مین اپنے ساتھ لیتا گیا پھر بالتدریج وہ علاقہ پینونیا (Pinonia) اور وہان کی کونسل کا گورنر مقرر ہوا ۱۱۷ء مین شاہ طرجان کے مرنے کے بعد وہ تخت نشین ہوا اوسنے شاہان فارس سے صلح کر لی اور رعایائے روم کا قرض ادا کر دیا کسی بادشاہ نے خاص طور پر سیاحت کر کے ملک کے اندرونی حالات سے اتنی واقفیت نہین پیدا کی تھی جتنی آڈرین نے - اوس نے پا پیادہ دور دراز مقامون مین سفر کیا اور تمام ملک کے علاقہ کو خود ملاحظہ کیا ۱۲۰ء مین اوسنی علاقہ گال کی سیر کی- اور وہان سے برطانیہ مین آیا یہان آکر اوس نے سالوی فرتھ (Solway Firth) سے لیکر دریائے ٹائن (Tyne) کے دہانہ تک ایک دیوار تیار کرادی- یہ دیوار اس غرض سے بنائی گئی تھی کہ رومن کا علاقہ کلیڈونین کے حملات سے محفوظ رہے برطانیہ سے کوچ کر کے وہ ممالک افریقہ اور ایشیا مین گیا ۱۲۵ء مین اوس نے ایلوسینین (فرقہ باطنیہ) شہر ایتھنس (ایتھنس) مین نام لکھوایا - اور یونانیون کے عقاید متوہمہ کے مطابق اس شمول کے ذریعہ سے اوس نے اپنے مرنیکے بعد ایلیزیم (Elysia) مین اپنا دائمی مقام بنایا - اسکے زمانہ حکومت مین عیسائیون نے بڑے بڑے مظالم

عالم میں پھیلے ہوئے تھے۔ اور جن ایام میں اوس طفلِ نبوت کی مقدس ولادت اور معاد دست واقع ہوئی تھی۔ اسمین کلام نہین کہ صحیفۂ دانیال کی عبارت نے جو قوم کی عین سخت مصیبتون کے وقت مرتب ہوا تھا۔ اس معلم اور مبلغِ نبوت کا دلپر نہایت گہرے اثر پہونچائے تھے۔ اور وہ قوم کی مصیبتناک حالتون پر افسوس کر رہا تھا۔ یہودیون کے فرقہ زیلاٹ[۱] کی ظالمانہ بدعات اپنے کوہستانی مساکن مین فرقہ فریسیون کی آزادی کے نیمدل خیالات فرقہ ایسنیون کی خیالی امید نجات پھیل کر ایک طرف تو حکومت اسکندریہ تک پہونچ گئے اور دوسری طرف بدھ مت کے زیر اثر آئے ہوئے ممالک ہندوستان تک صحرا نشین درویشون کی ہدایات اور تہدید و تنبیہ ارشادات جنکی ہستیان دربار ہیرودس[۲] سے علیحدگی اختیار کرنے کے جرم مین قربان ہوگئین سب اپنے دلی استغنا سے حضرت عیسیٰؑ سے پیش کرتے تھے لیکن پیچم ناکامی کی چوٹین سلطنت یہودیہ کے دل کے اندر پیوست ہوگئین اور اوسکے تمام محافظ و ستہائے فوج کے نظام ملکی کے متعلق امید انقلاب پامال ہوگئین۔ حضرت عیسیٰؑ کی تبلیغ رسالت مین خاموشی اور صرف خدا کے ذریعہ سے سلطنت آسمانی کی امید حصول اُس زمانہ کے معیار خیالات و جذبات پر صرف مبنی تھی ایسی زود غضب اور غیر مغلوب متعصب لوگون کو حضرت عیسیٰؑ عام اخوت اور محبت کی تعلیم دیتے آئے تھے۔ ایسے مغرور اور تخصص پسند قوم (یہود) کے درمیان آپ نے تواضع اور انکسار کی راہ تبلائی۔ اپنے خاص حواریون پر ہمیشہ مہربان اور شفیق رہکر اور تمام طبقات انسانی کے ساتھ طریقہ مساوات قایم کرکے اوس نے زہد و اتقا کی اعلا یادگار چھوڑی۔ زبردست دولت مند اور حکمران طبقون مین تو آپکی (عیسیٰؑ کی) تبلیغ نے نفرت۔ دہشت۔ تعریض اور تردید کے جذبات کو مشتعل کر دیا۔ لیکن نادار مفلوک الحال اور ان پڑھ لوگون مین اس معلم ربانی کی گہری محبت نے خلوص و احسان مندی کے خیالات کو اوبھار دیا۔ ایک دفعہ روز روشن مین وہ اپنی رسالت

حاشیہ صفحہ گذشتہ — اوٹھائے۔ اس نے کوہ مقدس کالوری (Calvary) پر سیارہ جوپیٹر (Jupiter) مریخ کے نام پہ ہیکل تیار کی اور بیت لحم مین اڈونیس[۱] (Adonis) کا بت قایم کیا۔ اور بیت المقدس کے دروازے پر سُور کی تصویرین منقش کرادین یہ باتین تمام تر اس امر کا ثبوت دیتی ہین کہ اوسکو عیسائیت سے سخت نفرت تھی یہودیون کی لڑائی جو اس کے ظالمانہ اطوار کا نتیجہ تھی۔ اڑہائی برس تک قایم رہی جسمین پانچ لاکھ اسی ہزار آدمیون کی جانین تلف ہوگئین اوس نے بستر مرگ پر زبان لاطینی مین کچھ اشعار نظم کئے جنمین اپنی روح سے خاص طور پر خطاب کیا ہی جنکے اقتباسات پوپ نے اپنی مشہور نظم۔ ایک مرتے ہوئے عیسائی کی مناجات مین داخل کیا ہی۔ اسمین کلام نہین کہ اوس مین بہت سی خوبیان بہی تھین لیکن وہ بہی اوسکی خرابیون مین مغلوط ہوگئین تھین ۷۶ء مین پیدا ہوا اور ۱۳۸ء مین فوت ہوا۔ (Beetons P. 28)

[۱] ابیقورس (Epicurus) یونانی فیلاسفر کا نام ہی اسکی تعلیم یہی تھی کہ تعیشات اصل مدعائے حیات ہے ۳۴۲ ق۔م مین پیدا ہوا اور ۲۷۰ ق م مین فوت ہوا۔ (Chambers P. 313) [۲] اڈونیس (Adonis) شام (اسیریا) کے بادشاہ تھیاس نامی کا بیٹا جو اوسکی لڑکی مرحانی کے بطن سے تھا۔ وینس (زہرہ) کا معشوق تھا۔ وہ شکار کا بڑا عادی تھا۔ اوسکی معشوقہ نے وحشی خونخوار جانورون کے شکار سے اوسے منع کر دیا تھا اسلئے کہ اون کے شکار مین اسکی جان کے ضایع ہونیکا خوف لگا تھا۔ اوس نے اپنی معشوقہ کی اس مشورت پر بہت کم توجہ کی آخر کار ایک صحرائی سور نے اوسکو ایک مہلک زخم پہونچایا جسکے اُسے زخمی کیا تھا۔ جب سیارہ زہرہ کو یہ خبر لگی تو اوس نے اپنے عاشق زار پر تازہ زارو کر اوسکو ایک تازہ پھول انیمنی (Anemone) کی شکل مین منتقل کر دیا۔ (دیکھو

کی پوری کامل یقین و امید رسیمائی موعود کی پوری عظمت وشان کے ساتھ مجانین یہود کے دارالسلطنت (بیت المقدس) مین آیا۔ شاید دو ہفتے آئے ہوئے نہین گذرے ہون گے کہ وہ (عیسٰی ؑ) اپنے مدعا کی اصلی کامیابی کے ساتھ مصلوب کر دیا گیا اُن تمام مرویات مین جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے حالات اور واقعات سیرت کے متعلق مشہور ہین۔ اتنی بات تو ضرور نمایان ہو کہ آپ ناداروں مین پیدا ہوئے تھے۔ اور آپ کے مواعظ شاید بھی غربا کی جانب تھے۔ اسمین کوئی کلام نہین کہ آپ یانیون[5] کے علوم مین پوراکمال رکھتے تھے۔ آپ کی قلیل المدت رسالت قصبات کے عام طبقات کے ساتھ محدود تھی جن مین بالکل نادار کاشتکار اور قصبہ گلیلی (خلیل) کے ماہی گیر شامل تھے۔ اس بنا پر آپ کے حواریون محض غربا اور بے لکھے پڑھے اشخاص سے

عیسائیت کی خرابی | باوجود اپنی زود قبول اصول طبیعت اور ان معجز نما جذبات و مشاہدات کے جو اونکے قلوب پر اوس معلم ربّانی کے یکایک چلے جانے سے پر تو فگن ہوا تھا۔ تاہم ان لوگون (حواریون) نے اوس معلم کو ایک انسان سے زیادہ نہین سمجھا انکے یہ عقاید اور اوسکی تعلیم اوسوقت تک الٰہی ہی قایم رہی جبتک کہ پال نے۔ اُس شخص (حضرت عیسٰیؑ) کا ایک خاص طریقہ مذہب نہ ایجاد کر لیا۔ یہ وہی شخص ہے جس نے حضرت عیسٰیؑ کے مصلوب کئے جانے کے مجلس مشورت مین صدر نشینی اختیار کی۔ اسی کے اختراع و ایجاد سے مذہب عیسائیت مین ذات الٰہی کے ساتھ فرشتون کی مماثلت کا رواج ہوا۔ دینیات عیسائی کے مورخین کا جیسا بیان ہے کہ فیضان روح القدس پہونچائے جانے کے وعدے کے برخلاف یہ قرار پایا کہ کتب الہامی کی تائید و محافظت کے لئے ایک ایسا موید و محافظ فراہم کرنا ضروری ہے۔ جو تمام علوم و فنون مین کامل ہو۔ جو اپنے علمی حربون سے علماے یہود اور ہُنرمند حکماء یونان سے مقابلہ و مدافعہ کر سکے۔ اس ضرورت خاص سے خود مسیح علیہ السلام نے ایک عجیب غریب آواز کے ساتھ۔ آسمان سے اپنے ایک تیرہوین[13] حواری کو بلایا جس کا نام پہلے سال (ساول تھا) پھر بعد مین پال (پولوس) قرار پا گیا جسکو علوم یہود و یونان مین وسیع استعداد حاصل تھی۔ اسپرٹ آف اسلام۔ دیباچہ۔ ص ۲۱ بحوالہ Ecclesiastical Hist vol ii Pea. Mochaim

حاشیہ صفحہ گذشتہ شیکسپیر کی نظم وینس اور اڈونس پر اسرپاین (Prooerpine) نے جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے بار دیگر اوسکو زندہ کیا۔ مگر اس شرط پر کہ چھ مہینے وہ وینس کیساتھ بسر کرے اور چھ مہینے پراسرپاین کے ساتھ لطف صحبت اوٹھائے عزقیل نبی کی کتاب مین تموز Thammuz نامی شخص کا ذکر آیا ہو اُسی کو اڈونس سمجھا جاتا ہے چھ مہینون کی شرط مندرجہ بالا کو سرد و گرم کے سالانہ فصلون کا باعث خیال کیا گیا ہی اڈونس کے نام پر ایک دریا ہے جو کوہ لبنان سے نکلکر دریائے بابلوس مین گرتا ہے Beetons P.27

ف۱ زیلات (Zilots) مجانین یہود کی ایک جماعت جنکی مخالفت بمقابلہ سلاطین روم کے آخر کار ۷۰ء مین بیت المقدس کی بربادی کا باعث ہوئی۔

Chambers P 146.

ف۲ ہرودس (Harrdous) یہودیون کا بادشاہ جسکے حکم سے حضرت عیسٰیؑ علیہ السلام مصلوب کئے گئے۔

ف۳ پرچم ہمائی۔ رومن بادشاہون کی علامت سلطنت۔

ف۴ یہود اپنے علما کو ربیون کہتے تھے اور اکثر احبار بھی　　　المؤلف سید اولاد حیدر عفی عنہ

فرقۂ زردشتی

مینگوزورسٹیرین Manig Zoaristarian ایک نجات دہندہ فرشتہ کی آمد کا عقیدہ رکھتے تھے جسکو وہ سروش کے لقب سے مشہور کرتے تھے اور مشرق سے اوسکے ظہور کی اُمید کرتے تھے بُدھ مذہب کے لوگ خدا کے ایک مماثل کا جوایک انسان دوشیزہ سے پیدا ہوگا۔ عقیدہ رکھتے تھے **اہل اسکندریہ** کے صوفی مشرب نفرا مقالات لاغوس[1] Logos اور دمیاغورث[2] (Dimaoge) کے قائل تھے۔ وہ مخفی عقائد حیات ممات اور نجات اوسرس[3] (Osiris) کے متعلق اور اسس کریس[4] (Isis Ceres) کی نسبت اس صورت میں کہ مادر دوشیزہ اپنے نومولود خدائے شمس ہوروس (Horus) کو اپنی گود میں لئے ہوئے پائے جاتے تھے اور یہ عقاید ممالک مصر و شام میں علی العموم رائج تھے۔

پولوس نے خالص عیسائیت کو خارجی عقائد سے آلودہ کردیا

پال (پولوس) فطرتاً فریسی Pharisee عقائد کا عالم تھا کامل طور پر ان نیم صوفیانہ نیم فلسفانہ وقتی خیالات اور مقامی جذبات میں مبتلا ہوگیا۔ خواب و خیال کا ہمیشہ سے عادی تھا۔ لیکن خلقتاً بہت پرجوش تھا۔ عوارض جسمانی سے بھی وہ خالی نہیں بتلایا جاتا تھا جیسا کہ اشٹراوس[5] (Straus) بیان کرتا ہے کہ وہ کبھی اوس معلم اعظم (مسیح علیہ السلام) سے بذات خاص نہیں ملا تھا (وہ پال) فوراً اوسکی

---

[1] لاغوس۔ اسٹائک فلاسفی میں (Stoic Philosophy) انسان کی وہ قوت جو نظام دنیا کے تدابیر کے فرائض انجام دے Chambers 535

[2] دمیاغورث۔ ملتوی فلاسفی کی حکمت عقاید مادئین (دہریہ) میں وہ قوت جو دنیا از اشیاء کی پیداکنندہ ہے لیکن وہ خدائے قادر کے تابع ہے۔ Chambers P.245

[3] اوسیرز (Oseris) قدیم مصریوں کا بہت بڑا خدا جو شیب (Sheb) اور نٹ (Not) کا بیٹا تھا اسکی بی بی کا نام اسس (Isis) تھا۔ اوسیرز کو سٹ نے مار ڈالا لیکن ہوروس نے سٹ سے اپنے باپ کا معاوضہ لیلیا اور ہوروس قیامت میں منتقم کے عہدے پر مامور ہوا۔ Chambers P.63 المؤلف سید اولاد حیدر عفی عنہ

[4] اشٹراوس کا اصلی نام ڈیوڈ۔ فریڈرک اشٹراوس (David Fredrick Straus) ہے۔ جو ۱۸۳۲ء میں شہر ٹوبنجن (جرمنی) کی اسکول میں اسسٹنٹ ٹیچر مقرر ہوا ۱۸۳۵ء میں اوسنے ایک لطیف تالیف موسوم بہ حیات عیسیٰ ع شایع کی۔ اور اونکی حیات پر مفتنانہ تعریض کی۔ اور مفصل طور پر یہ لکھا کہ شریعت عیسیٰ کی جو تاریخ علمائے عیسائیت نے تیار کی ہے وہ سرتاپا موضوعات ہے اور عہد نامہ قدیم کی بشارات مسیح کی خیلی اور متوہمانہ اصول پر قایم ہے ان قیاسی اصول کو دوسری صدی میں عیسائیوں نے عیسائیت میں ماخوذ کیا اور پھر اوسوقت سے بالتدریج تمام دنیا ے عیسائیت کی عقائد میں داخل ہوگیا۔ اس جرم میں وہ ٹوبنجن کی ملازمت سے موقوف کردیا گیا۔ پھر (Stuttgart) اسٹٹ گرٹ کا اتالیق مقرر ہوا۔ اوسکی کتاب کی تردید شایع ہوئی تو اوس نے اوسکے دو جداگانہ جواب مگر موافقانہ طریق سے لکھکر شایع کرائے لیکن باایں ہمہ ملک و قوم میں اوسکی طرف سے مخالفت ایسی سخت اور گرم ہوگئی تھی کہ اسکے بعد جب وہ دار العلوم زورچ (Zurich) میں فلسفہ اور تاریخ مذہب کا پروفیسر مقرر ہوا تو اوسکو فوراً مستعفی ہوجانے پر مجبور کیا گیا اور وہ انجمن نظامیہ جس نے اسکو مقرر کیا تھا برخاست کردی گئی پھر اوس نے اشوبرت (Schubert) جرمن کے مشہور شاعر کی سوانح عمری لکھی پھر دوسری کتاب عیسائیت کی عقاید نامی لکھکر شایع کی ۱۸۴۰ء میں اسٹٹ گرٹ کی ڈائٹ کا ممبر مقرر ہوا اوسکی آخر تصنیف عیسائیوں کے قدیم اور جدید عقائد نے تمام ملک و قوم میں بڑی پرجوشی پھیلادی۔ شہر لڈوبرگ میں ۱۸۰۸ء میں پیدا ہوا اور شہر برلن میں ۱۸۷۴ء میں فوت ہوا۔ (Beetons Hist P. 793)

ذات مین (مسیحؑ) وجود الوہیت یا ظہور فرشتہ کے تسلیم کرنیکی طرف مائل ہو گیا۔ پولوس نے اس کی بنا پر اُس معلم جلیل کی ساری تعلیم مین مذہب نیوفیثا غورثیہ[لہ] (Neo Phythagorians) کے مخفی اصول۔ اور اپنی ذہانت وطباعی کے دلائل اور توحید فی التثلیث کے ظنیات جنکو اوسنے ممالک مشرقیہ سے اخذ کیا تھا۔ داخل کردے۔

بیرونی اور مقامی عقائد عیسائیت کے باہمانہ رشک وعداوت۔ یہودیون کے مخالف وموافق طریقہ کے عقاید کی عجیب وغریب شہرت۔ دو حواریون یعنی پطرس (فطرس) اور پال (پولوس) کی باہمانہ مخالفت وعداوت نے بالکل طشت از بام کر دی۔ اسپرٹ آف اسلام دیباچہ ص ۲۲ بحوالہ Milner's Hist of the church of christ Vol I pp. 26+26.

وجودِ عیسیٰؑ کے متعلق عیسائیون کے مختلف عقائد اور مختلف فرقے

ابونائٹ (ابیونی) (Ebionites) فرقہ کے لوگون کے عقائد نبی ناصری ؑ کے اصلی حواریون کے عقائد کے بالکل نمونے تھے اونکے عقاید مین نبی ناصری انلوگون سے اپنی رسالت کے زمانے مین حسب المعمول ہمکلام ہوتا تھا۔ ساتھ بیٹھتا اوٹھتا تھا۔ اور وہ اپنے تمام افعال عقلی اور بشری کے اعتبار سے ہمیشہ اونکے سامنے اوسی فطرت وخلقت کا آدمی ظاہر ہوا کیا جس فطرت وخلقت کے وہ لوگ خود تھے۔ اونہون نے اوسکو بچپن سے بالتدریج جوان ہوتے۔ اور آغاز جوانی سے کامل انسان ہونے تک بچشم خود ملاحظہ کیا تھا اسیطرح اونھون نے بالتدریج اوسکے تمام قوائے جسمانی اور عقلی کو ترقی کرتے ہوئے دیکھا تھا اس لئے ان لوگون کا عقیدہ حضرت مسیح علیہ السلام کے انسان محض ہونے کی نسبت ان لوگون کے ذاتی علم ومشاہدہ پر مبنی تھا۔

اس اصلی عقائد سے تفریق وعلیحدگی۔ جو بہت سے درمیانی طریقون کی صورتین اور انواع واقسام کے فرقون مین ہو کر اسوقت سے لیکر کونسل نائس واقعہ ۳۲۵ء تک مثل طریقہ دوس ثیوس[لہ] (Docetes) دوسیتیون) مارکاوتائیس[لہ]

[لہ] فیثاغورث۔ یونان کا مشہور حکیم اوسکے ذاتی حالات کی تاریخ بہت مختصر ہے لیکن ظن غالب یہ ہے کہ اوس نے مصر مین سالہا سال ابتدائی تعلیم پائی تھی۔ اور ممالک ایشیا کے قطعات کثیر مین سیر وسیاحت کرنے کے بعد اپنے وطن مین واپس آیا تو اوس نے دیکھا کہ حکیم پولیقریطوس نے شہر سوموس (Somos) جو اوس کا وطن تھا حکومت کو ناحق غصب کر لیا ہے۔ یہ دیکھکر وہ فوراً شہر اٹلی (Italy) کی دار السلطنت کروٹنا (قرطنہ) (Croton) مین چلا گیا۔ اور وہان اوس نے بڑی شان وشوکت سے فلسفہ کی تعلیم شروع کی چارون طرف سے جوق جوق طلبا تحصیل علم کی غرض سے اوسکے گرد جمع ہونے لگے۔ پانچ برس تک وہ بالکل خموشی کی حالت مین رہا۔ اور اپنے شاگردون سے اوس نے اپنی تعلیم دینے کا کوئی معاوضہ نہین لیا۔ پانچ برس کے بعد اوس نے اونکی جائداد کو سرمایہ مشترکہ مین جمع کئے جانیکا حکم دیا۔ اسوقت اوسکے تین سو شاگرد ہو چکے تھے اور وہ ایک مذہبی عقائد کی طرح اپنے باہمانہ طریقہ اتحاد مین وابستہ تھے اُس نے باشندگان شہر قرطنہ کے طریق وشعار مین بے حد ترقی اور اصلاح پیدا کر دی اور اوسکے شاگردون مین بہت سے لوگ اہل تدبیر وسیاست نکلے جیسین زلیقوس (Zaleucus) نہایت مشہور زمانہ ہوا۔ یہ پہلا شخص ہے جو حکیم وفلاسفر کی خطاب سے مشہور ہوا اور شیدای علم وحکمت کہلایا۔ اسی نے پہلے تبلایا کہ آفتاب وسط عالم مین واقع ہے اور دیگر ثوابت اوسکے دور مین گردش کرتے رہتے ہین اوسی نے اجسام مختلف مین حلول روح کے مسئلہ کو پہلے پہل تبلایا۔ اور جانورونکے گوشت کھانے کی قطعی ممانعت تعلیم کی۔ اوسنے اپنی کوئی

(Marcionites) مارقیونیطون، پیٹری پاشینس[5] (Patripassians) نظریون میں ظاہر ہوئی - وہ خاص حضرت مسیح علیہ السلام
کی معرفت میں عیسائیوں کے اختلاف و آرا کا ایک غیر محدود سلسلہ ثابت ہوتی ہے۔ مسیحؑ کی الوہیت اور مخلوقیت کے مروجہ جذبات
عقائد سے ہر طبقہ کے لوگ - اور خاص طور پر وہ لوگ جنھوں نے اپنے نبی کو نہیں دیکھا تھا اور اوسکی ذات میں خواص مخلوقیت کا مشاہدہ
اور اوسکی روزانہ معاشرت اور سیرت میں اوسکے افعال و اعمال بشری کا معائنہ نہیں کیا تھا - بلا عذر و تامل اوسکی الوہیت تسلیم کرنے
کے لئے پہلے سے آمادہ تھے قسطنطین اعظم (Constantine) کی تخت نشینی کے قبل سے بہت سے ذرایع و وسائل نے مذہب عیسائیت
کی ترقی اور مقبولیت میں تائید پیدا کی تھی - مانند بھی - کبھی قیصر شعاری کی نظمی بدنظمی اور کبھی حاکم شریعت کی عدم موجودگی سے جو کوئی
نظم قایم رہ سکتا - اور مزید براں علوم فلسفہ کی کثیر التعداد مذاہب کی امتزاج نے عیسائیت کی ترقی و وسعت کی راہوں کو سہل بھی بنا دیا
اور ہموار بھی - عیسائیت کی ترقی نے اپنے جذبات عقاید کے ذریعوں سے طبقہ اعلا کے صاحبان عقول کو متوجہ کرلیا - مفلوک الحال
طبقات میں اوس نے سکون و آرام پیدا کردیا - اور جس اوسوقت میں جب اوسکے متبعین نے اپنی رائے کی ذی اعتباری سے طالبان
تحقیق کے دل و زبان کو خاموش کردیا تھا انکی تبلیغ نے اون لوگوں کی تمنا ان کو پورا کردیا تھا جو مدت سے قدیم معاشرت سے گریزاں
ہوکر ایک پاکیزہ تر معاشرت کے خواہاں تھے اور علاوہ بریں ان لوگوں کے ظالمانہ تعاقب کی مصیبتوں نے بھی - جو اکثر اوقات ظالم
یہودیوں کے ہاتھ سے انکو اوٹھانی ہوئیں - انکی عظمت و اقتدار کو طبقہ عوام کے دلوں میں جاگزین کردیا - اور ان رہبران قوم کے متعلق
حصول شہادت کی اضافی نسبت نے اور انکے مدعا کو قوی کردیا - ابتدا میں رسالت مسیحؑ کی تبلیغ کے بند ہوجانے اور اصل تعلیم کے
خالی از اصول ہوجانے نے (گو اوسمیں توسیع غور و تلاش کیلئے زیادہ آزادی تھی اور غالباً اوس سے علم و عمل دونوں کے لئے کافی وسعت
دیگئی تھی جیسا کہ قدیم رہبران عیسائیت کے حالات سے معلوم ہوتا ہے) فرقہ مخالفین کو نہ تنہا شریعت مسیحی کے اصول و قواعد میں اعتراض
کی گنجایش دیدی بلکہ خاص ذات مسیح کے متعلق بھی انکار و اعتراض کے لئے وسیع میدان چھوڑ دیا - بیت المقدس سے یہودیوں اور
عیسائیوں کے استخراج نے جنکے پاس مسیح کے انسان ہونے کے اخبار و آثار کثرت سے تھے - بعد ازاں ان لوگوں کے ساتھ غیر یہودی قوموں
کے شامل ہوجانے نے - جو قرب و جوار میں آباد تھیں اور جن میں تھیوفیثا غورثانہ یا بولوس کے خیالات متعلق نظام عالم موجود تھے - انہیں
خیال غیر مستقل اور موہوم کو جو عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اونکے عقائد میں داخل تھا نامحدود اقسام کے ظنیات اور فرقوں میں
متفرق کردیا اس طریق و تفصیل سے تمام مخلوقیت کے آثار و علامات اور اونکے متعلق وہ تمام اشیاء جو خارج از تصورات تھے
وہ انکے مماثل خدا ہونے کے قابل التعظیم مرقع سے ہٹادیے گئے - اور وہ قابل احترام و اخلاص واقعات حیات جناب عیسیٰ علیہ السلام

حاشیہ صفحہ گذشتہ - تالیف اپنے بعد یادگار چھوڑی - اس بنا پر اسکے اصل طریقہ تعلیم کی حقیقت پر کامل یقین اسوقت تک نہایت دشوار ہے شہر سوموس میں
۵۸۰ ق - م - میں پیدا ہوا اور تقریباً ۵۰۰ ق م میں فوت ہوا (Beetons Hist Port) [5] تینوں حضرت عیسیٰ کو قطعاً خدا جانتے تھے [5]
مارقیطون حضرت عیسیٰ کے مخلوق ہونیکے تو ضرور قائل تھے - مگر آپ کو خدا کا مماثل قرار دیتے تھے اور ابن اللہ ہونیکی نسبت انکا اعتقاد تھا کہ ذات الٰہی کو عام انسان
کی آنکھوں میں بطور معائنہ و مشاہدہ پیش ہونیکی ضرورت و ابنیت کو ذات الٰہی میں صرف ہلکا سا پردہ رکھا گیا تھا کہ انسانی مجسمہ کی صورت میں خدا کا مشاہدہ بشری کے
اندر نہیں آسکتا تھا [5] نظریوں کے عقاید میں - باپ بھی بیٹے کے ساتھ صلیب پر مصلوب ہوگیا - ابرٹ آف اسلام بحوالہ Mosheim Gibbon in loco, Alexandra Vol II P.150, 301

عجائبات قصص و افسانہ بنا دیے گئے اور اونکے واقعات حیات کی مخترعات و مصنوعات کے ذریعون سے اسدرجہ نقاب ڈالی گئی کہ فی الحال ہم لوگون کے لئے یہ معلوم ہونا بالکل دشوار ہو گیا ہے کہ حقیقتاً حضرت عیسیٰؑ کیا تھے اور کیا کر گئے۔

الغرض عیسائیت کی وہ مجنونانہ صورتین جو نزول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صدیون پیشتر قایم رہ چکی ہین۔ دلچسپ بھی ہین اور سبق آموز بھی۔ مادیّین کے دلائل تعلیمی جو اواخر صدی اول مسیحی اور ہاڈرین کی فتح بیت المقدس کے ساتھ ہی ساتھ وجود پذیر ہوئین اسی زمانہ خاص کی ایجاد و اختراع ثابت ہوتی ہین۔ اور یہی اختلاف کی صورتین ہو کر عیسائیون اور یہودیون کی بحث و کلام کا ہمیشہ باعث بنی رہین۔

پہلی صدی مین عیسائیت کا حال | کرنیتاتوس (قارنیطوس[1]) نے (Cerinthus) جو اس صدی کا بہت بڑا مشہور فرقہ مادیّین کا عالم تھا۔ اپنے شاگردون کو باپ۔ بیٹے دونون کی پرستش کی تعلیم دی۔ اور انہون نے باپ بیٹے کے متعلق اوسکا عقیدہ تھا کہ یہ عیسیٰ جو پیدا کنندۂ عالم کہا جاتا ہے عیسیٰ مخلوق سے بالکل جداگانہ جنس ہے۔

پالوس کی محنت عیسائیت کی بحتی مغزی اور اوسکی لاحاصل کوشش نے اپنی مخترعہ شریعت کو مدارس فلسفی اسکندریہ کی تعلیم و نصاب کے مطابق بنانا چاہا تھا عین اوسی زمانہ مین امینوس سکاس[2] Ammonius Saccas نے دین مسیحی کی ایک نئی شریعت کو حکمت افلاطون طور کے اصول پر مرتب کیا۔ جسکو ارگین (Organ[3]) اور دیگر راہبان شریعت نے مل کر مرتب کیا تھا۔ اس تلون پسند مصنف نے جسکی تحریر کے آثار قدیم عیسائیت کے تمام مشہور مولفین کی تالیفات مین موجود ہین عیسائیت کے تمام طریقون اور فرقون مین اتحاد اور اتفاق پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔ ان کوششون کے بعوض طریقون مین تو وہ بالکل بانی کا نمونہ بن گیا ہو اور اپنی معاصرین مین بیشک زیادہ بلند نظر ثابت ہوا ہے وہ اپنی ایک خاص درسگاہ قایم کرنے مین ضرور کامیاب ہوا۔ لیکن اوسکی تعلیم و تبلیغ قومی عقائد و اخلاق کی درستی کا کوئی انتظام نہ کر سکی۔

دوسری صدی مین عیسائیت کا حال | دوسری صدی مین عیسائیت۔ بدنظمی اور جنگ و جدال با ہمانہ سے پُر اور مملو ہو گئی۔ عیسائیون کے تمام مدارس دینی مین تفرقہ اور موشوعات بالعموم مروج تھے۔ مادیّین (دہریت) کا بہت طرز رہتا اور عیسائیت پر ہر طرف سے اوسکا بڑا گہرا اثر پڑ رہا تھا۔ وہ چند فرقے جو اس صدی مین پیدا ہوئے وہ خاص طور پر اس سبب سے قابل لحاظ ہین کہ نہ صرف اُن مین وہ خرابیان پائی جاتی ہین جو اوسکی خام تعلیم سے پیدا ہوئی ہین۔ بلکہ اون مین مذہب زردشتی۔ اصول فیثا غورث اور شریعت

[1] قارنطیوس پہلی صدی عیسائی کا ایک دہریہ عالم تھا۔ جو عیسائیت مین نامکر بوخنا بنی کی شریعت کا سخت مخالف تھا اوس نے شہر اسکندریہ مین تعلیم پائی تھی اور شہر بوسیفس مین رہتا تھا اسکے حالات اور تصنیفات کے متعلق بہت کم علم و اطلاع ہے۔ ہیٹینس ہسٹری ص ۱۴۴۔

[2] امینوس سکا۔ امینوس سقا Ammonius Saccas یہ شخص اصل مین بازار کا پاسبان تھا۔ پھر حامل المحر شراب کا ڈھونیوالا کہلانے لگا۔ اخیر مین عیسائیت کی حکمت کا بہت بڑا حکیم نکلا اس نے اپنی پوری حکمت شریعت کا ایک مدرسہ شہر اسکندریہ مین کھولا اور وہ شریعت کا بہت بڑا دار العلوم ہو گیا اوس نے اپنے طریقہ شریعت مین حکمت افلاطون اور حکمت ارسطاطالیس میں اصول تطبیق قایم کرنے کی کوشش کی اوسکے شاگردون مین اور جیانوس لیطلیوس اور لانغینوس سب کے نامی ہوئے ۲۴۳ء مین بمقام اسکندریہ فوت ہوا۔ [3] اورگین اور جیانوس فیثا غورث کا شاگرد۔ کتب الہیہ قدیمہ کا مشہور شارح ۱۸۶ء مین پیدا ہوا اور

صابیہ کالدیہ کے بھی تمام اعتبار و آثار نمایاں ہیں۔

فرقہ مارکوناٹ جو ادیان کا مشہور و معروف فرقہ تھا۔ وہ اصولاً دو وجود کا قائل تھا ایک کامل الخیر۔ دوسرا کامل الشر لیکن ان دونوں وجود الوہیت کے مابین ایک وجود اوسط بھی تھا۔ جو ڈیمرج کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ وہ بالذاتہ نہ کامل الخیر تھا نہ کامل الشر۔ بلکہ اوسکا وجود ان دونوں اوصاف سے مرکب تھا۔ اور جو اوسنے اپنے اہل عالم اسی سے متعلق تبلائی جاتی ہیں مارکونائٹ کے عقائد کے مطابق یہ ڈیمرج عالم سفلی کا پیدا کنندہ تھا اور اس بنا پر وجود کامل الشر سے ہمیشہ معرکہ آرا رہا کرتا تھا۔ (یہیں سے عیسائیت میں مذہب زردشتی کے اثر او مداخلت کو سمجھ لینا چاہیئے) اوس وجود اعلیٰ نے جو سراپا ازلیت اور الوہیت ہے ان دونوں مخالف منتظمین عالم کی باہمانہ جنگ و جدال کو خاتمہ تک پہونچنے اور نفوس انسانی کو ان مصائب کے قیود سے نجات دلوانیکی غرض خاص سے قوم یہود کی ہدایت کے لئے ایک وجود کو جو قریب قریب اوسکا مماثل تھا نازل فرمایا۔ اور وہی عیسیٰ ابن اللہ تھے جو مجسمہ انسان کی شکل و صورت میں صرف اسقدر ہست پیدا کئے گئے تھے کہ وہ انسان کی فانی آنکھوں کے مشاہدے اور معائنے میں آسکیں۔ اس تبلیغ رسالت کے فرائض منصبی یہی تھے کہ وہ دونوں منتظمین عالم کی سلطنتوں کو تباہ کرکے انسان کی پریشانی و سرگشتہ ارواح و نفوس کو خدائے حقیقی تک پہنچا دے۔ عیسیٰ کی اس تعمیل فرائض پر ڈیمرج نے نہایت سختی سے حملہ کیا لیکن اوسکا کوئی حملہ اس وجہ سے کارگر نہیں ہوا کہ عیسیٰؑ کا مجسمہ تو صرف ظاہر تھا۔ اس سبب سے وہ کوئی تکلیف پہونچائی جانیکے فطرتاً قابل ہی نہیں تھا۔

فرقہ والنٹیین والنٹینس[۵] یا والطینوس یا باطینیوں (VALENTIANS) فرقہ کے عیسائی جنکے اثر زیادہ زمانہ تک دیرپا رہے۔ اپنے عقائد میں یہ سمجھتے تھے کہ خدائے تعالیٰ نے آسمان سے اپنے بیٹے عیسیٰؑ کو اسلئے نازل فرمایا ہے کہ وہ انسانوں کو ان تمام الائشوں کے پاک و صاف کردینے کے لئے جن میں وہ آلودہ ہو گئے تھے۔ اونکا نزول اصلی صفات الوہیت کے ساتھ نہیں ہوا تھا۔ بلکہ آسمانی اور روحانی کیفیات کے ساتھ وہ دنیا میں نازل فرمائے گئے تھے۔ ان کے عقائد میں حضرت عیسیٰؑ جوہر الوہیت کا ایک انسانی پیکر تھے۔ جو زمین پر حاکم تاریکی کے سلطنت کو غارت کرنیکے لئے نازل فرمائے گئے تھے۔

فرقہ افائٹس[۶] (افیعون) (APHYTES) کا فرقہ ملک مصر میں ترقی کر رہا تھا۔ اوسکا عقیدہ بھی دیگر بادیین مصر کے عقیدے کی طرح وجود دہریت ازلیت کا قائل تھا۔ اور وہ ایجاد عالم کو ڈیمرج کی محض خفا پرستی کی ایک صورت خلاف مشیت الٰہی تسلیم کرتا تھا۔ اسلئے وہ اسکا بھی قائل تھا کہ روحانی کرائسٹ عیسیٰؑ کے پیکر انسانی میں متحد ہوکر اسواسطے نازل کیا گیا تھا کہ غاصب ڈیمرج کی حکومت کو برباد کردے۔ اونکا یہ بھی عقیدہ تہا کہ وہ افعی جس نے آدمؑ و حوا کو بہشت میں فریب دیا یا تو بذاتہ خود کرائسٹ تھا یا صوفیا

بقیہ حاشیہ گذشتہ۔ سنہ ۲۴۷ء میں فوت ہوا۔ BEETONS HIST P. 637　　　المؤلف عفی عنہ

[۵] والنٹین۔ والنٹینوس۔ فرقہ ملحدین کا مشہور عالم اور دہریت کا حکیم سنہ ۱۶۰ء میں فوت ہوا CHAMBERS P. 1087

[۶] افائٹس۔ افیعون۔ دہریوں کا ایک فرقہ جو سانپ کی پرستش کرتا تھا۔ CHAMBERS P. 633

جو ضرورتاً سانپ کی صورت مین متشکل ہوگیا تھا جس زمانہ مین بادیین کے یہ مختلف فرقے یکے بادیگرے کالدی فیلسفی کے اثر سے وجود مین آتے چلے جاتے تھے مین اوسی زمانے مین یونانیون نے۔ پال کی باپ بیٹے اور روح القدس والی تعلیم تثلیث مین اور نیز وجود عیسیٰ مین۔ و وجداگانہ صنفون کے باہمی اتحاد کے دلائل اور نظام عالم کے متعلق اپنے فلسفیانہ عقائد کے فیمابین اتفاق و مطابقت کی کوشش شروع کی۔

فرقہ پیراکوس اس فرقہ کا بانی پیراکوس[1] (فراقوس) (Paraxeus) تھا عیسائیت مین وہم پرستی کی تعلیم پھیلانے والا پہلا یہی شخص تھا۔ اور وہ صرف اس حیلہ وتدبیر سے اپنے رواج تعلیم مین سب سے آگے بازی لیگیا۔ اوس نے عیسائیون کے اس عقیدے کو تسلیم کرلیا کہ باپ بیٹے اور روح القدس مین کوئی فرق نہین ہے۔ ان لوگون نے یہانتک تسلیم کرلیا کہ باپ اپنے مخلوق بیٹے کے ساتھ اس طرح متحد فی الوجود تھا کہ باپ نے بھی بیٹے کے سب مصائب بمقدار مساوی برداشت کئے۔ اور اوسکی طرح آپ بھی شرمناک موت برداشت کرگیا۔

فرقہ مانٹیوس[2] موشیم (Moshcim) کا بیان ہے کہ یہ تمام فرقے علوم فلسفی کی ذریات تھے۔ ان سے زیادہ خرابی اور بربادی کی بلا۔ دین مسیحی پر ایک شخص مانٹیوس (مانیطوس) (Montanus) نامی باشندہ فرغنہ کے ہاتھون آئی۔ اس شخص نے تمام علوم اور اونکی جامعیت کو بالکل بیضرورت تبلادیا اور اپنے آپ کو عیسیٰؑ کا فرقلیط موعود PARAEELEFE ٹھیرایا مانیطوس نے بہت جلد کثیر التعداد مقلد پیدا کرلیے جن مین سے دو عورتین پرسکیلا Prisc alla اور میکسملا (Maxmilla) مدعیان نبوت تھین۔ اور نہایت مشہور و معروف تہین۔ یہ دونون عورتین جسقدر اپنے حسن وجمال کے لئے مشہور تھین اوسی قدر نیک طریق اور نیک اعمال نہین تہین۔ ان دونون نے ملکہائے شمالی کو تدبع عام تبادیا۔ اور اپنے مجنونانہ مظالم سے تمام قوم انسانی پر خوفناک مصائب وارد کئے۔

---

[1] پیراکوس۔ فراقوس۔ (Paraxcus) دوسری صدی کا ایک عالم جس نے مسیحی فرقے مانٹینسٹ (Montanist) کو نہایت مستعدی سے مغلوب کرکے اصول تثلیث مین اپنے مخترعات وموضوعات کی تعلیم شروع کی۔ اسکے بعد سبیلین (Sabellian) فرقے کی پیدائش ہوئی ترتولین Turtullian نے اوسکی تعلیم کی رد لکھی ہے۔ یہ شخص دوسری صدی تک زندہ رہا Beetons' Hist P. 606

[2] مانٹینوس یا مانیطوس (Montanus) فرقہ عیسائی کا بانی شہر فرغانہ کا رہنے والا حکیم تھا۔ اوس نے یہ مشہور کر رکھا تھا کہ اوس پر روح القدس کا نزول ہوا ہے اور اوسی کی طرح اوس کی دو شاگرد عورتون پرسکلا (Priscilla) اور میکسملا (Maxmilla) نامی پر بھی نزول روح القدس ہوا ہے مانیطوس مسئلہ تثلیث کا قطعی منکر تھا۔ اور دوسری شادی کرنے کو زنا محصنہ سمجھتا تھا۔ اوس کے کثیر التعداد مقلدین ہوئے۔ اور ان لوگون نے عیسائی اُمت مین بڑی پرآشوبی اور بدنظمی پھیلائی۔ اوس نے اپنی نسبت نزول وحی ہونیکا دعوی کیا پھر تو بڑے بڑے عیسائی علما اونکا اوس کی تقلید مین آگئے سب سے بڑھکر حیرت انگیز امر تو یہ ہوا کہ طرطولین کے ایسا عیسائی عالم متبحر بھی اوس کا مقلد ہوگیا لیکن یہ عالم اپنے خزانہ مین اوس کے حلقہ تقلید سے علیحدہ ہوگیا مانیطوس دوسری صدی تک زندہ تھا۔ پھر فوت ہوگیا۔ Beetons Hist P. 353

المؤلف عفی عنہ

فرقۂ مانویہ عین اوسی زمانہ مین جب مارکوناسٹس - والنٹین اور مانٹینسٹ اور دیگر فرقہائے مادیین ممالک روم مین اپنی تعلیمات دینی پھیلانے کی کوشش کر رہے تھے - فارس مین ایک شخص پیدا ہوا جسکی شخصیت اور حیثیت نے دونون اعظم (ایشیا و یورپ) کی حکومت و فلسفہ پر نہایت گہرا اثر ڈالا - مانی طریقہ اور قریبہ سے تعلیمی کمال و جامعیت کا تیار اور کامل پیکر خاص تھا - اعلیٰ درجہ کا نجومی - اعلیٰ درجہ کا علم کیمیا و طبیعیات کا ماہر اعلیٰ درجہ کا مُغنّی اور اعلیٰ درجہ کا مُصوّر تھا - فنِ نقاشی مین اوسکے کمال ضرب المثل ہین - اور ہر شخص آجتک ارژنگ مانی سے پورے طور پر واقف ہے - وہ یہودیون کے علوم رموز اسفار سے بھی کامل طور پر واقف تھا - عالمان مادیین کی تعلیمات سے بھی کما حقہ ماہر تھا اور مشرقی فلسفہ اور تصوف کی حکمت پر بھی عبور کامل رکھتا - بذات خاص بزرگان مُغ کے خاندان سے تھا - اور شریعت عیسوی کی بھی کامل تعلیم پا چکا تھا - ان تمام کمالات و اوصاف مین کامل ہوکر اوس نے موجودہ مذہبی اختلافات سے جو اوسکے گرد و پیش ہر طرف پھیلے ہوئے تھے سخت نفرت ظاہر کی اور اوس نے ان مختلف مذاہب و طرایق کے مجموعہ سے ایک شریعت خاص کی بنا ڈالی - جو تمام اغراض انسانی و نفسانی کو بھی پوری کر سکتی تھی اور مقاصد قلبی و روحانی کو بھی مانی نے اپنی اوس جرأت بیجا سے جو اوس نے تمام مروجہ مذہب کی موجودہ سیل روان کو ایک بالکل نئے اور خارجی طریقہ عقیدہ سے روک دیا - اور اپنے اس طریقہ مین وہ اوس عام تنقید و تردید کے الزام مین خواہ مخواہ داخل ہوگیا جس نے تمام مذہب کی تعلیم و تلقین اور ہدایت و ارشاد کے کام بند کر دیئے - مانی نے اپنے طریقہ خاص کی تعلیم و ہدایت کو بڑی رازداری سے مخفی رکھا - فرقہ اسماعیلیہ نے ایک زمانہ بعید کے بعد مانی کا یہ طریقہ اختیار کیا - اور پھر فرقہ باطنیہ نے بھی اپنے زمانہ مین دیگر رموز مذاہب کی تنقید و تردید سے بچنے کے لئے یہ مخفی انداز پیدا کیا - اسی باعث سے ہر فرقہ اور طریقہ مانی کا مخالف ہوگیا - پھر تو حقیقت مین یہ نوبت پہونچی کہ جہان کہین مانی یا اوسکے شاگرد اور مبلغین طریقہ پہونچے وہان اونکا نہایت بیباکانہ مظالم کے ساتھ تعاقب کیا گیا - حقیقتاً مانی کی شریعت - ملت عیسائی کے متعلق - قدیم ایرانی اور کالدی فلسفہ کا مجنونانہ مجموعہ تھا - اوسکے عقیدے کے مطابق - مادہ اور روح ہمیشہ سے کہ آرائے مخالفت تھے - ان دونون ضدین کی مخالفت سے ترکیب انسانی کی ایجاد و خلقت ہوئی - انسان کا اصل جوہر دو قسمون پر تقسیم ہوا - ایک مادی ایک روحانی - روحانی جوہر وہ تھا جو براہ راست آسمان سے انسان مین ودیعت کیا گیا تھا - اور مادی وہ جو خلقت کے امتزاج عناصر سے وجود مین خود بخود آیا - ان دونون متضاد جوہرون کے اختلاف و ضرور کرنیکے لئے اور جوہر روح کو قفس جسمانی (مادی) سے نجات و مخلصی دلوانے کے لئے جسمین وہ (جوہر روحانی) مقید تھا - خدائے تعالیٰ نے فضائے آسمانی سے ایک ازلیت کے مجسمہ کو اپنے خاص جوہرون کے ساتھ نازل فرمایا - جو دنیا مین کرائسٹ کہلایا - کرائسٹ اُمت یہود کے درمیان ایک ظاہری پیکر انسان کیساتھ نمایان ہوا اور اوس نے اپنے دوران رسالت مین فانی ہستیون کو صورت جسمانی کی ظاہری بدکاریون سے ارواح نورانی کی مخلصی حاصل کرنے کی تعلیم دی

اور اس طریق سے اپنے خراب اور ضرر رسان جوہر کا مل فتحیابی حاصل کی۔ عالم ظلمت کے بادشاہ نے یہودیوں کو اسکے قتل کرنے کی اشتعال دی۔ چنانچہ وہ صرف ظاہر طور پر نہ حقیقت مین مصلوب کر دیے گئے۔ حالانکہ بخلاف اسکے وہ تبلیغ رسالت کے مناصب تمام فرما کر اپنے مسکن اعلیٰ کی طرف جو فضائے شمسی مین واقع ہے۔ واپس گئے۔

ان دلائل کے مطابق۔ مانی کا قرار دادہ کرائسٹ نہ کھا سکتا ہے۔ نہ پی سکتا ہے۔ نہ مصائب و تکالیف برداشت کر سکتا ہے اور نہ کبھی مر سکتا ہے۔ وہ اس طریق سے خدا کا آخر مائل بنا کر بھی نازل نہین کیا جا سکتا۔ غرضکہ وہ آخر مین وہ ایک ہوائی ہیولا قایم ہوتا ہے اور کچھ بھی نہین۔ وہ پیکر نورانی جو تمام اشیا مین نورانیت دیکھتا ہے مگر خود مادہ مین مقید تبلایا جاتا ہے لیکن بغیر صورت مخلوق اختیار کرنے کے وہ صورت مادی سے علیحدہ ہو جانے کے لئے کوشان کہا جاتا ہے۔ یہ کیسے؟

بہر حال۔ مانی کے یہ عقائد اور اسکے دلائل۔ عام اس سے کہ کیسے ہی صریح کفر آمیز اور خلاف عقل ہون لیکن ظاہری طور پر اسقدر عقل سے بعید نہین معلوم ہوتے جسقدر عیسائیون کا موجودہ مسئلہ استحیلہ TRANS. SUBTANTIATION کی عقیدت جسکو آج تک اتنی کثیر التعداد قوم عیسائی تسلیم کر رہی ہے۔ یعنی طعام نذر مسیح کا خاص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خون و لحم مین پہونچکر مستحیل ہو جانا۔

مانی نے اپنے مقلدین کے دو گروہ قرار دیے۔ اور ادن مین سے پہلے منتخب شدہ لوگ نہایت سختی سے زاہدانہ اور مجردانہ معاشرت اختیار کرنیکے لئے مجبور رکھے گئے تھے۔ یہ لوگ ہر قسم کے گوشت وغیرہ کی خوراک کھانے اور شراب وغیرہ اشیاء منشی کے پینے سے سخت منع کئے گئے تھے۔ ازدواج اور دیگر لذات نفسانی کے اختیار کرنے سے بھی محروم رکھے گئے تھے۔ دوسرے قسم کے لوگ مقلدین سماعی کہلاتے تھے۔ اونکی تکلیف نرم و آسان رکھی گئی تھی وہ گھر بنانے زمین رکھنے اور مال و متاع حاصل کرنیکے لئے ماذون تھے۔ وہ گوشت بھی کھا سکتے تھے۔ شادی بیاہ بھی کر سکتے تھے لیکن تاہم انکی یہ آزادی بھی انکو بہت سے حدود و قیود کے اندر اور ان مین سخت سے سخت درجہ اعتدال قایم رکھنے کے شرایط کے ساتھ دی جاتی تھی۔ مانی کو بہرام گور نے قتل کر ڈالا۔ لیکن تاہم اوسکی تعلیم شریعت عیسوی مین اثر کر گئی اور اون تمام اختلافات و مناقشات مین جو آیندہ مختلف عیسائی طریقون مین واقع ہوئی وہ پورے طور سے نمایان تھی۔

تیسری صدی مین عیسائیت کا حال
سبیلین فرقہ کا آغاز

تیسری صدی کے اوسط مین سبیلین[۵] فرقہ نمودار ہوا۔ اوس نے ایک نئے قسم کا اختلاف مذہب مسیحی مین پیدا کیا۔ سبیلین SABALIAN نے بتلایا کہ حضرت عیسیٰ ع انسان محض تھے

[۵] سبیلین SABALIAN تیسری صدی کا عالم یونانی۔ جس نے دجو عیسیٰ کی الوہیت کے خلاف بہت سے موضوعات مخترع کئے بالآخر قلیطوس کے حکم سے ملک روم سے خارج البلد کیا گیا۔ CHAMBERS P. 830

اوراونکا عقیدہ تھا کہ ایک قوت خاص پدر اعلیٰ کی طرف سے نازل ہوکر عیسیٰ کے ہیکل انسانی میں ملحق ومتحد ہوگئی تھی۔ اور اس بناپر وہ ابن اللہ قرار پائے یہ خاص طور کی تعلیم جو بقول گبن (Gibbon) کے موحدین کی اصلی راہ قربت تھی عیسائیت کے مختلف فرقوں میں سخت بدنظمی کا باعث ہوئی۔ چنانچہ چوتھی صدی کے ابتدا میں۔ اس بناپر اوریجن (Origen) نے اس عقیدے کی تعلیم پھیلائی کہ الوہیت تین جداگانہ جنسوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ یہ مذہب تثلیث قدیم لامذہبی کی تحقیق تعلیم سے جوامت مسیحی کے لوگوں نے ایجاد کرلی۔ کثیر اللہی کے ظنیات سے اونکی فطرت اصولاً سراپا رنگی ہوئی تھی عقیدہ تثلیث حقیقتاً عیسائیوں کی ایک قسم کی مدبرانہ مصلحت (پولیسی) تھی جو اونھوں نے شریعت عیسوی اور مذہب کثیر اللہی کے درمیان اختیار کرلی۔ بعد از انقضائے ایام تعلیم تثلیث کامل طور سے شریعت تثلیث بنکر ضروریات دینی میں داخل ہوگئی مگر قبل اسکے اسکے باعث سے بہت سے فلسفانہ طریق و دلائل عیسائیت میں داخل ہوچکے تھے (اسپرٹ آف اسلام بحوالہ MOSHEIM P. 411)

چوتھی صدی میں عیسائیت کا حال فرقہ ایرین کا ظہور

فرقہ ایرین کا ظہور عیسائیت کی خلاف عقل تعلیم سے عام انسانوں کے قوائے ذہنی کی معرکہ آرائی کا نتیجہ ہے۔ شہر اسکندریہ میں جو مجنونانہ طریقہ کے عیسائیوں کا بڑا مرکزی مقام تھا۔ اریوس[۱] (Arius) نامی ایک شخص نے۔ اپنے عالم مجتہد کے ارشاد کے بالکل خلاف۔ نہایت دلیرانہ اور بیباکانہ طور پر عموماً تمام ملک وقوم میں یہ صدائے احتجاج بلند کی کہ کرائسٹ ہرگز ذات الٰہی کے جوہر کے ساتھ مشترک نہیں ہیں۔ اریوس کی تعلیم بہت جلد ممالک مصر اور شمالی افریقہ میں پھیل گئی۔ اور برخلاف اون تمام حملات وتعاقبات کے جو اسکی امتناع اور سدباب کے لئے انواع واقسام کی صورتوں میں پیدا کئے گئے۔ اس طریقہ کی تعلیم ان ممالک میں نہایت استحکام سے پھیلکر قایم ہوگئی۔ بلکہ ممالک اسپین (Spain) تک پہونچ گئی اور اسکے قیام واستحکام کی یہ حالت اوسوقت تک ایسی ہی رہی جبتک کہ اس عقیدے والوں نے مذہب اسلام نہ قبول کرلیا۔ اریوس کے اس طریقہ تعلیم نے جو عیسائیت میں تفریق کثیر پیدا کردی اور اس تفریق نے شاہ قسطنطین کو ۳۲۵ء میں بمقام بیتھینیا (BYTHYNIA) کونسل نائس منعقد کرنے کے لئے مجبور کردیا۔ اس مجلس مشورت میں طرفین سے سخت ردوکد کے بعد

[۱] اریوس (Arius) امت مسیحی میں فرقہ ایرین کا موجد اور اصول تعلیم علمائے مسیحیہ اسکندریہ کا سخت مخالف اوس نے ذات مسیح میں وجود الوہیت کے متعلق ایسے ایسے اختلافات واعتراض قایم کئے کہ بالآخر بادشاہ قسطنطین کو ۳۲۵ء میں کونسل نائس منعقد کرنیکی ضرورت ہوئی۔ اس کونسل نائس کے فیصلے سے اقوال اریوس ممنوع ومردود کردیے گئے اور جو اصول عقاید فی التثلیث اس کاؤنسل میں وضع کئے گئے وہی جاری کئے گئے۔ اسکے بعد اریوس جلاوطن کردیا گیا لیکن دو برس بعد پھر قسطنطنیہ میں واپس بلا لیا گیا اور اپنے عقائد سے تائب ہوا اور گروہ مخلصین میں داخل ہوگیا لیکن جب یہاں سے وہ شہر اسکندریہ میں واپس گیا تو اثانیسوس نے (Athanasius) اوسکو شہر میں آنے نہ دیا۔ اوس نے ہرچند شہر میں جانیکی کوشش کی مگر اہالیان شہر نے سختی سے روکدیا مجبور ہوکر وہ مصر میں چلا گیا اور وہاں پہونچکر پھر اوسنے اپنی اختلاف آرائی سے عام طبقات میں شورش پیدا کردی۔ یہ خبر پاکر پھر قسطنطین نے اوسے دربار میں پکڑ بلایا اور حکم دیا کہ وہ کونسل نائس کے فیصلے سے اتفاق کرنیکا اقرار کرے ورنہ وہ دیکھیگا جو اسکو دیکھنا پڑے گا۔ اریوس نے حلف لیکر اقرار کیا تو بادشاہ نے پھر اوسکو مذہب عیسائی میں ملائے جانیکا حکم دیا لیکن دوسرے دن جب وہ بڑے معبد عیسائی میں جارہا تھا راستہ ہی میں مرگیا لیکن اسکی تعلیم شریعت اوسکے ساتھ ختم نہوئی بلکہ نسلاً بعد نسلاً عیسائیت میں تفرقہ پیدا کرتی رہی ۲۷۰ء میں پیدا ہوا اور ۳۳۶ء میں فوت ہوا P154

اریوس کی تعلیم قطعاً ممنوع کردیگئی اور گویا جرم قانونی قرار دیدی گئی اور کرائسٹ پدر اعلیٰ کے جوہر متحد تسلیم کریئے گئے۔

اسپرٹ اف اسلام بحوالہ 305ق GIBBON VOL IV P.305

اس انتظام سے مذہب عیسوی کی جو حالت ہوئی ہو اوس سے قطع نظر کرکے آپ اس وقت سے اس مذہب کی تاریخ ستم و جور۔ اندرونی جنگ و جدال۔ خوفناک اور ظالمانہ حملات۔ باہمانہ نفرت اور قتل و غارت سے آپس کی روز افزوں مشاجرت۔ عام قلوب انسانی سے عقل و انصاف زائل کردینے کے تفصیلی دفتر پیش کرتی ہے۔ ان۔ تمام واقعات و حالات مین عالمان شریعت کی بدکاریان جزو غالب بنکر داخل ہین۔ ان عالمان شریعت کی مسرفانہ تعیش بیجا دعویٰ اور بدکاریان چارون طرف سے عام شکایتون کا باعث ہوئین۔ زمانہ قدیم کے طریقہ تجرد نے فرقہ مانک (Monks) کو اپنا مقام بنایا۔ اوران صاحبان تجرد کی بدکاریان ضرب المثل بن گئین۔ مانک فرقہائے عیسائیت کے مرتب اور تیار فوجی رسالے تھے۔ جو ہمیشہ انواع اقسام کے فساد۔ تکرار۔ اور مخالف سلطنت پرجوشیان رومۃ الکبریٰ اسکندریہ اور قسطنطنیہ کے ایسے مسیحی حکومت کے مرکزی شہرون کی عام شاہراہون اور سڑکون پر واقع کیا کرتے تھے ان کے ان مفسدہ انگیزی اور شرارت طبعی کے نتیجے ہمیشہ سخت خونریزیون مین نمایان ہوا کرتے تھے۔

نسطوریوس[۵۱] اور سینٹ سائرل[۵۲] (NESTORIUS & ST. CYRELL) قاتلان ہپتیا (HYPTIA) دو مسیحی علما کی باہمانہ جنگ و جدال نے عیسائیت کی تاریخ مین ایک قابل الذکر باب کا اضافہ کردیا ہے۔

مختلف مذہبی کونسلین دوسری مذہبی مجلس مشورت۔ جو کونسل اوسیفس[۵۳] کے نام سے مشہور ہے۔ انھین اختلاف مذہب دور کرنیکے لئے جو شریعت مین واقع ہوگئے تھے منعقد ہوئی تھی۔ مگر جیسا کہ مورخ گبن کا بیان ہی۔ اس مجلس مشورت مین

۵۱ نسطوریوس (NESTORIUS) شاہ تھیوڈوسیس کے زمانہ مین قسطنطنیہ کا بشاپ مقرر ہوا۔ اوسنے شہر انطاکیہ سے سند اجتہاد حاصل کی اور مبلغ دین مسیحی کے خدمات انجام دینے مین اوس نے بہت بڑی ناموری حاصل کی ۴۲۸ء مین فرمان شاہی کے مطابق وہ قسطنطنیہ کا مجتہد اعظم مقرر ہوا لیکن ۴۳۱ء مین وہ مسئلہ حلول یا ذات عیسیٰ مین دو جوہرون کے انکاری جرم مین معزول کردیا گیا اور چار سال تک قسطنطنیہ مین مقید رہا۔ پھر ملک مصر مین جلاوطن کردیا گیا۔ اسکے بعد بہت سے دوسرے مقامات مین بحکم سلطنت رہا مقید رہکر بالآخر قید ہی کی حالت مین مرگیا۔ اوسکی تعلیم و ہدایت تمام مشرقی ممالک مین پھیل گئی اور ابھی تک اوس اطراف مین اوسکے متبعین بکثرت پائے جاتے ہین۔ اوس نے ۴۳۹ء مین وفات پائی۔

۵۲ سینٹ سائرل (ST. CYRELL) اسکندریہ کا بہت بڑا مسیحی عالم۔ اس نے فرقہ اریوس کے عقاید کی تردید و تکذیب مین اپنی عمر کا بہت بڑا حصہ صرف کردیا۔ وہ سند اجتہاد سے ۳۵۰ء مین اوتار دیا گیا اس لئے کہ وہ گرجا کے بیت المال کو بیچکر فقرا و مساکین کو کھانا بانٹتا تھا۔ اوس نے مجلس علماء مین اپنی اس سزا کی اپیل کی اور وہ پھر اپنے قدیم عہدہ پر بحال کردیا گیا۔ لیکن بار دیگر ۳۶۰ء مین معزول کیا گیا اور پھر ایک بار اپنے قدیم عہدہ پر ممتاز کیا گیا لیکن شاہ ویلین (VELEN) نے پانچ برس کے بعد اوسکو جلاوطن کردیا اور پھر بادشاہ کے زمانہ حیات تک واپس نہ آیا۔ اوسکی موت کے بعد آیا بھی تو فوراً مرگیا ۳۱۵ء مین پیدا ہوا ۳۸۶ء مین مرگیا۔ B. رسالہ ونٹ E.P. 53

۵۳ ابیفینوس (EPIPHANUS) جزیرہ قبرس (CYPRUS) کا عالم شریعت شاہ قسطنطین کا خاص مقرر کردہ تھا۔ اس نے ایک شارح کتب قدیمہ کی رد لکھی ہے لیکن اس کی اصل کتاب سے اسکے اقتباسات جو اس نے دیگر علماء و حکماء کی تصنیفات سے مستنبط

عالم اسکندریہ کی خودرائی نے بحث وکلام کی آزادی کو بالکل روکدیا۔
دو جنس غیر کی تعلیم وعقیدہ حسب یہ حکم عام دیکر بالکل حرام کردیگئی کہ جو لوگ ذات عیسیٰ کو دو جدا حصون مین تقسیم کرتے ہین وہ تلوار ذن سے خود حصون مین تقسیم کردیے جایئن۔ وہ خود پارہ پارہ بنادیے جایئن اور جلتی آگ مین جلا دیے جایئن۔ یہ ایک عیسائی مجلس کم مشورت کے مخیرانہ مقاصد ثابت ہوتے ہین۔

پانچوین صدی کے حالات

اس کے بعد شہر چالکیڈون[۵۱] (CHALFADON) مین ایک تیسری مجلس مشورت قائم ہوئی۔ یہ مجلس روم کے بشپ کے استصواب رائے سے قائم ہوئی تھی اس مجلس مین ذات واحد مین عیسیٰ کو عین ظہور خدا لیکن دو جداگانہ عناصر کی ترکیب کیساتھ باہم جڑ ہونیکا عقیدہ بالوضاحت عام طور سے تسلیم کرلیا گیا۔ فرقہ مینوفیسائیٹ (MONOPHYSITES) اور نسطورین (NESTORIAN) نے فیصلہ چالکیدون کے سدراہ ہونیکی کوشش کی لیکن اس عقیدت کے متعصبین کے ہاتھون سے جو اپنے زعم خاص مین کرائسٹ کے وجود اور ذات خاص کے راز کی تحقیق کامل کرچکے تھے۔ ان لوگون کا قتل عام کرکے استیصال کامل کردیا گیا شہر بیت المقدس عیسائی راہبون کے قبضہ خاص مین آگیا۔ اور ان لوگون نے عقیدہ ظہور ذات واحد کی صدائے احتجاج بلند کرکے تمام شہر کو غارت کردیا۔ جلا دیا اور قتل کرڈالا۔ یہان تک کہ مزار عیسیٰ بھی خون انسانی سے ناپاک و آلودہ کردیا گیا۔ اسکندریہ کے عیسائی۔ جو ایک عورت کو قتل کرچکے تھے اپنے اعظم ترین پیشوائے مذہبی کو بیت المقدس مین عین اصطباغ دیتے وقت اوسی مقام مقدس مین قتل کردینے سے باز نہ آئے۔ یہان تک کہ اوسکی صاف اور ستھری لاش کو آگ مین جلادیا اور اوسکی خاک کو دریا مین بہادیا۔

چھٹی صدی کے حالات اور فرقہ مینوفیسائیٹ[۵۲]

چھٹی صدی کے اوسط مین مینوفیسائیٹ فرقہ کا طالع واژون پھر ایک بار یعقوب (JACEOB) نامی شہر آدیسہ کے بشپ کے زیر ہدایت ہوکر راستی پر آیا تھا۔ یعقوب اور اوسکے جانشین اور قائم مقامون کے زمانے مین پھر اس فرقہ نے مشرقی حکومتون مین بہت بڑی شہرت

بقیہ صفحہ گذشتہ کے ہین بدرجہا بہتر اور مفید ہین ۱۲۱۴ء مین ولادت اور ۱۲۹۲ء مین وفات ہے۔ BEETONS HIST 641

۵۱ چالکیڈون (CHALCADON) دریائے پونٹس (PONTOS) کے دہانے پر موجودہ شہر باظوم (قسطنطنیہ) کے دوسرے جانب واقع ہے یہان قوم مُغ (MEGGIES) کے لوگ پہلے آباد تھے۔ اس شہر کو سیتھنس (SYTHIANS) (قوم سیستان) نے بادشاہ غیلینیس (GALINNUS) کے عہد مین تیسری صدی عیسوی مین غارت کرڈالا۔ بہر شاہ جسٹینین (JASTINIANS) نے چھٹی صدی مین آباد کیا۔ پھر اسکو ترکون نے اپنے زمانہ عروج مین برباد کرکے اشیاء عمارت کو شہر قسطنطنیہ (استنبول) مین ڈھوکر اپنی عمارات مین صرف کیا۔ یہ شہر حکیم زینا قرطوس (ZENACRATUS) کا مولد تھا۔
BEETONS HIST P. 425

۵۲ مینوفیسائیٹ (MONOPHYSITES) عیسائیون کا وہ فرقہ جو ذات مسیح کو صرف ایک جوہر سے مخلوق سمجھتا ہے۔ بخلاف عیسائیون کے عام عقائد کے جو عیسیٰ کی ذات کو الوہیت اور انسانیت دونون جوہرون سے مرکب جانتے ہین۔ BEETONS HIST 585

اور غرت پیدا کی فرقہائے نسطوریہ۔ و متعصبین عیسائیت اور اہالیان چالکیڈون پر اپنے متواتر حملات کرکے ان لوگون (فرقہ یعقوبی) نے تمام دنیائے عیسائیت مین تباہ و برباد کر دینے والی لڑائیان اور خونریزیان چارون طرف واقع کر رکھی تہین غیر عیسائی طریق کے لوگون کے نزدیک مانیوفیسائیت کی تعلیم کہ عیسٰی کی صفات روحانی و انسانی باہم متحد ہوکر ایک جنس خاص تیار ہوگئی ہے اور اس اتحاد ضدین سے کوئی تمیز یا تفریق۔ دو اشیاء مختلفہ مین نہ کسی صورت سے نمایان ہوتی ہے اور نہ پیدا ہوتی ہے اصول مقررکردہ کونسل چالکیڈون سے کسیطرح علیحدہ اور مختلف نہین ہوتے لیکن تاہم یہ اختلافی خصوصیت بھی کثیر التعداد قوم انسانی کی مصیبتون کا باعث ثابت ہوتی ہے۔ آخرکار ۶۳۰ء مین شاہ ہرقلیوس (ہرقل) (MARCULIUS) نے ان مذہبی مقاعدیون مین اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کی ضرورت سے ایک خاص عقیدہ کو جاری کیا اور اس کا نام مانوتھیالیٹس (MONOTHYLITES) رکھا

ساتوین صدی کے حالات فرقہ مانوتھیالیٹس کی ابتدا

اس فرقہ کی تعلیم نہ اتنی جابرانہ تھی اور نہ مجنونانہ۔ مانوتھیالیٹس کے عقیدے مین نہ عیسٰی خدائے کامل تھے۔ اور نہ انسان کامل لیکن اُنکی ترکیب خلقت الوہیت اور انسانیت کے دونون جوہرون سے بقدر مشترک مرکب تھی۔ اور ایسی کہ اوسکی ذات نہ مرکب معلوم ہوتی تھی اور نہ اس ترکیب مین کوئی تغیر یا بدترتیبی تمیز کی جاتی تھی۔ بلکہ اس باہمی توحد و توصل سے صرف ایک ہی ذات یقین کی جاتی ہے۔

بخلاف اسکے کہ یہ صلح کن طریقہ تعلیم قلوب مختلفہ عیسائیت مین سکون و آرام۔ اتفاق و اتحاد پیدا کرے اسکے شیوع نے تو عیسائیون کے مختلف فیہ فرقون کے درمیان خرابیون کو اور گہرا کر دیا نتیجہ یہ ہوا کہ ایشیائے مغربی افریقہ شمالی اور ممالک یورپ کے اکثر حصّون مین۔ حضرت عیسٰی کی منسوب الیہ قربانگاہون مین قتل عام وغیرہ کے وہی منظر اور وہی عالم ہمیشہ پیش آتے رہے۔

آمد آمد اسلام سے ماقبل کی صدیون مین ممالک مسیحی کے مذہب وملت کی یہ کیفیت تھی۔ جو اوپر بیان کی گئی خلاصہ یہ ہے کہ قسطنطین کے مذہب عیسائی اختیار کرنے سے مذہب عیسوی نے سلطنت رومۃ الکبریٰ مین نمایان قوت پکڑی۔ لامذہبی کی راہ تو بند ہوگئی لیکن اسکے (لامذہبی کے) زوال کی وقت بڑے بڑے عظیم الشان اور خالص رومی سلاطین نے اسکو قایم رکھنا چاہا۔ لیکن اسکا زوال وانہدام لاعلاج ہو چکا تھا۔ مورخ گبن کا بیان ہے کہ لامذہبی اور کفر پرستی کے قطعی موقوف ہوجانے کے بعد یہ امید تھی کہ قوم عیسائی امن وامان اور سلامت روی کی حالتون مین تنہا ہوکر اپنی کامیابی سے آرام و سکون پائے گی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اصول مذہب کا باہمانہ نفاق اونکے سینون مین ابھی تک زندہ تھا۔ اور بجائے اسکے کہ وہ پیغمبر کے اصول و قواعد کی عملی طور پر مشق و پابندی کرین اون لوگون نے ذات عیسٰی کی تحقیقات و تفہیمات کا محققانہ انداز اختیار کیا۔ تمام مسیحی یورپ گہری تاریکی مین ڈوبا ہوا تھا اور شریعت عیسوی انواع اقسام کے اختلافات و موضوعات سے بھری پڑی تھی مردون کی روحین اوسی طرح کثرت سے پوجی جاتی تھین اور معززین قوم و ملک کے

مجسمے اوسیطرح قابل تعظیم و پرستش تسلیم کئے جاتے تھے۔ قبور پرستی اور شخص پرستی دونوں عالمگیر ہو رہی تھیں۔ اوسیطرح عیسائیت کفر پرستی بنا دی گئی تھی عیسائیت کی ماتحتی کی وجہ سے قوم کی ملکی اور معاشرتی حالتیں بھی بالکل افسوسناک ہو رہی تھیں

عیسائیت کے حیوانی مظالم انسان سے خیالات و فیصلہ بات کی آزادی صلب کر لیگئی تھی۔ اور عیسٰی کی حکومت لاتعداد صدیوں اور کافروں کی بے رحمانہ قربانیوں اور بیجان بتائیوں تک محدود کر دیگئی تھی۔ جو عقائد مروجہ ملک سے بال بھر بھی اختلاف کرنیکی جرأت کرتے تھے شہر اسکندریہ کی کھلی سڑک پر اور مہذب دنیا کی کھلی آنکھوں کے سامنے زمانہ قدامت کی شریف ترین عورت ناقابل الذکر مظالم کے ساتھ۔ ایک عالم عیسائی کے ہاتھ سے جسکا نام دفتر عیسائیت میں شہید کے لقب مقدس سے برابر تحریر کیا جاتا ہے۔ اور جسکے لئے موجودہ روشنی کے زمانہ میں ایک عذرخواہ۔ (ڈریپر) (DRAPER) بھی پیدا ہو گیا ہے۔ ذبح کر ڈالیگئی ڈریپر کے خوش بیان صفحات میں ان خونخوارانہ جرائم کے پورے واقعات موجود ہیں۔ جو ابدالآباد تک عیسائیت کے دامن پر بہت بڑا داغ لگائے رہیں گے۔

قتل ہپتیا ایک خوش جمال عقیلہ اور نہایت پارسا خاتون پر جسکی درس گاہ شہر اسکندریہ میں صاحبان ذوق و اہل معاشرہ مروجہ کی کثرت سے ہمیشہ بھری رہتی تھی مبلغین اور معلمین عیسائیت کے ایک گروہ نے عین اوسوقت حملہ کر دیا جب وہ اپنی تعلیمگاہ سے باہر آرہی تھی ان مویدین مذہب کے شور و غل میں وہ اپنی گاڑی پر سے کھینچ لی گئی۔ اور کھلی سڑک پر بالکل ننگی کر دیگئی وہ تو خوف کی شدت سے بیہوش ہو رہی تھی اوسے اسی شکل سے کھینچ کر ایک قریب کے گرجے میں لیگئے اور وہاں امام مذہب کے چھرے سے قتل کر ڈالیگئی۔ اوسکی غریب لاش کے ساتھ بدکاری کیگئی۔ اسکے بعد اوسکی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گئے اسپر بھی یہ خونخوارانہ مظالم اوسوقت تک تمام نہیں کئے گئے جب تک کہ سیپیوں سے اوسکا گوشت ہڈیوں سے بالکل کھرچ نہ لیا گیا پھر بقیہ اجزائے لاش کو آگ میں ڈالدیا گیا۔ اور باوجود ان تمام مظالم کے دنیائے عیسائیت نے اس ظالم (قاتل ہپتیا سینٹ ساریل) کو مذہبی امام و پیشوا کا خطاب دیا جس نے ایسی خوفناک اور انقلاب انگیز خونخواری دکھلائی غریب ہپتیا[1] کا خون بہا سوائے عمر ابن العاص کی تلوار کے اور کوئی دوسرا نہ لے سکا۔

---

[1] ہپتیا (Hypatia) تھیون (Theon) کی لڑکی تھی۔ اور شہر اسکندریہ کی بہت بڑی ریاضی دان حکیمہ۔ باپ کے مرنے کے بعد اوس نے حکمت افلاطون کی سند اوس شہر میں حاصل کی۔ اور کثیر التعداد طلبا اور شاگردوں کو ریاضی اور فلسفہ کی تعلیم دینے لگی۔ یہاں تک کہ یونان اور اسکندریہ میں تعلیم حکمت ارسطو اور افلاطون میں اوسکی شہرت تمام پھیل گئی سینیاسوس جس نے آخر میں عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا اوسکا بڑا مداح تھا۔ اسیطرح ارسطیطوس جو حاکم اسکندریہ تھا ہپتیا کی بڑی قدر و منزلت کرتا تھا اور ہر امر ضروری میں اوس سے مشورہ کیا کرتا تھا۔ حاکم اسکندریہ اور ساریل (قاتل ہپتیا) کے درمیان سخت عداوت تھی جو آخر میں فیما بین جنگ و جدال کی صورت میں مبدل ہو گئی تھی۔ اور رہبانوں (MONKS) کی آراستہ جماعت نے ساریل کی طرف ہو کر ارسطیطوس پر حملہ کر دیا اور ارسطیطوس کو بالآخر شہر سے بھاگنا پڑا۔ اس کے بعد ان لوگوں نے ہپتیا کو پکڑ کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔

عیسائیت کے مظالم اور عالمگیر بدکاریان

حکومت قسطنطنیہ کی حالت خصوصاً شاہ جسٹینین (JASTINIAN) کے ایسے نامور اور مویدِ عیسائیت کے ایام حکومت مین۔ تمام عیسائی حکومتون کی ملکی اور قومی بدکاریون اور بداخلاقیون کی مرتب فہرست ہے۔ (اقاصرہ روم کے تخت شاہی پر ملکہ تھیوڈرا (THEODRA) کے قدم آئے اور وہ سلطنت کے تمام نظام مین بادشاہ کی شریک بلکہ شریکِ غالب بنگئین تھوڈرا نے شہر قسطنطنیہ مین اپنی (بدکاری کی) علانیہ تجارت شروع کردی۔ اور وہان کے آوارہ مزاج باشندون مین اُنکا نام ضرب المثل ہوگیا لیکن باینہمہ اوس شہر مین کامل تعظیم و تکریم کے ساتھ یہ سلطانہ تسلیم کرلی گئین اور بڑے بڑے حاکمان قتل و قصاص مجتہدان عصر فتحمند اور قلعہ کشا سپہ سالاران افواج اُنکی تعظیم و احترام کرنے لگے۔ تھیوڈورا کے جور و مظالم سے سلطنت روم تمام دنیا کی نگاہون مین ذلیل و خوار ہوگئی۔ جن مظالم کو نہ کوئی نصاب مذہبی روک سکتا تھا اور نہ حدود قومی یہ شورش انگیز مفسدے۔ خونریز ہنگامے جن مین علمائے مذہب کی ہمیشہ نمایان شرکت رہتی تھی۔ اوس زمانہ خاص کے آئین تھے۔ ان موقعون پر تمام حکام نظام۔ عام اس سے کہ نظام انسانی ہون یا احکام روحانی سب پامال کردیے جاتے تھے۔ معابد اور مذابح (قربان گاہین) خونخوارون سے ناپاک بنے ہوئے تھے۔ کوئی مقام نہ امن و آرام کے قابل تھا اور نہ طہارت و احترام کے لایق۔ قومی قوانین بالکل متروک کردیے گئے تھے۔ اور باغیانہ بدکاریان دن دہاڑے ہمیشہ جاری رکھی جاتی تھین۔ کوئی واقعہ ایسا خوفناک اس ناپاک شہر مین اوسوقت تک ظاہر نہین ہوا تھا جیسا کہ نیکا کے عام بلوے کیصورت و طریقہ مین شاہ جسٹینین کے پانچوین سال جلوس مین واقع ہوا طبقہ رعایا کی عام طوائف الملوکی اپنی تمام خونریزیون اور بدکاریون کے ساتھ شاہی افواج متعصبین کی حمایت کی وجہ خاص سے ترقی و وسعت پاکر بالکل وحشیانہ انداز و صورت مین اس حد تک پہونچ گئی تھین کہ سلطنت کفار مین بھی اون کی نظیر نہین ملتی۔

شاہ مارقیوس کا خون ناحق

جب ہم قسطنطنیہ کی ان حالتون کا مقابلہ کرنے لگتے ہین تو حکومت فارس کی حالت کو اوس زمانہ مین اس سے کہین بہتر سمجھتے ہین۔ عام جذبات انسانیت۔ ان مظالم و جرائم کو دیکھکر جنھون نے مسیحی قسطنطنیہ کے کارنامون کو سراپا داغدار بنا دیا ہے۔ بالکل علیحدہ ہو جاتے ہین۔ جس زمانہ مین کہ پیغمبر اسلام علیہ السلام بالکل کمسن تھے عین اوسوقت ایک نہایت نیک اور پرہیزگار عیسائی حکمران قسطنطنیہ[۵] جس کا مثل آجتک تخت بازنطیوم (سابق

بقیہ صفحہ گذشتہ۔ اوسکے اعضا کو جلاد الا ہپتیا نے دیوناطوس (Dioth[illegible]) کی تالیف اور دیگر کتابون کی شرحین لکھین اور مقدس زمانہ مدیو رنڈ۔

چارلس کنگسلے KINGSEY REVD CHARLSE نے ایک خاص کتاب مین اسکے واقعہ کو لکھا ہے۔ BEETONS HIST P. 935.

[۵] اس بادشاہ کا نام مراقس رومی تھا (MAURICEUS) یہ شخص نہایت قدیم خاندان رومن کا ممبر تھا۔ ۵۷۸ء مین شاہ طبرس نے اسے سالار فوج بناکر محاصرہ فارس مین بھیجا تھا۔ دہان اس نے فتح عظیم حاصل کی ۵۸۲ء مین وہ شاہ طبرس کا قایم مقام ہوا۔ اور اوسکی لڑکی سے شادی کرلی اہل فارس نے روم پر چڑہائی کردی جانبین سے صف آرائی ہوئی اور کامل آٹھ برس تک قایم رہی۔ اور بالآخر خسرو ثانی کے حکومت سے منتزع کیئے جانے پر ختم کردی گئی تخت سے منتزع ہوکر خسرو نے مراقس سے کمک مانگی۔ اور مراقس نے مدد فوجی دیکر اوسکو اوسکا موروثی تخت دلوادیا اسکے معاوضہ مین چند قلعہ جات فارس مراقس کو بدلے اسکے بعد ۱۲ برس (باقی

نام قسطنطنیہ) پر نہین بیٹھا تھا ایک عیسائی بادشاہ کے اشارے سے قتل کردیا گیا وہ مظلوم بادشاہ اپنے قصر شاہی کے عبادت خانہ سے باہر کھینچکر لایا گیا اوسکے پانچون بیٹے ایک ایک کرکے اوسکی آنکھون کے سامنے قتل کردیے گئے اور یہ حسرتناک منظر بادشاہ کو خاص تمام کردیے جانے پر ختم کردیا گیا۔ اسکے بعد اوسکی بیوہ سلطانہ پر اور اوسکی لڑکیون پر خوفناک مظالم ڈہایے گئے اونکو بھی اوسی مقام پر قتل کردیا گیا۔ جو مقام اون سے پہلے شاہ مراقس کے خون سے رنگین ہوچکا تھا۔

اسکے بعد کے واقعاتِ مظالم۔ جو مقتول بادشاہ کے احباب و رفقا کے ساتھ عمل مین لایے گئے۔ وہ عیسائیان قسطنطنیہ کے اخلاق کی کامل فہرست مین اونکی آنکھین پھوڑ دی گئین۔ تالو سے زبانین کھینچ لی گئین مثل حیوانات کے اون کے ہاتھ پاون کاٹ ڈالے گئے۔ اون مین سے اکثر تازیانون کے نیچے مرگئے۔ اکثر آگ کے شعلون مین جلکر خاک ہوگئے اکثر کے کام تیر مار مار کر تمام کردئے گئے۔ اور جلدی سے مار ڈالنا۔ تو بقول گبن۔ ایک قسم کا بہت بڑا رحم تھا۔ جو ان بدنصیبون کو مشکل سے نصیب ہوا۔

سلطنت قسطنطنیہ خون تھوک تھوک کر قریب المرگ ہورہی تھی۔ اور ملکی اور مذہبی تفریق و مناقشات سے صد پارہ ہوکر اور عقلی مجادلون سے بیدل ہوکر۔ مذہبی عقاید مین اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کی کوششون سے بالکل کمزور ہوچکی تھی۔ اور ہمیشہ کشت و خون۔ بدکاریون اور خونخواریون کے مناظر پیش کرتی رہی۔

عیسائیون کا بہت بڑا مشہور و معروف مورخ ملمین (MILMEN) قسطنطنیہ مین اوس زمانہ کی مجنونانہ عیسائیت کی یہ حالت بیان کرتا ہے۔

قسطنطنیہ کا بشپ (مجتہد اعظم) سلاطین قسطنطنیہ کا دہن بستہ نمکخوار۔ ادنیٰ غلام اور پر جوش مذاق والا مصاحب تھا۔ اور کبھی اپنا کامل اخلاقی اثر حاکم سلطنت کے مزاج پر نہ پہونچا سکا۔ اس سے طبقہ زیرین کے ماتحتی علما و پیشوایان مذہب عیسوی قطع نظر آسکتے کہ اونھون نے اپنے دوسرے احسان و اشفاق قوم پر مبذول کرکے قوت و دولت اور مراتب حاصل کرلئے ہون۔ جن سے وہ قوم کی حرص اور دیگر خواہشات نفسانی کو روک سکین مگر باوجود اسکے اونکی یہ تمام قوتین اتنی کافی نہین تھین کہ وہ تمام قوم کے قلوب پر کبھی نظام امن قایم رکھنے کیلئے تحکم کرسکین۔ یا قدیم زمانہ کی بداخلاقیون کو موقوف کرسکین۔ باہمانہ مناقشات و اختلافات میں سکون پیدا کرسکیں اور دو گرتی ہوئی قوموں کو یکجا کردیں بظاہر تو وہ قلوب پر حکمرانی کرتے تھے اور اس سے قبل زمانون مین بھی وہ حکمرانی کرچکے ہین لیکن قلوب عامہ پر یہ حکمرانی کسی اقتدار و عظمت یا احسان و خلوص کے ذریعہ سے نہین کی جاتی تھین بلکہ جاہل متبعین کو وہم پرستی کے خوف دلانے۔ ڈرانے اور دہمکانے سے

بقیہ حاشیہ گذشتہ۔ رومیون مین جنگ واقع ہوئی جس مین اہل عرب نے بارہ ہزار ۱۲۰۰۰ رومیون کو قید کرلیا ۔ اگرچہ مراقس نے فدیہ دیکر اونکو چھڑا لینا چاہا مگر عربون نے دینے سے انکار کردیا اور سب کو قتل کرڈالا۔ اس جرم مین فوج نے مراقس کیساتھ غدر کیا اور فوکس (PHOCOS) کو اپنا بادشاہ بنایا اور قسطنطنیہ پر حملہ کرکے مراقس اور اوسکے تمام خاندان کو قتل کرڈالا بسنہ ۵۳۹ء مین پیدا ہوا اور سنہ ۶۰۲ء مین قتل ہوا۔ BEETONS 297.

حقیقتاً اس طبقہ کے لوگ (علمائے عیسائیت) بذات خود جہالت کے غار مین گر پڑے تھے۔ اور جہالت و حیوانیت کے آگے سرنگون ہو گئے تھے اور یہ ایک نہایت ذلیل درجہ کی تہذیب تھی۔ رہبانیت نے قوم کے کثیر التعداد افراد کو جو محض زاہدانہ اور دینی مشاغل مین نہایت مستعد اور کار آمد لوگ ثابت ہوتے ہین۔ اپنی طرف کھینچ لیا۔ لیکن ان رہبانون نے جب ملک کے خونخوارانہ اور مخالفانہ معاملات ملکی مین اپنے جتھے اور فرقے بنا بنا کر شرکت کی۔ اوسیوقت سے اونکی نگاہون مین اونکی وقعت اور اون کے اثر بالکل کم ہو گئے۔ وہ کہنے کے لئے تو دنیا سے بالکل علیحدہ تھے۔ تارک الدنیا و العلائق تھے۔ جیرد تنہائی کے وادی مین ساکن تھے اور انہین لوگون مین وہ راہبین جو مانک (Monk) کے نام سے مشہور و معروف تھے اپنے اپنے صومعات مین تو بجائے خود نہایت مستحکم اور پر امن تھے۔ اور ایسا ہی وہ اپنی نجات کی نسبت بھی یقین کامل رکھتے تھے لیکن اپنے فرقہ کے سوائے تمام نوع انسانی کو ایک لاعلاج فنا و نیستی کے لئے چھوڑے بیٹھے تھے۔ سپرٹ آف اسلام ص ۳۳

بحوالہ
MILMANS LATIN CHRISTIANITY VST INTRODUCTION P. 84

جو قطعات ملکی۔ ایشیائی ترکستان مین۔ دریائے فرات سے مغرب کی طرف واقع تھے۔ وہ پارتھینین[۱] (PARTHIAN) اور رومن قومون کے ہاتھون یکے بعد دیگرے برباد ہو چکے تھے۔ پھر ان دونون تباہ کن قومون کے بعد ان ممالک کو ایرانیون اور رومیون نے پامال کر کے تباہی و بربادی کے آخر درجون تک پہونچا دیا تھا۔ وہان کی رعایا کی بدکاریان اونکی قومی تباہی سے بڑہی ہوئی تھین متعصبین عیسائیت نے اونکی قومی حالتون مین ترقی پیدا کرنے کی جگہہ اونکی خرابیون کو اور روزافزون کر دیا تھا ان ممالک مین مذہب زردشتی ذلیل ترین عیسائیت سے ایک طرف اولجھا ہوا تھا۔ اور فرقہ نسطوریہ (NESTORIAN) اپنے متعصبین مذہب کے گروہ سے دوسری طرف دست و گریبان تھا۔ اور یہ وہی قدیم جنگ تھی جو فیما بین۔ مانیکیوس اور دو پیغمبرہائے انسوان کے درمیان ایک زمانہ دراز سے جاری تھی۔ الغرض ان مفسدات نے مغربی ایشیا کو بربادی اور ناامیدی کا ناپیدا کنار ویرانہ بنا رکھا تھا۔

وہ گرد باد فتوحات جو افریقہ ہو کر گذر گیا۔ وہ قتل عام کشت و خون معلمین و مبلغین مذہب عیسائیت کی زیادتی اور بدعنوانی سے بالکل پر اور مملو تھا۔ اُس نے نور اخلاق کے ایک ایک ذرے کو چن چن کر ملک مصر اور دیگر ممالک افریقہ کے حصّون سے جو قریب قریب زوال و نیستی کے پہونچے ہوئے تھے نکال پھینکا۔ قوم کی حالت اس سے بھی زیادہ ہیبتناک

---

[۱] پارتھینین (PARTHIAN) ایشیائے مغربی کے ایک علاقہ خاص کا قدیم نام ہے جو کیسپین کے جنوب و مشرق کی جانب ایک جنوبی خاکنا ہے ہرقانہ (Hyrcania) سے ملا ہوا ہے اب وہ علاقہ خراسان کے شمالی حصہ مین داخل ہے یہ قدیم سے ملک فارس کا علاقہ تھا۔ اسکو سکندر اعظم نے فتح کر لیا تھا اور بعد فتح ملک شام سے ملا دیا تھا لیکن یہان کی رعایا نے بغاوت کر کے اپنے ملک کو آزاد کر لیا۔ اگرچہ رومیون نے اونکو مفتوح کرنیکی متواتر کوشش کی لیکن پھر وہ کبھی کامیاب نہ ہوئے۔ یہانتک کہ اونکے خاص حاکم اربانینوس چہارم (ARBATINIUS IV) نے فارس والون کے ساتھ جنگ کی اور عین معرکہ جنگ مین مارا گیا۔ اوسی وقت سے یہ علاقہ ممالک فارس کے ساتھ ہمیشہ کے لئے ملحق ہو گیا۔ (BEETONS HIST 528)

ہو رہی تھی روز روشن میں حاکمان شریعت اور قوم کے لوگون کی دونون آنکھون کے سامنے نارسیسز[۱] (NARSES) کے ایسا ایک محسن قوم و ملک شہر قسطنطنیہ کے بازار مین زندہ جلا دیا گیا۔ ایسے ہی تختگاہ روم مین اکزارچ (EXARCH) نائب السلطنت) کے آنکھون کے سامنے فریق مخالف بشپ کے طرفدارون نے اعلان جنگ دیدیا اور تمام گرجاون کو عیسائیون کے خون سے بھر دیا۔

ملک اسپین (اندلس) نے ان سے بھی زیادہ خوفناک بربادی اور طائف الملوکی کے واقعات پیش کئے۔ دولتمند طبقہ قوم اور وہ چند صاحبان اقتدار و حقوق۔ جو حکومت کی طرف سے عمالان ملکی کے عہدون پر ممتاز تھے یا حاکمان وقت ہونیکے خطابات و القابات رکھتے تھے۔ وہ گو تمام دینی اور دنیاوی تکالیف سے البتہ سبکدوش تھے۔ وہ انتہا درجہ کی عیش و عشرت کے ساتھ اپنے اپنے خوشنما محلات مین رہتے تھے۔ غلام و کنیز خدمت کے لئے ہمیشہ اونھین گھیرے رہتی تھین وہ لوگ اپنے اوقات زیادہ تر حمام کی صحبتون مین صرف کرتے تھے۔ جو اونکی بدکاریون کے اظہار کی اصلی شکارگاہ تھی۔ یا قمار بازی کی میز پر اپنا وقت گذارتے تھے۔ اس سے جو وقت بچتا تھا وہ کھانے اور پینے مین صرف ہوتا تھا۔ ان کی یہ کثیر عیش و عشرت اور اون مین ان لوگون کی بے حد زیادتیان۔ عام طبقہ رعایا کی لاانتہا ناداری اور تکلیف کے ساتھ ایک خوفناک مقابلہ کا موقع دیتی تھین۔ اب رہی متوسطین طبقات قوم۔ جنکو شہرون اور قصبون کی آزاد رعایا کہا جاتا تھا۔ وہ روز من بادشاہون کے مظالم سے روزانہ پیسے جا رہے تھے۔ زمیندارانہ غلامی موقوف ہوگئی تھی۔ اوسکے قایم مقام آبادانہ غلامی قایم ہوگئی تھی اور اس نے آزادی اور غلامی کے درمیان کی صورت اختیار کی تہی۔ بعض حالتون مین وہ غلامون سے زیادہ آسودہ اور خوشحال تھے وہ جائز طریقہ مین شادی بیاہ بھی کرسکتے تھے۔ اور اپنی کاشت کے محاصل مین تدرے حصّہ پانے کے بھی مستحق ہو جاتے تھے اور اونکے مالک اونکے مال مویشی نہین لے سکتے تھے۔ باستثناء انکے وہ اور حالتون مین ملک کے غلام تھے۔ اور اون کی ذاتی خدمات بالکلیہ حکومت سے وابستہ تھین۔ اون کو سزائے جسمانی اوسی طرح دیجاتی تھی جس طرح گھر کے لونڈی غلامون کو دیجاتی تھی۔ رعایا کچھ ایک ہی شخص کی غلام نہین تہی بلکہ ملک بھر کی۔ اون کی خدمات کے تعلقات موروثی اور ناقابل انفکاک طریقہ سے اون کی زمین کاشت سے متعلق تھے۔ جیسے وہ جوتتے بوتے تھے۔ ان غلامان حکومت کے حالات جو خاصکر تمام حکومت کی رعایا پر مشتمل تھے۔ ناقابل بیان تھے۔ اون پر حیوانون سے بھی زیادہ ظلم و بیرحمیان کی جاتی تھین۔ جہالت ملکی کے بارشانی حملات ان بدقسمت قطعات زمین پر

[۱] نارسیس یا نارسیسز (NARSIS) اصل مین یہ ایک خواجہ سرا تھا جو شاہان قسطنطنیہ کی حرم سرا مین معمولی عہدے پر مامور تھا رفتہ رفتہ شاہ جسٹنین کا مشیر خاص ہوگیا۔ اور بالآخر رومیون کی تمام افواج کا نہایت اعلیٰ اور کارگذار سپہ سالار بنگیا۔ یہ قوم گاتھ (GATH) کے محاصرہ مین رومیون کی طرف سے سپہ سالار افواج مقرر کرکے بھیجا گیا۔ اور ۵۵۲ء مین وہ فتحیاب ہوا اور شاہ طلطلہ (TOLTILA) اوسی جنگ مین مارا گیا۔ اسکے بعد وہ شاہ روم کیطرف سے تمام ممالک اٹلی مین وائسرائے بناکر بھیجا گیا۔ اوس نے اپنی حسن تدبیر سے ملک العطالیہ مین بہت خوب انتظام کئے لیکن آخر مین اوس پر حرص و طمع کا الزام لگایا گیا۔ او رشاہ جسٹنین کے بعد وہ اس جرم مین مس تجد سی معزول کردیا گیا وہ پچانوے برس کا ہوکر شہر روم قسطنطنیہ مین ۵۶۸ء مین زندہ جلا دیا گیا۔
GIBBONS HIST P. 501

س سے بھی زاید خوفناک بلا و مصیبت لائے لیکن جب ان مین بیداری آئی تو وہ از خود رفتہ خوفناک اور کامل الارادہ ہوگئی اور اونھون نے ان طبقات آراضی کو لوٹا قتل کیا اور باقیماندہ لڑکون عورتون اور پادری لوگون کو اپنا غلام بنایا۔ کثیر التعداد قومین اس جزیرہ نما یوروپ مین آباد تھین مقلدین حضرت عیسٰی کے ہاتھون جیسے جیسے خوفناک مظالم اون کے ساتھ ہوئے اور جس بیرحمی سے اونکا تعاقب کیا گیا وہ دلشکن ہین ان لوگون کا تعاقب عاملان شریعت عیسوی کے ہاتھون اور اون کے حکم خاص سے بزیر حکم شاہ ویسگوتھ سلبست (Visigoth Sisebut) سنہ ۶۱۶ء سے شروع ہوکر اوسوقت تک نہین تمام کیا گیا جبتک اسلام ان مظلومین جہالت و جنون کے لئے پروانہ نجات نہ لایا۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے یوروپ کے یہودیون کو اس قابل بنا دیا کہ میمونا ئدس (Moses Maimonides) یا ابن جبریل[1] کے ایسے قابل افراد پیدا کرسکے۔ اسپرٹ اسلام از ص ۱۹ تا ۳۸ دیباچہ رائٹ آنریبل مسٹر سید امیر علی سی۔ آئی۔ ای بالقابہ نے مندرجہ بالا عبارت تفصیلی مین صفحات عالم پر الکفر ملۃ واحدۃ کی ایسی اچھی تصویر کھینچی ہے کہ پھر اسکی دوسری مثال یا عکس ثانی پیدا کرنا دشوار ہے اس تفصیل سے ہر شخص باسانی سمجھ لیگا۔ کہ ظہور اسلام اور بعثت حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ الکرام کے وقت کفر و شرک اور ضلالت و جہالت کی عام تاریکی دنیا کے اس سرے سے لیکر اوس سرے تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور عادت الٰہی کے مطابق یہی وقت اور یہی موقع انوار رسالت کی ضیا افشانی کا خاص تھا۔ اس تفصیلی عبارت کے متعلق مجھکو کسی اضافہ کی ضرورت نہین تھی لیکن چونکہ موجودہ زمانہ مین تمام یوروپ کا زمانہ ہے اور اس کتاب مین تمامتر یوروپین مصنفین کی تعریفات سے مقابلہ ہے اس لئے ضرورت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت ممالک یوروپ کی جہالت و ضلالت جلیسی تاریخون سے ثابت ہوئی ہو وہ بھی تفصیل کے ساتھ پیش کردیجائے کیونکہ مندرجہ بالا عبارت تفصیلی مین اس تشریح کی کمی رہگئی ہے اس غرض سے ہم مفصلہ ذیل عبارت مین آنحضرت صلعم کے مبعوث برسالت ہونیکی وقت یوروپین ممالک کے علیحدہ علیحدہ حالات قلمبند کرتے ہین

ممالک یوروپ مین عیسائیون کی دینی اور دنیاوی بدنظمی

رسول عربی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بعثت کے وقت تمام یوروپ مین جہالت کا دور دورہ تھا۔ **انگلستان** مین برٹن (BIRTON) اور سیکسن (SAXON) قومین آباد تھین۔ نارتھمبرلینڈ۔ مڈلینڈ۔ کونٹیز۔ نارفاک۔ سفاک۔ اور سیکس (قریب قریب تمام اضلاع انگلستان مین) ہین ووڈن (WODDEN) کی پرستش ہوتی تھی۔

فرانس اور اوسکے اضلاع۔ برن بلڈ۔ سگ برٹ۔ فری دی گونٹن دی۔ بلہارک پر افسانہ و قصص کی حالت مین گرفتار تھا

[1] ابن جبریل۔ یہود کا بہت بڑا عالم شریعت اسپین کا باشندہ تھا۔ عام طور سے موسی مصری کہلاتا تھا کیونکہ وہ حاکم مصر کا حکیم خاص تھا اور کچھ قبل مین بانی کو مسلمان تبلایا تھا اس لیے کہ اوسوقت کہ اسلامی سلاطین یہودیون کے سخت مخالف تھے۔ وہ مختلف زبان و علوم سے واقف تھا اور خاصکر علم فلسفہ اور علم الادویہ کا بہت بڑا کامل تھا وہ علم شریعت کی حقیقت کا بھی ماہر تھا۔ اور مدراس و تالمود (تفاسیر و حدیث یہود) پر اوسنے بڑی بڑی شرحین لکھین اور دلائل عقلیہ سے اونکے مطالب کے مکاشفات کیے اوسکی تصانیف بڑی ضخیم ہین اور اوسکی قدر و منزلت یہود کی نظرین مین آتی ہے کہ ویسی کسی دوسرے عالم کی نہین۔ یہود تو اوسکو موسیٰ ثانی کہتے ہین اسکی شرح توریت اصول فقہ عبرانیان وغیرہ مشاہیر تصانیف مین بمقام قرطبہ سنہ ۱۱۳۵ء مین پیدا ہوا اور سنہ ۱۲۰۴ء مین فوت ہوا BEETONS Hist 259

اور ان علاقون مین پادریون کے ایماسے بہت سی بدکاریان روا رکھی جاتی تہین - فرانس ہمیشہ سکسن قومون سے دریائے البا (R. ELBE) پر معرکہ آرا رہتا تھا - یہ لڑائی سنہ عیسوی کے بعد تک جاری رہی جس مین سات رہے چار ہزار سکسن قیدی نہایت بیرحمی سے شہر وارڈون (WARDEN) مین ہلاک کئے گئے -

ہنگری - اندنون انتہا درجہ کی وحشی و ناشائستہ اور آوارہ قوم کے ہاتھون مین تھا - جنکو وحشیانہ اور ظالمانہ وسائل سے اپنے مذہب مین لایا گیا تھا - (سول ملٹری گزٹ مورخہ ۲ اکتوبر سنہ ۱۹۱ء اڈیٹوریل نوٹ)

ہندوستان مین پرانون کا زمانہ شروع ہوگیا تھا - اور بام مارگی فرقہ قابو یافتہ تھا - وہ اپنے گندے اصولون کیطرف بندگان خدا کی راہبری کرتا تھا - مندرون مین مرد و عورت کی برہنگی کی مثالین بنا کر رکھی جاتی تہین اور انھین کی پرستش کی جاتی تہی عبادت خانون کے در و دیوار پر ایسی سراپا فحش تصویرین کندہ کیجاتی تہین جنکے دیکھنے سے ایک مہذب شخص کو نفرت آنی چاہئے R. C. Dutt Civilization of India P37

چین اور مشرق بعید کے باشندون نے اپنے ملک کو آسمانی فرزند کی بادشاہت سمجھکر خدا سے موقوف کر دیا تھا ہر کام کے لیے جدا جدا بت مقرر کر لئے تھے - کوئی بارش کا - کوئی اولاد کا - کوئی جنگ کا - کوئی امن کا -

قبل بعثت عرب کے خاص حالات

یہانتک ہم معمورۂ عالم کے گوشہ گوشہ کی بت پرستی اور کفر مستی کے مفصل اور مسلسل حالات قلمبند کر چکے اور دکھلا چکے کہ ایک کفر شناسی کی بدولت - اونکے اخلاق - آداب معاشرت اور ملکی و قومی نظام کیسے تباہ و برباد ہو رہے تھے - اب ہم ان انقطاع عالم کے مندرجہ بالا حالات کو بالتفصیل بیان کرکے حسب الوعدہ اخیر مین جزیرہ نمائے عرب کی موجودہ تباہی و بربادی کا نقشہ ذیل کے مضامین مین کھینچتے ہین جس سے معلوم ہو جاوے گا کہ اس عام تاریکی کے زمانے اور اس دائمی ظلمت کے عین عالم مین اس قطعہ عالم کی جسکی نسبت وہان کے باشندے قلب عالم ہونیکا دعوی اور اپنی سرزمین وطن کو ایک نامحدود و غیر محدود زمانے سے تقدیس کا مرکز - رسالت کی تبلیغ کا مخزن - ابراہیمؑ کا معبد اور اسمٰعیلؑ کا مسکن قرار دیتے آئے ہین - ان خصوصیات و اوصاف سے تو یہ چاہتا تھا کہ وہ اور اوسکے باشندے بمقابلہ اور مقامات کے اپنے اطوار و کردار مین خدا پرستی اور صلاحیت کے مسلک قدیم پر قایم ہون لیکن واقعات اسکے برعکس یہ بتلاتے ہین کہ اونھون نے اپنی قدیم عظمت کے تمام خصوصیات کو بالائے طاق رکھکر ایک مدت سے کعبہ مین بت پرستی اختیار کر لی تھی تفصیل یہ ہے -

کئی صدیان گذر گئین تھین سیکڑون نسلین ختم ہو گئین تھین کہ جزیرہ نمائے عرب مین اوسوقت سے لے کر اسوقت تک کسی فرمانروا کا پورے ملک پر نہ تسلط ہوا تھا اور نہ کسی بادشاہ کی حکومت - ایک زمانہ دراز سے ملک کا ملک شتر بے مہار تھا - نہ کسی حاکم سے واسطہ نہ کسی حکومت سے سروکار حضرت شعیبؑ کے بعد سے جسے تین ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ ہوتا ہے آج تک اس قطعۂ زمین پر نہ کوئی ہادی اُمت نازل ہوا تھا - نہ کوئی راہبر اور نہ پیغمبرؑ اوترا تھا - اسوجہ سے یہ ملک کا ملک قوم کی قوم نہ خدا کے اصول ہدایت سے واقف تھی اور نہ قانون سیاست سے آشنا - ایک خالص آزاد قوم تہی اور کامل

جاہل ملک۔ جنگلی آزادی محض حیوانی تھی نہ انسانی لیکن وہ آزادی بھی انواع اقسام کی کیفر کرداریون مین گرفتار تھی۔ اور ملکی نام و نمود بھی ہزارطرحون کی جاہلیت مین نیست و نابود۔

زمانہ جاہلیت مین اہل عرب حقیقتاً کسی الہامی مذہب کو نہین مانتے تھے۔ اونکو خدا کے وجود ہی سے انکار تھا اور حشر کے منکر تھے۔ اور چونکہ وہ گناہ کے قائل نہ تھے اس لئے عقبےٰ مین روح کی جزا و سزا کے بھی قائل نہ تھے وہ اپنے آپ کو جملہ قیود قانونی خواہ حدود رسمی سے بالکل مبرا و منزہ تصور کرتے تھے۔ اور اپنی ہی آزاد مرضی کے موافق کاربند ہوتے تھے اونکا عقیدہ تھا کہ انسان کا وجود دنیا مین ایک وحشت یا جانور کے مانند ہے وہ پیدا ہوتا ہے اور پختگی پر پہونچکر تنزل پکڑتا ہے اور مرجاتا ہے اور جانورون ہی کے مانند بالکل نیست و نابود ہوجاتا ہے اکثر ان مین معتدل خیال والے بھی تھے۔ اور وہ روح کو غیر فانی سمجھتے تھے۔ اور اوسکی جزا و سزا کو آدمیون کے نیک و بد اعمال پر منحصر کرتے تھے۔ اس لئے ضرور تھا کہ وہ ایسا طریقہ اختیار کرین جس سے اونکو دائمی خوشی حاصل ہو اور اونکو ابدی تکلیف اور خرابی سے محفوظ رکھے۔ لیکن خود اونکے پاس کوئی ایسا اصول جسکے وہ کاربند ہون موجود نہ تھا۔ اسلئے اونہون نے اون قواعد کی طرف توجہ کی جنکو اونکی ہمسایہ قومین مانتی تھیں اور اپنی سمجھ کے موافق ہر قوم سے ان لوگون نے کچھہ کچھہ باتین اخذ کرلین۔

عرب مین بت پرستی کیسے آئی یہی اسباب تھے جن اسباب سے عرب نے شام کے بت پرستون سے بت پرستی سیکھی اور عمرابن لحیہ ہبل نامی بت کو شام سے لاکر اور خانہ کعبہ مین نصب کرکے عرب کی بت پرستی کا بانی اور داعی مشہور ہوا۔ ان لوگون نے بہت سے معتقدات اپنے ہی اصلی وطن کے الہامی مذہبون سے اور بہت سے غیر ملکون کے خیالات سے اخذ کرلئے تھے۔ اور پھر ان سب کو اپنے توہمات سے خلط ملط کرکے اپنے معبودون کو دین و دنیا کے اختیارات دے رکھے تھے لیکن اتنا فرق تھا کہ وہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ دنیوی اختیارات بالکل اون معبودون کے ہاتھ مین ہین۔ اور عقبیٰ کے اختیارات کی نسبت اونکا یہ اعتقاد تھا کہ اون کے بت یعنی وہ جنکی پرستش کے لئے وہ بت بنائے گئے تھے اونکے گناہون کی معافی کے لئے خدائے تعالیٰ سے شفاعت کرین گے غرضکہ ظہور اسلام سے پہلے ملک عرب مین بت پرستی کی یہی کیفیت تھی۔ تمام عرب جاہلیت کا شیوہ بت پرستی تھا۔ اور جن بتون کی وہ پرستش کرتے تھے اونکی تفصیل یہ ہے۔

عرب کے بتون کے نام اور مقام

ہبل

(۱) ہُبَل۔ ایک بہت بڑا بت تھا۔ جو خانہ کعبہ کے اندر داہنے طرف جو خزانہ کا کنواں تین گز گہرا حضرت ابراہیم ؑ نے کھودا تھا۔ اوسپر کھڑا کیا گیا تھا۔ عمر ابن لحیہ اسکو ارض جزیرہ سے لایا تھا۔ اُحد کی لڑائی مین ابو سفیان نے اِسی سے مدد چاہی تھی۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ کے حکم سے فتح مکہ کے روز حضرت علی مرتضیٰ ؑ نے اسکو توڑ ڈالا۔ توریت کے قدیم بت بَعل کی یہ غالباً تصحیف ہے۔

(۲) وُدّ۔ قبیلہ بنی کعب کا یہ بت اور وہ لوگ اسکی پرستش کرتے تھے۔ عرب کا رستم دستان مشہور پہلوان عمر بن عبدود کا نام اسی بت کے نام سے خاص نسبت رکھتا ہے۔

(۳) **سواع**۔ یہ بت قبیلہ مذحج کا تھا اور وہ اسکی پرستش کرتا تھا۔

(۴) **یغوث**۔ قبیلہ بنی مراد کا بت تھا اور وہ اس کی عبادت کرتے تھے۔

(۵) **یعوق**۔ بنی ہمدان کے قبیلہ کا بت تھا اور وہ اسکو معبود سمجھتے تھے اور عبادت کرتے تھے۔

(۶) **نسر**۔ یہ بھی بنی ہمدان کے قبیلہ کا بت تھا اور یمن کے لوگ اسکی پرستش کرتے تھے۔

(۷) **عُزّیٰ**۔ قبیلہ بنی غطفان کا بت تھا اور وہ قبیلہ اس کی پرستش کرتا تھا۔ اصل میں عُزّیٰ تین درختوں کا مجموعہ تھا جس میں ذات باری عزاسمہٗ کا حلول سمجھ کر پوجتے تھے۔ عزّیٰ لفظ عزیز کا مونث ہے۔

(۸) **لات**۔ یہ ایک بن گڑھا پتھر تھا جس میں لوگ خیال کرتے تھے کہ شان باری تعالیٰ کے کرشمے نے حلول کیا ہے لات کو عورت یعنی دیوی سمجھتے تھے۔ اسی رعایت سے لفظ اللہ کا مونث اللّات ہوا۔

(۹) **منات**۔ یہ ایک عظیم الشان بت تھا اور سمندر کے کنارے پر قدید کے پاس عمرو بن لحیہ نے نصب کیا تھا۔ لات و منات کے بت کسی خاص قبیلہ سے علاقہ نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ عرب کی تمام قومیں انکی پرستش کیا کرتی تھیں۔

(۱۰) **دوّار**۔ یہ بت نوجوان عورتوں کی دیوی تھی وہ چند دفعہ اسکا طواف کرتی تھیں پھر اسکو پوجتی تھیں۔

(۱۱) **اُصاف**۔ صفا پر نصب تھا۔

(۱۲) **نائلہ** مروہ پر تھا۔ ان دونوں بتوں پر ہر قسم کی قربانی ہوتی تھی۔ اور سفر میں جانے اور سفر سے آنے کے وقت انکو بوسہ دیتے تھے حقیقت انکی یہ ہے کہ بنی جرہم کے زمانے میں صفا و مروہ پر یہ دونوں بت نصب کئے گئے تھے صفا پر جو بت تھا وہ مرد کی شکل تھا اسکو اصاف کہتے تھے۔ دوسرا بت جو مروہ پر تھا وہ عورت کی شکل تھا۔ اوسکو نائلہ کہتے تھے۔ ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں انسان تھے۔ اور بنی جرہم انکو اپنا دیوتا سمجھتے تھے اونکے مرنے کے بعد اونکے دو بت بنا دیے گئے اور پرستش ہونے لگی۔

(۱۳) **نہیک** (۱۴) **مُطعِم**۔ یہ بھی عرب کے دو قدیم بت تھے۔ نہیک کو صفا پر نصب کیا گیا تھا۔ اور مطعم مروہ پر۔

(۱۵) **ذات الانواط**۔ یہ ایک بہت بڑا سبز و شاداب درخت مقام حنین میں تھا جسکو لوگ پوجتے تھے۔

(۱۶) **ذوالکفین**۔ یہ بھی ایک بت تھا جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جلوا دیا۔

(۱۷) **عبعب**۔ ایک بڑا پتھر تھا جس پر اونٹوں کی قربانی کی جاتی تھی۔ اور عرب ذبیحہ کے خون کا بہنا اوس پر نہایت ناموری کی بات سمجھتے تھے۔

انکے علاوہ۔ کعبہ کے اندر حضرت ابراہیمؑ کی مورت بنی ہوئی تھی۔ اور اونکے ہاتھ میں قرعہ اندازی کے تیر تھے جو ازلام کہلاتے تھے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کی تصویریں دیواروں پر بھی کھنچی ہوئی تھیں۔ حضرت مریم کی بھی ایک مورت تھی۔ اسطرح کہ حضرت عیسیٰ اونکی گود میں ہیں۔

عرب کی ملکی روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ۔ وُد یغوث۔ یعوق اور نسر مشہور لوگون کے نام ہین جو ایام جاہلیت مین گذرے ہین۔ اونکی تصویرین پتھرون پر منقش کر کے بطور یادگار کے خانہ کعبہ کے اندر رکھدی تھین۔ ایک مدت مدید کے بعد اونکو رتبہ معبودیت دیکر پرستش کرنے لگے۔ اسمین کچھ شک نہین کہ عرب کے نیم وحشی باشندے ان مورتون پر خدا ہونے کا پورا اعتقاد نہین رکھتے تھے۔ اور نہ اون لوگون کو جنکی یہ مورتین تھین معبود سمجھتے تھے بلکہ اونکو مقدس سمجھنے کی مندرجہ ذیل وجوہات تھین

عرب جاہلیت ان مورتون کو اون شخصون کی روحون کی یادگار سمجھتے تھے۔ اور اونکی تعظیم و تکریم اس سبب سے نہین کرتے تھے کہ ان مورتون مین کوئی شان الوہیت موجود ہے۔ بلکہ محض اسوجہ سے اون کی عزت و تعظیم کرتے تھے کہ وہ اون مشہور اور نامور اشخاص کی یادگار ہین جن مین اونکے اعتقاد کے موافق جملہ صفات الوہیت یا کسی قسم کی شان الوہیت موجود تھی۔ اون کے نزدیک ان مورتون کی پرستش سے اون لوگون کی روحین خوش ہوتی ہین جن کی وہ یادگار ہین تھین۔ اونکا یہ اعتقاد تھا کہ خدا ے تعالیٰ کی جملہ قدرتین۔ بیمارون کو شفا بخشنا بیٹا۔ بیٹی عطا کرنا قحط و وبا اور دیگر آفات ارضی و سماوی کا دور کرنا۔ اونکے مشہور و معروف لوگون کے اختیار مین بھی تھا کہ جنکی طرف اونہون نے صفات الوہیت کو منسوب کر رکھا تھا اور وہ خیال کرتے تھے کہ ان مورتون کی تعظیم و پرستش کیجائیگی تو اونکی دعائین اور منتین قبول کیجائینگی اونکا یہ بھی مستحکم عقیدہ تھا کہ یہ اشخاص خدا کے محبوب خاص تھے۔ اور اپنی مورتون کی پرستش سے خوش ہوکر پرستش کرنیوالون کو خداے تعالیٰ کے قرب حاصل ہونے کا ذریعہ ہونگے۔ اور اون کو تمام روحانی خوشی عطا کرین گے اور اونکی مغفرت کی شفاعت کرینگے۔

بتون کی پرستش کے لئے اون کا یہ قاعدہ تھا کہ بتون کو سجدے کرتے تھے۔ اونکے گرد طواف کرتے تھے اور اونکو نہایت ادب اور تعظیم سے بوسہ دیتے تھے۔ اونپر اونٹون کی قربانیان کرتے تھے۔ مویشیون کا پہلا بچہ بطور نذر کے چڑہاتے تھے۔ اپنے کھیتون کی سالانہ پیداوار اور مویشی کے انتفاع مین سے ایک حصہ معین خدا کے واسطے اور دوسرا حصہ بتون کے واسطے اوٹھا رکھتے تھے۔ اگر بتون کا حصہ کسیطرح کم ہوجاتا تھا تو خدا کے حصہ مین سے اوسکو پورا کر دیتے تھے اور اگر خدا کا حصہ کسیطرح ضایع ہوجاتا تھا تو بتون کے حصہ مین سے اوسکو پورا نہین کرتے تھے۔

عرب کی اخلاقی اور معاشرتی خرابیان

یہ تو ملک عرب کی قومون کے دینیات کی خرابی تہی۔ اب اونکی اخلاقی اور معاشرتی خرابیان مفصلہ ذیل مضامین مین ملاحظہ ہون۔

عورتین حقیقت مین۔ ہر قوم و ملک کی معاشرت کی زینت ہین۔ عرب جاہلیت انکو سب سے زیادہ خراب حالت مین رکھتے تھے۔ مردون کو اختیار تھا جتنی چاہین عورتین کرلین۔ لیکن عورت شوہر کے بعد بھی اس سے مجبور تھی اگرچہ اس باب کے تعین کرنے کے لئے کوئی قانون منضبط نہین تھا کہ مرد کو کونسی قرابتمند عورتون سے شادی کرنا جائز ہے اور کون سی ناجائز۔ مگر با این ہمہ یہ رسم شایع تھی کہ اوس عورت سے جو قریب تر رشتہ رکھتی ہو ازدواج نہین کرتے تھے اور

یہ اعتقاد خاص رکھتے تھے کہ ایسی عورت کی اولاد عموماً ضعیف اور کمزور ہوتی ہے۔ عرب کی جاہلانہ رسموں میں سب سے زیادہ خراب رسم اور اُن سب سے زیادہ بیرحم رسم لڑکیوں کا مار ڈالنا یا اونکو زندہ دفن کر دینا تھا۔ لڑکے اپنی سوتیلی ماؤں کے ساتھ ازدواج کرنیکے مجاز تھے لیکن باپ اپنے بیٹے کی یا متبنّیٰ کی زوجہ کے ساتھ شادی کرنے کا مجاز نہ تھا اور اوسکے خلاف عمل کرنا نہایت معصیت اور گناہ سمجھا جاتا تھا۔ شوہر کے بعد اوس کا سوتیلا بیٹا۔ اگر وہ نہو تو کوئی قریب کا رشتہ دار بیوہ کے سر پر ایک چادر ڈال دیتا تھا اور جو شخص اسطرح چادر ڈال دیتا تھا اوس سے شادی کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ عورتیں اپنے متوفی شوہر کا ماتم ایک سال کامل تک کیا کرتی تھیں اور میعاد معیّنہ کے بعد بیوہ اونٹ کی مینگنیاں یا کسی کتے پر یا خود اپنے کندھے پر سے اپنی پیٹھ پر پھینکدیتی تھی جس سے یہ مراد تھی کہ اب بیوہ عورت کو اپنے متوفی شوہر کا کچھ بھی خیال نہیں رہا۔ عورتوں میں اپنے گھر سے بے حجاب نکلنے اور عام مجمعوں میں بدون پردہ اور حجاب کے آنے کا دستور تھا۔ اور اپنے جسم کے کسی حصّہ کو کھلا رکھنے اور عوام الناس کو دکھلانے میں کوئی بے حیائی اور بے شرمی کی بات نہیں تھی۔ زنا کاری بھی عام تھی اور ایسی کہ زنان فاحشہ پہچان کے لئے اپنے اپنے گھروں اور خیموں کے آگے ایک نشان کھڑا کر دیتی تھیں اور اس رعایت سے وہ صاحب رایات کہی جاتی تھیں۔ اصطلاح عام میں ان صاحب رایات زنان فاحشہ کو کاشاۃ کہتے تھے۔ ملک کے بڑے بڑے میلوں اور دنگلوں میں یہ عمائد اور اکابر قوم۔ رؤسا اور اُمرا کی خاص دلچسپی کا باعث ہوا کرتی تھیں۔ انکے خیمے ڈیرے اور رہنے کے مکانات و مقامات اُمرا اور رؤسا کے عیش پسند کے عشرت کدے اور تفریح گاہیں بنے رہتے تھے۔ اور ہر شخص نہایت آزادی سے بلا تامّل اُن بازاری عورتوں کے ساتھ ارتباط اور روزانہ آمد و رفت رکھتا تھا۔ میخانوں اور شراب کی عام دوکانوں پر ان کی بڑی ضرورت تھی۔ گویا انکی موجودگی ترکیب کی جزو اعظم تھی۔ اس رعایت سے میفروشان عرب بڑی بڑی رقمیں اُجرت میں دیکر ان میں سے متعدد افراد کو اپنی اپنی دوکانوں پر مقرر کرلیا کرتے تھے۔ اور اپنے محاورے میں انکو شواہد کہتے تھے۔ عمر عاص اور زیاد ابن سمیّہ کی ماں انہیں عورتوں میں تھیں۔

سفّاکی۔ خونریزی۔ رہزنی گویا اونکی فطرت تھی اور قتل و قصاص اونکی عادت تھی۔ خون کا عوض خون ہی ہوتا تھا۔ جو لوگ خون کی دیت لیتے تھے اونکو اونکے ہمجنس حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اونکا اعتقاد تھا کہ اگر کسی آدمی کے خون کا عوض خون سے نہ لیا جاوے تو ایک چھوٹا سا پردار کیڑا مقتول کے سر سے نکل کر آسمان پر اِسقُونی اِسقُونی کہتا ہوا چلاتا پھرتا ہے۔ اور بعض کا خیال تھا کہ مقتول کی روح ایک چھوٹی چڑیا کی صورت میں متشکل ہو کر اوسکی قبر کے گرد گھوما کرتی ہے اور اُسقُونی اُسقُونی (مجھکو (پانی) پلاؤ۔ مجھکو پلاؤ) چلاتی رہتی ہے۔ اس کیڑے کو ھامّہ اور چڑیا کو صدیٰ کہتے تھے لبید شاعر ایک نوحہ میں کہتا ہے۔

فلیس الناس بعدك فی نفیر ۔۔۔ وما ھم غیر اصداء وھام

ترجمہ۔ تو ایسا بیکس ہے کہ تیرے بعد سوائے صدیٰ ۔۔۔ اور ہامّہ کے کوئی بھی تجھپر نوحہ وزاری کرنیوالا نہیں ہے

ادن کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ انسان کی روح اوسکی سانس کے سوا کچھ اور نہین ہے۔ روح محض ایک ہوا ہے جو انسان کے جسم کے اندر رہے لیکن جو اون مین زیادہ تعلیمیافتہ تھے۔ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ روح ایک نہایت چھوٹا سا جانور ہے جو انسان کے پیدا ہونیکے وقت اوسکے جسم مین گھس جاتا ہے اور ہمیشہ اپنے آپ کو بڑہاتا ہے۔ اوسکے مرنے کے بعد وہ جانور جسم کو چھوڑکر قبر کے گرد پھرتا رہتا ہے۔ یہان تک کہ ایک اُلو کے برابر ہو جاتا ہے۔

زمانہ جاہلیت کے عرب دیوؤن اور خبیث ارواحون کو مانتے تھے۔ تمام خیالی۔ وہمی اور فرضی صورتین جو بیابانون یا پرانی عمارتون اور مسمار اور منہدم کھنڈرون مین اونکو نظر آتی تھین اور جنکی تنہا آدمی کے خیال مین اکثر ایک خاص صورت بنجاتی ہے۔ اون سب کو مختلف قسم کی خبیث ارواحین تصور کرتے تھے۔ بعض لوگ ان مغالطات نظری کو مختلف ارواح کی تاثیرات کی طرف سے منسوب کرتے تھے۔ اور اونکی رآئے اوروں کی رائے کے مقابلہ مین افضل تر معلوم ہوتی تھی۔

ٹوٹکون اور شگون لینے مین اون کا مضبوط اعتقاد تھا۔ جب کوئی مصیبت یا تباہی اون پر نازل ہوتی تھی تو پتھر کی چھوٹی چھوٹی کنکریان لیکر کچھ اونپر پڑھکر پھونکتے تھے اور اونکو پھینکتے تھے اور ایسا کرنے سے اوس مصیبت کے دور ہونیکی توقع رکھتے تھے۔ جانورون کے اڑنے اور بولنے سے بھی نیک و بد شگون کیا کرتے تھے مثلاً اگر کوئی شخص بیٹھا ہے اور کوئی جانور اوسکے داہنے طرف سے بائین طرف راستہ کاٹ گیا تو اسے شگون نیک سمجھتے تھے اور سانح کہتے تھے۔ اور اگر وہ بائین طرف سے داہنی طرف راستہ کاٹ گیا تو شگون بد جانتے تھے۔ اور جارح کہتے تھے یہ لوگ نیک و بد جنات مین بھی عقیدہ رکھتے تھے۔ اونکی مختلف شکلین اور صورتین قایم کر رکھی تھین اور اون کے مختلف نام رکھ لیے تھے۔ اونکے نزدیک بعض جنات نصف جسم انسان کے ایسا اور نصف جسم روحانی رکھتے تھے یہ لوگ علاوہ جنات کے اور جو دیوون مین اور دیگر اقسام کی روحون مین بھی اعتقاد رکھتے تھے۔ جو انسان کی نظر سے غائب رہتی تھین لیکن آیندہ کی خبر دن کو آواز بلند ظاہر کردیتے تھے اور خود ہمیشہ پوشیدہ رہتے تھے۔ وہ فرشتون کو اور ارواحون کو بھی جو دکھائی نہین دیتی تھین مانتے تھے۔ اور مختلف شکلین اون کی طرف منسوب کرتے تھے۔ (ملخص از خطبات احمدیہ لاہور ص ۱۵۸-۱۹۰)

عرب کے الہامی مذاہب
مذہب صابئی

عرب کے ظہور اسلام کے وقت چار الہامی مذہب بھی ایک صد و مقدار تک رائج تھے ان مین قدیم ترین مذہب صابئی تھا۔

مذہب صابئی کو عرب مین قوم سامیہ نے رواج دیا تھا۔ چونکہ ہمیشہ سے یہ لوگ اپنے آپ کو قدیم مذہب کا پیرو سمجھتے تھے وہ حضرت شیث یا اخنوخ یعنی ادریس علیہ السلام کو اپنا نبی کہتے تھے۔ اور اپنے مذہب کو اونھین کی طرف منسوب کرتے تھے اونکے پاس ایک کتاب بھی تھی جسکو وہ صحیفہ شیث کہتے تھے۔ صابئیون کے ہان سات وقت کی نمازین تھین اور وہ اونکو اسیطرح ادا کرتے تھے جسطرح مسلمان اپنی نمازین ادا کرتے ہین۔ مُردے کے بھی نماز پڑھاتے تھے۔ اور وہ مسلمانون کی طرح کامل ایک مہینہ قمری کا روزہ بھی رکھتے تھے۔ لیکن بااین ہمہ جو برائیان اور خرابیان آہستہ آہستہ اونکے مذہب مین پھیلی گئین

وہ یقین کہ وہ ستارون کی پرستش کرنے لگے حرّان کے معبد مین یہ لوگ بنیت حج جمع ہوتے تھے۔ اونھون نے سات ہیکلین یعنی معبد سبع سیارون کے نام پر بنائی تھین اور جس ستارے کا جو معبد تھا اوس مین اوس ستارے کی پرستش کرتے تھے۔ خانہ کعبہ کی بھی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ اون کا سب سے بڑا تیوہار اوس روز ہوا کرتا تھا جبکہ آفتاب برج حمل مین جو موسم بہار کا اول برج ہے۔ داخل ہوتا تھا۔ اور چھوٹے چھوٹے تیوہار اوسوقت ہوتے تھے جب پانچ ستارے زحل مشتری مریخ زہرہ اور عطارد بعض برجون مین یکے بادیگرے داخل ہوا کرتے تھے۔ اون کا اعتقاد تھا کہ ان ستارون کے سعد و نحس اثر انسان کی قسمتون پر اور دنیا کے تمام امور پر پڑتے ہین وہ یقین کرتے تھے کہ بارش یا مینہ کی کثرت یعنی ستارون کی تاثیر پر منحصر ہے۔ یہ خیال اور اِس قسم کے اور خیالات و عقائد صابیین کے سوا عرب کے اور لوگون مین بھی رائج ہو گئے تھے۔ ان لوگون مین اعتکاف کرنیکا بھی رواج تھا۔ غارون اور پہاڑون مین چند روز تک مراقبہ اور سکوت مین بسر کرتے تھے

مذہب ابراہیمیؑ

اسلام سے پہلے پانچ انبیا عرب مین مبعوث ہو چکے تھے۔ (۱) حضرت ہودؑ (۲) حضرت صالحؑ (۳) حضرت ابراہیمؑ (۴) حضرت اسمٰعیلؑ اور (۵) حضرت شعیبؑ علیٰ نبینا و آلہ و علیہم السلام یہ سب انبیا علیہم السلام حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل پر احکام عشرہ نازل ہونے سے پیشتر گذرے ہین۔ اصل اصول ان جمیع انبیاؑ کی شریعت کا خدائے واحد کی عبادت تھی۔ اور دیگر احکام و مسائل جنکو انبیائے مذکور نے بتلائی تھی باستثنا ر احکام و مسائل حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسمٰعیلؑ اہل عرب کو سب فراموش ہو گئے تھے۔ اور کوئی مقامی روایت ایسی موجود نہین ہے جو ہمکو اسوقت اس بات سے واقف کرے کہ وہ احکام کیا تھے اور کیسے تھے۔ ان قومون کی نسبت فاضل معاصر مولوی محمد سلیمان صاحب نے رحمۃ للعٰلمین مین نہایت مختصر لیکن خوب جامع طور پر یہ عبارت لکھدی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان لوگون نے اپنے آپ کو مذہب سے درست کرنیکے بجائے۔ مذہب کو اپنی وجہ سے خراب کردیا تھا۔ اگر موسیٰ عیسیٰ شعیب۔ اور صالح علیہم السلام پیغمبرون کو اون کے دیکھنے کا موقع ملتا تو وہ ہرگز نہ پہچان سکتے کہ یہ ہمارے ہی اصول پر چلنے والے لوگ ہین۔ رحمۃ العلمین دیباچہ ص ۸

حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسمٰعیلؑ کے مذہب کے احکام و مسائل کی نسبت بھی اسیطرح کوئی ایسی سند کافی نہین ہے جس سے کہ ہم اونکو تفصیلوار بیان کرسکین۔ اور ایسے بہت کم مسائل ہین جنہون نے باستعانت روایت مذہبی اور روایت مقامی کے ایسا تاریخی رتبہ حاصل کیا ہو کہ ہم اوسکے حوالہ دینے کے لائق ہون۔ حضرت ابراہیمؑ کے تقویٰ اور پرہیزگاری کا سب سے پہلا کام بت پرستی کا ترک کرنا۔ اپنے باپ کے بتون کا توڑنا۔ اور خدائے برحق پر یقین کرکے صدق دل سے اوسکی پرستش کرنا تھا ختنہ کرنا اور داڑہی کا رکھنا رسوم مذہبی ہین۔ جنکے بیان کرنے کی چندان ضرورت نہین ہے کیونکہ ہر شخص کو معلوم ہے کہ یہ رسمین حضرت ابراہیمؑ نے مروج اور معیّن کی تھین۔ خدائے تعالیٰ کے نام پر قربانی کرنا بھی حضرت ابراہیمؑ نے مقرر کیا تھا اور یہ رسم آجتک اونکی اولاد مین اور اونکی اولاد کے پیرون مین بجنسہ مروج ہے۔

خدا تعالی کی عبادت کیواسطے خانہ کعبہ کی تعمیر کی نسبت عرب کی تمام مقامی روایتین اور تمام مورخ اس امر پر متفق ہین کہ خانہ کعبہ کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے مل کر بنایا تھا سینٹ پال St. PAUL حواری نے جو گلیشیا والون کے نام خط لکھا ہے۔ ہماری رائے مین اوس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ کو جو بیت المقدس کا ہمپایہ ہے حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل ع نے بنایا تھا۔ خانہ کعبہ مین اوّل خدا کی عبادت اوسکے اندر باہر کیا کرتے تھے اور اوسکے طواف کے وقت ساری جماعت پکار پکار کر خدا کا نام لیتی تھی اور بوسہ دیتی جاتی تھی۔ تمام آدمیون کا میدان عرفات مین جمع ہونا جہان کہ حضرت ابراہیم کا حجر اسود ہے نہ حضرت یعقوب کا سنگ عبادت یعنی قربانگاہ اور نہ حضرت اسمعیل کا معبد بلکہ محض ایک وسیع میدان ہے۔ انلوگون کا ایک ساتھ شامل ہو کر خدا کا نام لیکر پکارنا اور اپنے گناہون کی معافی چاہنا خاص خدا کی عبادت ہے۔ جس کا نام مسلمانون[1] نے حج رکھا ہے۔ اور حضرت ابراہیم و اسمعیل اسی طرح پر عبادت کے بانی ہوئے تھے پس کون شبہ کر سکتا ہے کہ حج اوس واجب الوجود لاشریک لہ کی خاص الخاص عبادت نہین ہے

افسوس ہے کہ رفتہ رفتہ ملک عرب مین بت پرستی کا عام رواج ہو گیا تھا اور باینہمہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے ایسے اشخاص تھے جو ان مذاہب الہامی مین سے کسی نہ کسی مذہب الہامی کے متبع تھے۔ اور خدائے واحد کی پرستش کرتے تھے انھین لوگون مین سے متعدد لوگون نے مجدد مذہب ہونیکا دعوی کیا ہی اور اللہ تعالی کے معبود حقیقی ہونیکا مجمع مین عام وعظ کہا ہے۔ اور لوگون کو بت پرستی چھوڑ دینے پر ترغیب دی ہے۔ وہ لوگ جنھون نے اپنی نسبت مجدد ہونے کی شہادت دی تھی اون کے نام یہ ہین۔ حنظلہ ابن صفوان۔ خالد ابن سنان۔ اسد ابو کرب۔ قیس ابن صیداہ وغیرہم اور بعضون نے حضرت عبد المطلب کو بھی ایک مجدد مذہب قرار دیا ہے۔

لیکن یہ کیسا ہی حیرت انگیز امر کیون نہ معلوم ہو کہ اوس شخص کی اولاد جس نے اپنے باپ کے بتون کو توڑا اور اون کی پرستش سے مونہہ موڑا اور خدائے واحد کی پرستش کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ انی وجہت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین رفتہ رفتہ بت پرستی کی حالت مین ڈوب جائے لیکن اس سے زیادہ تعجب انگیز تو یہ امر معلوم ہوتا ہے کہ اوسی کی اولاد مین ایک ایسا شخص پیدا ہوا۔ جس نے پھر اپنے بتون کو بلکہ تمام عرب کی بتون کو غارت کر دیا۔ اور جس نے خدائے اعظم اور علام الغیوب کی عبادت کو۔ جو تمام چیزون کا مبدا اور مرجع ہے۔ رواج دیا۔ اور اعلی ترین درجہ پر پہونچا دیا اور جس نے جہالت اور کفر کی اوس گہری تاریکی کو جس مین اوسکے تمام ہموطن مبتلا تھے دین حق کے پاک و شفاف نور سے منور کر دیا۔

---

[1] سید صاحب اکثر انگریزون کی غلط تقلید مین اونکی صفی زہ نوازہ کو واقعہ سمجھکر بلا تامل نقل کر دیتے ہین مسلمانون نے حج کا نام نہین رکھا ہی بلکہ خدا نے اسی نام سے اپنی عبادت کے اس طریقہ کو مخصوص و موسوم کیا ہی آیہ واذان من اللہ و رسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر۔ سورہ توبہ وللہ علی الناس حج البیت (آل عمران) اسپر شاہد ہے المؤلف۔

مذہب یہود یہودی مذہب کو شام کے یہودیوں نے عرب میں پھیلایا تھا۔ جو عرب میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ اصل یہ ہے کہ یہودی مذہب عرب میں ان یہودیوں کے ساتھ آیا تھا۔ جو پانچویں صدی قبل مسیح میں بخت نصر کے ظلم و جور سے جو انکے ملک و قوم کی تخریب کا باعث ہوا تھا۔ بھاگ گئے تھے۔ اور شمالی عرب میں بمقام خیبر آباد ہوئے تھے۔ تھوڑے زمانہ کے بعد جب اونکی ضعف کی حالت نے کسیقدر سکون و قرار پکڑا تو اونھون نے اپنے مذہب کو پھیلانا شروع کیا اور قبیلہ کنانہ حارث ابن کعب۔ اور کندہ کے بعض لوگون کو اپنے مذہب مین ملا لیا سنہ ۴۵۳ ق مین یمن کے بادشاہ ذونواس حمیری نے مذہب یہود اختیار کیا۔ تب اوس نے اور لوگون کو بھی بالجبر اوسی مذہب مین داخل کرکے اوسکو بڑی ترقی دی۔ اوس زمانہ مین یہودیون کو عرب مین بڑا اقتدار حاصل تھا اور اکثر شہر اور قلعے اونکے قبضے مین تھے لیکن باینہمہ وہ اپنی عادت سے مجبور تھے۔ جہان وہ جاتے تھے اونکی جنگجو اور مفسدہ انگیز طبیعت اور اطوار ساتھ ساتھ جاتے تھے۔ اور اونکے زیر اثر ہوکر قومون مین اختلاف۔ فرقون مین تکرار اور ہمسایہ قبائل و عشائر مین فساد پیدا کرتے تھے۔ خونخواری کے ساتھ عرب مین سود خواری کے بہت بڑے حامی اور معاون بھی لوگ ثابت ہوتے ہین۔ اگر شاہراہون اور عام گذرگاہون پر دلیرانہ حملہ کرکے ملک و قوم کو یہ لوٹ نہ سکتے تھے۔ تو گھر بیٹھکر سود خواری کے ذریعہ سے اونھون نے خاندان کے خاندان اور قبائل کے قبائل کو لوٹ کر خاک سیاہ کر ڈالا۔

عیسائیون کی دیکھا دیکھی انھون نے بھی حضرت عزیر کو ابن اللہ تسلیم کر لیا۔ صرف اس وجہ سے کہ اونھون نے تین سو برسون کے بعد توریت کو از بر لکھوا دیا تھا۔ دولت مندی کی کثرت سے سود خواری کی ایسی قمار بازی کی تعلیم و مشغلہ بھی اونھین لوگون نے پھیلایا۔ فاقہ مست عرب کے قبائل کو روپیہ قرض دیکر اون سے مفت خدمت لینا اور اداے رقم قرض تک اونکو ایک طرح کی غلامی کی حیثیت مین بسر کرنیکی قدیم جاہلیت کا رواج بھی انھین نے جاری کیا۔ بالآخر انکا وجود ملک و قوم کے لئے فائدہ اور رفاہ کی بجگہ ہر قرینہ سے نقصان دہ اور تباہ کن ثابت ہوا۔

مذہب عیسوی تحقیق سے یہ امر مسلم ہو چکا ہے کہ عرب مین عیسائیت نے سنہ ۳ صدی عیسوی مین دخل پایا تھا وجہہ یہ ہوئی کہ کلیسائے مشرقی کی خرابیون اور بدعتون کی وجہ سے مغربی فرمانروایان مسیحی نے ان کلیسا کے متبعین عیسائیون کو گمراہ سمجھکر اون ممالک سے نکالدیا تھا۔ اور وہ ترک وطن پر مجبور ہو کر عرب مین آکر بس گئے تھے۔ اس سے یہ صحیح نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ جو مصیبت اور مجبوری یہودیون کو شام سے عرب مین لائی۔ قریب قریب وہی بلا و آفت عیسائیون کو بھی عرب کی سرزمین پر کھینچ لائی۔ اور عرب کی سرزمین نے جہان خدا کا گھر تمام مخلوقات کا مامن قائم تھا۔ ان مصیبت زدون کو پناہ دی۔ عیسائی مصنفین نے بیان کیا ہے کہ مذہب عیسوی نے اہل عرب مین بہت ترقی حاصل کی۔ مگر ہم اس امر مین اون سے اتفاق نہین کرتے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ باستثناے صوبہ نجران کے جس کے اکثر باشندون نے عیسوی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ قبائل حمیر۔ غسان۔ ربیعہ۔ تغلب۔ طے اور حیرہ مین سے معدودے چند اشخاص نے انکی تقلید کی تھی۔ اور کوئی جماعت

کثیر۔ یا قوم کی قوم عیسوی مذہب مین نہین آئی تھی۔ اغلب ہے کہ ان متفرق اعراب منتصرہ کی وساطت سے حضرت مریم کی تصویر خواہ مورت حضرت عیسیٰؑ کو گود مین لیے ہوئے خانہ کعبہ کے اندرونی دیوارون پر پہنچی گئی ہو یا اوسکے اندر رکھی گئی ہو سر ولیم میور۔ خود ملکر اقرار کرتے ہین کہ نہایت قلیل تعداد مین مذہب عیسوی سرزمین عرب مین یہان وہان پایا جاتا ہے۔ علاقہ نجران مین بنو حارث۔ علاقہ یمامہ مین بنو حنیف۔ چند افراد قبائل طے پر عیسائیت محدود تھی۔

عرب کے اکثر حصون پر شاہان روم و اصفہان کی صف آرائیون سے خاص طور پر منتفع ہوکر عرب کے دو ملکی خاندان ملوک غسان اور حیرہ نے۔ خسرو اور قیصر کی متابعت کو مابین اسطرح تقسیم کرلیا تھا کہ سلاطین حیرہ ملوک فارس کے مطیع تھے۔ اور فرمانروایان غسان آقاصرہ روم کے ماتحت تھے۔ اکاسرۂ عجم اور اقاصرہ روم کی باہمی جنگ و جدال نے حقیقتاً تمام ملک و قوم کے مجسمہ سے خون چوس لیا تھا۔ حالانکہ اسباب جنگ مین بمقابلہ عیسائیون کے ایرانیون کے مطالبات حق بجانب ثابت ہوتے ہین۔ انھین کے زیر اثر ہوکر عرب مین حیرہ اور غسان کی ماتحتی حکومتین بھی باہمی کشت و خون اور اور دائمی جنگ و جدال مین مصروف رہتی تھین۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ عیسائیت کس اصول کے ساتھ عرب مین مروج تھی۔ اسکی تحقیق جہان تک کی جاتی ہے صاف طور سے معلوم ہوتا ہے کہ سرزمین عرب پر عیسائیت کے مختلف طریقے اپنی مختلف فیہ اقسام کی تعلیم و تبلیغ پھیلا رہے تھے۔ طرفہ تر تو یہ ہے کہ یہ لوگ ایک طرف تو دوسرون کو اپنے دینیات کی تعلیم دیتے تھے۔ اور دوسری طرف خود آپس مین لڑتے مرتے تھے۔ فرقہ نسطوریہ اور فرقہ یعقوبی باہمدیگر معرکہ آرا تھے۔ بخلاف یہود کے یہ عیسائی فرقے اپنے غلط عقائد کی تائید مین انتہا درجہ کے ضدی اور ہٹ دھرم بنے ہوئے تھے۔ اور حضرت عیسیٰؑ کے وجود ذات کی نسبت ذات الٰہی کا خاص مماثل۔ یا کم سے کم اوس کا فرزند حقیقی یا اوس کا کلام خاص یقین کرتے تھے۔ آپ کی پیدایش کو وہ کنار ازلیت سے مختص سمجھتے تھے۔ اور آپ کے ظہور ذات کو الوہیت کا مماثل یا پیکر انسانی مین الوہیت کا مبدل جسکی ترکیب خلقت خاص کر عالم نور سے ہوئی ہے۔ قرار دیتے تھے۔ اس عقائد کی بنا پر عیسیٰ کی ایسی منزہ اور مقدس ذات نہ فنا کی جاسکتی تھی اور نہ خود فنا ہوئی۔ وہ کلمات استغاثہ جنکو متعصبین عیسائیون نے خاص حضرت عیسیٰ کی زبانی ادا کئے جانیکی شہرت دے رکھی ہے۔ حقیقت مین وہ نہ اونکی زبان سے نکلے تھے۔ اور نہ کبھی نکل سکتے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ شخص جو مصلوب ہوا وہ غیر عیسیٰ شخص تھا۔ اور اصل عیسیٰ دشمنون کے ہاتھ سے سراپا محفوظ رہکر اونھین عالم نورانیت کی طرف واپس تشریف لیگئے جہان سے وہ نازل ہوئے تھے۔

یہ دلیل اگرچہ کیسی ہی متوہمانہ نہ سمجھی جاوے۔ لیکن ابنیت حضرت عیسیٰ کے متعلق بمقابلہ اور دلیلون سے زیادہ چسپان معلوم ہوتی ہے اور بظاہر قریب الامکان خیال کی جاتی ہے۔ پالیٹ پانٹیوس[1] (PILATE PONTIUS) کی حضرت

[1] پائیلٹ پانٹیوس یہ شخص ۲۶ء مین یہود کا گورنر مقرر ہوا تھا۔ اس شخص نے حضرت عیسیٰ کو پہلے تمام الزامات سے بقصور تسلیم کرلیا تھا لیکن آخر مین

عیسیٰؑ کی جان بچانے کے لئے ازحد خواہش جسکو طرطولین[۵۱] ظاہراً تو یہودی لیکن باطناً عیسائی قرار دیتا ہے۔ خاص ہیرودس (HERODIUS)[۵۲] کا بھی قتل عیسیٰ کے الزام گوارا کرنے سے انکار۔ ان چند ساعات تک جن میں وہ قوم بنی انسان کا محسن اور مصلح۔ ان خوفناک مناظر کے انجام دہی کے لئے کھینچ لایا گیا۔ عام تاریکی کا پھیل پھیل کر تمام رات تک اوسی طرح قایم رہنا اور صلیب دیے جانے کے وقت خاصۃً ایک قدرتی ظلمت کا تمام روئے زمین پر محیط ہو جانا۔ یہ سب قرائن متحد و متفق ہو کر اس امر کے قریب الامکان ہونے کا یقین دلاتے ہیں کہ مسیح بے قصور بالکل محفوظ رہگیا۔ اور ملزم و مجرم مصلوب کر دیا گیا

مندرجہ بالا عبارت میں یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ عرب میں عیسائیوں کے مختلف فرقے جو آکر آباد ہو گئے تھے وہ مذہب میں اختلاف آرا کی بنا پر آپس میں لڑا کرتے تھے۔ اسکی تفصیل کے لیے مختصراً اتنا لکھ دینا کافی ہوگا کہ عموماً تمام عیسائی تو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو ابن اللہ تسلیم کرتے ہی تھے۔ لیکن عرب میں یعقوبی فرقہ کے عیسائی حضرت مریمؑ کو (نعوذ باللہ) خدا کی بی بی اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ اس بنا پر فرقہ نسطوریہ سے جو زیادہ تر عراق عرب میں آباد تھے۔ اور یعقوبی فرقہ سے جو شام سے آکر حجاز و یمن میں آباد ہوا تھا بڑے بڑے مقابلے او مقاتلے پیش آرہے تھے۔

ظہور اسلام کے وقت۔ خاص عرب کے۔ دینی۔ اخلاقی۔ ملکی اور قومی خرابیوں اور بربادیوں کا یہ مرقع تھا جو ہم نے نہایت وضاحت سے کھینچکر دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ سرزمین عرب پر موقوف و محدود نہیں ہے۔ اس سے پہلے ہم تمام اقطاع عالم کے دینی اور دنیوی حالات۔ جو آنحضرت صلعم کے بعثت کے وقت ثابت ہوتے ہیں پوری تفصیل سے دکھلا چکے ہیں۔ ہمارے مرقومہ بالا تفصیل حالات کو پڑھکر ہر شخص بآسانی سمجھ لیگا اور یقین کر لے گا کہ عام گمراہی و ضلالت اور سراپا تاریکی و ظلمت کے ایسے شدید و سخت زمانہ و وقت میں۔ پیدا کنندہ زمین و آسمان اور خدائے رحیم و رحمان

بقیہ صفحہ گذشتہ صلیب دیے جانیکا فتویٰ اور حکم شاہی کا اعلان بھی اسکی زبان سے برآمد ہوا یہودیہ کا گورنر ہو کر اس نے قوم سامری کے یہودیوں کے ساتھ بہت سخت ظلم کئے اس لئے شاہ طبرس نے اوسکو یہودیہ واپس بلا لیا۔ اور اوسکو عہدۂ امارت سے معزول کر کے علاقہ گال کیطرف خارج البلد کر دیا۔ جہاں اوسنے خودکشی کر لی اور اسطرح ۳۸ء میں مر گیا۔

[۵۱] طرطولین کتب اربعہ اناجیل کا نہایت قدیم اور مشہور و معروف یونانی مترجم اور مفسر۔

[۵۲] ہیارڈ انیٹپاس۔ یا۔ ہیرودس۔ شہر خلیلۃ (گلیلی) میں اپنی باپ کا قایم مقام ہوا۔ اس نے شاہ ارطاس۔ سلطان عرب کی لڑکی کو جو اوسکی بیوی تھی طلاق دیدی اور اپنے بھائی فلپ کی بیوی سے عقد کر لیا۔ ارطاس شاہ عرب نے اس باعث سے ہیرودس کے ساتھ جنگ کی۔ اس بدبخت نے حضرت یحییٰؑ کو اپنی دوسری شادی کے ناجائز بتلانے پر یرم میں قتل کروادیا۔ اس بنا پر یہودیوں نے اوسکے خلاف میں بغاوت کر دی۔ وہ بھاگ کر روم انکبری میں چلا گیا اس امید پر کہ شاہ روم اوسکو یہودیوں کی شاہنشاہی کا منصب عطا کر دیگا۔ لیکن وہ وہاں بھی وہ حصول مدعا میں ناکامیاب رہا اور وہ آخر جلا وطنی کی حالت میں مر گیا۔ یہ ہیرودس ہی تھا جسکے پاس حضرت مسیحؑ کو ہمیلیٹ پانیٹوس نے بھیجا تھا۔ بیٹن ہسٹری ص ۸۸۳

BEETONS HIST 883

کی رحمت کو اپنے بندون کی نجات و خلاصی اور صلح و آشتی کی تعلیم و ہدایت۔ اور کفر و الحاد سے ترک تعلق کرنے اور اوس ذات واحد کی پرستش و عبادت بجالانے کی خاص غرض و غایت سے ایک ایسے رہبر کامل کو نازل فرمانیکی ضرورت ہوئی جو اپنے انوار تعلیم و ارشاد سے کفر پرستی کی تاریکیوں کو دور کرکے معمورہ عالم کو پرنور کردیتا۔ جن لوگون نے امم سابقہ کے ازمنہ خاصہ مین بالاستیعاب حالات و واقعات پڑھے ہین اور انبیاے سابقین کے اسباب رسالت اور امم ماضین کی دینی اور دنیوی ضرورتون کو کامل طور سے سمجھہ لیا ہے وہ موجودہ عالمگیر جہالت و ضلالت مین جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضرورت رسالت کو پوری طور سے سمجھتے ہین۔ اونکو یقینی طور پر علم ہے کہ حضرت موسیٰ ع کو دنیا سے اوٹھے ہوئے دو ہزار سال اور حضرت سلیمان ع کو ڈیڑہ ہزار سال اور جناب عیسیٰ بن مریم کو آسمان پر صعود فرمائے ہوئے چھہ سو برس ہو چکے تھے۔ اس زمانے مین ان حضرات کی تعلیم و تبلیغ نے جسقدر دنیا کو اور اہل دنیا کو برائی سے بچایا اور انکی بگڑی ہوئی حالتون کو بنایا تھا اتنی مدت مین اونہون نے اپنی غفلت اور جہالت سے اوسیقدر اپنی دینی اور دنیاوی حالتون کو بگاڑا تھا ان مقدس رہبران روحانی اور پیغمبران ربانی نے سب سے پہلے جس چیز کی تعلیم انھین پہونچائی تھی۔ وہ معرفت اور وحدت الٰہی تھی اور اوسوقت سب سے پہلے جس چیز کو ان لوگون نے بگاڑا تھا وہ یہی تعلیم تھی۔ اور اسی وحدت الٰہی کی خراب و برباد حالت تھی جو ہر فرقے۔ ہر قوم۔ ہر ملک کے مندرجہ بالا حالات و واقعات سے پورے طور پر معدوم ہو چکی ہے

حقیقت یہ ہے کہ اون کے عقائد مین وجود الٰہی ہی قایم نہین تھا۔ توحید کا کیا ذکر۔ نام کو تو یہ سب لوگ اپنے آپ کو مذہب الہام کا متبع بتلاتے تھے۔ مگر حقیقتاً اون مین نہ مذہب الہامی کے کوئی آثار پائے جاتے تھے۔ اور نہ اخبار دینیات کی خرابی کی وجہ سے اون کے اخلاق۔ تمدن۔ معاشرت اور آداب ایسے خراب و خستہ ہو رہے تھے کہ حیوانیت اور انسانیت مین کوئی فرق باقی نہین رہا تھا۔ جن اصول عقائد کو وہ اپنے خیال مین حق پرستی سمجھتے تھے وہ حقیقت مین بت پرستی سے بھی بدتر تھی۔ جن تہذیب۔ اخلاق اور آداب کو وہ اپنے زعم مین معیار انسانیت خیال کرتے تھے وہ اپنی اصلیت کے اعتبار سے شعار حیوانیت تھے اور اظہار نفسانیت۔

دنیا کے محققین جانتے ہین کہ شیرازہ عالم کی ایسی ہی شکستگی اور ابتری کے خاص عالم مین۔ اور زمانہ کی ایسی ہی عالمگیر تاریکی اور سیاہی کے خاص وقتون مین اور بندگان الٰہی کی ایسی ہی سیاہ کاریون اور کافر کرداریون کے موقع پر اوس ارحم الرحمین اور ناظم مطلق کو اپنی رحمت کی فیض رسانیون کی ضرورت پیش آتی ہے۔ مدبر قدرت نے اصلاح عالم کے لئے اسوقت بھی وہی انتظام جاری فرمائے جو ہمیشہ سے عادت الٰہی قرار پاچکے تھے لیکن اپنے اس نظم مین ایکی بار یہ خصوصیت البتہ قایم کردی کہ اس دفعہ رہنمائی عالم کے اس انتظام کو ایسا مفصل اور مکمل بنایا اور اس نظم کے ناظم الد مجدد کو سلسلۂ ہدایت و رہبری کا ایسا خاتم اور متمم قرار دیا کہ پھر زمانے کو پیمبر کی ضرورت نہ رہی۔

وہ خاتم سلسلہ رہبری متمم جریدۂ پیغمبری۔ خاتم النبیین۔ سید المرسلین حضرت محمد ابن عبد اللہ ارواحنا فداہ تھے

جو چالیس برس کے سن مین خاص معبد ابراہیمی اور موطن اسمٰعیلی کے شہر مکہ معظمہ مین بقول عموم اٹھارہ وین رمضان یوم دوشنبہ سنہ ۴۱ عام الفیل مطابق ۱۲ فروری سنہ ۶۱۰ء اور بقول مشہور و جمہور ستائیسوین رجب کو مبعوث برسالت ہوئے۔

خاص عرب مین مبعوث برسالت ہونیکی مخصوص ضرورت

خاصکر جزیرہ نمائے عرب مین حضرت خاتم النبیین حبیب خدا محمد مصطفے علیہ وآلہ التحیۃ والثنا کے مبعوث برسالت فرمائے جانے کی وجہ خاص نہایت کھلی اور صاف ہے۔ ذیل کے الفاظ مین ملاحظہ فرمائی جائے۔

اگر ہم ملک عرب کو کرۂ ارض پر دیکھین تو اسکے محل وقوع سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے جزیرہ نمائے عرب کو ایشیا۔ یوروپ اور افریقہ کے براعظمون کے وسط مین جگہ دی ہے اور وہ خشکی و تری (دونون راستون سے) دنیا کو اپنے داہنے اور بائین ہاتھ سے ملا کر ایک کر رہا ہے۔ اس لیئے ایسے ملک مین دنیا کے جملہ مذاہب کا پہونچ جانا اور جہالت کی حکومت علمی کے زیر اثر ہو کر سب ہی کا بگڑ جانا بخوبی ذہن نشین ہو سکتا ہے اور اسی طرح یہ بھی سمجھ مین آسکتا ہے کہ اگر تمام دنیا کے ہدایت کے لئے ایک مرکز واحد قایم کرنے کے لئے ہم جگہ کا انتخاب کرنا چاہین۔ تو عرب ہی اسکے لئے موزون ہے خصوصاً اوس زمانہ پر نظر کر کے ہم کہہ سکتے ہین کہ جب افریقہ۔ یوروپ اور ایشیا کی تین بڑی قطعات ارض (سلطنتون) کا عرب سے تعلق تھا تو عرب کے اوزان براعظمون مین بہت جلد پہونچ جانے کے ذرایع بخوبی موجود تھے۔ رب العلمین نے اسی لئے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرب مین پیدا کیا اور اونکو بتدریج پہلے اپنی قوم۔ اپنے ملک۔ پھر تمام عالم کی ہدایت کا کام سپرد فرمایا

رحمۃ للعلمین ص ۹

کرۂ ارض پر آباد دنیا کو دیکھو کہ جنوب مین زیادہ سے زیادہ ۴۰ درجہ عرض البلد اور شمال مین زیادہ سے زیادہ ۸۰ درجہ تک آبادی ہے۔ دونون کا مجموعہ ۱۲۰ اور نصف ۶۰ ہوا۔ جب ۶۰ کو ۸۰ درجہ شمال سے تفریق کرین تب ۲۰ درجہ رہجاتے ہین اور جب ۶۰ سے ۴۰ درجہ جنوبی کو تفریق کرین تب بھی ۲۰ (درجہ شمالی) رہجاتے ہین۔ اور مکہ ۲۱ درجہ پر آباد ہے۔ اسلئے کُلّی کرہ ارض مین بھی وسط ہونیکا درجہ رکھتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مکہ کا نام لغات عرب کی کتابون مین ناف زمین ہے۔ انسان کے جسم مین ناف بھی ٹھیک وسط مین نہین ہوتی۔ بلکہ قریباً وسط مین ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ عرض بلد مین مکہ بھی وسط حقیقی کے قریب تر واقع ہے۔ اور ان ہی خطوط کے اندر دنیا کی تمام نسلین اسطرح مقیم ہین کہ مشرق مین قوم آریا (ایرین) اور منگول (مغول) مغرب مین حبشی و ہامائٹ (حام) اور ریڈ انڈینز امریکہ کے باشندے۔ پھر جب کل قومون مین تبلیغ کا پہونچانا مدنظر ہو تو عرب ہی اس کام کا مرکز آخر قرار دیا جا سکتا ہے۔ غالباً اسی لئے قرآن مجید مین ارشاد فرمایا گیا ہے۔ وَجَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ۔ ہم نے تم کو درمیانی اُمت (درمیان عالم کی رہنے والی) بنایا اس لئے کہ تم تمام قومون کے سامنے خدا کی شہادت ادا کرو۔ حاشیہ رحمۃ العلمین ص ۹۔

تبلیغ دینیات کے علاوہ اگر سیاسی ضروریات کی نظر سے بھی دیکھا جاوے تو ایسے رہبر آخر الزمان و پیغمبر کامل کی تبلیغ

دینی اور تعلیم واجرآئے احکام سیاسی کی ضرورت سے - جو جریدہ عالم مین بندگان الٰہی کی دینی و دنیاوی امور کی شیرازہ بندی کے لئے خاصکر مبعوث فرمایا گیا ہے بمعمورہ عالم کے وسط مقام کو اپنی تعلیم و تبلیغ کا مرکز بنانا کسقدر ضروری اور لازمی تھا اور اسی سے جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم المرسلین والنبیین ہونے کے خاص ثبوت ملتے ہین - کیونکہ آپ سے پہلے جتنی رسالتین گذرچکی ہین وہ سب ایک ہی کام اور ایک ہی مقام کے لئے معین ہوئی تھین حضرت موسیٰ قوم بنی اسرائیل کو مصر سے مخلصی دلواکر اپنے وطن اصلی کی طرف واپس لانیکے لئے مامور فرمائے گئے تھے - حضرت داؤد اور حضرت سلیمان ع بنی اسرائیل کی قوم و ملک مین احیائے شریعت و دینیات اور اجرائے نظام حکومت وسیاسات کی غرض سے مبعوث فرمائے گئے تھے - جناب عیسیٰ مریم ع باقیماندہ احکام عشرہ توراۃ کی تعمیل و تکمیل کے لئے نازل فرمائے گئے تھے ان تمام رہبران مقدسین کے ذمہ ایک ایک خاص مقام اور ایک ایک خاص کام کی درستی - اصلاح اور ترمیم متعلق کیگئی تھی لیکن بخلاف ان حضرات کے ہمارے سرور کائنات - مفخر موجودات محمد مصطفےٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق تمام معمورہ عالم کی ہدایت تھی اور رہنمائی - وہ تبلیغ دینیات کے بھی ذمہ دار تھے اور تعلیم سیاسات کے بھی تحسین ودرستی اخلاق - تمدن او رمعاشرت غرض تمام انسانی ضرورتین - جو ہر قوم و ملک کو ابتدائے عمر سے لے کر انتہا تک لاحق ہوتی ہین شامل ہین -

تاریخین شاہد ہین اور دنیا کے کارنامے ایک سے لیکر ہزار تک گواہ ہین کہ اس نبی اُمّی خطاب نے علوم دینیات وسیاسات کی اس نجوبی اور خوش سلیقگی سے ایسی کامل تعلیم دی کہ پھر اُسوقت سے لیکر ابدالآباد تک کسی رہنمائے عالم کو ہدایت و رہنمائی کے لئے تشریف لانے اور تکلیف فرمانے کی ضرورت ہی باقی نہین رہی -

اِن ضروریات اور انکی تعمیل کے ذرایع و وسائل پر خیال کرکے ہر سطحی الذہن اور عامی العقل شخص بھی فوراً سمجھ جائے گا کہ ایسی کامل رسالت کی انجام دہی اور نیز دین و دنیا دونون طریقون مین بندگان الٰہی کی رہبری کے لیے مقام وسطی تبلیغ و تعلیم کا مرکز اگر کسی زاویہ یا گوشہ ملک مین قرار دیا جاتا تو ممکن نہین تھا کہ دین الٰہی کی تعلیم اور دستور وآئین ملکی و قومی کی ترمیم اس وسعت اور استقرار و استقامت کے ساتھ کامل ہو جاتی -

ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ شبلی صاحب واقعات تاریخ وسیر کو پہیلیون کی طرح انگلیون پر سجھانا چاہتے ہین حالانکہ اونھین معلوم تھا کہ خاتم رسالت اور ختم نبوت کی سیرت نگار کے لئے خاصکر ان امور کو لکھکر ثابت کر دینا اور بتلا دینا - جن سے آپ کے خاتم النبیین اور سید المرسلین ہونے کے شہود و ثبوت قائم ہوتے ہین - کسقدر ضروری تھا - لیکن شبلی صاحب نے اپنے انداز تالیف مین عجلت رکھی کے ساتھ کوتہ قلمی بھی اختیار فرمائی ہے جس سے مقصود تالیف مفقود ہو جاتا ہے اور اصل مدعا معمّا بنکر رہجاتا ہے - بالآخر ہمکو مجبور ہو کر اتنے اوراق مین آپ کی کمی کو پورا کرنا ہوا جو ناظرین کتاب کے پیش نظر ہے -

شبلی صاحب کا خاندان

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سن مبارک چالیس برس کا ہو چکا تھا

رسولؐ پر غلط الزام

فطرت صالحہ کے اثر سے قلب مبارک کا رجحان اور طبع مقدس کا میلان جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ آغاز عمر سے اسوقت تک ہمیشہ امور خیر کیطرف متوجہ اور منعطف تھا۔ اگرچہ تمام ملک و قوم میں گمراہی کی شعار جہالت و ضلالت کے اطوار جاری تھے۔ چاروں طرف انواع اقسام کی بدکاریاں اور کفر کرواریاں قایم تھیں لیکن آپ ایک ذرہ بھر بھی کبھی ان سے اثر پذیر ہونا تو درکنار کبھی انکی طرف متوجہ بھی نہیں ہوئے اور جب کبھی ایسا موقع آپڑا تو آپنے ان تمام افعال ذمیمہ سے قوم و ملک کے لوگوں کو متنبہ فرمایا۔ شبلی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

مکہ بت پرستی کا مرکز اعظم تھا۔ خود خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ ۳۶۰ بت رکھے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان کا تمغائے شرافت اسیقدر تھا کہ اس صنم کدے کے متولی تھے اور کلید بردار۔ با این ہمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی ان بتوں کے آگے سر نہیں جھکایا۔ دیگر رسوم جاہلیت میں بھی کبھی شرکت نہیں فرمائی۔ قریش نے اس بنا پر کہ ہر بات ممتاز رہنا چاہیئے یہ قاعدہ قرار دیا تھا کہ ایام حج میں قریش کے لئے عرفات میں جانا ضرور نہیں۔ اور یہ کہ جو لوگ باہر سے آئیں وہ قریش کا لباس اختیار کریں۔ ورنہ انکو عریاں ہو کر کعبہ کا طواف کرنا ہوگا۔ چنانچہ اسی بنیاد پر طواف عریاں کا رواج عام ہو گیا تھا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی ان باتوں میں اپنے خاندان کا ساتھ نہ دیا۔ سیرۃ النبی جلد ا

بالکل صحیح ہے۔ جناب رسولخدا صلعم نے کبھی جہالت و ضلالت کے افعال ذمیمہ اور مراسم قبیحہ میں کبھی اپنی قوم اور اپنے اہل وطن کا ساتھ نہ دیا۔ اور نہ اون میں شرکت فرمائی۔ لیکن مشکل تو یہ ہے کہ شبلی صاحب کی نظر توجہ ہمیشہ خاندان رسولؐ پر مبذول رہتی ہے اور شروع سے لیکر کفار قریش اور مشرکین کعبہ کے افعال ذمیمہ کی تصدیق و شہادت میں خاندان رسولؐ ہی کے رویّہ و اطوار کی مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ شبلی صاحب اپنے اس انداز بیان میں سخت عالمفریبی سے کام لے رہے ہیں اور سخت نفرت انگیز اور مغویانہ طریقہ سے قوم اور خاندان کو ایک ہی معنی میں بتلا رہے ہیں حالانکہ معمولی علم و اطلاع والا شخص بھی دونوں لفظوں کے فرق بالمعنی کو پورے طور سے جانتا ہے۔ قومیت ایک علیحدہ شے ہے اور خاندان ایک جداگانہ شے ہے۔ یہ ضرور نہیں ہے کہ قوم کے تمام لوگ اوسکے خاندان میں داخل شمار کئے جائیں۔ لیکن شبلی صاحب کو تو اس عام فریبانہ اور مغویانہ ترکیب سے تعمیم اور مساوت فی المدارج کے غلط اصول قایم کرنے کی ضرورت خاص لاحق ہے۔ جسپر اونکے عقائد کے اعتبار سے اونکے تمام موضوع تالیف کی ترکیب و ترتیب کا انحصار ہے۔ اسلیئے اگر وہ ابتدا ہی سے قوم کو خاندان اور خاندان کو قوم نہ بتلائیں تو تعمیم و مساوات کی ترکیب قدیم کیسے ثابت ہو۔ یہ ضرورت تھی جس نے شبلی صاحب کے قلم سے خاندان رسولؐ کے اکابر افراد کو صنمکدہ کا متولی لکھکر بتلانے جانے پر جرأت دلائی۔ اور پھر کفار مکہ اور مشرکین کے اون جاہلانہ مراسم حج بجالاتے وقت ننگے ہو کر طواف کرنے میں بھی انکا شامل ہونا شہادت کے طور پر پیش کیا۔

اس میں کوئی کلام نہیں کہ کفار قریش میں یہ جاہلانہ رسم ضرور جاری تھی۔ جہال عرب برہنہ ہو کر طواف کرتے تھے آپ کے حوالے کے مطابق ابن ہشام نے اونکے اس وحشیانہ کردار کو پوری تفصیل سے جلد اول صفحہ ۷ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے

اور ہم نے اونکی تمام عبارت کو غور سے پڑھا ہے۔ لیکن اونکی عبارت مین آپ کی طرح خاص خاندان رسول صلعم کی تو کوئی تصریح نہین کی ہے۔ بلکہ عام لفظ قریش سے واقعہ کی تفصیل آغاز کی ہے۔ اون کی ابتدائی عبارت یہ ہے۔ قال ابن اسحٰق وقد کانت قریش لا ادری قبل الفیل او بعدہ ابتدعت رای الحمس الخ ابن اسحٰق کہتے ہین کہ قریش نے قبل واقعہ فیل یا بعد اوس کے قاعدہ حمس کی بدعت کو آغاز کیا۔ قریش مین خاندان رسول بھی اوسی طرح شامل ہے جس طرح خاندان ابوجہل اور خاندان ابوسفیان پھر اسمین خاندان رسول صلعم کو اس خصوصیت سے لکھنے کا آپ کو کون سا حق حاصل تھا۔ اور ابن ہشام کی مرقومہ بالا عبارت مین آپنے کس لفظ سے اس تخصیص و خصوصیت کے معنے پیدا کئے اور یہ مطلب نکال لئے۔ ہان۔ اگر اوس عبارت مین بنو ہاشم یا بنو عبد المطلب من قریش کے الفاظ تصریح و تخصیص ابن ہشام نے لکھے ہوتے تو آپ خاندان رسول کی تصریح و تخصیص فرمانے کے ضرور مستحق تھے۔ جب صورت حال ایسی نہین ہے تو آپ نے صریح فریب ہی کی نیت خاص سے خاندان رسول کی تخصیص فرمائی ہے۔

شبلی صاحب ہر واقعہ کو دیکھکر لکھیئے۔ دیکھئے قوم قریش مین سے بھی جس قبیلہ اور عشیرہ نے اس رسم جاہلیت پر اظہار افتخار کیا ہے۔ اور دوسرے قبیلون والون سے امتناع و انکار کے موقع پر تکرار کی ہے۔ اونکی تفصیل اشعار عرب کی شہادتون سے ابن ہشام نے پوری تصریح کے ساتھ جلد اول ص ۶۸ مین قلمبند کردی ہے۔ لیکن آپ نے نہ اوسکو پڑھا اور نہ اون پر غور کیا۔ اسی لئے اپنی کتاب مین صفحہ ۶۸ کا حوالہ نہین دیا۔ یہ آپ کا خاص مؤلفانہ طریقہ استخفاف و اسقاط حالات ہے۔ ہم اوسکی تفصیل اوسی صفحہ ۶۸ سے ذیل مین درج کرتے ہین۔

(۱) کفار قریش کے اس معاہدے مین سب سے پہلے بنی عامر جو قبیلہ ہوازن کی ایک شاخ تھا داخل ہوا اور اونہون نے عمر بن معدی کرب کو اسکے متعلق فخریہ اشعار لکھکر بھیجے۔

(۲) بنی عامر کے ایک قایم مقام عباس بن مرداس السلمی نے جنگ جبلہ کے موقع پر اس رسم جاہلانہ کو اپنی مفاخرہ کے اشعار مین منظوم کیا۔ اس لڑائی مین بنی عامر اپنے مخالف قبیلہ بنی حنظلہ پر غالب آئے۔ اسی معرکہ مین لقیط بن زرارہ بن عدس قتل ہوا۔ اور عمر بن عمر بن عدس بن زید بن عبد اللہ بن دارم بن مالک بن حنظلہ بھاگ گیا۔ پھر اسی جنگ قبائل کے اخیر سلسلہ مین بنی حنظلہ نے اپنے حریف کو شکست دی۔ یہ جنگ ذی نجب کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس مین حسان بن معویہ الکندی جسکی کنیت ابو کبشہ تھی۔ بنی عامر کیطرف سے قتل ہوا۔ یزید ابن الصعق الکلابی اسیر ہوا اور طفیل بن مالک بن جعفر بن کلاب ابو عامر بن الطفیل بھاگ گیا۔

اب شبلی صاحب فرمائین کہ ان دعویداران اور مددگاران رسم حمس مین رسول صلعم کے خاندان کے کسی ایک فرد واحد کا بھی نام پایا جاتا ہے۔ یا کسی نوع و طریقہ سے ان معرکون اور اونکے اسباب مین ان حضرات کی سازش و شرکت کا کہین برائے نام بھی ذکر پایا جاتا ہے۔ پھر شبلی صاحب نے کس رعایت نسبت اور خصوصیت کے اعتبار پر خاندان رسول

کو اس جاہلانہ اور وحشیانہ مراسم کے ساتھ خاص طور پر منسوب کیا اور یہ ثابت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان مراسم جاہلانہ میں اپنے خاندان کے شریک نہ ہوئے۔ کیا ابن ہشام کی کسی عبارت سے شبلی صاحب نے یہ ثابت فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے خاندان والے۔ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب بھی کفار قریش کی طرح ننگے ہو کر طواف کرتے تھے؟ یا ابن ہشام۔ ابن اثیر۔ طبری وغیرہم کسی عربی مورخ کی سند سے یہ واقعہ تحریر فرمایا ہو تا کہ عبدالمطلب یا اون کے کسی صاحبزادے کو کسی شخص نے ننگے ہو کر طواف کعبہ کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ اگر کوئی ایسا واقعہ ابن ہشام وغیرہ سے نقل کیا جاتا تو ہم آپ کے اس دعوے کی صحت اور اس بیان کی اصلیت پر اعتبار کرتے۔ افسوس ہے۔ آپ کی اس خودغرضی پر اور ایسی مغویانہ دلیری پر آپ اپنے قلم سے بلا تامل اور بلا پس و پیش وہ باتیں لکھ دیتے ہیں جن کا نشان آپ کے اصلی ماخذوں میں کہیں نہیں پایا جاتا۔ اور اس پر یہ سخت دلیری کہ ماخذ کا حوالہ بھی دیدیتے ہیں۔ صرف یہ سمجھکر کہ مصر کی چھپی ہوئی ابن ہشام ہندوستان میں کہاں ملتی ہے اور کون دیکھتا ہے۔ استغفر اللہ ربی۔

اب دیکھئے۔ اوسی ابن ہشام سے خاندان رسول ص کے اس شمول کی حقیقت کہاں تک صحیح معلوم ہوتی ہے۔

قال ابن اسحٰق حدثنی عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمر بن حزم عن عثمان بن ابی سلیمان بن جبیر بن مطعم عن عمہ نافع بن جبیر عن ابیہ جبیر بن مطعم قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبل ان ینزل علیہ الوحی وانہ لواقف علی بعیر لہ بعرفات مع الناس من بین قومہ حتی یدفع معھم منھا توفیقا من اللہ و رسولہ صلعم ص ۷۹۔

ابن اسحاق عبد اللہ بن ابی بکر سے بن محمد بن عمر بن حزم سے وہ عثمان بن ابی سلیمان بن جبیر بن مطعم سے وہ اپنے چچا نافع ابن جبیر سے وہ اپنے باپ جبیر بن مطعم سے ناقل ہیں جبیر کا بیان ہے کہ ہم نے قبل نزول وحی جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقام عرفات میں قوم کے لوگوں میں سے اپنے خاص اونٹ پر کھڑے ہوئے دیکھا پھر آپ میرے سامنے اونھیں لوگوں کے ساتھ بتوفیق الٰہی جو اوس وقت انکے شامل حال تھی تشریف لے گئے۔ ص ۷۹

اس روایت سے ثابت ہوگیا کہ مقام عرفات میں جانا اس رسم حمس کے رو سے بالکل ترک کر دیا گیا تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند لوگوں کے ساتھ قبل بعثت عرفات میں موجود تھے۔ اور راوی کے مطابق۔ وہاں توقف فرما کر۔ اوسکے سامنے ہی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ تشریف لیگئے۔ اب فرمائیے۔ قوم کی قوم۔ خاندان کا خاندان تو آپ کے بیان کے مطابق تو اس رسم قبیحہ میں شریک و شامل تھا۔ تو پھر آپ کے ساتھ یہ کون حضرات تھے جنکو جبیر ابن مطعم نے دیکھا۔ شبلی صاحب کی دیانت و دیانت جو کہے لیکن دنیا کی عدالت اور امانت تو یہی شہادت دیگی کہ وہ حضرات ممتازین بنی ہاشم تھے اور معززین بنو عبدالمطلب۔ توفیقات الٰہی اوسی وقت سے جنکے شامل حال تھی اور اوسی وقت سے وہ رسول اللہ صلعم کے اسوۂ حسنہ کی اقتدا کو اپنا تمغائے شرافت اور مدعائے قرابت سمجھے تھے

واقعات مناقض شان رسالت

شبلی صاحب مرقومۂ بالا عبارت میں جس رسول ص کے ایسے خصوصیات

آپکے فائز برسالت ہونے سے پہلے اِس اہتمام وشان سے دکھلا چکے ہین اور آیندہ عبارت مین اونکے اطوار ورفتار کو محض عامیانہ طور پر معمولات کے مقدار تک خود لکھکر بتلاتے ہین۔ عبارت یہ ہے۔

(۱) عرب مین افسانہ گوئی کا عام رواج تھا۔ راتون کو لوگ تمام اشغال سے فارغ ہوکر کسی مقام مین جمع ہوتے تھے۔ ایک شخص جسکو اس فن مین کمال ہوتا تھا۔ داستان شروع کرتا تھا۔ لوگ بڑے ذوق وشوق سے رات رات بھر سنتے تھے۔ بچپن مین ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بھی اس جلسہ مین شریک ہونا چاہا لیکن راہ مین شادی کا کوئی جلسہ تھا دیکھنے کے لئے کھڑے ہوگئے وہین نیند آگئی۔ اوٹھے تو صبح ہوچکی تھی۔

(۲) ایک دفعہ اور ایسا ہی اتفاق ہوا۔ اوسدن بھی یہی اتفاق پیش آیا۔ چالیس برس کی مدت مین صرف دو دفعہ اس قسم کا ارادہ کیا۔ لیکن اندونون دفعہ توفیق الٰہی نے بچالیا کہ تیری شان ان مشاغل سے بالاتر ہے۔

ان دونون واقعات سے معلوم ہوا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے جلسون مین جن پر لہو ولعب اور افعال واشغال عبث کی تعریف پوری مطابق ہوتی ہے دلچسپی رکھتے تھے۔ اور انمین شرکت فرمانے کی اکثر کوشش کرتے تھے لیکن توفیق الٰہی ہربار آپ کو اس کی شرکت سے بچالیتی تھی۔ اس بنا پر ثابت ہوگیا کہ وہ عمل جسمین آپ شریک ہونا چاہتے تھے حقیقتاً مذموم ومعیوب اور شان رسالت کے خلاف تھا۔ اور جو امتناع شرکت کی قدرت عملی ترکیب نکال لیتی تھی وہ مستحسن اور جائز تھی۔ مگر شبلی صاحب کے تحریر کردہ واقعات اسکے خلاف بتلاتے ہین۔ جن مجمع مین آپ شریک ہونا چاہتے تھے۔ وہ عربون کی داستان گوئی کی صحبت تھی۔ جس مین وہ غالباً اپنے اسلاف قدیم کے معرکہ آرائیان۔ نمودار یان۔ شجاعت۔ دلیری۔ داد ودہش اور دیگر صفات وخصوصیات کے ذکر بیان کرتے ہونگے اور اسمین بھی کلام نہین کہ اون مین مبالغہ آمیزیون سے کام لیتے ہون گے۔ لیکن بااینہمہ ان مین بظاہر حرام غیرمشروع اور باعث معصیت ہونے کی کوئی صورت نہین پائی جاتی۔ تاوقتیکہ اُن صحبتون کے بجنسہ وبلفظہ تقریر لکھکر اونکے حرام اور غیرمشروع ہونیکے ثبوت کامل نہ پہونچائے جائین۔ اس بنا پر اگر یہ مجمع ایسا ہی داستانین اور واقعات سننے کے خاص موقعے اور مقامات تھے۔ تو پھر یہ مذموم کیونکر کئے جائین گے۔ اور انمین کسی کی شرکت معیوب کیسے کہی جائیگی۔ اس سے زاید تو شبلی صاحب کی استحفاظ شرکت کی جو تدبیر لکھتے ہین وہ مذموم اور مقبوح معلوم ہوتی ہے جیسا کہ آپ خود لکھتے ہین

لیکن اتفاق سے راہ مین شادی کا کوئی جلسہ تھا۔ دیکھنے کیلئے کھڑے ہوگئے۔ نیند آگئی۔ اوٹھے تو صبح تھی۔

بقول آپ کے توفیق الٰہی نے ایک مشغلہ سے بچانے کے لئے جس دوسرے مشغلہ کیطرف متوجہ کردیا۔ وہ شادی کا جلسہ تھا اگرچہ اس جلسہ شادی کے بھی کوئی تفصیلی حالات نہین لکھے گئے لیکن اسمین کوئی کلام نہین کہ یہ جلسہ داستان گوئی کے مجمع سے زیادہ پرلطف اور دلچسپ ہوگا۔ تب تو شبلی صاحب لکھتے ہین کہ (نعوذ باللہ) آپ دیکھنے کے لئے کھڑے ہوگئے۔ اور نیند آگئی اوٹھے تو صبح تھی گویا رات بھر اوسی جلسہ مین کٹ گئی۔ مگر جب اس جلسہ شادی کی کوئی تفصیلی حالت نہین لکھی گئی تو شبلی صاحب

اپنے شادی کے جلسوں کی مثالوں پر اندازہ کرکے خود تصفیہ فرمالیں کیا یا آپ کی عقیدت رسولؐ کی معرفت۔ ایسے جلسوں مجمعوں اور صحبتوں میں۔ رسولؐ تو درکنار غلامان رسولؐ تک کی شرکت کو ایسی محویت و مصروفیت کے ساتھ کہ شام سے صبح کردی۔ ایک منٹ کے لئے بھی گوارا کرے گی۔

شبلی صاحب اپنی جا و بیجا پر جوشیوں میں جا و بیجا اور مناسب و غیر مناسب طریق و انداز بیان کا اپنی تحریر و بیان میں مطلق خیال نہیں کرتے۔ آپ نے عیسائیوں کے اس اعتراض کے جواب میں کہ آنحضرت صلعم خیالات و جذبات میں جو کچھ تغیر آیا ہے وہ ادعائے رسالت کے بعد ہے۔ ورنہ آپ کے طرز و اطوار سب آپ کی قوم کے لوگوں کی طرح تھے۔ آپ کسقدر چراغ پا ہوئے اور اپنی گذشتہ بحث بیان میں کتنی کد و کاوش اور سعی و کوشش سے اونکی تعریف کی تعقید فرمائی یہانتک کہ صحیح بخاری کی بھی تغلیط کی نوبت پہونچائی۔ اب اگر وہی عیسائی آپ ہی کی اس تحریر کردہ اطوار رسول کو اپنے دعوی اعتراض کا شاہد بنائیں تو آپکے پاس اونکا کیا جواب ہوگا۔ مشکل تو یہ ہے جیسا کہ ہم اکثر مقامات پر دکھلاتے آئے ہیں کہ آپ ایک مقام پر ایک واقعہ کا اقرار کرتے ہیں اور دوسرے مقام پر اوسی سے انکار فرماتے ہیں۔ اس تلون طبعی کا کیا علاج ہو سکتا ہے یہ دونوں واقعات جو لکھے گئے ہیں اونکے ماخذوں کا بھی کوئی حوالہ نہیں دیا گیا ہے کہ حقیقت حال کی کچھ تو تحقیق کی جاتی لیکن ہم کو اس بات کا خود یقین ہے کہ آپ نے انکو بے ماخذ کے نہیں لکھا ہوگا۔ جو غالبا اصحاب حدیث ہی ہوں گے نہ ارباب تاریخ۔ سب سے زیادہ مضحکہ انگیز طریقہ تو آپ نے یہ اختیار فرمایا ہے کہ حاشیہ زیر صفحہ میں انکے اسناد و حوالہ کی جگہ۔ سر ولیم میور صاحب کی یہ عبارت ترجمہ نقل فرمادی ہے۔

سر ولیم میور صاحب لکھتے ہیں کہ ہماری تمام تصنیفات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اونکے چال چلن کی عصمت اور اونکے اطوار کی پاکیزگی پر جو اہل مکہ میں کمیاب تھی متفق ہیں"۔

بچے تک جانتے ہیں کہ یہ شہادت کیسی ہے۔ اس شہادت کے اندراج سے تو خود شبلی صاحب پر یہ اعتراض قایم ہو جاتا ہے کہ سر ولیم میور اور تمام عیسائی مصنفین تک آپ کے اطوار کی پاکیزگی کو اتنے اعلیٰ درجہ تک تبلاتے ہیں بخلاف اونکے آپ مسلمان ہو کر اونکو ایسے عامیانہ معمولانہ اور بازارانہ گپ اور لہو و لعب کے جلسوں اور صحبتوں میں شام سے صبح تک محو و آلودہ دکھلاتے ہیں فافہم فتدبر۔

ہم ایسے غلط فہم نہیں کہ آپ کے اس مضمون کو بلا سند سمجھیں ہمکو یقین ہے کہ آپ نے اسکو اپنے اسلاف کے کسی ماخذ اصلی سے نقل کیا ہوگا لیکن نقل کرنے کے وقت آپ نے اسکے نتیجہ پر غور نہیں کیا کہ ع این راہ کہ میروی بترکان است

آپ جن حالات و واقعات سے ذات رسول کی عصمت اور پاکیزگی قبل از نبوت ثابت کرنا چاہتے ہیں وہی واقعات معمولی اور عامیانہ جلسوں اور مجمعوں میں آپ کے رسولؐ کی شرکت اور مجالست ثابت کرتے ہیں اور پھر اتنی محویت کے ساتھ کہ شام کو صبح ہوگئی۔ رہبر توفیق بھی استخفاف رسولؐ کی نسبت ایک سوچی ہوئی تدبیر عمل میں لاتا ہے۔ اور ایسے مکروہ و نامشروع جلسوں

کے مشاہدے سے باز رکھنے کے لئے صرف رسولؐ کو وہیں سلا دیتا ہے۔ ادس سے اتنا نہیں بن پڑتا کہ رسولؐ کو گھر پہونچا دیتا کہ مشاہدۂ معصیت کے ساتھ شرکت لہو ولعب کے الزام سے بھی پورا استحفاظ ہو جاتا۔ نہ ایسے ایسے سراپا غلط واقعات اسلامی کتابوں میں مندرج کئے جاتے نہ ان کی بناپر آج ان گمراہانہ اعتراضات کا مخالفین کو موقع ہاتھ آتا۔ یہ دلائل صاف بتلا رہے ہیں کہ یہ واقعات و حالات ہی بالکل غلط ہیں۔ نہ ان کی کوئی اصل ہے نہ حقیقت۔ طبقۂ اسلام میں ساوت اور سلسلۂ امت حضرت سید الانامؐ میں تعمیم وطریقۂ عام پیدا کرنے کی غرض سے پہلے خاندان رسولؐ و اوسکے بعد شان رسول صلعم کی یہ نوبت پہونچائی گئی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

یہ تو قبل بعثت کے حالات تھے۔ عین زمانۂ رسالت میں اور خاص صحن مسجد میں جب رسول اللہؐ کی طرف (معاذ اللہ) حبشیوں کے ناچ دیکھنا اور دکھلانا منسوب و مشہور کیا جاتا ہے تو قبل بعثت ان لہو ولعب کے مشاغل کی کیا شکایت ہے وائے گر از پس امروز بود فردائے۔ افسوس تو یہ ہے کہ دوسروں کی پردہ پوشی کے لئے رسولؐ کی اتنی اور ایسی پردہ داری کی جاتی ہے ہم بار بار لکھتے چلے آتے ہیں کہ شبلی صاحب اور اون کے اسلاف متقدمین نے حقیقتاً شان رسولؐ ہی کو نہ سمجھا ہے اور نہ آج تک سمجھنے کی کوشش کی ہے پہلے یہ حضرات شان رسولؐ کی حقیقی معرفت کا سلیقہ پیدا کر لیں۔ ہم پھر سمجھائے دیتے ہیں کہ قبل و بعد رسالت کی شرط بیکار ہے۔ جب ہم نے ذات رسول صلعم کو از اول تا آخر فطرۃ صالحہ لدنیہ پر قایم و ثابت تسلیم کر لیا تو پھر عام اس سے کہ صحاح والے ایسے مناقض شان رسالت واقعات لکھنے والے ثابت ہوتے ہوں یا مسانید و سنن والے ہم اونکو پابند نہیں

نزول وحی اور حصول رسالت

شبلی صاحب نزول وحی اور حصول رسالت کی تفصیل کی ابتدا اس عبارت سے فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت سے دنیاوی تعلقات تھے۔ تجارت کا کاروبار تھا۔ متعدد اولادیں تھیں۔ تجارت کی ضرورت سے اکثر سفر کرنا پڑتا تھا لیکن دست قدرت کو جو کام لینا تھا وہ ان تمام مشاغل سے بالاتر تھا۔ دنیا اور دنیا کے تمام کام آپ کو ہیچ نظر آتے تھے۔ تاہم مطلوب حقیقی کا ابتک پتا نہ تھا۔

بالکل صحیح ہے تعویض رسالت اور تعین نبوت کے وقت یہ تمام تعلقات معاشرت آپ کے گرد وپیش تھے جو خدا کی طرف سے اسوۂ حسنہ بنا کر دنیا اور اہل دنیا کی تربیت وہدایت کی غرض سے دکھلائے جانے والے تھے۔ اور احصار تجرد اور رہبانیت کے ہزار سالہ طلسم ہمیشہ کے لئے توڑے جانے والے تھے۔ اور انکے خلاف اہل عالم کو یہ تعلیم دینی منظور الہی تھی کہ دنیا کے تمام جائز اور مستحسن تعلقات کے ساتھ رہکر بھی۔ الہیات و دینیات کا مبلغ اخلاقیات و سیاسات کا معلم معرفت الہی کی کافی تعلیم دے سکتا ہے۔ اور رہنمائی کونین کے تمام خدمات ادا کر سکتا ہے اوسکی تعلیم کامل نے تمام بنی انسان کے قلوب پر یہ زرین اصول کالحجر کر دیے کہ دنیا اگر اصول دین اور حدود شریعت کے اندر ہے تو عین دین ہے۔

یہانتک تو شبلی صاحب کی عبارت شان رسالت اور اوصاف نبوت کے مطابق ہے لیکن آپ کا اخیر فقرہ کہ تاہم مطلوب حقیقی کا ابتک پتا نہ تھا ۔ قابل قبولیت نہیں اسلئے کہ آپ کے اوسی قدیم اصول تعمیم کیطرف راجع ہے اور پھر اس فقرہ پر بھی وہی عیسائیوں کا گمراہانہ قیاس کہ جو کچھہ آپ کی ذات مین تغیر آیا وہ وقت رسالت سے" صادق آجاتا ہے لاحول ولا قوۃ ۔ حالانکہ یہ مغلطہ واضح ہے ۔ رسولؐ کی جیسی عصمت ذاتی قدیم رہی ہے ویسی اوسکی معرفت الٰہی بھی قدیم ہے اوسکی فطرت نبویہ ابتدا ہی سے علم لدنیہ کے فیوض و مآثر پر فائز رہے ۔ وہ ہدایت و ارشاد کے لئے صرف ایک مدت خاص تک جسکی مناسبت اور مصلحت کا علم خاص ذات باری تعالیٰ کے متعلق ہے وہ ماذون و مامور نہیں کیا جاتا ورنہ اوسمین تمامی اوصاف و علامات نبوت تفویض رسالت کے قبل سے پائے جاتے ہین ۔ ہمارے رسول برحق کے متعلق کتابون مین کثیر التعداد واقعات ایسے موجود ہین جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اکثر اکابر و عمائد عرب نے قبل از نبوت آپ کو دیکھکر انھین محاسن اوصاف و مکارم اطوار کے اعتبار پر آپ کو نبی اللہ ہونیکی صحیح بشارت پہونچائی تھی ۔ چنانچہ طبقات ابن سعد مین ایسی خبروں واقعات کو ایک علیحدہ باب مین جمع کر دیا ہے ۔

اس بنا پر یہ لکھدینا کہ ہمارے رسولؐ کو چالیس برس تک خدا کا پتا نہ لگا ۔ اور چالیس برسون کے بعد بعثت کے وقت سے وہ خدا کا شناسا ہوا ۔ عقائد مسلمہ اسلام کے بالکل خلاف ہے ۔ نعوذ باللہ اگر بفرض محال ایسا ہی ہے تو پھر چالیس برس تک وہ کس وجود کا قائل اور کس مسلک کا سالک تھا ؟ اور پھر اوسمین اور ورقہ بن نوفل اور عثمان بن حویرث وغیرہ کی ذات و صفات مین کیا فرق مابہ الامتیاز باقی رہا ۔

پھر ہم وہی کہین گے کہ شبلی صاحب شان رسول کو سمجھے ہی نہین ۔ پہلے آپ سمجھ لین کہ قبل البعثت انبیاء و مرسلین کے قلوب نورانی پرکون سے احوال مخصوصہ مستولی ہوتے ہین ۔ وہ ابتدا ہی سے خدا کے وجود کو یکتا اور اوسکے ازلی اور ابدی ہونے کا یقین کامل رکھتے ہین اور اوسیطرح اونکو خدا کی تمام ذات و صفات کا علم راسخ اور یقین واثق ہوتا ہے ۔ وہ رسالت و نبوت کے منصب پر فائز ہونے سے پہلے ۔ عالم کائنات کے تمام اشیاء اور اون کے تمام افراد و اجزا سے اوس صانع برحق اور قادر مطلق کی قدرت کا مشاہدہ اور ثبوت قائم کیا کرتے ہین ۔ اور حقیقتاً اس عالم اور اس زمانہ مین وہ اپنی واقفیت علم کو یقین اور پھر یقین کو سکینۂ الٰہی کے انتہائی حدود تک پہونچاتے ہین اور یہین سے حدود انسانی کی انتہا اور فضائے ملکوتی کی ابتدا ہوتی ہے جسکا پہلا زینہ رسالت ہے ۔ اونکے اس غور و تفحص اور فکر و تجسس ذات کو خاصکر تلاش وجود معبود سے تعبیر کرنا محض غلط فہمی ہے ۔ اور یہی غلط فہمی شبلی صاحب کو بھی یہان لاحق ہوئی ہے حقیقت مین یہ مطلوب حقیقی کی تلاش نہین تھی ۔ بلکہ اوس غیر مرئی وجود کا ثبوت اوسکے ظاہری مخلوقات و مصنوعات کے مشاہدات سے حاصل کرنیکا ریاض تھا ۔ اور اس تلاش و جستجو سے معاذ اللہ تشکیک قلب کا وہم و گمان نہین کیا جا سکتا بلکہ تسلیۂ قلب کا یقین ہوتا ہے ۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم نے خداوند عالم کے اس سوال اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۔ کیا تم مجھپر ایمان نہین رکھتے کے جواب

مین فوراً ارشاد فرمایا کہ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ - ہان مین تجھ پر ایمان رکھتا ہون لیکن یہ استفسار صرف اطمینان قلب کی غرض خاص سے ہے

اس واقعہ اور اسی کے ایسے خاص حضرت ابراہیم اور مشاہدہ اجرام فلکی حضرت خضر و موسیٰ اور حضرت داؤد و سلیمان علیٰ نبینا وآلہ وعلیہم السلام کے حالات و استفسارات مندرجہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ ان حضرات مقدسین کو قبل و بعد رسالت ان استفسارات سے وجود الٰہی کی خاص تلاش منظور نہین تھی بلکہ اوسکے ثبوت قدرت کی - جو عین ثبوت وجود تھے کیونکہ ذات الٰہی عین صفات ہے اور صفات عین ذات - اس غور و تفحص اور تلاش و تجسس مین وجود قدرت کی جلوہ آرائی مطلوب تھی اور اوسکے مشاہدے اور معائنے درکار تھے - جنکے ذریعہ سے اونکی معرفت اور تبلیغ رسالت کی ضروریات مین اور استحکام و تقویت سے دلائل و براہین بیان کرنے اور دنیا کے آگے بدیہات کی صورت مین مثال پیش کرنے مین آسانی اور سہولیت حاصل ہو

اب شبلی صاحب سمجھ لین - شان رسول یہ ہے اور اوسکی تلاش اور جستجو انھین مشاہدات قدرت کی طرف تھی نہ اصلی وجود قادر مطلق کی جانب اس بنا پر آپ کا آخر فقرہ آپ کی صریح غلط فہمی پر مبنی تھا جسکی الحمد للہ کامل اور کافی اصلاح کر دی گئی -

شبلی صاحب کسی مضمون کو سلسلہ سے کبھی نہین لکھتے - نزول وحی کی ابتدا آخر مراتب وحی سے کیگئی ہے اور اس کا آغاز واقعہ حرا اور نزول اقرا سے کیا گیا ہے - اس سے دینیات کا مبتدی - اس بیان کو پڑھکر حقیقت وحی کو یہین تک محدود کر دیگا - اور سمجھ لیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک بارگی یونہین وحی آسمان سے اوتر پڑی شبلی صاحب - آپ نے کتاب خاص و عام سب کی واقفیت و اطلاع کے لئے لکھی ہے - ہر مضمون کی تفصیل کو خاص طبقات کے علم و اطلاع پر منحصر کرکے نظر انداز کر دینا - عوام کو کیا فائدہ دیسکتا ہے - اس بنا پر آپ کو نزول وحی کے مدارج و مراتب سلسلہ وار (بالاختصار ہی سہی) لکھکر بتلا دینا نہایت ضروری تھا - کہ اُن کی سمجھ مین آجاتا کہ مدبرین قدرت نے اپنے رسول کے پیکر انسانی پر مدارج روحانی کے بار - بتدریج اور رفتہ رفتہ نازل فرمائے ہین کہ وہ پیکر مطہر اوسکے جلال قدرت کو اپنی امکانی قوت کے مطابق سنبھال سکے - طرفہ تو یہ ہے کہ حواشی زیرین مین کہین کہین حسب العادت اُنکا اشارہ بھی کر دیا گیا ہے پھر نہین معلوم کس مصلحت سے وہ مضامین و عبارات داخل کتاب نہین کیگئی -

شبلی صاحب سے بات بات پر کون اولجھا کرے - ہم شبلی صاحب کی ان تمام فروگذاشتون سے قطع نظر کرکے جنکو ہم اونکے مقام پر تفصیل سے بیان کرینگے - جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استغراق فی اللہ اور تجسس فی اثبات الوجود المعبود کے عوالم و کوائف کو جنمین مدارج وحی کی حقیقت بھی ضمناً داخل ہے - ذیل مین بیان کرتے ہین - اور باتفاق جمہور یہ ثابت ہے کہ معارف ربانی اور مکاشف روحانی کے یہ عوالم و آثار قبل از بعثت آپ کے قلب نورانی پر مستولی ہو گئے

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم کے حسن معاشرت اور اوس کے جائز اور ضروری مشاغل مین آچکا

انہماک دنیا کے لئے اُسوۂ حسنہ تھے لیکن جیسا کہ شبلی صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ باایں ہمہ دست قدرت کو جو آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کام لینا تھا وہ ان تمام مشاغل سے بالاتر تھا" اس لئے اوس کام کے مقابلہ میں جو منجانب اللہ آپ کی فطرت صالحہ کے ساتھ مخصوص فرمایا گیا تھا۔ آپ دوسرے کاموں کو ہیچ مقدار اور بیہودہ سمجھتے تھے۔ اور زیادہ تر اسی غرض مخصوص کیطرف متوجہ رہا کرتے تھے۔ وہ غرض مخصوص کیا تھا۔ پہلے یہ ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔ وہ ذات واجب الوجود کا ادراک اور عالم کائنات کے ہر ہر جزو سے اوسکے ظہور قدرت کا ثبوت۔ اور اشیائے مخلوق میں انوار خالق کے مشاہدہ قدرت کا اشتیاق تہا۔ اگرچہ یہ عالم آپ کی فطرت صالحہ کے ساتھ مخلوق ہوا تھا لیکن خلقت انسانی کے اصول نمود ارتقاکی مطابق۔ جیوں جیوں سن مبارک میں ترقی ہوتی گئی۔ ان جذبات روحانیت میں بھی افزائش ہوتی گئی۔ تا اینکہ وقت بعثت سن مبارک چالیسؐ برس کا ہوگیا تھا اسی مقدار سے آپ کے ان قلبی اور روحانی انوار معارف میں بھی کامل اضافہ پیدا ہوکر یہ کمال بھی تکمیل کے درجہ منتہی تک پہونچ گئے۔

انھیں جذبات روحانی کے اثر سے جیسا کہ تمام تاریخ وسیر کے اتفاق اور کتب تفسیر وحدیث کی تفصیل وبیان سے ثابت ہوتا ہے۔ آپ بسا اوقات گہر سے باہر میدانوں۔ بیابانوں اور کوہستانوں میں نکل جایا کرتے تھے ہفتوں اور مہینوں کی خوراک اور متعدد دنوں کا پانی اپنے ہمراہ لے لیا کرتے تھے۔ اور مہینوں۔ بیابانوں اور کوہستانوں میں قدرت الٰہی کے عجائب وغرائب اور اوسکی صنعت لامتناہی کے مدارج ومناصب کا برأۃ العین مشاہدہ فرمایا کرتے تھے۔ اور ان مشاہدات سے اس قادر مطلق اور صانع برحق کے وجود کا ثبوت حاصل فرمایا کرتے تھے تاوقتیکہ ایک شئے کی حقیقت کامل طور سے نہ معلوم ہو لیتی تھی۔ دوسری شئے کی ماہیت کی تلاش کا سلسلہ نہ اوٹھایا جاتا تھا۔ اگر اسد میان میں کھانے پینے کی چیزیں تمام ہو جاتی تھیں تو گھر واپس تشریف لاکر بقدر ضرورت پھر وہ چیزیں ہمراہ لے لی جاتی تھیں اور پھر انھیں مقامات میں واپس آجاتے تھے۔

بسا اوقات ان تحقیقات کا مشاہدہ انوار الٰہیات کے ذریعہ سے عالم رویا میں ہو جایا کرتا تھا بعض اوقات الہام۔ القا۔ اور ندا کے طریقہ سے مسئلہ تحقیق طلب کا فیصلہ آخری آپ کو بتلا دیا جاتا تھا۔ ندا وغیرہ کی حالتوں میں آپ صرف کلمات ندا کو سن لیا کرتے تھے۔ اور ندا کنندہ کو باوجود تفحص وتلاش کے اپنے گرد وپیش کہیں بھی نہیں پاتے تھے دریہائے جبل کے خلوتکدوں میں کبھی اپنے وجود فانی سے اوسکے وجود باقی اور ازلی کے ثبوت فراہم کئے جاتے تھے یہی آپکی ابتدائی عبادت تھی۔ جسکو علمائے تاریخ وحدیث نے تَحَنُّث کی خاص اصطلاح سے تمام کتابوں میں لکہا ہے اور حقیقت بھی یہی تھی اسوقت یہی تفکر اور تجسس فی اثبات الوجود۔ آپ کی عین عبادت تھی جن لوگون نے انبیائے سابقین کے حالات اور خصوصًا حضرت ابراہیم کی تحصیل معرفت کے واقعات کم سے کم اسوۃ الرسولؐ جلد اول میں پڑہے ہیں۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان مجاہدانہ تجسس ذات کو حضرت ابراہیمؑ کی تلاش وجود سے بالکل مطابق پائیں گے۔

ہم اپنے موجودہ سلسلۂ بیان میں آپ کی اس عبادت کے حالات لکھتے ہیں۔ مکہ کے کوہستانی مقامات میں

آپ نے جس مقام کو اپنی عبادت کے لئے تجویز فرمایا تھا وہ غار حرا تھا۔ یہ غار مکہ معظمہ سے تین میل کے فاصلہ پر اوس کوہستانی سلسلہ میں واقع تھا جسکو جبل فاران کہتے تھے۔ یہ غار طول میں چار گز اور عرض میں پونے دو گز ہے۔ بعثت سے سات برس پہلے انوار الٰہی کی تجلیات اسی غار میں آپ پر ظاہر ہونے لگی تھیں۔ علامہ مجدالدین فیروزآبادی سفر السعادت میں لکھتے ہیں کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان انوار الٰہی کی ضوفشانیوں کو دیکھکر بیحد مسرور ہوتے تھے۔ مگر ان تجلیات میں کوئی صورت یا اس سے کوئی آواز نہیں پیدا ہوتی تھی۔ رحمۃ العالمین ص ۲۹

بعثت کا زمانہ جتنا قریب ہوتا جاتا تھا۔ آنحضرت صلعم کی طبع مبارک میں خلوت گزینی کی عادت بڑھتی جاتی تھی۔ ان ایام میں آپ اکثر پانی اور ستو لیکر شہر سے کئی کوس دور غار حرا میں جاکر بیٹھ رہا کرتے تھے۔ اور شبانہ روز عبادت الٰہی کیا کرتے تھے۔ اس عبادت میں تحمید و تقدیس الٰہی کے علاوہ قدرت الٰہیہ پر تدبر و تفکر بھی داخل تھا۔ اور یہی آپ کی قدیم عبادت تھی۔ جسکو تحنث سے تعبیر کرتے ہیں۔ مولوی شبلی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ غار حرا میں آپ تحنث یعنی عبادت کیا کرتے تھے۔ عینی شرح بخاری میں ہے۔

قیل ما کان صفۃ تعبدہ واجیبت بان ذلک بالتفکر والاعتبار	سوال کیا گیا ہے کہ اوسوقت آپ کی عبادت کیا تھی۔ جواب کہ غور و فکر اور عبرت پذیری۔

یہ وہی عبادت ہے جو آپ کے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نبوت سے پہلے کی تھی۔ ستاروں کو دیکھا۔ تو چونکہ تجلی کی جھلک تھی۔ وہو کا ہوا۔ چاند نکلا تو اور شبہہ ہوا۔ آفتاب پر اس سے زیادہ لیکن جب سب نظروں سے غائب ہوگئے تو بیساختہ پکار اوٹھے اِنِّیْ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ۔ میں فانی چیزوں کو نہیں پسند کرتا۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ میں اپنا منہ اسی کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا۔

ایک[۱] مغربی مورخ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس عبادت کی کیفیت اس طرح ادا کی ہے۔

سفر و حضر میں ہر جگہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں ہزار سوال پیدا ہوتے تھے۔ میں کیا ہوں؟ یہ غیر متناہی عالم کیا ہے؟ نبوت کیا شے ہے؟ میں کن چیزوں کا اعتبار کروں؟ میں کیا کام کروں؟ کیا کوہ حرا کی چٹانوں۔ کوہ طور کی سر بفلک چوٹیاں کھنڈر اور میدان کسی نے بھی ان سوالوں کا جواب دیا۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ گنبد گردان۔ گردش لیل و نہار چمکتے ہوئے ستارے برستے ہوئے بادل۔ ان سوالوں کے جواب نہ دے سکے۔ سیرۃ النبی ص ۱۴۰ بحوالہ کارلائیل ہیروز

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عالم خاص کو دیباچہ نبوت سمجھنا چاہیے۔ اس عالم کی تکمیل کے بعد آپ رویائے صادقہ ہونے لگے۔ اور اون کے ذریعہ سے انکشاف حقائق ہونے لگے۔ اس عالم سے نبوت و رسالت کی تمہید شروع ہوتی ہے۔ صحیح بخاری کے شروع میں ہے اول ما بدء بہ رسول اللہ صلعم من الوحی الرویاء الصالحۃ فی النوم۔ جس چیز سے پہلے آنحضرت صلعم پر وحی الٰہی نازل ہوئی وہ سچے خواب ہوتے تھے۔ اور خواب ہی کے ذریعہ سے آپ

[۱] اس عیسائی ناقد کی عبارت کو پڑھکر ہیرو اقعات کا اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ ان معاملات کو قد عرف نفسہ عرف ربہ (جس نے اپنے نفس کو

اسرار منکشف ہونے لگے - جو کچھ آپ خواب مین دیکھتے تھے بعینہ وہی پیش آتا تھا - سیرۃ النبی (حاشیہ زرین -)

اس سے ثابت ہوگیا کہ رویاے صادقہ بھی وحی الٰہی کا ایک شعبہ خاص ہے شاہد ہے اسکے ثبوت مین یَابُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ جسمین ذبح اسمٰعیل ع کی پوری خبر حضرت ابراہیم ع کو عالم خواب مین دکھلا دی گئی تھی - لیکن یہ بھی یقین کرلینا چاہیئے کہ یہ خواب انبیاء و مرسلین کے مقدس دائرے تک محدود تھے - ہمارے آپ کے خواب کو ان سے مناسبت نہین ۵؎

ابن سعد اسکے متعلق خود آنحضرت صلعم کے یہ اقوال نقل کرتے ہین انا معشر الانبیآء تنام اعیننا ولا تنام قلوبنا ہملوگون (انبیاء علیہم السلام) کی آنکھین سو جاتی ہین - قلوب نہین سوتے - پھر ارشاد فرماتے ہین تنام عینائی ولا ینام قلبی میری دونون آنکھین سو جاتی ہین لیکن میرا قلب نہین سوتا - یہ حقیقت ہے انبیاء علیہم السلام کے خواب کی - خواب کی حالت خاص مین انبیاء کے قلوب نورانی انکشاف حقیقت کے لئے بیدار اور کشادہ رہتے ہین - اس بنا پر اکثر حکماے اسلام نے انبیاء کے خواب کو بھی نفیطان یعنی بیداری مین شامل کیا ہے قبل بعثت ایک معتد بہ زمانہ تک اسرار الٰہیات کے انکشافات رویاے صادقہ کے ذریعہ سے ہوتے رہے اسکے بعد ندا و الہام کے مدارج وحی آغاز ہوئے - طبری نے نہایت تفصیل سے اسکی کیفیت لکھی ہے - ذیل مین نقل کی جاتی ہے -

عن ابی بن کثیر قال سئلت اباسلمہ ای القران انزل اول فقال یا ایھا المدثر فقلت یقولون اقرا باسم ربك فقال اباسلمہ سئالت جابر بن عبد اللہ ای القران انزل اوّل فقال یا ایھا المدثر فقلت اقرا باسم ربك الذی خلق فقال لا اخبرك الا ما حدثنا النبی صلعم قال جاورت فی حرآء فلما قضیت جواری هبطت فاستبطنت الوادی فنودیت فنظرت عن یمینی وعن شمالی وخلفی وقدامی فلم ار شیئًا فنظرت فوق راسی فاذا هو جالس علی عرش بین

ابن ابی کثیر بیان کرتے ہین کہ مین نے ابو سلمہ سے پوچھا کہ قرآن مجید مین کون سی آیت پہلے نازل ہوئی ہے ابو سلمہ نے کہا - یا ایھا المدثر - مین نے کہا لوگ تو کہتے ہین اقرا باسم تک سب سے پہلے نازل ہوا - ابو سلمہ نے جواب دیا کہ مین نے یہی سوال جابر ابن عبد اللہ انصاری سے کیا تھا اور انھون نے مجھے بتلایا تھا کہ قرآن مین سب سے پہلے یا ایھا المدثر نازل ہوا ہے مین نے بھی یہی اون سے کہا تھا - جابر بولے مین تمھین وہی بتلاتا ہون جو مین نے خود جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے - آپ نے مجھ سے فرمایا کہ مین حسب المعمول غار حرا مین عزلت گزین تھا کہ خدا کا فرشتہ مجھپر نازل ہوا اور مجھے ندا کی - مین نے داہنے - بائین اور آگے پیچھے ہر چند اوس ندا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ پہچان لیا اوس نے اپنے پروردگار کو پہچان لیا) کے مطابق اور الانسان بصیر علی نفسہ (انسان اپنے نفس کا خود بینا ہے) کے حکم کے موافق ایسے ہی سوالات وجذبات قلب مبارک مین پیدا ہو کر آپ کو وجود باریتعالی کے کافی ثبوت پہونچاتے تھے ۵؎ عیسائیون نے اس شعبہ وحی یعنی ذریعہ خواب کو بہت وسیع اور محض عام کر دیا ہے - اون کے نزدیک ہر شخص اس خواب (وژن) کی صلاحیت رکھتا ہے اس شعبہ وحی پر کیا موقوف ہے خصوصًا آجکل علماے یوروپ تو ہر شاعر کے کمال کو کمال نبوت سے مساوی اور مشتق تبلاتے ہین نعوذ باللہ المؤلف سید لال حیدر عفی عنہ

السماء والارض فخشیت منہ فاتیت خدیجۃ رض فقلت دثرونی وصبوا علی ماء قال فدثرونی وصبوا علی ماء باردا فنزلت یا ایها المدثر ۔

ندا کرنے والے کی تلاش کی لیکن کسی کو بھی نہ دیکھا۔ پھر مین نے سر اوٹھا کر اوپر دیکھا تو اوس ندا کنندہ کو آسمان و زمین کے درمیان معائنہ کیا۔ دیکھکر مجھپر جلال الہی کا رعب طاری ہوگیا۔ مین فوراً گھر لوٹ آیا اور خدیجہ رض سے کہا کہ مجھپر کپڑا ڈال دو میری منہ پر پانی چھڑکدو۔ یہ سنکر اونھون نے مجھپر کپڑا ڈال دیا۔ ٹھنڈا پانی میرے مونھہ پر ڈالا۔ تو وہ کیفیت زائل ہوگئی اسکے بعد آیہ یا ایھا المدثر نازل ہوا۔ طبری ص ۱۱۵۴ مطبوعہ جرمن

صاحب رحمۃ العالمین نے مشکوۃ باسناد صحیحین اور تاریخ طبری کے متفقہ مرویات سے ماخوذ فرماکر اس واقعہ کو یون لکھا ہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عمر چالیس سال قمری پر ایک دن اوپر ہوا تو ۹ ربیع الاول سنہ ۴۱ میلاد (مطابق ۱۲ فروری سنہ ۶۱۰ء) کو بروز دوشنبہ۔ روح الامین۔ خدا کا حکم نبوت لیکر آنحضرت صلعم کے پاس آیا۔ اسوقت آنحضرت صلعم غار حرا مین تھے۔ روح نے کہا۔ اے محمد بشارت قبول فرمائیے۔ آپ اللہ کے رسول ہین اور مین جبرئیل ہون۔ سفر السعادت مجد الدین فیروز آبادی۔ اسکے بعد نبی صلعم فوراً گھر مین آئے اور لیٹ گئے۔ بی بی سے کہا کہ مجھپر کپڑا ڈالدو (دثرونی) جب طبیعت مین ذرا سکون ہوا تو بیوی سے فرمایا کہ مین ایسے واقعات دیکھتا ہون کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہوگیا ہے۔ مشکوۃ ص ۵۱۴۔

نزول اقراء حسب المعمول ایک دن (باسناد طبری ۱۸ رمضان سنہ ۴۱ عام الفیل مطابق سنہ ۶۱۰ء) جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم غار حرا مین تشریف فرما تھے۔ کہ فرشتہ غیب (روح الامین) نے آکر آپ کو ان الفاظ ربانیہ مین بشارت دی۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ

پڑھ (دعوت دے) اوس خدا کے نام کو۔ جس نے کائنات کو پیدا کیا جس نے انسان کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ اوس خدا کے بزرگ نام کو یعنی اوس خدائے بزرگ کے نام پر تمام لوگون کو دعوت دے۔ جس نے انسان کو وہ باتین سکھلائین کہ جنکو وہ نہین جانتا تھا۔

شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین:۔

آپ اس واقعہ کے بعد۔ اوسیوقت گھر واپس تشریف لائے۔ تو جلال الہی سے لبریز تھے۔ آپ نے حضرت خدیجہ رض سے تمام واقعہ بیان کیا۔ وہ آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئین اور جو عبری زبان جانتے تھے اور توریت و انجیل کے ماہر تھے اونھون نے آنحضرت صلعم سے واقعہ کی کیفیت سنی تو کہا یہ وہی ناموس اکبر ہے جو موسیٰ پر اوترا تھا۔ روایت مین ہے کہ آنحضرت صلعم کو ڈر پیدا ہوا۔ حضرت خدیجہ رض نے کہا کہ آپ متردد نہ ہون۔ خدا آپ کا ساتھ نہ چھوڑیگا۔ پھر وہ آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئین تو اونھون نے آپ کی تصدیق کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زبان سے بلاشبہ

یہ الفاظ نکلے "مجھکو ڈر ہے"۔ لیکن یہ تردد و ہیبت۔ یہ اضطراب جلال الٰہی کا تاثر او رنبوت کے بار گران کی عظمت کا تخیل تھا آپ نے کیا دیکھا؟ ناموس اعظم نے کیا کہا؟ کیا کیا مشاہدات ہوئے؟ یہ وہ نازک باتین ہین جو الفاظ کا تحمل نہین کرسکتین

صحیح بخاری باب التعبیر مین ہے کہ چند روز تک وحی رک گئی۔ تو آنحضرت صلعم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاتے کہ اپنے آپ کو گرادین۔ دفعتاً حضرت جبریل نظر آجاتے تھے اور کہتے تھے۔ اے محمدؐ۔ تم واقعی خدا کے پیغمبر ہو اس سے آپ کو اسوقت تسکین ہوجاتی تھی۔ لیکن جب پھر وحی کچھ دنون تک رکجاتی تھی تو پھر آپ کسی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر اپنے آپ کو گرا دینا چاہتے تھے۔ اور پھر حضرت جبریلؑ نمایان ہوکر تسکین دیتے کہ آپ واقعی خدا کے پیغمبر ہین۔

حافظ ابن حجر نے اس حدیث کے حصہ دل کی شرح مین معترضین کا اعتراض نقل کیا ہے کہ ایک پیغمبر کو نبوت مین کیونکر شک ہوسکتا ہے۔ اور یہ تو کسی عیسائی (ورقہ) کے کہہ دینے سے کیا تسکین ہوسکتی تھی۔ پھر ایک مشہور محدث کا یہ جواب نقل کیا ہے کہ نبوت ایک امر عظیم ہے۔ اسکا تحمل دفعتاً نہین ہوسکتا۔ پہلے آنحضرت صلعم کو خواب کے ذریعہ سے اس سے مانوس کیا گیا۔ پھر جب دفعتاً فرشتہ نظر آیا تو آپ بمقتضاے بشریت خوف زدہ ہوگئے۔ حضرت خدیجہ نے آپ کو تسکین دی پھر جب ورقہ نے آپ کی تصدیق کی تو آپ کو پورا یقین ہوگیا۔ محدث مذکور کے الفاظ یہ ہین فلما سمع کلامہ ایقن بالحق واعترف بہ جب آپ نے ورقہ کا کلام سُنا تو آپ کو حق کا یقین آگیا اور آپنے اس کا اعتراف کرلیا۔ محدث مذکور اسکے بعد لکھتے ہین کہ وحی بار بار اِس لئے رکُ جاتی تھی کہ آپ رفتہ رفتہ اسکی برداشت کرنیکے قابل ہوجائین۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری کتاب التعبیر جلد ۱۲ ص ۳۱۴ مطبوعہ مصر

لیکن جبکہ ترمذی مین یہ حدیث موجود ہے کہ نبوت سے پہلے جس درخت کے نیچے آپ بیٹھے تھے۔ اسکی تمام شاخین آپ پر جھک آئین۔ جس سے راہب بحیرا نے آپ کے نبی ہونیکا یقین کرلیا۔ جبکہ صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین کہ مین اوس پتھر کو پہچانتا ہون جو نبوت سے پہلے مجھکو سلام کیا کرتا تھا۔ جبکہ صحاح مین موجود ہے کہ نبوت سے پہلے فرشتون نے آپ کا سینہ چاک کیا۔ اور جسمانی آلایش نکال کر پھینکدی تو خود اِن روایتون کے روایت کرنے والے کیونکر یہ کہہ سکتے ہین کہ فرشتہ کا نظر آنا ایسا واقعہ تھا کہ جس سے آپ اسقدر خوف زدہ ہوجاتے تھے۔ کہ ایک دفعہ تسکین ہوکر بھی بار بار اضطراب ہورہا تھا۔ اور اپنے آپ کو پہاڑ پر سے گرادینے کا ارادہ کرتے تھے۔ اور بار بار حضرت جبریل کو اطمینان دلانے کی ضرورت ہوتی تھی۔ کیا کسی اور پیغمبر کو بھی ابتدای وحی مین کبھی شک ہوا تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے درخت سے آواز سُنی کہ مین خدا ہون تو کیا اونکو کوئی شبہہ پیدا ہوا تھا؟

حافظ ابن حجر وغیرہ کی پیروی کرنیکی ہمکو ضرورت نہین۔ ہمکو پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ خود اصل روایت بہ سند مرفوع متصل ہے یا نہین۔ یہ روایت امام زہری کے بلاغات سے ہے یعنی سند کا سلسلہ زہری تک تمام ہوجاتا ہے اور آگے نہین بڑہتا۔ چنانچہ خود شارحین بخاری نے تصریح کردی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے عظیم الشان واقعہ کے لئے

سند مقطوع کافی نہین - سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۴ و ۱۵

الحمد للہ شبلی صاحب کی آنکھین کھل گئین - اور وہ بہت جلد اپنے اسلاف کی غلط فہمیون کو سمجھ گئے اور اِن بنا پر تقلید اسلاف کی کچھ حد بھی ہے - آخر کہان تک ؟ آپ کو بزرگان سلف پر طیش آہی گیا - اور پھر وفور طیش مین آپ نے بلا تامل اور بلا خیال پس و پیش کتب صحاح سے لیکر - ابن حجر اور امام زہری تک - ایک ایک کی پوری خبر لے لی - نہ بخاری صاحب کا ادب کیا اور نہ مسلم صاحب کا لحاظ - اور نہ خود اسوقت کی پر جوشی مین اپنے اعترافات و مسلمات کا کوئی خیال رہا - جسکو آپ اپنے دست و قلم سے باین الفاظ دیباچہ سیرۃ النبی مین لکھ چکے تھے کہ صحیح بخاری اور مسلم نے ایک غلط کیسی ضعیف تک روایت اپنی کتابون مین نہین لکھی - اب انھین شبلی صاحب نے اِن حضرات کی اتنی مرویات پر سرے سے قلم پھیر دیا - اب شبلی صاحب خود فرمائین کہ آپ کا دیباچہ والا یہ اصول کہ حدیثون کی کتابون کو تاریخ و سیرت کی کتابون پر ضرورت ترجیح ہے اسلئے کہ ادنمین ایک حدیث بھی غلط اور ضعیف نہین - آپ ہی کے اس تنقید و تردید سی صحیح ثابت ہوا یا غلط - لاحول و لاقوۃ - اِس عبارت تنقیدی کو تمام کرکے نتیجہ یہ نکالا گیا ہے کہ چونکہ مرقومہ بالا روایت امام زہری کے بلاغات سے ہے اسلئے نہ قابل اعتبار ہے نہ لائق استناد -

اسوقت اپنی ضرورت سے آپ جو چاہین کہہ لین - لیکن سب سے پہلے تو سوال بخاری و مسلم صاحبان سی ہے کہ یہ حضرات نقادانِ فن اور اُستادان احادیث کیسے تھے جو روایات مین بلاغات اور متصلات کی بھی تمیز نہین رکھتے تھے شبلی صاحب امام زہری کو ضرورت وقتی سے مجبور ہو کر جیسا کچھ نہ کہدین - مگر خدا کے لئے - آگے پیچھے کا بھی خیال رکھین انھین امام زہری کی مدح و ثنا مین (دیباچہ ص ۱۵) کتنی خامہ فرسائی کی گئی ہے - ذرا اوسکا بھی خیال رہے - اور اگر اوپر نہین خیال کیا جاتا تو اصول عقائد کے مطابق تو ادب اسلاف تو ضرور واجب ہے - دیکھئے امام زہری کون ہین ؟ تابعین ہین اور خیر التابعین کے القاب اضافی سے ہمیشہ کتابون مین ذکر کئے جاتے ہین - پھر تابعین کی مرویات کو آپ کے علمانے اتنا مرتبہ دے رکھا ہے کہ مرویات صحابہ اون سے فروتر ہین - اور تابعین کے مرویات مین یہ ایسی خصوصیت ہی جسکو آپ مجھسے بہتر جانتے ہین - ایسی حالت مین بلاغات و مرسلات تابعین کی نسبت آپ نہ زبان ہلا سکتے ہین اور نہ ایک حرف منہ سے نکال سکتے ہین - تا وقتیکہ تقلید اسلاف کا قلادہ گردن سی نہ اوتار لیجیے اور اُن تمام غلط اصول عقائد صحابہ و تابعین کو اپنے ہاتھون سے نہ مٹا لیجئے - فافہم فتدبّر

شبلی صاحب کی غلط فہمی کی اِصلاح

شبلی صاحب کی اتنی صفائی اور خامہ فرسائی کی کوششون کے بعد بھی ہم دیکھتے ہین کہ معترضین کے اعتراض اپنی جگہ پر ویسے کے ویسے ہی قایم ہین - اور آپ نہون یا آپ کے اسلاف کسی صاحب سے حقیقتاً اصل مدعاے اعتراض کا جواب نہو سکا آپ نے اپنے قدیم طریقہ تکذیب و تضعیف رواۃ و مرویات کا خانگی جھگڑا پیش کرکے جواب تو خاک دیا بصریح دفع الوقتی

کردی۔ آپ کو بار بار لکھکر بتلا دیا گیا کہ مخالفین اسلام کے اعتراضوں کے مقابلہ میں اپنے رواۃ و مرویات کی تکذیب و تضعیف کی ترکیب مفید کار نہ ہوگی۔ وہ اسکے جوابدہ نہیں ہو سکتے۔ کہ آپ کا فلاں راوی قابل وثوق ہے یا نہیں۔ یا اوسکی فلاں روایت قابل اعتماد و استناد ہے یا نہیں اگر وہ راوی اور اونکی روایتیں جھوٹی ہیں یا سچی تو وہ آپ ہی کی ہیں اور آپ ہی تنہا اسکے جوابدہ ہیں۔ اس بنا پر آپ کی مرقومہ بالا عبارت تنقیدی معترضین کے لئے قابل تشفی و اطمینان نہیں۔ باوجود آپ کی اتنی طولانہ صفائی کے بھی معترضین کا یہ اعتراض کہ پیغمبر عرب کو (نعوذ باللہ) نزول وحی ہونے پر بھی اپنی نبوت کا یقین نہ آیا۔ یہانتک کہ جبرئیل کے بار بار یقین دلانے پر بھی پورا تیقن نہوا لیکن ایک مرد عیسائی مذہب ورقہ بن نوفل کے کہدینے سے آپ کو اپنی نبوت پر اعتماد و اعتبار کلی حاصل ہوگیا۔ ابھی آپ کے ذمہ باقی ہے۔

قیامت کی کہ آپ نے سند میں ایک لامعلوم الاسم محدث کا یہ قول لکھدیا فلما سمع کلامہ ایقن النبیؐ واعترف۔ جب آپ نے اوسکا (ورقہ بن نوفل کا) کلام سُنا تو آپ کو حق کی پہچان ہوئی۔ اس نے معترضین کی تعریض کو پوری تقویت پہنچادی۔ خوف الٰہی طاری ہونے تک کا جواب۔ آپ کے گمنام محدث نے جس کا نام اور جسکی کتاب کا نام خدا جانے کس مصلحت سے آپ تبلانا نہیں چاہتے تو مناسب اور فی الواقع ہے لیکن ورقہ سے دریافت کرکے اعتراف نبوت حاصل کرنیکو لکھکر اس نے تو ایسی فاش غلطی کی ہے کہ حقیقتاً شان مخصوصہ نبوت اور صفات منصوصہ رسالت ہی پر قلم پھیر دیا۔ اور تعجب تو یہ ہے کہ شبلی صاحب نے بھی باین دعوے دقیق النظری اسپر کوئی توجہ نہیں فرمائی۔ لیکن دنیا حقیقت شناسوں سے خالی نہیں۔ اگر ایک آپ کی نظر اصلیت اور حقیقت تک نہ پہونچ سکی تو کیا مولوی محمد سلیمان صاحب سلمان منصورپوری۔ صاحب رحمۃ العالمین کسیقدر اسکی حقیقت تک پہونچ گئے اور اونھوں نے مفصلہ ذیل عبارت میں معترضین کا ایک حد تک اطمینان دہ جواب دیا ہے۔

اس واقعہ (نزول وحی) کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذرا گھر میں آئے اور لیٹ گئے بیوی سے کہا کہ مجھپر کپڑا اوڑھا دو جب طبیعت میں ذرا سکون ہوا تو بیوی سے فرمایا کہ میں ایسے واقعات دیکھتا ہوں کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے اس فقرے سے حضور کا مطلب مشکلات نبوت کا بیان تھا۔ خدیجۃ الکبریٰؓ نے کہا۔ نہیں آپ کو ڈر کاہے کا ہے میں دیکھتی ہوں کہ آپ اقربا پر شفقت فرماتے سچ بولتے۔ راندوں یتیموں اور بیکسوں کی دستگیری کرتے ہیں اور مہمان نوازی فرماتے ہیں۔ اہل مصیبت زدوں سے ہمدردی کرتے ہیں۔ خدا آپ کو کبھی اندوہگین نہ فرمائیگا۔ بحوالہ مشکوٰۃ باسناد صحیحین اب خدیجۃ الکبریٰ کو خود بھی اپنے اطمینان قلب کی ضرورت ہوئی۔ اسلئے وہ نبی صلعم کو ساتھ لیکر اپنے رشتہ کے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں۔ حضرت خدیجہؓ کی درخواست پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ورقہ بن نوفل کے سامنے جبرئیل کے آنے بات کرنے کا واقعہ بیان کیا۔ ورقہ فوراً بول اوٹھا یہی وہ ناموس ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر اوترا تھا۔ کاش میں جوان ہوتا۔ کاش میں اوسوقت تک زندہ ہوتا جب آپ کو آپ کی قوم نکالدے گی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کیا قوم مجھے نکالدے گی۔ ورقہ بولا ہان۔ اِس دنیا مین جس کسی نے ایسی تعلیم پیش کی اوس سے شروع مین عداوت ہی ہوتی رہی ہے۔ کاش مین ہجرت تک زندہ رہون اور حضور کی نمایان خدمت کرون۔ مشکوۃ باسناد صحیحین ص ۵۱۴

عبارت مرقومہ بالا کے اُن الفاظ سے جن پر خط کھینچدیا گیا ہے کسیقدر حقیقت کا انکشاف ہوگیا ہے حقیقت واقعہ یہ ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی بعثت اور حصول منصب رسالت کے متعلق نزول ملک اور نزول وحی کے وقت ہی سے ایسا یقین واثق ہوگیا تھا کہ کسی سے استفسار و افادہ کی مطلق ضرورت نہین تھی جو شان رسالت و منصب نبوت سے عقلاً اور نقلاً مستبعد ہے۔ اور در حقیقت یتیقن یہ استغنا رسالت کا عین مدعا اور نبوت کا خاص مقتضا تھا۔ حضرت خدیجہ ؑ نے (اگر رویات صحیحین صحیح ہین) غالباً اپنے اطمینان قلب اور مزید تشفی کے لئے ورقہ بن نوفل کے پاس آپ کو بیجا کر اسوجہ سے آپ کے بیان کی تصدیق و توثیق کرنی ہوگی کہ وہ علی الاکثر کہا کرتے تھے کہ عنقریب ایک رسول ظاہر ہونے والا ہے۔ جو ابلیس اور اوسکے لشکر پر غالب آئیگا۔ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت خدیجہ ؑ تصدیق رسالت کی غرض سے اپنے برادر عم زاد ورقہ کے پاس خود آپ کو لیکر تشریف لیگئی تھین۔ جناب رسول مقبول صلعم نہ خود ورقہ کے پاس تصدیق رسالت کی غرض سے گئے تھے اور نہ آپ نے خود خدیجہ کو بھیجا تھا۔

شبلی صاحب تعلید اسلاف کے ایسے والہ و شیدا ہین کہ واقعہ کی حقیقت و اصلیت بھی اصل ماخذون مین تلاش کرلینا پسند نہین فرماتے۔ اس واقعہ کی نسبت چونکہ غلط طور پر عموماً مشکوۃ صحیحین اور دیگر کتب حدیث مین یہ نقل ہوتا چلا آیا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم خود یا حضرت خدیجہ ؑ آنحضرت صلعم کو لیکر ورقہ کے پاس آئین۔ اور جب ورقہ نے آپ کے بیان لے کر آپ کے دعوٰی رسالت کی تصدیق کرلی۔ تب آنحضرت صلعم کو اپنی رسالت کا یقین ہوا جیسا کہ ابھی ابھی صحیحین کے حوالہ اور مشکوۃ کی عبارت سے تحریر ہو چکا۔ شبلی صاحب نے بھی بے دیکھے بھالے اسی کو حرف بحرف نقل فرمادیا۔ کم سے کم آپ نے تاریخ طبری اوٹھا کر اس واقعہ کو اوس مین دیکھ لیا ہوتا تو آپ کو فوراً حقیقت کا پتہ لگ جاتا۔ اور کتب تاریخ پر کتب حدیث کو ہر مقام و موقع پر ترجیح دیے جانیکا غلط معیار جو آپ نے دیباچہ کتاب مین قائم کیا ہے ثابت ہو جاتا۔ امام المورخین ابن جریر طبری مفصلہ ذیل عبارت مین اس واقعہ کی حقیقت یون لکھتے ہین۔

فقالت خدیجۃ ابشر یا ابن عم واثبت فو الذی نفس خدیجۃ بیدہ انی لارجوان تکون نبیّ ھذہ الامۃ ثم قامت فجمعت علیھا ثیابھا ثم انطلقت الی ورقۃ بن نوفل بن اسد وھو ابن عمھا وکان ورقۃ قد تنصّر وقرأ

بیان نزول وحی کو آنحضرت صلعم سے سنکر حضرت خدیجہ ؑ نے کہا یا ابن عم آپ کو بشارت ہو۔ آپ نے جو کچھ کہا وہ سب صحیح و ثابت ہے۔ اور اوس خدا کی قسم جسکے قبضہ قدرت مین خدیجہ کی جان ہے۔ مجکو یقین ہے کہ آپ اس اُمت کے نبی ہین یہ کہکر حضرت خدیجہ اوٹھ کھڑی ہوئین۔ اپنے کپڑے پہنے اور اپنے برادر

الکتب واسمع من اھل التوراۃ والانجیل فاخبرتہ مما اخبرھا بہ رسول اللہ صلعم انہ رای وسمع فقال ورقہ قدوس قدوس والذی نفس ورقہ بیدہ لئن کنت صدقتنی یا خدیجۃ لقد جاءہ الناموس الاکبر یعنی بالناس جبریل علیہ السلام الذی کان یاتی موسیٰ وانہ لنبی ھذہ الامۃ فقولی لہ فلیثبت فرجعت خدیجۃ الی رسول اللہ صلعم فاخبرتہ بقول ورقہ

طبری ص ۱۱۵۱ مطبوعہ جرمن۔

عمزاد ورقہ بن نوفل بن اسد کے پاس آئین۔ ورقہ عیسائی طریق کے آدمی تھے عیسائی علما سے علم توریت وانجیل حاصل کر چکے تھے جب خدیجہ نے ورقہ سے وہ خبرین بیان کین جو رسول اللہ صلعم سے سنکر آئی تھین اور ورقہ نے اونکو سنا اور اوسپر غور کیا تو پکار اٹھا قدوس۔ قدوس۔ اوسکی قسم جسکے قبضہ قدرت مین ورقہ کی جان ہے اگر یہ سچ ہے۔ جو کچھ تم نے بیان کیا ہے تو اے خدیجہ وہ ناموس اکبر یعنی جبرئیل علیہ السلام ہین۔ یہ وہی ہے جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوا تھا اور تحقیق کہ وہ (آنحضرت صلعم) اس اُمت کے نبی ہین میری طرف سے جاکر اون سے کہدو کہ وہ اپنے مدعا پر ثابت قدم رہین۔ یہ سنکر جناب خدیجہ وہان سے واپس آئین۔ اور جو کچھ ورقہ نے کہا تھا سب آکر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین عرض کر دیا۔

کیئے تاریخ طبری کے مرقومہ بالا عبارت سے یہ کہان ظاہر ہوتا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم خود بغرض تصدیق رسالت ورقہ بن نوفل کے پاس گئے۔ یا جناب خدیجہ اس غرض سے آپ کو لوا گئین۔ جیساکہ صاحب مشکوٰۃ نے صحیحین کے اسناد سے لکھکر بتلایا ہے۔ تو ایسی حالت مین معترضین کے اعتراض کی تائید آپ ہی کی کتب حدیث سے ہوئی نہ کہ تاریخ سے۔ تو پھر اونکی تردید وتنقید کی آپ کیسے ہمت کر سکتے ہین۔ اسی وجہ خاص سے تو آپ کی گمنام محدث صاحب نے بھی مرویات صحیحین ہونے پر اعتبار کرکے اسکو قبول کر لیا ہے اور لکھدیا الیقن بالحق واعترفلہ اور آپ نے بھی تقلیداً اُسے تسلیم کر لیا۔ شبلی صاحب حالت موجودہ سے خود سمجھ لین کہ معترضین کے اعتراض کا جواب کہان ہوگا۔ یہ روئداد تو عین اقبال وایجاب تبلاتی ہے۔ اب فرمایا جائے کہ ایسا سراپا غلط واقعہ جو سراسر مناقص رسالت ہی۔ آپ کی حدیث کی کتابون مین نقل ہے یا تاریخ کی کتابون مین خود ملاحظہ فرمالیا جائے۔ تاریخ مین جو واقعہ نقل ہے اور لکھدیا گیا ہے۔ اوسمین جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ وہ معیار رسالت اور اقتدار نبوت کے بالکل مطابق ہے۔ بخلاف اسکے جو کچھ آپکی حدیث کی کتابون میں لکھا گیا ہے۔ وہ شان رسالت اور نبوت کے سراسر مخالف اور مناقص ثابت ہوتا ہے۔ اور یہی معترضین کے تمام اغراض کی بنا ہے۔ جب صورت حال ایسی قایم ہوتی ہے تو آپ ناحق موقع وبیموقع تاریخ کی کتابون پر حدیث کی کتابون کو ترجیح دیتے ہین۔

نہ شبلی صاحب کو خبر ہے اور نہ اون کے آئمہ حدیث کو کہ ورقہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کب ملے وہی تاریخ ثابت کرتی ہے کہ نزول وحی۔ اور حصول رسالت کے بعد جب اس نعمت کے ادائے شکریہ کے لئے آپ خانہ کعبہ مین تشریف لیگئے تو وہان ورقہ سے ملاقات ہوئی۔ اور جس تقدیس وعظمت سے ورقہ نے آپ کی تعظیم وتکریم کی وہ تاریخ

طبری کے مفصلۂ ذیل عبارت مین ملاحظہ ہو۔

فانصرف صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم الی الکعبۃ فطاف بہا فلقیہ ورقۃ بن نوفل وھو یطوف بالبیت فقال یا ابن اخی اخبرنی بما رأیت او سمعت فاخبرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال لہ ورقۃ والذی نفس ورقۃ بیدہ انک لنبی ھذہ الامۃ ولقد جاءک الناموس الاکبر الذی جاء الی موسی ولتکذبنہ ولتؤذینہ ولتخرجنہ ولتقاتلنہ ولئن انا ادرکت ذلک الیوم لانصرن اللہ نصرا یعلمہ ثم ادنی راسہ فقبل یافوخہ

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ مین طواف کرنیکی غرض سے تشریف لیگئے ورقہ آپ کو طواف مین مشغول دیکھکر آپ کے پاس سے چلے آئے اور کہنے لگے اے میرے بھتیجے۔ تمنے کیا چیزین مشاہدہ کی ہین یا سنی ہین مجھسے کہو تو۔ جناب رسول خدا نے تمام باتین اون سے کہدین۔ ورقہ سنکر کہنے لگے قسم ہے اوسکی جسکے قبضۂ قدرت مین ورقہ کی جان ہے۔ کہ تم اس اُمت کے نبی ہو۔ اور بیشک تمپر وہی ناموس اکبر نازل ہوا ہے۔ جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوا ہے لوگ تمہاری تکذیب کرینگے تمھین ایذا دین گے۔ تمھین خارج البلد کرینگے اور تمہارے ساتھ جنگ و قتال کرینگے۔ اگر مین اوس زمانہ تک زندہ رہتا تو مین تمہاری نصرت کرتا اور خدا تمہاری نصرت کریگا۔ پھر اپنا سر قریب لاکر آپ کی پیشانی انور کا بوسہ لیا ص ۱۵۳۲ ج ۱ بن

یہ مشاہدہ تاریخی صاف صاف بتلا رہا ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ تو خود ورقہ کے پاس گئے اور نہ آپ کو کوئی اونکے پاس لے گیا۔ بلکہ نزول جبریل اور وصول اقرا، معاودت دولت سرا اور تصدیق و ایجاب حضرت خدیجۃ الکبریٰ۔ غرض ان تمام واقعات کے بعد جب آپ حسب معمول خانۂ کعبہ کے طواف کے لئے تشریف لیگئے تو آپ کو ورقہ ملے اور جو کچھ فیمابین گفتگو ہوئی وہ طبری کی زبانی اوپر نقل کردی گئی۔ قریب قریب تمام تاریخون کا اسی پر اتفاق ہے۔ اور حقیقتاً واقعہ بھی یہی ہے اور اتنا ہی ہے۔ باقی سب کتابون کا طومار ہے۔ اور زیادہ تر انھین طومار سے عیسائی معترضین نے اپنے گمراہانہ اور مغویانہ دفتر سیاہ کئے ہین۔ تعجب ہے کہ متعصبین یوروپ۔ تاریخ طبری مین اوسکی حقیقت حال کو دیکھکر جسے خود اونھون نے اپنے چھاپکر شایع کیا ہے۔ ذرا بھی شرماتے نہین۔

حدیثون کی اسی طومار بیکار کے سلسلہ مین التوائے وحی کی حالتون مین جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتشار و اضطراب کے متعلق اونکا یہ بیان کہ نعوذ باللہ۔ آپ پہاڑ کی چوٹیون پر سے اپنے آپ کو گرا دینا چاہتے تھے اور اس اضطراب و التھاب کی خاص اور انتہائی حالتون مین خدانخواستہ آپ اپنی جان عزیز دیدینا چاہتے تھے بالکل لغویات اور مہملات ہین جسکی تردید و تکذیب خود شبلی صاحب بھی فرماتے ہین۔ لیکن ہمکو بھی اتنا لکھکر بتلا دینا ضروری ہے کہ خدا کا سچا رسولؐ جو خاصکر جائز اور ناجائز امور۔ حلال اور حرام کا سب سے بہتر جاننے والا اور ان امور کے متعلق صحیح طریقہ عمل بتلانیوالا ہے کیا لنفس النفیس خودکشی کے ایسے اخلاقی۔ مذہبی اور سیاسی جرم پر اقدام کرنے اور نعوذ باللہ حرام موت مرنے پر آمادہ ہوگا۔ ان ہذا لبعد الابعاد۔ کیا جاہل سے جاہل بھی کوئی مسلمان اسکو مانے گا۔

اس مین کلام نہین کہ کچھ دنون تک وحی کے رک جانے سے آپکو ایک فکر و تعلق لاحق حال ضرور ہو جاتا تھا اور

یہ آپ کے خشیۃ اللہ کا باعث تھا۔ اور پھر جب وحی آنے لگتی تھی تو فوراً اطمینان خاطر بھی ہو جاتا تھا۔ بات اتنی تھی کتنی بڑھا دی گئی۔ افسوس ہے کہ بات بڑھانے والوں نے اپنی باتوں کو تو بہت کچھ بڑھا دیا لیکن رسول اللہ صلعم کی شان رسالت کو بالکل گھٹا دیا۔ ان تمام طومار اور قیاسات دور از کار کا خلاصہ یہ ہے جیسا کہ شہود تاریخی سے کھل کر بتلایا گیا ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ خود ورقہ کے پاس گئے اور نہ کوئی آپ کو اونکے پاس لیگیا۔ رسول صلعم کو علم لدنیہ کے ذریعہ سے اپنی رسالت و نبوت کا بالنفس النفیس خود یقین کامل تھا اور کسی کی تصدیق و توثیق کی مطلق ضرورت نہین تھی۔

نزول وحی کو تنزیل اقراء سے آغاز سمجھنا۔ دوسری غلط فہمی ہے جو اکثر علمائے حدیث و تاریخ کو پیدا ہو گئی ہے اس سے قبل جیسا کہ ہم اقسام وحی کے بیان مین مختصراً لکھہ چکے ہین۔ انوار تجلیات کے مشاہدات رویاے صادقہ کے واقعات ندا و صدائے غیب کے خطابات اور القاء و الہام کے خاص حالات مختلف صورتون مین قبل از نزول وحی روح القدس جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر منکشف ہوا کرتے تھے۔ اور یہی مدارج وحی آلہی ہین جنکی علماء و حکمائے اسلام نے تشر قسمین بتلائی ہین۔ زرقانی شارح مواہب لدنیہ نے منجملہ نشتر اقسام وحی کے چھہ صورتون کو نہایت تفصیل سے اپنی کتاب کی جلد اول صفحہ ۲۲۷-۲۰۷ تک مین بیان کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ نزول وحی کی ابتدا اسی واقعہ سے نہین ہوئی۔ بلکہ نزول قرآن اور رسالت و نبوت کا اعلان آج ہی کے دن ہوا۔ آج تک خدا کا رسولؐ تبلیغ و تعلیم دین الٰہی کے لئے ماذون و مامور نہین فرمایا گیا تھا گویا آج سے وہ منصب تبلیغ رسالت اور عہدہ ارشاد و ہدایت پر منجانب اللہ ماذون فرمایا گیا۔ حقیقت اتنی تھی قیاسات وظنیات کا اتنا طومار لگا دیا گیا کہ اللہ کی پناہ۔

تبلیغ رسالت

نبوت کا پہلا سوال

شبلی صاحب قمطراز ہین۔

خاتم الانبیا علیہ وآلہ التحیۃ والثنا کا کام خود سلامت رہکر عرب اور نہ صرف عرب بلکہ تمام عالم کو فروغ اسلام سے منور کر دینا تھا۔ اس لئے نہایت تدبیر اور تدریج سے کام لینا پڑا۔ سب سے پہلا مرحلہ یہ تھا کہ یہ پرخطر راز پہلے کس کے سامنے پیش کیا جاوے۔ اس غرض کے لئے صرف وہ لوگ انتخاب کئے جاتے تھے۔ جو فیضیاب صحبت رہچکے تھے۔ جنکو آپکے اخلاق و عادات کی ایک ایک حرکات و سکنات کا تجربہ ہو چکا تھا۔ جو پچھلے تجربون کی بنا پر آپ کے صدق دعوی کا قطعی فیصلہ کر سکتے تھے یہ لوگ حضرت خدیجہؓ آپ کی حرم محترم تھین۔ حضرت علیؑ تھے جو آپ کی آغوش تربیت مین

پلے تھے۔ زیدؓ تھے۔ جو آپ کے آزاد کردہ غلام اور بندۂ خاص تھے حضرت ابوبکرؓ تھے جو برسوں سے فیضیاب خدمت تھے سب سے پہلے آپ نے حضرت خدیجہؓ کو یہ پیغام سُنایا۔ وہ سنے سے پہلے مومن تھین۔ پھر اور بزرگون کی باری آئی اور سب ہمہ تن اعتقاد تھے" سیرۃ النبی ج

یہ تدریج و تدبیر بھی رسول صلعم کی ذاتی تجویز نہین تھی۔ بلکہ قدرت کی تدبیر تھی اور مشیت کی ترتیب۔ اسمین کوئی کلام نہین کہ یہ بہت بڑا راز تھا۔ ہم شبلی صاحب کی طرح اسکو پر خطر تو کہہ نہین سکتے۔ پر راز البتہ کہہ سکتے ہین۔ اور کیونکر نہوتا۔ خداوند عالم اسی راز کو نبا العظیم کے خاص الفاظ سے تعبیر فرما چکا ہے۔ اور یہ امر بھی بالکل مطابق فطرت ہے کہ انسان اپنے تمام راز کا بالعموم آغاز انکشاف اپنے معتبر ترین محرم راز سے کرتا ہے۔ اور اس صفت خاص مین جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا سے بڑھکر ممتاز اور کون ہو سکتا ہے۔ خدا کے محرم راز نے۔ خدا کے اس راز کو سب سے پہلے اپنے محرم راز سے کہا۔ صدیقہ کبریٰ نے فوراً تصدیق کر لی۔ شبلی صاحب کا یہ لکھنا کہ آپ نے حضرت خدیجہؓ کو یہ پیغام سُنایا۔ وہ سننے سے پہلے ہی مومن تھین۔ بالکل واقعہ ہے۔ نہ کوئی قلم آرائی ہے نہ طبع آزمائی۔ اب اسکی حقیقت اور واقعیت طبری کے خاص الفاظ مین ملاحظہ ہو۔

حدثنا ابن حميد قال حدثنا سلمة عن ابن اسحاق وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اي ما جاءك من الله من نعمة و كرامة من النبوة فحدث اي ذكرها وادع اليها قال فجعل رسول الله صلعم يذكر ما انعم الله عليه و على العباد به من النبوة سرا الى من يطمئن اليه من اهله فكان اول من صدقه وآمن به واتبعه من خلق الله فيما ذكر زوجته خديجة بنت خويلد رحمها الله

طبری ص ۱۱۵۶

ابن حمید سلمہ سے اور سلمہ ابن اسحاق سے آیہ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کی تفسیر مین روایت کرتے ہین کہ مراد یہ ہے کہ یا رسول صلعم جو نعمت کہ خدا طرف سے تم پر نازل ہوئی ہے تم لوگون سے اوسکو بیان کرو یعنی امور نبوت جو تم پر منبذل ہوئے ہین۔ اونکو بندگان الٰہی سے بیان کرو۔ اور اسکی طرف لوگون کو بلاؤ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اس آیہ کے نزول کے بعد سے آنحضرت صلعم نعمتہائے نبوت اور کرامتہائے رسالت کو۔ جو آپ پر تبلیغ عبادت کی غرض سے نازل فرمائی گئین تھین بیان کرنے پر مستعد ہو گئے لیکن آپ نے اوسکو بالکل بطور راز پہلے اپنے لوگون سے ظاہر کیا جن لوگون پر آپ کو پورا اطمینان تھا۔ اور انہین سب سے پہلے یہ راز جس سے بیان کیا گیا وہ آپ کی زوجۂ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ تھین جو تمام بندگان الٰہی مین سب سے پہلے آپ کی نبوت کی تصدیق کرنیوالی۔ آپ پر ایمان لانیوالی اور آپ کی اطاعت و اتباع فرمانے والی ہوئین۔ خدا ان پر رحم فرمائے۔ اس واقعہ سے ثابت ہو گیا کہ اودہر مخبر صادق کی زبان سے دعوۃ اسلام کے الفاظ نکلے اودہر صدیقہ کے لبہائے مطہر سے لبیک کے جواب تصدیقی برآمد ہوئے۔ اس واقعہ سے تو حضرت خدیجہ کا استعجال فی الایجاب ثابت ہوا

اب شبلی صاحب کے اس لکھنے کا بھی کہ حضرت خدیجہ اس پیام کے سننے سے پہلے مومن تھین۔ ثبوت بھی ملاحظہ ہو۔

فقالت خدیجہ یا ابن عم لعلک رأیت شیئا قال نعم فقلت لها نعم ثم حدثتها بالذی رأیت فقالت ابشر یا ابن عم اثبت فوالذی نفس خدیجہ بیدہ انی لارجوا ان تکون هذه الامۃ

جب آپ نزول وحی سے مشرف اور جلال الٰہی سے سراپا متاثر ہو کر دولتسرا میں تشریف لائے تو آپ کے اس غیر معمولی انداز و حال کو دیکھکر جناب خدیجہ نے پوچھا کہ کیا آپ نے آج کچھ (نیا مشاہدہ) دیکھا ہے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہاں۔ پھر جو کچھ نزول فرشتہ اور وصول وحی الٰہی کے متعلق مشاہدہ فرمایا گیا تھا جناب خدیجہؑ سے ارشاد فرمایا گیا یہ سنکر جناب خدیجہؑ نے فرمایا۔ اے ابن عم آپ کو بشارت ہو۔ آپ اپنے ارادے پر ثابت قدم رہیے۔ اوس خدا کی قسم جسکے قبضۂ قدرت میں خدیجہ کی جان ہے مجھے یقین ہے کہ آپ اس امت کے پیغمبر ہیں۔

طبری صفحہ ۱۱۵۱

اس واقعہ سے ثابت ہو گیا کہ جناب رسولخدا صلعم نزول وحی کے مشاہدات کا صرف دوہرانا تھا کہ جناب خدیجہؑ نے اوسکی تصدیق فرمائی۔ حالانکہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسوقت کے بیان سے تبلیغ و دعوت منظور نہیں تھی بلکہ صرف اظہار حالات کیونکہ حضرت خدیجہ نے آپ پر ایک نئی حالت طاری دیکھکر استعجاباً استفسار کیا تھا۔ اوس کے جواب میں جو حالات خاص تھی بیان کر دیگئی یہ سنتے ہی جناب خدیجہؑ نے جس استقلال و استقامت سے تصدیق رسالت فرمائی ہے۔ وہ الفاظ مندرجہ بالا سے ثابت ہے۔

ملحوظ رہے کہ اسوقت تک آنحضرت صلعم نے دعوت کے قصد سے جناب خدیجہؑ سے نہ ارشاد رسالت کیا تھا اور نہ خود خدیجہ کبریٰ نے اسوقت تک ورقہ کے پاس جاکر رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت اپنا اطمینان کیا تھا۔ ان تمام صورتوں میں یہ تاریخی واقعہ جناب خدیجہؑ کی تصدیق صاف الفاظ میں قبل از اجرائے دعوت نبوت ثابت کرتا ہے۔ اس لئے شبلی صاحب کا یہ لکھنا کہ سننے سے پہلے جناب خدیجہ مومن نہیں۔ بالکل صحیح اور فی الواقع ہے

عالم تاریخ کے علاوہ دنیائے حدیث میں صدیقہ کبریٰ سلام اللہ علیہا کی تصدیق رسالت میں سبقت ملاحظہ فرمائی جائے۔ امام قسطلانی تحریر فرماتے ہیں۔

وکان اول من آمن باللہ وصدق وصدیقۃ النساء خدیجہ

علامہ عبدالباقی زرقانی اسکی شرح میں لکھتے ہیں۔

قال ابن اسحاق وموسی ابن عقبہ والواقدی والاموی وغیرهم وقال النووی وهو الصواب عند جماعۃ من المحققین وحکی الثعلبی وابن عبدالبر والسهیلی علی الاتفاق وقال ابن الاثیر لم یتقدمها رجل ولا امراۃ باجماع المسلمین زرقانی جلد اول ص ۲۴۵

سب سے پہلے جو خدا پر ایمان لایا اور تصدیق رسالت کی وہ صدیقۃ النساء خدیجہؑ ہیں۔ ابن اسحاق۔ موسی ابن عقبہ۔ واقدی اور اموی وغیرہم کا بھی یہی قول ہے اور امام نووی کہتے ہیں کہ جماعت محققین کا بھی یہی مختار و متفق علیہ ہے امام ثعلبی۔ علامہ ابن عبدالبر اور امام سہیلی بھی اسی پر اتفاق کرتے ہیں ابن اثیر لکھتے ہیں کہ تمام جماعت مسلمین میں کوئی مرد یا کوئی عورت حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا سے پہلے اسلام نہیں لائی۔

امام قسطلانی قبل از دعوت حضرت خدیجہ کی تصدیق رسالت کے واقعہ کو جسکو ہم کسیقدر اوپر لکھ آئے ہیں بایں الفاظ تحریر فرماتے ہیں۔

فقال لها علیه الصلوۃ والسلام خشیت علی نفسی فقلت له ابشر فواللہ لا یحزنك اللہ ابدا ثم استدلت بما فیه من الصفات والاخلاق والشیم علی ان من کان کذلك لا یخزی ابدا۔ مواہب لدنیہ

واقعہ نزول وحی بیان فرماکر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھکو اپنی جان کا خوف ہے۔ حضرت خدیجہ نے فرمایا کہ آپ کو بشارت ہو خدا کی قسم خدا تمہارے ساتھ کوئی مواخذہ نہیں کریگا اور اپنے اس قول پر آنحضرت صلعم کے محاسن عادات اور مکارم اخلاق کے تمام صفات موجودہ کو بیان فرماکر ارشاد کیا کہ جو شخص ان صفات حسنہ سے موصوف ہو اسکے ساتھ کبھی کوئی مواخذہ نہیں کیا جاسکتا۔

اسکی شرح میں علامہ زرقانی رقمطراز ہیں۔

وھو من بدیع علمها وقوۃ عارفتها۔ یہ استدلال حضرت خدیجہ کے کمالات علم ویقین کے عجائبات اور آپکی قوت کلامیہ واستدلالیہ کے نوادرات سے ہے زرقانی جلد ۱ ص ۲۸۷

حضرت علی مرتضیٰ کی سبقت فی الاسلام

جناب صدیقہ کبریٰ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے بعد حضرت صدیق الاکبر۔ فاروق الامۃ۔ اسد اللہ الغالب علی ابن ابیطالب تصدیق رسالت فرماکر مشرف بایمان ہوئے۔ ابن ہشام اور طبری میں ہے۔

قال ابن اسحق کان اول ذکر من الناس امن برسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم وصلی وصدق بما جاءہ من اللہ تعالیٰ علی ابن ابی طالب بن عبد المطلب بن ھاشم وھو ابن عشر سنین یومئذ وکان مما انعم اللہ علی علی ابن ابی طالب رضی اللہ انہ کان فی حجر رسول اللہ صلعم

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مردوں میں سب سے پہلے جو شخص جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور ان تمام امور پر جو منجانب اللہ آپ کے اوپر نازل کئے گئے تھے۔ ایمان لایا اور تصدیق کی وہ حضرت علی ابن ابی طالب ابن عبد المطلب بن ہاشم تھے۔ اوسوقت انکا سن دس برس کا تھا اور خدا نے تمام لوگوں سے بڑھکر جو نعمت انکے شامل حال فرمائی تھی وہ یہ تھی کہ آپ بچپن سے آغوش رسول میں پرورش پارہے تھے۔

(۱) طبری لکھتے ہیں۔

عن زید بن ارقم قال اول من اسلم مع رسول اللہ صلعم علی ابن ابی طالب۔

جو شخص جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا وہ علی ابن ابی طالب ہیں منقول از زید بن ارقم۔

(۲) عن جابر بعث النبی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم یوم الاثنین وصلی علی یوم الثلثاء

جابر بن عبد اللہ الانصاری سے منقول ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوشنبہ کے دن مبعوث برسالت ہوئے اور حضرت علی مرتضیٰ نے

لے امام احمد بن حنبل نے مناقب میں امام نسائی نے خصائص میں۔ امام حاکم نے مستدرک میں۔ حافظ ابو زید عثمان ابن ابی شیبہ نے اپنی سنن میں۔ ابو عاصم نے

(۳)

عن عباد بن عبد اللہ قال سمعت علیا یقول انا عبد اللہ واخو رسولہ وانا صدیق الاکبر لا یقولھا بعدی الا کاذب ومفتر صلیت مع رسول اللہ صلعم قبل الناس بسبع سنین

اس دعوی بیان کی شہادت عینی بھی ملاحظہ ہو طبری لکھتے ہیں

عن عفیف قال جئت فی الجاھلیۃ الی مکۃ فنزلت علی العباس بن عبد المطلب قال فلما طلعت الشمس وحلقت فی السمآء وانا انظر الی الکعبۃ اقبل شاب فرمی ببصرہ الی السمآء ثم استقبل الکعبۃ فقام مستقبلھا فلم یلبث حتی جآء غلاما فقام عن یمینہ قال فلم یلبث حتے جاءت امرأۃ فقامت خلفھما فرکع الشاب فرکع الغلام وامرأۃ فرفع الشاب فرفع الغلام والمرأۃ فخر الشاب ساجدا فسجدا معہ فقلت یا عباس امر عظیم فقال امر عظیم اتدری من ھذا فقلت لا قال ھذا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب

مشکل کے دن آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔

عباد ابن عبد اللہ سے منقول ہے کہ مین نے حضرت علیؑ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ مین خدا کا بندہ ہون اور صدیق اکبر۔ اور میرے بعد جو کوئی صدیق اکبر ہونے کا دعوی کریگا وہ جھوٹا ہوگا اور مفتری کیونکہ مین رسول اللہ صلعم کے ساتھ تمام لوگون سے سات برس قبل نماز پڑھا کرتا تھا۔

عفیف سے منقول ہے کہ ایام جہالت مین مکہ گیا اور عباس ابن عبد المطلب کے پاس مقیم ہوا جب آفتاب طلوع ہوکر آسمان پر چاروں طرف پھیل گیا تو مین کعبہ کیطرف دیکھنے لگا۔ اس اثنا مین ایک جوان شخص کعبہ مین آیا اور اوس نے اپنا سر بلند کرکے آسمان کی طرف دیکھا پھر کعبہ کا بوسہ لیا۔ پھر کعبہ کی طرف موںھ کرکے کھڑا ہو گیا۔ کچھ عرصہ نہ ہوا تھا کہ ایک نوجوان لڑکا آیا اور آکر اوس جوان شخص کے داہنے طرف کھڑا ہو گیا۔ پھر کچھ دیر نہ لگی تھی کہ ایک عورت آئی اور وہ اندونون کے پیچھے کھڑی ہوگئی۔ اس اثنا مین وہ جوان شخص رکوع مین گیا تو وہ نوجوان اور وہ عورت بھی رکوع مین گئی پھر وہ جوان کھڑا ہو گیا

بقیہ صفحہ گذشتہ نے اپنی سنن مین۔ حافظ ابو نعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء مین۔ امام عقیلی نے اور علامہ محب طبری نے ریاض النضرہ مین لکھا ہے عن عباد بن عبد اللہ قال علی ؑ انا عبد اللہ واخو رسولہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وانا صدیق الاکبر لا یقولھا ذلک غیری الا کاذب صلیت قبل الناس بسبع سنین۔ عباد بن عبد اللہ سے منقول ہے کہ فرمایا جناب علی مرتضیٰؑ نے کہ مین بندہ خدا ہون اور اوسکے رسول صلعم کا بھائی ہون صدیق اکبر ہون۔ میرے سوا کوئی ایسا قول و دعوی نہین کرسکتا سوائے اسکے کہ وہ جھوٹا ہوگا یعنی سات برس پہلے سب لوگون کے نماز پڑھی امام قتیبہ معارف مین لکھتے ہین عن معاذۃ العدویہ قالت سمعت علیا یقول علی المنبر البصرۃ انا صدیق الاکبر اسلمت قبل ان یسلم ابو بکر معاذۃ العدویہ کہتی ہین کہ مین نے حضرت علیؑ کو بصرہ کے منبر پر کہتے ہوئے سنا ہے کہ مین صدیق اکبر ہون اور مین ابو بکرؓ سے پہلے اسلام لایا ہون۔ امام بخاری حضرت ابن عباس اور احمد بن حنبل ابی لیلیٰ کے اسناد سے لکھتے ہین قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم الصدیقون ثلاثۃ حبیب النجار مومن الیاسین الذی قال یقوم اتبعوا المرسلین وحزقیل مومن آل فرعون الذی قال اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وعلی ابن ابی طالب وھو افضلھم فرمایا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ صدیق تین ہین حبیب النجار۔ جو الیٰسین کا صدیق ہے جسنے کہا تھا کہ اے قوم پیغمبرون کی متابعت کرو۔ دوسرا حزقیل جو مومن آل فرعون ہے جس نے کہا تھا

ابن اخی اتدری من هذا معه فقلت لا قال هذا علی ابن ابی طالب بن عبد المطلب ابن اخی اتدری من هذه الامراۃ التی خلفهما قلت لا قال هذه خدیجۃ بنت خویلد زوجۃ ابن اخی وهذا حدثنی ان ربک رب السماء امرهم بهذا الذی تراهم علیه وایم الله ما اعلم علی ظهر الارض کلها احدا علی هذا الدین غیر هؤلاء الثلاثۃ

طبری ص ۱۱۶۱ جز س

اور اوسکے ساتھ ہی وہ نوجوان اور وہ عورت بھی کھڑی ہوگئی۔ پھر وہ جوان شخص سجدے میں گیا اور اوسکے ہمراہ یہ دونوں بھی سجدے میں گئے عفیف کا بیان ہے کہ یہ دیکھکر میں نے کہا کہ یہ تو امر عظیم ہے یہ سنکر عباسؓ نے کہا کہ البتہ امر عظیم ہے تم جانتے ہو یہ کون لوگ ہیں۔ میں نے کہا نہیں عباسؓ نے کہا کہ جوان شخص محمدؐ بن عبد اللہ بن عبد المطلب میرے بھائی کے بیٹے ہیں عباس نے کہا جانتے ہو یہ نوجوان کون ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ عباسؓ نے کہا یہ علیؑ بن ابی طالب بن عبد المطلب میرے بھائی کے بیٹے ہیں۔ پھر عباسؓ نے پوچھا جانتے ہو یہ عورت کون ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ عباس نے کہا یہ خدیجہؓ بنت خویلد میرے بھتیجے محمدؐ کی زوجہ ہیں (انھوں نے یعنی محمد صلعم نے) مجھسے کہا ہے کہ اونکا خدا پیدا کنندہ زمین و آسمان ہے اور اسی نے اس امر کے کرنیکا انکو حکم دیا ہے جو تم دیکھتے ہو۔ اور قسم خدا کی اسوقت تک میرے علم میں سوائے ان تین آدمیوں کے روئے زمین پر کوئی دوسرا ایک بھی اس دین پر نہیں ہے۔

حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے خدا میرا پروردگار ہے تیسرے علی ابن ابی طالب اور یہ سب سے افضل ہے

۵۲ **فاروق الامۃ**۔ امام دیلمی و طبرانی لکھتے ہیں عن سلمان الفارسی قال قال رسول الله صلعم لعلی هذا اول من امن بی وهذا اول من یصافحنی یوم القیمۃ وهذا صدیق الاکبر وهذا فاروق الاعظم یفرق بین الحق والباطل وهذا یعسوب المومنین والمال یعسوب المنافقین حضرت سلمان فارسی سے منقول ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے حضرت علی کی نسبت فرمایا کہ علی وہ ہے جو سب سے پہلے مجھپر ایمان لایا۔ اور سب سے پہلے یہی مجھسے قیامت کے دن مصافحہ کریگا اور یہی صدیق اکبر ہے اور یہی فاروق اعظم ہے کہ حق اور باطل میں فیصلہ کریگا۔ اور یہی مومنین کا امیر ہے۔

خوارزمی۔ دیلمی اور عبد البرمکی استیعاب میں لکھتے ہیں۔ عن ابی لیلیٰ قال قال رسول الله صلعم سیکون من بعدی فتنۃ فاذا کان ذلک فالزموا علیا فانه الفاروق بین الحق والباطل ابو لیلیٰ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا صلعم نے کہ عنقریب میرے بعد میری امت میں فتنہ برپا ہوگا۔ جب ایسا ہو تو تم علیؑ کی ملازمت اختیار کرو بتحقیقکہ وہ حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے

۵۳ ابن ہشام نے حضرت علیؑ کا سن مبارک دس برس کا لکھا تھا حالانکہ آپ کا سن پندرہ ۱۵ برس سے لیکر سولہ ۱۶ برس تک کا بتلایا گیا ہے چنانچہ شرح زرقانی میں ہے قال عبد الرزاق عن معمر فی جامعہ عن قتادہ عن الحسن وغیرہ قالوا اول من اسلم بعد خدیجۃ علی وهو ابن خمس عشر ۱۵ سنۃ او ست عشر سنۃ استیعاب جلد دوم ص ۱۷۴

عبد الرزاق معمر سے اپنے جامع میں اور قتادہ سے قتادہ حسنؓ بصری وغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہؑ کے بعد جناب علی مرتضیٰؑ سب سے پہلے اسلام لائے اسوقت آپ کا سن پندرہ برس کا تھا یا سولہ برس کا۔

ابن ہشام نے اونھیں محدثین کی روایتوں پر اعتبار کیا جو حضرت علیؑ کی سبقت فی الاسلام کے مسئلہ کو جب کسیطرح روپوش نکرسکے تو آپ کی شرف سبقت کو کم وقعت کرنیکی غرض سے صغر سنی کے عالم میں بتلا کرنا قابل اعتبار قیاس کرتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ ماں کی گود اور گہوارہ کے اندر والے

شبلی صاحب خود رقمطراز ہین۔

حضرت خدیجہؑ کے بعد حضرت علی ہین جو آپ کی آغوش تربیت مین پلے تھے (تربیت پانے کا شرف اوپر بیان ہو چکا ہے) شبلی صاحب نے چونکہ اپنی مندرجہ بالا عبارت مین حضرت علی کی سبقت فی الاسلام کو تسلیم کر لیا ہے اسلئے مجھکو اس مسئلہ مین زیادہ تفصیل و تشریح کی ضرورت نہین ہے کیونکہ آپ کی سیرۃ النبیؐ میرے پیش نظر ہے۔ ہمارا موضوع تالیف زیادہ تر اسی کے اختلاف۔ استخفاف اور دیگر معائب و مناقص کے انکشافات و اصلاحات تک منحصر ہے سبقت اسلام کے مسئلہ کو محدثین متاخرین نے جیسی جیسی قیاسی رنگ آمیزیون سے چمکایا ہے۔ وہ ہر شخص جانتا ہے لیکن شبلی صاحب نے خیریت سے اسکی حقیقت اور واقعیت کو مان لیکر میرے لئے اوسکی زائد تفصیل و تشریح کی ضرورت باقی نہین چھوڑی۔

حضرت زید کا اسلام۔ شبلی صاحب لکھتے ہین۔ حضرت علیؑ کے بعد زید تھے۔ جو آپ کے آزاد کردہ غلام اور بندہ خاص تھے۔ ابن ہشام لکھتے ہین۔

قال ابن اسحاق ثم اسلم زید بن حارثہ بن شرحبیل بن کعب بن عبد العزی بن امرء القیس الکلبی مولی رسول اللہ صلعم وکان اوّل ذکر اسلم وصلّی بعد علی ابن ابیطالب علیہ السّلام ص ۰۵ مصر

ابن اسحاق کہتے ہین کہ زید بن حارثہ شرحبیل بن کعب بن عبد العزی بن امرء القیس کلبی غلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے بعد اسلام لائے اور نماز پڑھی۔

ابن ہشام کے اسی قول کو طبری نے بھی اپنی تاریخ مین بلفظہ نقل کر دیا ہے۔ ص ۱۱۶۰

حضرت ابوبکرؓ کا اسلام۔ طبری مین لکھا ہے۔

ثم اسلم ابو بکر بن ابو قحافہ الصدیق۔

پھر حضرت ابو بکر بن ابو قحافہ الصدیق اسلام لائے۔ ابن ہشام مین بھی عبارت درج ہے۔ اور شبلی صاحب نے بھی یہی ترتیب نقل کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہین (زید کے بعد حضرت ابو بکرؓ تھے۔ جو برسون سے فیضیاب خدمت تھے۔

لیکن طبری نے آپ کے اسلام لانے کے متعلق تمام روایتون کو لکھکر آخر مین یہ روایت لکھدی ہے۔

عن محمّد بن سعید قال قلت لابی اکان ابو بکرؓ اوّلکم اسلاما فقال لا ولقد اسلم قبلہ اکثر من خمسین ولکن کان افضلنا اسلاما

محمد ابن سعید ناقل ہین کہ مین نے اپنے باپ سے پوچھا کہ کیا آپ لوگون مین حضرت ابو بکرؓ سب سے پہلے اسلام لائے۔ اونھون نے کہا نہین اون کے قبل پچاس آدمیون سے زیادہ اسلام لا چکے تھے لیکن اونکا اسلام ہم لوگون کے اسلام سے افضل تھا۔

حاشیہ صفحہ گذشتہ بچون تک کی کامل الایمانی قرآن مین موجود ہے۔ و من سعد سعد فی بطن امہ سعید ماں کے پیٹ سے سعید ہوتا ہے اور بزرگی بیفلسفہ نہ بہ سال کا مسئلہ اوسپر مستزاد ہے اسکے علاوہ۔ پندرہ برس اور سولہ برس کے نوجوان کو بچہ کہنا اونھین بزرگان کا کام ہوگا جو ایسی صریح غلطیون کے بعد بھی اپنے آپ کو دنیا سے علما کہلانا چاہتے ہین المولف عفی عنہ۔

یہان تک تو شبلی صاحب نے سابقین اسلام کی ترتیب سلسلہ وار قایم کی ہے۔ اسکے بعد سلسلہ بیان کو پریشان کر دیا ہے حالانکہ تاریخ و حدیث کی کتابین ابھی صحابہ اولین کی قبولیت اسلام اور شرف بایمان ہونیکو متعلق ترتیب وار سلسلہ ثابت کر رہی ہین

بہرحال۔ اگر حضرت ابو بکرؓ کے پچاس آدمیون کے بعد اسلام لانے والی روایت کو جسکو امام طبری نے اپنی مرویات کے اخیر مین لکھا ہے قابل اعتبار نہ سمجھا جاوے اور ترتیب مشہورہ کے مطابق آپ کو چوتھے نمبر مین شمار کیا جاوے تو پانچوین ابوذر چھٹے خالد بن سعید ابن العاص۔ ساتوین عمر ابن عبسة السلمی ثابت ہوتے ہین لیکن تاریخ و حدیث کی کتابون مین ان بزرگوارون کے باب مین اسقدر اختلاف کثیر ہے کہ بالآخر کوئی صاحب اس کا تصفیہ نہ کر سکے کہ آخر ان تینون حضرات مین کون بزرگ پہلے ایمان لائے[51] طبری مین مرقوم ہے۔

قال الواقدی اسلم معهم خالد بن سعید بن العاص خامسا واسلم ابوذر قالوا رابعاه او خامسا واسلم عمر ابن علبسة السلمی فقال رابعا او خامسا انما اختلف عندنا فی هؤلاء النفر ایهم اسلم اول ذلک روایات کثیرة قال فیختلف فی الثلاثة المتقدمین وفی ذلک هؤلاء الذین کتبنا بعده۔ طبری

واقدی کا قول ہے کہ انکے ساتھ خالد ابن سعید بن العاصؓ اسلام لائے وہ شمار مین پانچوین مسلمان تھے پھر ابوذرؓ اسلام لائے وہ چوتھے یا پانچوین۔ (آخر طبری گھبرا کر لکھتے ہین) ہمارے نزدیک اسمین اختلاف کثیر ہے کہ ان تینون بزرگون (خالد۔ ابوذر اور عمر عبسة) مین کون بزرگ پہلے اسلام لائے ان تینون متقدمین اسلام اور انکے بعد کے ایمان لانیوالے مسلمانون کے باب مین جن کا ہم نے ذکر کیا ہو بہت سی روایات مختلف ہین۔

اس مین کلام نہین کہ واقدی ہون یا طبری۔ ایسے مقام مین مورخ اور محقق کی مجبوری ظاہر ہے۔ لیکن اس مسئلہ کے حل کی صرف یہی صورت باقی ہے کہ ان تینون حضرات کا اسلام باندک تفاوت ایک ہی روز مین تسلیم کیا جاوے۔

اس بحث تقدیم مین طبری۔ ابن ہشام اور دیگر کتب احادیث کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اور حضرات نے

---

[51] عمر بن عبسة السلمی۔ یہ ہے اسلامی حدیثون کی شان اور اسلامی تاریخون کا بیان کہ آجتک معلوم نہین کہ ان تینون بزرگون مین کون صاحب پہلے اسلام لائے ایک حضرت ابو بکر کی سبقت فی الاسلام ثابت کرنیکی کوششون نے خاصکر حدیثون کے دفتر اور تاریخون کے کارنامے سب مہمل اور معطل کر دئے کہ صاف صاف پتہ نہ لگے حالانکہ عمر ابن عبسة السلمی کے بارے مین خود امام عبد البر نے استیعاب جلد دوم ص ۴۴۴ مین لکھا ہو کہ عمر ابن علبة السلمی کو ایک شخص نے اہل کتاب مین سے بشارت دی تھی کہ مکہ مین ایک شخص ظاہر ہوگا کہ جو افضل ترین دین لائے گا جب اسکی خبر سننا تو تم اوسکی پیروی کرنا یہ شخص مکہ کے قریب آیا کرتا تھا اور آپ کے متعلق برابر لوگون سے دریافت کیا کرتا تھا جب کچھ خبر نہین معلوم ہوتی تھی تو واپس جایا کرتا تھا یہانتک کہ ایک بار کچھ لوگون سے انکو معلوم ہوا کہ ایک شخص مکہ مین پیدا ہوا ہے جس نے دین آبائی کو بالکل ترک کر دیا ہے۔ یہ سنکر عمر ابن عبسة السلمی مکہ مین آئے فسئلت عنه فوجدته مستخفیا و وجدت قریشا الیا علیه لوگون سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت صلعم مخفی ہین۔ اور تمام قریش نے آپ کی مخالفت کی ہے۔ یہ واقعہ صاف صاف بتلا رہا ہے کہ بہت پیچھے کا ہے پھر سابقیت کا دعویٰ کیسا؟ اس نے ہشام اور طبری کے رابعا او خامسا کی حقیقت پر پانی پھیر دیا المولف اولاد حیدر عفی عنہ۔

حضرت ابوبکرؓ کے اسلام لانیکے بعد۔ اونھین کی تحریک و ترغیب سے اسلام کو قبول کیا تھا وہ حضرت عثمانؓ طلحہؓ اور زبیرؓ وغیرہم آٹھ حضرات تھے۔ ان حضرات کو بھی متقدمین مین شمار کیا گیا ہے لیکن تعجب ہے کہ اونکو شمار تو کر لیا ہے لیکن نمبر شمار نہین جتلایا ہے لطف تو یہ بالاتر ہے کہ ان لوگون کے بعد جو حضرات مشرف با سلام ہوئے خالد بن سعیدؓ۔ ابوذرؓ اور عمر ابن عبسہ۔ اونکو شمار بھی کیا ہے اور اونکا نمبر شمار بھی بتلایا ہے۔ چنانچہ ابن ہشام اور طبری سے ترجمہ و خلاصہ کر کے شبلی صاحب لکھتے ہین۔

حضرت ابوبکرؓ دولتمند ماہر انساب۔ اصحاب الرائے اور فیاض تھے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ جب وہ ایمان لائے تو اونکے پاس چالیس ہزار درہم تھے۔ غرضکہ ان اوصاف کی وجہ سے مکہ مین اونکا عام اثر تھا۔ اور معززین شہر انسے ہر باب مین مشورہ لیتے تھے۔ ارباب روایت کا بیان ہے کہ صحابہ کبار مین سے حضرت عثمانؓ حضرت زبیرؓ حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت طلحہؓ سب انھین کی ترغیب و ہدایت سے اسلام لائے۔ بحوالہ اصابہ فی احوال الصحابہ۔

اس تفصیل و بیان سے ان حضرات کی حقیقت قبول اسلام تو ضرور معلوم ہوئی لیکن نہ انکے قبول اسلام کا وقت و زمانہ معلوم ہوا اور نہ نمبر شمار و تعداد۔ بخلاف انکے حضرت ابوذر۔ خالد بن سعید وغیرہ کے مشرف با سلام ہونے کی کیفیت اگرچہ ان لوگون کے بعد لکھی گئی ہے لیکن صاف صاف لکھکر بتلا دیا گیا ہے کہ یہ حضرات چوتھے یا پانچوین نمبر کے بزرگوار تھے اسلئے مورخین و محدثین کا ان حضرات کے لئے شمار اور عدد خاص قایم کرنا بتلا رہا ہے کہ یہ حضرات اون لوگون کے اسلام لانے سے ضرور پہلے اسلام لاچکے تھے۔ اس بنا پر۔ ابوذرؓ۔ خالدؓ بن سعید وغیرہ حضرت عثمان طلحہ اور زبیر وغیرہم سے سبقت اسلام مین مقدم تھے۔

ہم ان سعادتمندان ازلی مین سے چند بزرگوارون کے تفصیلی حالات ذیل مین قلمبند کرتے ہین۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کا اسلام لانا۔ امام عبدالبر استیعاب جلد اول مین لکھتے ہین۔

عن ابی حمزۃ عن ابن عباس لما بلغ اباذر مبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمکۃ قال لاخیہ انیس ارکب الی ھذا الوادی واعلم لی ھذا الرجل الذی یزعم انہ یاتیہ الخبر من السماء واسمع قولہ ثم ائتنی وانطلق الاخ حتے قدم مکۃ وسمع من قولہ ثم رجع الی ابوذر فقال رأیتہ یامر بمکارم الاخلاق وسمعت منہ کلاما ماھو بالشعر فقال ما اشفیتنی فیما اردت فتزود وحمل شنۃ لہ فیھا

ابی حمزہ ابن عباس کی زبانی نقل کرتے ہین کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکہ مین مبعوث ہونیکی خبر ابوذر غفاری کو معلوم ہوئی تو ابوذرؓ نے اپنے بھائی انیس سے کہا کہ اوس وادی مین جاکر اوس آدمی کی خبر لاؤ جسکو یہ زعم ہے کہ آسمان سے اوسکے پاس خبر آتی ہے تم اوسکے قول کو سن آؤ اور واپس آکر مجھسے بیان کرو اونکے بھائی انیس وہان سے چلے مکہ مین آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے ارشاد کو سنا اور حضرت ابوذر کے پاس واپس جاکر کہنے لگے کہ مین نے اوس بزرگ کے اقوال و ارشاد کو بالکل مکارم اخلاق کے اصول پر مبنی پایا اور انکے

جاء حتى قدم مكة فاتى المسجد فالتمس النبی صلعم
ولا يعرفه وكره ان يسأل عنه حتى ادركه الليل فاضطجع
فرآه علی ابن ابی طالب فقال كان الرجل غريب قال نعم
قال انطلق الى المنزل فانطلقت معه لا يسألنی عن شیء
ولا اسأله فلما اصبحت من الغد جئت الى المسجد
فبقيت يومی حتى امسيت وصرت الى مضجعی فمر بی علی
فقال اما آن للرجل ان يعرف منزله وانا طلب وذهب وما
يسأل واحد منهما صاحبه عن شیء حتى اذا كان يوم
الثالث فعل مثل ذلك فاقامه علی معه ثم قال له الا
تحدثنی ما الذی اقدمك هذا البلد قال ان اعطيتنی عهدا
او ميثاقا لترشدنی فعلت ففعل فاخبره علی رضی الله
عنه انه نبی وان ما جاء به حق وانه رسول الله صلى الله
عليه وسلم فاذا اصبحت فاتبعنی فانی ان رأيت شيئا اخاف
عليك قمت كانی اريق الماء فان مضيت فاتبعنی حتى
يدخل مدخلی قال فانطلقت اقفوه حتى دخل على رسول
الله صلعم ودخلت معه وحييت رسول الله صلعم بتحية الاسلام فقلت السلام عليك يا رسول
الله فكنت اول من حياه بتحية الاسلام فقال عليك
السلام من انت قلت رجل من بنی غفار فعرض علی الاسلام
فاسلمت وشهدت ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله
فقال رسول الله صلعم ارجع الى قومك فاخبرهم واكتم
امرك من اهل مكة فانی اخشاهم عليك فقلت والذی
نفسی بيده لاصرخن بها بين ظهرانيهم فخرج حتى اتى
المسجد فنادى باعلى صوته اشهد ان لا اله الا الله
واشهد ان محمدا رسول الله فثار القوم عليه فضربوه حتى
اضجعوه واتى العباس فاكب عليه وقال ويلكم الستم

کلام میں ایسی شیرینی پائی جو اشعار عرب میں نہیں پائی جاتی یہ سنکر حضرت ابوذر نے فرمایا کہ تاوقتیکہ میں خود وہاں نجاؤں میری خاطر خواہ تسکین و تشفی نہیں ہوتی پس وسیوقت وہ روانہ ہوگئے اور صرف ایک چھوٹی سی توشہ دان اور ایک پینے کا مشکیزہ ساتھ لے لی جس میں پانی بھر لیا۔ اور مکہ کے مسجد الحرام میں داخل ہوئے آنحضرت صلعم کی زیارت سے مشرف تو ہوئے مگر آپ کو پہچان نہ سکے اور نہ کسی سے پوچھنے کی جرات ہوئی۔ یہانتک کہ رات ہوگئی۔ وہ وہیں لیٹ رہے انکو اسی حالت میں دیکھکر حضرت علی ابن ابیطالب نے ان سے دریافت کیا کہ تم کوئی مسافر ہو۔ بولے ہاں۔ علی نے کہا کہ میرے ساتھ چلو ابوذر کا بیان ہے کہ میں وہاں سے اوٹھکر آپ کے مکان پر آیا مگر میں نے نہ آپ سے پوچھا اور نہ آپ نے مجھسے کچھ استفسار فرمایا یہانتک کہ صبح ہوگئی اور پھر میں صبح سے مسجد میں آکر تمام دن بیٹھا رہا یہانتک کہ شام ہوگئی۔ تو پھر میں اپنی خوابگاہ کی طرف واپس آیا اور پھر حضرت علی میرے پاس آئے اور کہا کہ اس شخص کی حالت پر تعجب ہے کہ یہ میرے ساتھ تو مقیم ہے اور میرے ہی ساتھ آتا جاتا ہی لیکن باینہمہ آج تک مجھسے کسی امر کے متعلق نہیں پوچھا۔ خیر تیسرا دن ہوا۔ اور اوسدن بھی اور دنوں کے ایسا ہی ہوا۔ تو پھر حضرت علی بن ابیطالب میرے پاس آئے اور مجھسے پوچھنے لگے آیا تم مجھسے اس شہر میں اپنے آنیکا سبب کہہ سکتے ہو ابوذر نے کہا ہاں البتہ مگر آپ مجھسے عہد و پیمان کر لیجئے کہ آپ مجھے ہدایت پانے کے طریقے بتادینگے کہ میں اوسکے مطابق عمل کروں پس حضرت علی نے مجھے بتایا کہ وہ بزرگ نبی اللہ ہیں اور جو کچھ اونپر خدانے نازل فرمایا ہی سب صحیح و برحق ہی اور وہ جناب احدیت کیطرف سے عہدہ رسالت پر مامور فرمائے گئے ہیں جب صبح ہو تو تم ہمارے ساتھ چلنا اگر میں تمہارے لئے کسی شے کا خوف دیکھونگا تو آب افشاندہ کیطرح ٹھیرا رہونگا اسکے بعد تم میرے ساتھ ساتھ آنا اور جہاں میں جاؤں وہاں جانا ابوذر کہتے ہیں پھر آپ چلے تو میں آپ کے پیچھے پیچھے ہولیا یہانتک کہ آپ جناب رسول اللہ صلعم کی خدمت میں آئے اور میں بھی آپ کے ہمراہ

تعلمون انہ من غفار وان فی طریق تجارتکم الی الشام وانقذہ منہم ثم عاد من الغد لمثلہا وثاروا الیہ فضربوہ فاکب علیہ العباس فانقذہ ثم لحق لقومہ فکان ہذا اول اسلام ابوذر الغفاری[۱] استیعاب جلد اول

استیعاب جلد اول

حاضر خدمت ہوا میں نے بطریقہ اسلام آنحضرت صلعم کو سلام کیا اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ۔ اور میں پہلا شخص ہوں جسنے طریقہ و آداب اسلام کے مطابق آنحضرت صلعم کو سلام کیا۔ میرے جواب میں آنحضرت صلعم نے فرمایا تم کون ہو۔ میں نے عرض کی کہ میں قبیلہ غفار کا ایک آدمی ہوں۔ اسکے بعد آپ نے حقیقت اسلام مجھپر ظاہر کی اور میں باسلام مشرف ہوا کلمہ شہادت پڑہا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ۔ پھر اسکے بعد آنحضرت صلعم نے مجھسے فرمایا کہ اب تم اپنے قبیلہ کیطرف واپس جاؤ اور اپنے اسلام لانیکے معاملہ کو اہل مکہ سے پوشیدہ رکھو کیونکہ یہ لوگ سن لینگے تو تمپر ظلم و ستم کرینگے۔ ابوذر رضنے عرض کی کہ قسم اسکی کہ جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ میں تو سب کے سامنے جاکر اس امر کا باواز بلند اعلان کرونگا یہ کہکر وہ آپکی خدمت سے اوٹھکر مسجد میں آئے اور باواز بلند فرمانے لگے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ۔ یہ سنتے ہی تمام قریش ان پر ٹوٹ پڑے اور مارنے لگے یہانتک کہ یہ زخمی ہوگئے اس اثنا میں حضرت عباس ابن عبدالمطلب آگئے اور انکے بچا لینے کی غرض سے انپر گر پڑے اور مشرکین سے کہنے لگے افسوس ہے تم پر کیا تم نہیں جانتے ہو کہ قبیلہ بنی غفار سے ہیں۔ جو قبیلہ تمہارے قافلہ تجارت کی راہ شام پر واقع ہے۔ پھر انکو اون لوگوں کے پنجہ سے چھڑا دیا۔ پھر دوسرے دن صبح کو بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ پھر مشرکین قریش ان پر ٹوٹ پڑے اور انکو مارنے لگے۔ حضرت عباس پھر انپر گر پڑے اور اس ترکیب سے انکو بچا لیا اسکے بعد حضرت ابوذر غفاری رضاپنے قبیلہ کیطرف چلے گئے۔ یہ حضرت ابوذر کے اوائل اسلام کے حالات تھے۔

امام عبدالبر لکھتے ہیں

وکان من کبار الصحابۃ قدیم الاسلام یقال اسلم بعد اربعۃ فکان خامسا۔ استیعاب جلد دوم ص ۲۶۴

ابوذر رضا سبقت اسلام کے اعتبار سے اکابرین صحابہ سے تھے اور کہا جاتا ہے کہ یہ چار آدمیوں (خدیجہ علیؑ۔ زیدؓ اور ابوبکرؓ) کے بعد اسلام لائے اور پانچویں مسلمان ہیں۔

لیکن شبلی صاحب ہیں کہ خواہ مخواہ انکو چھٹے ساتویں نمبر میں شمار کرتے ہیں

استیعاب کی تفصیلی عبارت سے جو اوپر لکھی گئی ہے ثابت ہوگیا کہ اسلام کی معرفت اور بانی اسلامؐ کی تصدیق حضرت ابوذر رضنے اپنی غایت تحقیق سے حاصل کی تھی جو انکے کمال فہم اور حسن عقل و شعور کا کافی ثبوت ہے۔ مکہ معظمہ میں داخل ہونے پر بھی حقیقت اسلام کے متعلق نہایت احتیاط سے کامل تین دن تک غور فرماتے رہے اور دربار رسالت تک باریابی کیلئے ایک

[۱] شبلی صاحب نے بھی سیرۃ النبی ص ۱۵۲ میں انکا ذکر کیا ہے مگر اپنی خاص ترکیب اختصار سے کہ حضرت علیؑ کی انکی قبولیت اسلام میں راہنمائی نہ ثابت ہوسکیں شبلی صاحب سے زیادہ مفصل تو صاحب رحمۃ العالمین نے انکے واقعہ کو لکھا ہے جس سے انکے قبول اسلام میں حضرت علیؑ کی راہنمائی پورے طور سے ثابت ہے ہم جانتے ہیں شبلی صاحب کی کوتہ قلمی کے یہ خاص مقامات ہیں لیکن انکو سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ امر مولفانہ تدین کے بالکل خلاف ہے۔ آپ نے اون لوگوں کے حال پر جو حضرت ابوبکر کی تحریک و ترغیب سے مسلمان ہوئے تھے کس تفصیل سے لکھے لیکن یہ بزرگ چونکہ حضرت علیؑ کی وساطت سے ایمان لائے تھے اسلئے اوسکی تفصیل کی ضرورت نہیں کہ اس ذکر کیساتھ علیؑ کا بھی ضرور ذکر آجائے گا۔ ناقہم قدیر المولف عفی عنہ

ایسے بزرگ متبرکوا پنا راہنما بنانا جو مدینہ رسول کا باب العلم مشہور ہے۔ یہ تمام امور انکی خوش وقتی۔ خوش قسمتی اور خوش انجامی کی دلیل واضح تھے۔ حقیقتاً یہ اسلام کی حقانیت اور روحانیت کے اصلی ثبوت ہین کہ محض ابتدا ہی سے اسکی عظمت اس سرعت وعجلت کیساتھ دور دور پہیل گئی کہ طالبان ہدایت اور حاجتمندان حقیقت بڑی بڑی مسافتین طے کرکے آتے تھے۔ اور اسلام سے فیضیاب ہوتے تھے۔

حضرت عمار ابن یاسرؓ اور اونکے قبیلہ کا اسلام لانا۔ حضرت عمار یاسر اور اونکے قبیلہ کے مشرف بایمان ہونے کے متعلق تحریر ہے۔

وجاء الله بالاسلام واسلم یاسر وابنه عمار وامه سمیه وعبد الله اخو عمار بن یاسر وکان اسلامهم قدیما بماقی اول الاسلام وکان رضی الله عنهم ممن یعذب فی الله وکان رسول الله صلعم یمر بهم وهم یعذبون فیقولون صبرا یا آل یاسر وقد فعلت ومن حدیث ابن شهاب عن سمعیل بن عبد الله بن جعفر عن ابیه قال مر رسول الله صلعم بیاسر وعمار وام عمار وهم یؤذون فی الله فقال لهم صبرا یا آل یاسر انی موعدکم الجنة استعیاب جلد دوم ص ۴۳۶

جب اسلام کو خدا نے ظاہر فرمایا تو یاسرؓ۔ اونکے صاحبزادے عمار۔ عمار کی مان سمیہ۔ عمار کے بھائی عبد اللہ بن یاسر اسلام لائے۔ ان حضرات کا اسلام ابتدای اسلام ہی سے قدیم تہا۔ اور یہ وہ بزرگوار تھے جن پر خدا کی راہ مین ظالمون کیطرف سے ظلم وعذاب بیحساب کیا گیا تھا۔ جب ان لوگون پر ظلم کیا جاتا تہا تو اتفاق سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ادہر سے گذرے۔ ان حضرات کو اس عالم مین دیکھکر ارشاد فرمایا کہ اے آل یاسرؓ صبر کرو۔ اے پروردگار تو آل یاسر کو انکے اعمال کے بدلے مین بخشدے اور ابن شہاب کی روایت کے مطابق اسمعیل ابن عبد اللہ ابن جعفر اپنے باپ کی زبانی نقل کرتے ہین کہ جناب رسول خدا صلعم کا گذر آل یاسر۔ عمار۔ ام عمار وغیرہم پر ایسے وقت مین ہوا کہ ان لوگون پر ظلم وستم کیا جارہا تھا۔ یہ دیکھکر آپنے فرمایا اے آل یاسر صبر کرو تحقیق تمہاری وعدہ گاہ جنت ہے۔

طفیل ابن عمر دوسی کا اسلام لانا۔ مولوی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری زاد المعاد ابن القیم کے حوالہ سے اپنی کتاب رحمۃ العالمین جلد اول مین طفیل ابن عمر دوسی کے متعلق لکھتے ہین۔

انھین دنون طفیل ابن عمر دوسی مکہ مین آیا۔ یہ قبیلہ دوس کا سردار تھا اور نواحی یمن مین اونکی خاندان کی ریاست تہ حکومت تھی طفیل بذات خود شاعر اور دولتمند شخص تہا۔ اہل مکہ نے آبادی سے باہر جاکر اوسکا استقبال کیا اور اعلی پیمانہ پر اسکی خدمت اور تواضع کی طفیل کا اپنا بیان ہے کہ مجھے اہل مکہ نے یہ بھی تبلایا تہا کہ جو شخص ہم مین سے نکلا ہی ذرا اوس سے بچے رہنا اوسکو جادو آتا ہے۔ جادو سے باپ بیٹے۔ شوہر وزن اور بھائی بہن مین جدائی ڈالدیتا ہے ہماری جمعیت کو پریشان اور ہمارے کام کو ابتر کر رکہا ہے ہم نہین چاہتے کہ تمہاری قوم پر بھی کوئی ایسی مصیبت پڑے اسلئے ہماری زور سے یہ نصیحت ہے کہ تم نہ اوسکے پاس جانا نہ اوسکی بات سننا اور نہ خود بات چیت کرنا۔ یہ باتین انہون نے ایسی عمدگی سے میرے ذہن نشین کردین کہ

جب مین کعبہ مین جانا چاہتا تھا تو کانون کو روئی سے بند کر لیتا تھا تاکہ محمدؐ کی آواز کی بھنک بھی میرے کان مین نہ پڑے ایکروز مین صبح ہی خانہ کعبہ مین گیا نبی صلعم نماز پڑھ رہے تھے چونکہ خدا کی مشیت ایسی ہی تھی کہ اونکی آواز میری سماعت تک ضرور پہونچے۔ اس [illegible] مین نے سنا کہ وہ ایک نہایت عجیب کلام پڑھ رہے ہین۔ اوسی وقت مین اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا کہ مین خود شاعر ہون باعلم ہون۔ اچھے برے کی تمیز رکھتا ہون۔ پھر کیا وجہ ہے اور کون سی روک ہے کہ مین انکی بات نہ سنون اچھی بات ہوگی تو مانونگا۔ ورنہ نہین مانونگا۔ مین یہ ارادہ کر کے ٹھیر گیا جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس گھر کو چلے تو مین بھی پیچھے پیچھے ہو گیا۔ اور جب حاضر ہوا تو نبی صلعم کو اپنا واقعہ مکہ مین آنے کا۔ لوگون کے بہکانے پنبہ در گوش رہنے اور آج حضور کی زبان سے کچھ سن پانے کا کہہ سنایا۔ اور عرض کیا کہ مجھے اپنی بات سنایئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن پڑھا۔ بخدا مین نے ایسا پاکیزہ کلام کبھی سنا ہی نہ تھا جو اسقدر نیکی اور انصاف کی ہدایت کرتا ہو۔

الغرض طفیل اوسیوقت مسلمان ہو گیا۔ جیسے قریش بات بات مین مطاع و مخدوم کہتے تھے وہ بات کی بات مین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل وجان سے خادم اور مطیع بنگیا۔ قریش کو ایسے شخص کا مسلمان ہونا نہایت شاق اور ناگوار گذرا۔ بحوالہ زاد المعاد جلد اوّل صفحہ ۹۳،۴ و ۹۴،۴

ضماد بن ثعلبہ ازدی کا اسلام لانا! مولوی شبلی صاحب سیرۃ النبی جلد اول مین بذیل تذکرہ ضماد بن ثعلبہ ازدی رضہ تحریر فرماتے ہین۔

ضماد بن ثعلبہ جو ازد کے قبیلہ سے تھے جاہلیت مین طبابت اور جراحی کا پیشہ کرتے تھے۔ یہ بھی احباب خاص مین تھے نبوت کے زمانہ مین یہ مکہ آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حالت مین دیکھا کہ راستہ مین جارہے ہین اور پیچھے لونڈون کا غول ہے مکہ کے کفار آنحضرت صلعم کو مجنون کہتے تھے۔ لونڈون کا غول دیکھکر ضماد نے بھی یہی قیاس کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ محمد (صلعم) مین جنون کا علاج کر سکتا ہون۔ آنحضرت صلعم نے حمد و ثنا کے چند موثر جملے ادا کئے۔ ضماد مسلمان ہو گئے۔

اس واقعہ کا مختصراً ذکر امام نسائی اور مسلم نے بھی لکھا ہے لیکن زیادہ تفصیل مسند امام احمد بن حنبل جلد اوّل مین مرقوم ہے۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۴۴،۴ بحوالہ اصابہ و استیعاب امام عبد البرؒ کی جلد دوم مطبوعہ حیدر آباد۔

خالد بن سعید بن العاص کا اسلام لانا! امام عبد البر استیعاب مین بذیل تذکرہ خالد ابن سعید بن العاص لکھتے ہین

خالد ابن سعيد بن العاص يكنى ابا سعيد اسلم قديما يقال انه اسلم بعد ابو بكر الصديق فكان ثالثا او رابعا وقيل كان خامسا وقال ضمرة ابن ربيعه كان اسلم خالد ابو بكر الصديق

خالد ابن سعید بن العاص جنکی کنیت ابا سعید ہے قدیم الاسلام مین کہا گیا ہے کہ وہ ابوبکر الصدیق کے بعد ایمان لائے۔ اسلئے وہ تیسرے مسلمان مین یا چوتھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ پانچوین مسلمان ہین۔ ضمرہ ابن ربیعہ کا بیان ہے کہ خالد ابوبکر صدیق کے ہمراہ ایمان لائے۔

انھیں سابقین اسلام میں مقداد ابن جندب۔ خباب بن الارث۔ سعید بن زید بن ورقہ بن نوفل۔ عبد اللہ بن مسعود۔ عثمان بن مظعون۔ عبیدہ۔ بلال۔ ابو فکیہہ اور صہیب رومی بھی داخل ہیں۔

مقداد ابن جندب کا اسلام شبلی صاحب کی کوتہ قلمی بڑی موقع شناس ہے۔ سابقین اسلام میں آپ نے فرداً فرداً تمام حضرات کا نام لکھکر بتلا دئے۔ لیکن حضرت مقداد ابن جندب کا بھولے سے بھی کہیں نام نہیں لیا گیا حالانکہ استیعاب میں ابن عبد البر میں۔ جو وقت تالیف آپ کے ہمیشہ پیش نظر تھی۔ یہ عبارت صاف صاف لکھی ہوئی ہے۔

اوّل من اظهر الاسلام سبعة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وابوبكر وعمار وامه سمية وصهيب وبلال والمقداد جلد اول ص ٥٨

پہلے سات آدمیوں نے اپنا اسلام ظاہر کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ابو بکر۔ عمار۔ اور ان کی ماں سمیہ۔ صہیب بلال اور مقداد۔

تین برس تک تبلیغ رسالت کی مخفی انتظام پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ اسلام کی تبلیغ نے جس تیزی سے کامیابی حاصل کی اور اس کی تعلیم نے جیسی جلد جلد ترقی پائی ویسی کسی دوسرے مذہب نے نہیں۔ بعثت سے چند دنوں میں ان سعادتمندوں نے جنکے نام اوپر لکھکر بتلا دیے گئے ہیں۔ اسلام کی دولت اور ایمان کی نعمت سے شرفیابی اور بہرہ اندوزی حاصل کی واقعات بتلا رہے ہیں کہ انہیں زیادہ تر وہی حضرات ہیں جنکو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی خاص تعلق اور واسطہ بھی نہیں تھا یہ صرف اسلام کی حقانیت تھی۔ اور جناب سید الانام علیہ السلام کی تعلیم کی پاک روحانیت جنھوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے روحانی فیوض کا اتنا اثر پہونچایا کہ تمام بیگانے عقیدت اور محبت میں اپنے اور یگانے نظر آنے لگے اسلام کی یہ کامیابی کچھ اپنے ہی وطن اور اہل وطن تک محدود نہیں رہی۔ بلکہ اوسیوقت سے دور دراز مقامات میں آپ کی مقدس تبلیغ اور پاک تعلیم کی شہرت سنکر وہ لوگ جو عرصہ سے انوار حق کے متلاشی تھے حاضر ہو ہو کر شرفیاب اسلام ہوئے۔ حضرت ابوذر غفاری۔ طفیل ابن عمرو دوسی۔ ضماد بن ثعلبہ ازدی۔ عمر ابن عبسۃ السلمی وغیرہم انھیں سعادتمندان ازلی میں تھے۔

لیکن بقول شبلی صاحب کے یہ جو کچھ ہوا پوشیدہ طور پر ہوا۔ نہایت احتیاط کیجاتی تھی کہ محرمان خاص کے سوا کسی کو بھی خبر نہ ہونے پائے۔ تاریخ طبری میں ہے۔

فى السنين الثلث من مبعثه الى ان امر باظهار الدعاء الى الله مستترا مخفيا امره وانزل عليه وانذر عشيرتك الاقربين۔

بعثت سے تین برس تک حضرت کو حکم تھا کہ اپنے امر کو بطور راز مخفی رکھیں اسکے بعد (تین برس گذر جانے پر) آیہ وافی ہدایہ وانذر عشیرتک الاقربین (اپنے قریبی رشتہ مندوں کو عذاب الٰہی سے ڈراؤ) کے مطابق۔ اظہار امر کا حکم نازل ہوا۔

حدیث و تاریخ کی متفقہ مرویات سے ثابت ہے کہ ابتدائے اسلام میں جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دین الٰہی کی تعلیم و تعمیل کی دونوں صورتوں کو نہایت حزم و احتیاط سے مخفی رکھا کرتے تھے منشاء قدرت بھی یہی تھا اور مقتضائے مصلحت بھی یہی۔ دین الٰہی کی تعلیم و تلقین تو خلوت کی صحبتوں میں ہوتی تھی۔ جن میں وقتاً فوقتاً لوگ حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا کرتے تھے۔

یہ حاضری بھی بڑی حفظ و احتیاط کے ساتھ ہوتی تھی۔ عمرا بن عبسۃ السلمی کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرف امور تبلیغ ہی کے مخفی رکھے جانے کا حکم نہین تھا بلکہ ذات مقدس کو نظر عام سے محفوظ رکھنے کا بھی خاص طور پر فرمان تھا۔ اس لئے کہ تعلیم ایمان سے تحفظ جان مقدم تھا۔

خلوت کی یہ مخفی تعلیم بعد بعثت۔ وقت نزول آیہ فاصدع بما تومر واعرض عن المشرکین (اپنی رسالت کے امور منصبی کو ظاہر کرو اور مشرکین سے علیحدہ رہو) سے شروع ہوئی اور آیہ وانی ہدایہ وانذر عشیرتک الاقربین (اپنے قریبی رشتہ دارون کو عذاب سے ڈراؤ) کے وقت نزول تک قایم رہی۔ اس زمانہ مین آنحضرت صلعم ہی کے حزم و احتیاط اور صبر و ثبات کا یہ حوصلہ تھا اور آپ ہی کے عزم و استقلال کی یہ ہمت کہ کفار و مشرکین کے درمیان بتیس دانتون مین ایک زبان بنکر اپنی ذمہ داری کو ایسی رازداری اور خبرداری کے ساتھ من احسن الوجوہ انجام دیے گئے۔ اور انھین مخفیانہ طریقے اور رازدارانہ ذریعے سے تبلیغ اسلام اور تعلیم ایمان کے سلسلہ کو برابر جاری رکھا یہان تک کہ تین برس مین مسلمانون کی معتدبہ جماعت تیار ہو گئی۔

حدیث و تاریخ کے مشاہدات سے ثابت ہے کہ فرائض اسلام مین پہلے دو رکعت نماز کی تعلیم فرشتہ غیب سے آنحضرت صلعم کو پہونچائی گئی۔ چنانچہ طبری لکھتے ہین۔

وجوب نماز ان الصلوٰۃ حین افترضت علی رسول اللہ صلعم اتاہ جبریل وھو یا علی مکۃ فھمز لہ بعقبۃ فی ناحیۃ الوادی فانفجرت منہ عین فتوضاء جبرئیل علیہ السلام ورسول اللہ ینظر الیہ لیریہ کیف الطہور للصلوٰۃ ثم توضاء رسول اللہ صلعم کما رای جبریل توضاء ثم قام جبریل فصلی بہ وصلی النبی صلعم بصلاتہ ثم انصرف جبریل فجاء رسول اللہ خدیجۃ فتوضاء لہا یریہا کیف الطہور للصلوٰۃ کما اراہ جبریل فتوضات کما توضاء رسول اللہ ثم صلی بہا رسول اللہ صلعم کما صلی بہ جبریل فصلت بصلاتہ ص ۱۱۵۰

جب فریضہ نماز کے وجوب کا حکم ہوا تو حضرت جبرئیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے آپ اوسوقت مکہ کے بالائی حصے مین تھے حضرت جبرئیل آپ کو اوس وادی کے ایک طرف گھاٹی مین لے گئے اور وہان ایک چشمہ جاری کر کے پہلے جبرئیل علیہ نے وضو کیا۔ اور آنحضرت صلعم اونکی وضو کے طریقہ عمل کو دیکھتے رہے کہ وہ نماز کے لئے طہارت کا کیسے سامان کرتے ہین۔ پھر اون کے بعد آپ نے اوسی طرح وضو کیا۔ جیسا جبرئیل کو دیکھا تھا پھر جبرئیل نے نماز پڑہی اور آنحضرت صلعم نے بھی ویسی ہی پڑہی۔ پھر وہان سے آپ واپس ہو کر گھر مین تشریف لائے اور حضرت خدیجہ کے سامنے اوسی طریقہ سے وضو کیا جسطرح جبرئیل کو وضو کرتے دیکھا تھا۔ پھر حضرت خدیجہ نے بھی اوسی ترکیب و عمل سے وضو کیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ نے حضرت خدیجہ کے ساتھ اوسی طرح نماز پڑہی جس طرح حضرت جبرئیل کے ساتھ پڑہی گئی تھی۔"

یہانتک تو ہم نے مخفی ذریعہ سے دین آلہی کی تعلیم و تبلیغ کے حالات لکھدیے اب ہم اوسکے فرائض و واجبات کے حالات لکھتے ہین۔ مولوی شبلی صاحب رقمطراز ہین

ان ایام (اخفا) مین جب نماز کا وقت آتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی پہاڑ کی گھاٹی مین چلے جاتے اور

وہاں اپنی نماز ادا کرتے۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ چاشت کی نماز آپ حرم ہی میں ادا کرتے تھے کیونکہ یہ نماز قریش کے مذہب میں بھی جاری تھی۔ ایک دفعہ آپ حضرت علیؓ کے ساتھ کسی درہ میں نماز پڑھتے تھے۔ اتفاق سے آپ کے چچا ابو طالب آنکلے۔ انکو اس جدید طریقۂ عبادت پر تعجب ہوا۔ کھڑے ہو گئے اور بغور دیکھتے رہے۔ نماز کے بعد پوچھا یہ کون دین ہے آپ نے فرمایا ہمارے دادا حضرت ابراہیم کا یہی دین تھا۔ ابو طالب نے کہا میں اسکو اختیار تو نہیں[1] کرسکتا۔ لیکن تمکو اجازت ہے۔ اور کوئی شخص تمہارا مزاحم نہ ہو سکیگا۔

پہلے غربائے امت نے دعوت اسلام[1] قبول کی شبلی صاحب اس مقام پر سابقین اسلام کی غربت و افلاس میں مشرف باسلام ہونے کو اسلام کی حقانیت کا کافی ثبوت ٹھیرایا ہے اور اس سرعت و عجلت کی ساتھ اس مقدار و حیثیت کے لوگوں میں تبلیغ اسلام کے ترقی کرنے سے مخالفین اسلام کے اس مغویانہ تعریض کا جواب تردیدی نکالا ہے جو عالم مغربی کی غرض خاص سے دنیا کو یہ تبلاتے ہیں کہ معمورہ عالم میں مذہب اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے۔ ہم اونکی تحریر کو قابل نقل سمجھکر ملخصاً ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

یہ تاریخ اسلام کا ایک بڑا اہم مسئلہ ہے کہ اسلام کیونکر پھیلا؟ مخالفین نے اسکا ذریعہ تلوار بتایا ہے۔ اس مسئلہ پر بحث کتاب کے دوسرے حصہ میں آئے گی لیکن ایک خاص پہلو پر یہیں نگاہ ڈال لینی چاہئیے یعنی یہ کہ اوائل اسلام میں جبکہ اسلام لانا جان و مال سے ہاتھ دھونا تھا۔ کون لوگ اور کس قسم کے لوگ ایمان لائے۔ یہ امر سب میں مشترک تھا کہ یہ لوگ قریش کے مناصب اعظم میں سے کوئی منصب نہیں رکھتے تھے بلکہ اکثر ایسے تھے۔ مثلاً عمار، خباب، ابوفکیہہ صہیب وغیرہ جنکو دولت و جاہ کے دربار میں جگہ بھی نہیں مل سکتی تھی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کو لے کر حرم میں جاتے۔ تو روسا قریش ہنسکر کہتے تھے۔ اھولاء من اللہ علیہم من بیننا ۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے ہملوگوں کو چھوڑکر احسان کیا ہے کفار کے نزدیک انکا افلاس انکے تحقر کا باعث تھا لیکن یہی چیز تھی جنکی وجہ سے ایمان کی دولت سب سے پہلے انھیں کے ہاتھ آسکتی تھی۔ دولت و مال انکے قلب کو سیاہ نہیں کرچکا تھا۔ فخر و غرور انکو انقیاد حق سے روک نہیں سکتا تھا۔ اونکو یہ ڈر نہ تھا کہ اگر بت پرستی چھوڑ دیں گے تو کعبہ کا کوئی منصب عظیم ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ غرضکہ اون کے دل ہر قسم کے زنگ سے پاک تھے اور حق کی شعاعیں اون پر دفعتاً پر توفگن ہو سکتی تھیں۔ یہی سبب ہے کہ انبیا کے ابتدائی پیرو ہمیشہ نادار اور مفلس لوگ ہوا کرتے تھے عیسائیت کے ارکان اولین ماہی گیر تھے۔ حضرت نوحؑ کے معترضین خاص کی نسبت کفار کو علانیہ کہنا پڑا۔

مانرٰلک اتبعک الا الذین ھم اراذلنا بادی الرائ وما نری لکم علینا من فضل بل نظنکم کذبین	ہم تو بظاہر یہ دیکھتے ہیں کہ تیری پیروی اونھیں لوگوں نے کی جو رذیل ہیں اور ہم تو تم میں کوئی برتری نہیں پاتے بلکہ ہمارا تو خیال ہی کہ تم سب جھوٹے ہو

ان نادار ان قوم کی سبقت فی الاسلام کے اسباب و علل میں جیسا کہ شبلی صاحب کا مختار ہے سوائے انکی خلوص و

[1] یہ فقرہ عالم موضوعیت کی خاص ایجاد ہے۔ مولف

محبت کے اور کون سا باعث بتلایا جاسکتا ہے - اس بنا پر مخالفین کا یہ متوہمانہ خیال کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا کسقدر لغو [illegible] کیونکہ ابھی تو اسلام کی تبلیغ کے لئے ظاہری اعلان کا حکم بھی نہیں ہے - بانی اسلام علیہ السلام تعلیم ایمان سے پہلے اپنی حفاظت جان قایم رکھنے کی بنا پر محض خلوت اور مخفی مقامات مین دین الٰہی کی تعلیم اور واجبات مذہبی کی تعلیم کے لئے بڑی تاکید دن کے ساتھ مامور فرمائے گئے ہین - ابھی تو نہ اسلام کے ہاتھ مین تلوار ہے نہ اوسکی کوئی فوج ہے اور نہ کوئی رسالہ تیار - صرف اوسکی اعجاز بیانی اور صدق زبانی اور محاسن اخلاق کی یہ تاثیر ہے کہ جو سنتا ہے وہ اوسکا مطیع و منقاد ہو جاتا ہے - ایسی حالت مین معترضین اون لوگون کی قبول اسلام کا ذریعہ تلوار کی دہار کو کیسے بتلا سکتے ہین - جو کل تین برس کے اندر سیکڑون کے تعداد مین - مکہ معظمہ اور اوس کے گرد و نواح سے آآکر مشرف با سلام ہو چکے تھے -

مخالفین اسلام اگر تھوڑی دیر کیلئے تعصب کا حجاب اپنی آنکھون کے سامنے سے اوٹھا دین تو حقیقت حال کا نہایت آسانی سے مشاہدہ کر سکتے ہین - اسلام نہ کوئی نئی شریعت لایا ہے - اور نہ اوس نے اپنے نصاب و حکم شرعیہ کی نسبت کسی نوعیت کا دعویٰ کیا ہے - بلکہ وہ تمام انبیاء و مرسلین گذشتہ کی بشارتین اور شریعتین ثابت اور کامل کرنے کیلئے نازل کیا گیا ہو - اس لئے ضرور ہے کہ اسکے تمام تعلقات ابتدا سے لیکر انتہا تک قریب قریب تمام شریعتہائے سابقہ سے مطابق ہون - امم سابقہ کی گذشتہ مثالون سے کما حقہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ جس طرح انبیائے سابقین پر پہلے ایمان لانے والے زیادہ تر نادار اور مفلوک الحال افراد و مالک قوم ثابت ہوئے ہین - اوسی طرح اسلام کی ابتدائے تبلیغ و تعلیم کے ایام مین بھی علی الاکثر یہی حضرات دولت ایمان سے بہرہ اندوز ہوئے - ہم اس سے زیادہ اس بحث کو اس مقام پر طول دینا قبل از وقت سمجھتے ہین - ان شاء اللہ اسکی تفصیلی بحث اپنے مقام مناسب پر قلمبند کیجائے گی -

ابتدا مین اظہار اسلام کی مدت شبلی صاحب ابن اثیر کے استاد سے اوپر لکھ چکے ہین کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز چاشت حرم محترم مین جا کر پڑھا کرتے تھے - اسلئے کہ یہ نماز مذہب قریش مین بھی جاری تھی - ابن عباس سے مستفاد ہوتا ہے کہ مشرکین قریش کو آنحضرت صلعم کے امور سے انکار تو ضرور تھا لیکن یہ اکراہ و انکار مخالفت اور مخاصمت کی مہیب صورتون مین ابھی تک تبدیل نہین ہوا تھا - وقتاً فوقتاً وہ اپنی جہالت و ضلالت کی تقاضا سے طعن و تشنیع اور تعریض کے کلمات بکتے اور اسلام پر آوازہ کستے رہتے تھے جیسا کہ اھٰؤلاء من اللہ علیھم من بیننا کے الفاظ تعریضی سے صاف ظاہر ہے - لیکن وہ خطاپوش و عطاپاش عالم رحمۃ للعالمین مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ الاکرم منشور الٰہی واعرض عن المشرکین کے مطابق - اونکی ان جاہلانہ حرکات پر کوئی توجہ اور اعتنا نہ فرماتا تھا - اور نہایت صبر و سکوت اور ثبات و استقلال سے تبلیغ اسلام اور تعلیم ایمان کے فرائض انجام دیتا تھا - اوسکے خاموشانہ اندازہ طریق تبلیغ نے آہستہ آہستہ تھوڑے دنون کے اندر معتقدین کی معتدبہ جماعت قایم کر لی لیکن اتنی زود کامیابی پر بھی اوسکی خموش استقلالی نے اپنی طرف سے پرجوشی کے کسی اظہار کو نہ مصلحت وقت سمجھا اور نہ مناسب مقام اوس کا عزم بالجزم

اوسی استقلال و پامردی سے کام کرتا گیا اور اپنی ترقی اور توسیع تبلیغ کا قدم آگے بڑھاتا گیا۔

لیکن پرجوش معتقدین سے اپنی زود کامیابی کے جذبات نہ رک سکے ۔ اور وہ اسلام [redacted] جانا فطرتِ عامہ کے اصول معمول کے مطابق اپنی کمزوری ۔ اپنا ضعف اور کسر شان سمجھنے لگے ۔ اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تبلیغ اسلام کے اعلان پر اصرار کرنے لگے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ خدا کی مصلحت کو خدا جانتا ہے ۔ یا اوس کا رسولؐ معمولی طبیعتین رازدان قدرت نہین ہوسکتین اسلئے وہ قدرت کی مصلحتونکو نہین سمجھ سکتین اونکی اصرار پر قدرت کا رازدار منصب رسالت کا ذمہ دار برابر انکار کرتا گیا ۔ وہ انکے اصرار اور اپنے انکار کی حقیقت و مصلحت کو پورے طور سے جانتا تھا اور اوس پر عمل پیرا ہوتا تھا ۔ لیکن عقیدت مندون کی معمولی طبیعتون مین حقیقت شناسی کے اتنے جوہر کہان تھے جو اوسکے منافع اور ضرر کو بخوبی سمجھ سکتے ۔ اسکی مثال حضرت ابوبکر رض کے مصائب کا مفصلہ ذیل قصہ ہے ۔ جو حضرت حمزہ ع کے عین اسلام لانے والے دن واقع ہوا جسکو ہم تاریخ الخمیس کی عبارت سے نقل کرتے ہین۔

وفی المنتقی وکان حمزۃ بن عبد المطلب اسلم یوم ضرب ابوبکر وذلک ان اصحٰب لرسول اللہ صلعم و رضی اللہ عنہم لما اجتمعوا وکانوا تسعۃ وثلثین رجلا الح ابوبکر علی رسول اللہ صلعم فی الظہور فقال یا ابابکر انا قلیل فلم یزل یلح علیہ حتے ظہر رسول اللہ فی نواحی المسجد وقام ابوبکر فی الناس خطیبا و رسول اللہ صلعم جالس وکان اول خطیب دعا الی اللہ عزوجل والی رسولہ وثار المشرکون علی ابوبکر وعلی المسلمین یضربونھم فی نواحی المسجد ضربا شدیدا اوطئوا ابوبکر وضرب ضربا شدیدا ودنا منہ الفاسق عتبۃ بن ربیعۃ فجعل یضربوہ بنعلین مخصوفتین ویحرفھما بوجھہ واثر علی وجہ ابی بکر حتی ما یعرف انفہ من وجہہ وجاءت بنو تیم فاجلوا المشرکین عن ابی بکر وحملوا ابابکر فی ثوب حتی ادخلوہ بیتہ

جلد اول ص ۳۲۲ مطبوعہ مصر

کتاب منتقی مین مرقوم ہے کہ اسلام حمزہ ابن عبد المطلب اوسروز واقع ہوا جبکہ حضرت ابوبکرؓ نے مار کھائی ۔ وجہ یہ ہوئی کہ جب اصحاب رسولؐ کی تعداد انتالیس ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ نے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اصرار کرنا شروع کیا کہ اب آپ ظہور فرمایئن ۔ حضرت نے فرمایا اے ابوبکر ابھی ہم قلیل التعداد ہین لیکن حضرت ابوبکر رض نہین مانے اور اپنا اصرار بڑہاتے رہے ۔ یہانتک انکا اصرار بڑہا کہ بالآخر حضرتؐ نے نواحی مسجد مین ظہور فرمایا اور حضرت ابوبکر رض نے خطبہ پڑہنا شروع کیا اور یہ پہلا خطبہ تھا جو خدا اور رسولؐ کی دعوت کے متعلق پڑہا گیا ۔ جناب رسولخداؐ خاموش بیٹھے ہوئے تھے اسپر گروہ مشرکین مین جو لوگ موقع پر موجود تھے اسقدر ہیجان ہوا کہ وہ سب کے سب حضرت ابوبکر رض اور دیگر مسلمانون پر جو موجود تھے ۔ ایکبار ٹوٹ پڑے عتبہ بن ربیعہ فاسق نے حضرت ابوبکر کے قریب آکر پاؤن سے جوتے نکالے جو پیوند دار تھے اور اس طرح سے مارنا شروع کیا کہ جدھر پیوند ہوتا تھا اوسی کو چہرے کیطرف گھما دیتا تھا جس سے حضرت ابوبکر کا چہرہ ایسا سوج گیا تھا کہ چہرے پر ناک نہین معلوم ہوتی تھی ۔ اس اثنا مین بنو تیم انکے قبیلہ والے آگئے اور مشرکین سے چھڑا کے ایک چادر مین اوٹھا کر انکو گھر لیگئے ۔

حضرت ابوبکرؓ کتمان ایمان کی مصلحتون کو نہین سمجھتے تھے اِس لئے اونھون نے اسکے اظہار پر اصرار فرمایا حالانکہ جناب رسولخدا ام

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخفاو کتمان کی مصلحتوں کو سمجھکر انکو انکے غلط اصرار سے برابر سمجھاتے رہے لیکن چونکہ یہ راز دار قدرت درو [illegible] اس لئے نہ مانے نتیجہ یہ ہوا کہ خود بھی مصیبت میں پڑے اور دیگر مسلمانوں کے لئے مصائب و شدائد کا فتح الباب کرگئے۔

یہ تو تبلیغ اسلام کے جذبات میں معتقدین کی بیجا مبادرت قریش کی اشتعال طبعی خصومت اور اذیت اہل اسلام وبانی اسلام کا باعث ثابت ہوئی ایسی کے ایسا ایک دوسرا امر ناعاقبت اندیشانہ طریقہ سے سعد ابن ابی وقاص کے ہاتھوں اسلام کی تعمیل واجبات کے متعلق سرزد ہوا۔ جو اوسی تاریخ کی مفصلہ ذیل عبارت سے ظاہر ہے۔

وكان اصحاب رسول الله صلعم اذا صلوا ذهبوا الى الشعاب فاستخفوا من قومهم فبينما سعد بن ابى وقاص فى نفر من اصحاب النبى صلعم فى شعب من شعاب مكة اذا ظهر عليهم نفر من المشركين وهم يصلون فناكروهم وعابوا عليهم ما يصنعون حتى قاتلوهم فاقتتلوا فضرب سعد بن ابى وقاص رجلا من المشركين بلحى من جمل فشجه فكان اول دم اهريق فى الاسلام۔

اصحاب رسول خدا صلعم اس زمانہ میں جب نماز پڑھتے تو پہاڑوں کی دروں میں جاکر اپنی قوم سے چھپکر نماز پڑھا کرتے تھے ایکمرتبہ سعد بن ابی وقاص صحابہ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ ادھر سے کفار قریش کا گذر ہوا انلوگوں نے انکی نماز پر استہزا و تمسخر کیا۔ یہانتک کہ جانبین میں لڑائی کی نوبت پہونچ گئی چنانچہ سعد بن ابی وقاص نے اونٹ کی ہڈی اوٹھاکر ایک کافر کو مارا جس سے اوسکا سر زخمی ہوگیا یہ پہلا خون ہے جو اسلام میں بہایا گیا۔ جلد دوم ص ۲۱۶

عبداللہ ابن مسعود صحابی نے بھی اوائل اسلام میں ایسے ہی جرأت بیجا کی تھی جسکی مفصل کیفیت ہم تاریخ طبری کی عبارت ذیل میں لکھتے ہیں۔

اجتمع يوما اصحاب رسول الله صلعم فقالوا والله ما سمعت قريش هذا القرآن يجهر لها به قط فمن رجل يسمعهموه فقال عبد الله بن مسعود انا قالوا انا نخشاهم عليك انما نريد رجلا له عشيرة يمنعونه من القوم ان ارادوه فقال دعوني فان الله سيمنعني قال فغدا ابن مسعود حتى اتى المقام فى الضحى وقريش فى انديتها حتى قام عند المقام ثم قال بسم الله الرحمن الرحيم رافعا بها صوته الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمه البيان ثم استقبلها يقرؤها فتأملوا وجعلوا يقولون

ایکبار اصحاب جناب رسول خدا صلعم جمع ہوئے اور آپس میں کہنے لگے کہ ابھی تک قریش نے بلند اور واضح آواز سے قرآن نہیں سنا ہے ہم میں سے کون ایسا شخص ہے جو اونکو قرآن بلند آواز سے جاکر سناوے عبداللہ ابن مسعود رض بولے وہ میں ہوں۔ اصحاب نے کہا تمہاری طرف سے ہمکو خوف ہے کیلئے کہ قریش میں تیرے کوئی صاحب قبیلہ اوٹھکر تمہارے ارادہ میں تمہارا ساتھ مزاحمت کرے اور تمکو باز رکھے۔ عبداللہ بولے آپ حضرات مجھے چھوڑ دیں خدا میری اعانت کریگا صبح ہوئی تو حرم محترم میں گئے اور مقام ابراہیم پر کھڑے ہوکر بلند آواز سے بسم اللہ کہی اور سورہ رحمان کی تلاوت شروع کی تو قریش نے سنا تو کہنے لگے کہ ابن ام عبد (عبداللہ ابن مسعود کا لقب ہے) کیا کہتا ہے سنو تو لوگوں نے کہا یہ تو وہی چیز ہے جو محمد صلعم

ا یقول ابن ام عبد ثم قالوا انہ لیتلوا بعض ما جاء
لہ محمد فقاموا الیہ فجعلوا یضربون فی وجہہ وجعل
یقرء حتے یبلغ منہا ما شاء اللہ ان یبلغ ثم انصرف
لی اصحابہ وقد اثروا بوجہہ فقالوا ھذا الذی
خشینا علیک قال ما کان اعداء اللہ اھون علی منھم
لان لئن شئتم لاغادیتھم غدا بمثلھا قالوا لا حسبک
قد اسمعتھم ما یکرھون - تاریخ طبری مطبوعہ جرمن صفحہ ۱۱۰۸

ان لوگون کے زعم کے مطابق نازل ہوئی ہے یہ سنتے ہی تمام قریش اٹھ
کھڑے ہوئے اور عبد اللہ ابن مس[redacted]گئے لیکن
جہانتک خدا کو ان سے تلاوت قرآن [redacted] سورہ تلاوت کر چکے جب
تلاوت کر چکے تو اصحاب رسول صلعم کے پاس واپس آئے - چہرہ پر مار کا
نشان بالکل نمایان تھا - اصحاب اس حالت سے انھین دیکھکر کہنے
لگے کہ ہمکو تمہاری نسبت اسی بات کا اندیشہ تھا عبد اللہ نے کہا کہ دشمنان
خدا کی طرف سے یہ امر مجھے بالکل آسان معلوم ہوتا ہے - اگر آپ لوگ
چاہین تو پھر کل مین اسی طرح کر دکھلاؤن - اصحاب نے کہا نہین یہی کافی ہے جس چیز سے وہ کراہیت کرتے تھے وہ تم نے اونکو سنا دی -

شبلی صاحب نے بھی اسواقعہ کو اسی حوالہ سے لکھا ہے لیکن اپنے اختصار کے قدیم پیرایہ مین طبری کا حوالہ بھی غلط دیا ہے صفحہ ۱۱۱۰ کی جگہ ۱۱۰۸ ہونا چاہیئے - سیرۃ النبیؐ ج ا ص ۱۷۱

یہ واقعات بتلا رہے ہین کہ اسلام کے ابتدائی عقیدتمندون اور معمول پسندون نے - راز دار رسالت کے مصالح وقتی کی قدر و عظمت نہین کی - اس لئے کہ وہ اسکے حقیقت شناس نہین تھے اسلامی محدثین و مورخین کے خلوص عقیدت اسوقت ان حضرات کے اِن طرز عمل کو جیسا کچھ مستحسن نہ تبلائین - اور انہین سے ایک کو اسلام کا خطبۂ اول اور دوسرے کو حملۂ اول ظاہر فرمائین - وہ اونکے حسن عقائد سے متعلق ہے لیکن بخلاف انکے جب ایک عاقبت بین اور مآل اندیش محقق ان واقعات پر نگاہ غور ڈالے گا تو اوسکو صاف طور سے معلوم ہوجائیگا کہ اون کے یہ محاسن عقائد باعث مفاسد تھے اونکی یہ مبادرت محض بیجا - بیوقت اور بالکل نازیبا تھی - یہ ہمت و حوصلہ صریح اشتعال انگیزی تھی اور فتنہ خیزی - رسول بار بار ان پرجوشیون کے اظہار سے منع فرماتا تھا - خدا وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ کہکر معاملات کفار سے کنارہ کشی کی تاکید کر رہا تھا لیکن یہ پرجوش عقیدتمند کسیکی بھی نہین سنتے جلتی آگ کے شعلون کو اپنے ہاتھون سے بھڑکاتے ہین اور آپ ہی آپ گرے جاتے ہین - ان بیجا جراتون کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمام قریش کے غیض و غضب مین ایک ہیجانی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے - اور اسلام و بانی اسلام علیہ السلام کیطرف سے جو وہ ابتک خموشانہ اور غیر سرد کاملانہ روش اختیار کئے ہوئے تھے اور اسوقت تک اپنے انکار و اکراہ کو صرف جاہلانہ طعن و تشنیع اور وحشیانہ استہزا و تمسخر تک محدود کئے تھے ان واقعات سے اتنا متاثر ہوئے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام کی کھلی کھلی عداوت اور مخاصمت پر بڑی مستعدی سے آمادہ ہوگئے - اور گویا اسیوقت سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام مسلمانون پر بلاؤ مصیبت کی فتح الباب ہوگئی

شبلی صاحب نے اِن واقعات کو سرے سے مرفوع القلم فرما دیا ہے - گویا تاریخی واقعات کی حیثیت ہی نہین رکھتے - حالانکہ اِن حالات کو تاریخون سے زیادہ حدیثون نے بیان فرمایا ہے - چنانچہ صاحب تاریخ الخمیس نے ان کو

...یث کی مشہور و معروف کتاب المنتقیٰ سے نقل کیا ہے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اخفا و انزوا کی سیاست
...تے ح... [illegible] شیاری اور بیداری سے کافی وہ آپ کے استقلال اور ہمت کے کافی ثبوت ہیں۔ فی الحقیقت
...سا... [illegible] ی اور نبوت ہی کی قوت برداری تھی۔ اپنی جان کی حفاظت مسلمانوں کے جان و مال
...نگرانی کفار قریش کی مجنونانہ تعریض اور مغرورانہ طعن و تشنیع پر سکوت و خموشی۔ مزید براں۔ پرجوش عقیدت مندوں کی بیجا
...ادیت اور زمانہ یا جرأت و ہمت کا ضبط و بسط اتنی اہم ضروریات اور مشکلات کو جناب رسول خدا صلعم بالنفس
...نفیس تنہا بکر من احسن الوجوہ طے فرماتے رہے۔ چنانچہ شبلی صاحب بھی اتنا ضرور اعترافاً لکھتے ہیں۔

تین برس تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت رازداری کے ساتھ فرض تبلیغ ادا کیا ص ۱۵۲

نبوت کا چوتھا سال دعوت قریش

...رسالہ رسالت اخفا کے انقضا کے بعد مدبر قدرت نے وقتی تناسب اور مصالح پر نظر کر کے جناب رسالتمآب صلی اللہ ...یہ وآلہ وسلم کو اَنذِر عَشِیرَتَکَ الاَقرَبِین (اپنی قریب کے رشتہ داروں کو عذاب خدا سے ڈراؤ) کا حکم محکم نازل فرمایا۔ جو لوگ تحقیق پسند ہیں اور ...یقت شناس۔ وہ قدرت کے ان نظام بالتدریج کی مصلحت و خوبی کو کافی طور سے سمجھتے ہیں حقیقت یہ ہی کہ ایسے ...ل وقت میں تبلیغ مذہب کی ادائیگی بالکل رازداری تھی۔ ہر خاص و عام سے اظہار و اعلان قیام اسلام سے ...ت نقصان تھا اور بقائے اسلام کیلئے خطرہ جان بنا پر ابتدا ہی سے اسکے اظہار تبلیغ اور اقرار و تصدیق کا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ...ے خاندان میں ان ذوات مقدسہ سے آغاز کیا گیا جو آپ سے اقرب ترین تھے اور جنکے خلوص ایمان اور وثوق تمدو ...ن پر خدا اور رسولؐ کو یقین تھا وہ بزرگوار حضرت خدیجہ آپ کی بی بی تھیں۔ آپکے برابر کے بھائی حضرت علی مرتضیٰ تھے گھر کے ...ردہ خاص زید ابن حارثہ تھے۔ انھیں حضرات سے بالاتفاق جمہور تبلیغ اسلام کی ابتدا فرمائی گئی۔ ان بزرگواروں نے ...اً تصدیق رسولؐ کر لی اور سب لوگوں سے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔

مشیت خداوندی نے وہی نظام مصلحت جو ابتدائے تبلیغ میں جاری فرمائے تھے اسوقت بھی نافذ رکھے ...رچہ اظہار تبلیغ اور اعلان دعوت اسلام کا (انذر عشیرتک الاقربین) حکم صادر ہو چکا تھا۔ لیکن تاہم اسکے نفاذ کا آغاز بھی ...پنے خاص اعزہ و اقارب سے کئے جانے کا خاص طور پر فرمان دیا۔ اس لئے کہ بیگانوں پر بیگانوں سے زیادہ اعتماد ہوتا ہے

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس حکم خداوندی کی جس مستعدی اور سرگرمی سے تعمیل فرمائی اسکو ...رو رتاہم پہلے شبلی صاحب کی عبارت میں حسب ذیل نقل کرتے ہیں اور پھر اسکے بعد منقدانہ طریقہ سے اصل واقعہ انکشاف حقیقت کرتے ہیں۔ صحیح بخاری ص ...۷ کے حوالہ سے لکھا جاتا ہے،

...ضرت صلعم نے کوہ صفا پر چڑھ کر پکارا یا معشر قریش لوگ جمع ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں تم سے کہوں کہ پہاڑ کی جانب سے ایک لشکر آ رہا ہے

تو تم کو یقین آئیگا؟ سب نے کہا ہان۔ کیونکہ ہم نے تمکو ہمیشہ سچ بولتے دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا تو مین کہتا ہون کہ اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر عذاب شدید نازل ہوگا۔ یہ سنکر سب لوگ جن مین آپ کا چچا ابولہب بھی تھا۔ سخت برہم ہو کر چلے گئے۔

چند روز کے بعد آپ نے حضرت علیؑ سے کہا کہ دعوت کا سامان کرو۔ یہ درحقیقت اسلام کی تبلیغ کا پہلا [redacted] مطلب مدعو کیا گیا۔ حمزہؓ۔ ابوطالبؑ اور عباسؓ سب شریک تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کھانے کے بعد کھڑے ہو کر فرمایا کہ مین وہ چیز لیکر آیا ہون جو تمہارے دین و دنیا دونون کو کفیل ہے اس بارگران کے اٹھانے مین کون میرا ساتھ دیگا۔ تمام مجلس مین سناٹا تھا۔ دفعتاً حضرت علیؑ نے اوٹھکر کہا گو مجھکو آشوب چشم ہے۔ گو میری ٹانگین تپلی ہین اور گو مین سب سے نوعمر ہون۔ تاہم مین آپ کا ساتھ دونگا۔ قریش کے لئے ایک حیرت انگیز منظر تھا کہ دو شخص جن مین ایک سیزدہ سالہ جوان ہے دنیا کی قسمت کا فیصلہ کر رہے ہین۔ حاضرین کو بیساختہ ہنسی آگئی۔ لیکن آگے چلکر زمانہ نے بتلا دیا کہ یہ سرتاپا سچ تھا۔ جلد ۱ ص ۱۵۴

ظاہر ہے کہ شبلی صاحب نے اس واقعہ کو صرف صحیح بخاری سے نقل کیا ہے۔ اور کسی تفسیر۔ حدیث اور تاریخ کی کتاب سے نہین اسلئے کہ آپ کے اصول موضوعہ کے مطابق جن کا عنوان حفظ ما تقدم کے لحاظ سے آپ نے دیباچہ ہی سے اوٹھایا ہے۔ بخاری سے بڑھکر کوئی دوسری کتاب معتبر نہین ہی۔ اسکے مقابلہ مین سیرت و تاریخ تو سرے سے فروتر ہین تو اونکا ذکر ہی بیکار ہے۔ ایسے ہی تفسیر۔ حدیث بہاننا کہ اقتباس خمسہ سمجھا جاتی ہے اسکے مقابل نہین ہین گو آپ کے اس طلسم بخاری کی حقیقت ہم آپ کے دیباچہ کے تبصرہ مین پورے طور سے دکھلا چکے ہین لیکن تا اصل اس روایت بخاری کی حقیقت حاشیہ زیرین صفحہ کی عبارت مین پوری تفصیل سے لکھتے ہین۔

لہ چونکہ صحت بخاری کا طلسم شبلی صاحب نے دیباچہ کتاب ہی سے اس غرض و غایت سے باندھا تھا کہ ان عظیم الشان واقعات فضائل و مناقب حضرت علی مرتضیٰؑ اور جناب رسولؐ اللہ کے ساتھ آپ کی افضل ترین قربت۔ خلافت اور نصرت و حمایت اور نیز اسلام کے ساتھ آپ کی مربیانہ اور محسنانہ شفقت اور خدمت پر پورے طور سے نقاب افگنی کی جائے جس سے دنیائے صحابیت مین مساوات اور تعمیم کے غلط اصول قایم و ثابت ہون اس بنا پر اس واقعہ کو اور اسکے ایسے تمام واقعات اسلامی کو انواع اقسام کی صنعت و حرفت اور مختلف وضع و تماش کی قلمکاری سے حتی الامکان مٹایا ہی گیا یا دبایا گیا ہے اور چھپایا ہے جیسا کہ اس واقعہ اور آیندہ تمام واقعات کے متعلق ہماری تنقیدی عبارت زیر حاشیہ سے پورے طور پر ظاہر ہوگا۔ ہم نے بخاری کے استحقاق اور اختصار واقعہ کے خلاف جن علماے کبار کی تصنیفات سے اسکے تفصیلی حالات لکھے ہین۔ اگرچہ اون حضرات کی شہرت اور اعلامیت کسی توثیق کی محتاج نہین ہے لیکن تاہم اصول کلام اور مزید اطمینان کی غرض سے ہم اونکی توثیق مفصلہ ذیل عبارت حاشیہ مین قلمبند کر دی ہین ہم نے امام نسائی کے خصائص کی عبارت سب سے پہلے لکھی ہے اس بنا پر پہلے اونکی توثیق ملاحظہ ہو۔

توثیق امام نسائی۔ امام سبکی طبقات الشافعیہ مین لکھتے ہین۔ قال ابن الطاهر المقدسی سألت سعد بن علی الزنجانی عن رجل ثقة فقلت ضعّفه النسائی فقال یا بُنیّ ان لابی عبد الرحمٰن شرطا فی الرجال اشد من شرط البخاری۔ ابن طاہر مقدسی نے سعد بن علی بن زنجانی سے ایک راوی حدیث کا حال پوچھا اونسے اوسکی توثیق کی مین نے کہا نسائی نے تو اسکو ضعیف کہا ہے تو سعد نے کہا اے میرے بیٹے عبدالرحمٰن نسائی کے شرائط رجال بخاری سے زیادہ سخت ہین۔ اسی طرح طبقات الحفاظ امام سیوطی مین ہے قال الذهبی هو احفظ من مسلم بن حجاج

شبلی صاحب اور راویوں کے اسلاف۔ بخاری وغیرہم کی اصلی غرض و مدعا۔ ان ترکیبوں سے کیا تھی؟ وہی حضرت علیؑ کے خصائل [redacted] تصنیف۔ اگرچہ سواد اعظم میں یہ مواد عالمگیر ہے لیکن امام بخاری صاحب اس مرض میں آغاز ہی سے مبتلا [redacted] ضعف خاص ہے ہم دعوت قریش کے واقعہ کو صحاح، مسند، سنن، تفسیر، اور تاریخ کی اصلی عبارتوں کے ساتھ ذیل میں نقل کرتے ہیں جس سے معلوم ہو جاویگا کہ واقعہ کیا ہے اور بخاری صاحب لکھتے ہیں کیا۔ سب سے پہلے ہم امام نسائی کے خصائص سے جو ان کی صحیح میں داخل ہے۔ اسکی حقیقت کا انکشاف کرتے ہیں۔

عن ربیعة بن ناجذ ان رجلا قال لعلی ابن ابیطالب یا امیر المؤمنین لم ورثت ابن عمك دون عمك قال جمع رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم بنی عبد المطلب فصنع لهم مدا من الطعام قال فاکلوا حتی شبعوا وبقی الطعام کما هو کان لم یمس ثم دعا بغمر فشربوا حتی رووا وبقی الشراب کان لم یمس ولم یشرب فقال یا بنی عبد المطلب انی بعثت الیکم خاصة والی الناس عامة وقد رایتم ایکم یبایعنی علی ان یکون اخی وصاحبی ووارثی فلم یقم

ربیعہ بن ناجذ سے مروی ہے کہ کسی نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ ہی کیوں وارث رسولؐ ہوئے اور آپ کے چچا وارث رسولؐ نہ ہوئے۔ تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ رسولؐ اللہ نے خاندان عبد المطلب کو بلا کر دعوت دی۔ ایک مد طعام اور ایک پیالہ پانی سے سب کو سیر کر دیا اور کھانا پانی اسی طرح بھرا رہا۔ پھر فرمایا اے بنی عبد المطلب ہم تمہاری طرف خاص طور پر مبعوث ہوئے ہیں۔ اور لوگوں کیلئے عام طور سے۔ تو کون شخص تم میں سے ہماری بیعت کرتا ہے۔ اس شرط پر کہ وہ ہمارا وارث ہو۔ ہمارا اصاحب ہو اور ہمارا بھائی ہو۔ یہ ارشاد سنکر کوئی بھی کھڑا نہیں ہوا۔ ہم پھر یا دکر کر ہوئے

باقی عبارت حاشیہ ذہبی کہتے ہیں کہ وہ نسائی، مسلم بن الحجاج صاحب صحیح مسلم سے زیادہ حافظ حدیث تھے۔ علامہ عبد الباقی زرقانی اپنی شرح میں لکھتے ہیں النسائی ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب الخراسانی ثم المصری الحافظ احد ائمة المبرزین والعلام الطوائفین والحفاظ المتقنین حتی قال الذہبی هو احفظ من مسلم ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب خراسانی بعدہ مصری تھے از ائمہ معتبرین علمائے کرام اور حفاظ متبحرین میں سے ہیں اور بقول ذہبی مسلم سے زیادہ حافظ حدیث ہیں۔ علامہ سیوطی تدریب الراوی میں جسکے اکثر حوالے شبلی صاحب نے بھی سیرۃ النبی میں دیے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

قال ابن طاهر المقدسی شرط البخاری ومسلم ان یخرجا الحدیث المجمع علی ثقة رجاله الی الصحابی المشهور قال العراقی ولیس ما قاله بجید لان النسائی ضعف جماعة اخرج لهم الشیخان او احدهما۔ ص ۳۸۔ ابن طاہر کہتے ہیں کہ شرط بخاری و مسلم یہ ہے کہ وہ ایسی حدیثیں روایت کرتے ہیں جنکے رجال موثق ہوں یا صحابہ کا اجماع ہو۔ عراقی کہتے ہیں یہ درست نہیں کیونکہ نسائی نے بہت سے ایسے راویوں کو ضعیف کر دیا ہے جن سے بخاری و مسلم نے روایت کیا۔ یا صرف بخاری نے یا صرف مسلم نے روایت کی ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ ہم نے یہ روایت خصائص نسائی سے نقل کی ہے نہ صحیح نسائی سے اس بنا پر ہمارا فرض ہے کہ ہم ثابت کر دیں کہ خصائص بھی داخل صحیح ہے اور یہ کہ خصائص اسی صحیح کا ایک جزو خاص ہے اور ایک ہی شے ہے اسکے ثبوت میں ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ابن حجر کی مفصلہ ذیل عبارت۔ وکانه لم یقف علیها والله الموفق (المزی) وافرد عمل یوم ولیلة للنسائی عن السنن وهو من جملة کتاب السنن فی روایة ابن الاحمر وابن السیار وکذلك افرد خصائص علیؑ وهو من جملة المناقب فی روایة ابن السیار

الیه احد فقمت الیه وکنت اصغر القوم قال اجلس ثم
قالت ثلاث مرات کل ذلك اقوم فیقول اجلس حتی
کان فی الثالثة ضرب بیده علی یدی ثم قال فذلك
ورثت ابن عمی دون عمی خصائص مطبوعہ مصر جلد ۹ ص ۶۵

حالانکہ ہم سب سے چھوٹے تھے حضرت نے تین بار اس کلام کا اعادہ کیا
لیکن کوئی شخص بجز میرے نہ کھڑا ہوا [redacted] صلعم
نے اپنا دست مبارک میرے ہاتھ پر [redacted] ہم
اسوجہ سے اپنے ابن عم کے وارث ہوئے۔ نہ ہمارے عم بزرگوار خصائص مطبوعہ مصر

صحیح بخاری کی عبارت مندرجہ بالا سے خصائص نسائی کی موجودہ عبارت کو ملایا جاوے تو معلوم ہو جائیگا کہ بخاری صاحب نے اپنی خود غرضی سے اس واقعہ کو کیسے مبہم اور مہمل طریقہ سے بیان فرمایا ہے اور اصل واقعہ کو جس سے حضرت علیؑ کی رفاقت نبویؐ کے حقیقی قول و قرار اور جناب مخبر صادق کی زبانی اونکے مراتب و مدارج کے اظہار ہوتے تھے۔ بالکل مرفوع القلم کر دیا گویا انکا وقوع ہوا ہی نہیں تھا۔

اب مسند امام حنبل کی عبارت ذیل میں ملاحظہ ہو۔
حدثنا عبد الله ثنا ابی اسود بن عامر ثنا شریك عن
الاعمش عن المنهال عن عباد عن عبد الله الاسدی
عن علیؑ قال لما انزلت هذه الآية وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ
الْأَقْرَبِينَ قال جمع النبی من اهل بیته فاجتمع ثلثون

عبداللہ ابی اسود سے۔ ابی اسود عامر سے۔ عامر شریک سے شریک
اعمش سے۔ اعمش منہال سے منہال عباد سے۔ عباد عبداللہ اسدی
سے عبداللہ حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ جب آیہ وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ
الْأَقْرَبِينَ نازل ہوا تو جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے
گھر کے لوگوں کو جمع کیا وہ لوگ تیس آدمی تھے۔ انلوگوں کی ضیافت

بقیہ حاشیہ
ولو يفرد التفسير وهو فی رواية حمزة وحده ولا كتاب الملئكة ولا استعاذة والطب وغير ذلك وقد تفرد بذلك راو دون راو فما تبين لی وجه افراده للخصائص وعمل يوم الليلة۔ مزی مصنف تہذیب نے نسائی کی کتاب عمل یوم ولیلۃ کو علحدہ کیا حالانکہ بروایت ابن احمر و ابن سیارہ بھی کتاب السنن سے ہے۔ اسی طرح خصائص جناب علی مرتضیٰؑ کو بھی علیحدہ کیا حالانکہ وہ منجملہ جزو مناقب ہو اور نہ علحدہ کیا تفسیر کو نہ کتاب الملائکہ کو نہ کتاب الاستعاذہ کو اور نہ کتاب الطب کو جسکے متعلق ایک ایک راوی منفرد ہوا نسائی سے تو ہمکو اسکی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوئی کہ کتاب الخصائص اور عمل یوم واللیلہ کو کیوں اصل کتاب سے علحدہ کیا گیا۔ تہذیب التہذیب جلد اصفحہ ۶

اب اسکے بعد یہ بھی سن لیا جاوے کہ فضائل علیؑ کا لکھنا انکے وقت میں اتنا بڑا جرم عظیم تھا کہ سوائے قتل کے اسکی دوسری سزا ہی نہیں تھی۔ چنانچہ نسائی غریب بھی اسی چھپٹ میں آ گئے اور اسی خصائص کے لکھنے کی وجہ سے انکی جان گئی۔ ان کا پورا قصہ ابن حجر کی زبانی ذیل میں ملاحظہ ہو۔ قال ابن عباس سمعت المنصور العقيه واحمد بن محمد بن سلامة الطحاوی يقولان ابو عبد الرحمن امام من المسلمين وقال محمد بن سعيد الباوردی ذكرت النسائی لقاسم المطرز فقال هو امام ويستحق ان يكون اماما وقال ابو علی النيشاپوری سكملت النسائی الامام بلا مدافعة وقال فی موضع رأيت من ائمة الحديث اربعة فی زمانی واسفاری اثنان نيشاپوری محمد بن اسحق وابراهيم بن ابی طالب والنسائی بمصر وعبدان فی الاهواز وقال مامون المصری خرجنا الی طرطوس واجتمع من الحفاظ عبد الله بن احمد ومربع وابو الاذان وكليعة وغيرهم فكتبوا كلهم بانتخاب النسائی وقال ابو الحسين

فاکلوا وا شربوا قال فقال لہم من یضمن عنی دینی و
مواعیدی [redacted] فی الجنۃ ویکون خلیفتی فی اہلی
فقال رجل لم [redacted] یا رسول اللہ صلعم ان کنت
بحرا من یقوم بہذا ثم قال الاخر قال فعرض ذلک علی
اہلبیتہ فقال علی اہلبیتہ فقال علیؑ انا جاء

گیگئی۔ اور تمام لوگون نے ملکر کہایا پیا۔ پہر آپ نے اون لوگون کو
مخاطب کرکے کہا کہ تم مین سے کون شخص ضامن ہوتا ہے کہ میرے قرض
ادا کرے میرے وعدونکو پورا کرے اور میرے ساتھ بہشت مین رہے
اور میرا خلیفہ ہو حاضرین مین سے ایک شخص جسکا نام راوی نے نہین لیا
اوٹھ کہڑا ہوا اور کہنے لگا کہ آپ یہ کیا ضروری ہے کہ ایک ایسا شخص
ضامن کہڑا کیا جاوے آپ نے فرمایا ہان۔ پہر آپ نے اُسی ارشاد کو اپنے گہروالون پر عرض کیا۔ بالآخر حضرت علی نے اٹھکر کہا کہ دین مین

اگرچہ اس حدیث مین بھی حقیقت واقعہ پوری تفصیل سے نہین ہے لیکن وہ الفاظ موجود ہین جنکے پڑہنے لکہنے اور سُننے
سے امام بخاری اور اونکے معتقدین کو وحشت ہوتی ہے کیونکہ اوسمین خلافت علی کا اظہار و اقرار ہے۔

کنز العمال فی سُنن الاقوال والاحوال جلد ۶ صفحہ ۳۹۷ مین اسکی صورت واقعہ یون تحریر ہے۔

عن علیؑ قال لما نزلت ہذہ الآیۃ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ
الْاَقْرَبِیْنَ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
فقال یا علیؑ ان اللہ امرنی ان انذر عشیرتی الاقربین
فضقت بذلک ذرعا وعرفت انی متی اباد یہم بہذا
الامر اری منہ ما اکرہ فصمت علیہا حتی جاءنی جبرئیل

حضرت علی مرتضیٰ سے مروی ہے کہ جب آیۂ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ
جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا تو آپ نے مجھسے ارشاد
فرمایا کہ یا علیؑ مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ مین اپنے قریبی رشتہ دارون کو
عذاب الٰہی سے ڈراؤن لیکن مین نے اس مین جسے توقف کیا اسوجہ
سے کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ میری ہدایت سے اکراہ کرینگے اور میری بات

من المظفر سمعت مشائخنا بمصر یعترفون لابی عبد الرحمن النسائی بالتقدم والامامۃ ویصفون من اجتہادہ فی العبادۃ
باللیل والنہار مواظبتہ علی الحج والجہاد واقامۃ السنن الماثورۃ واحترازہ عن مجالس السلطان وان ذلک لم یزل
الی ان استشہد وقال الحاکم سمعت علی بن عمر الحافظ غیر مرۃ یقول النسائی افقہ مشائخ مصر فی عصرہ واعرفہم
بالصحیح والسقیم واعلمہم بالرجال فلما بلغ ہذا المبلغ حسدوہ فخرج الی الرملۃ فسئل عن فضائل المعویۃ
فامسک عنہ فضربوہ فی الجامع فقال اخرجونی الی مکۃ فاخرجوہ وہو علیل وتوفی مقتولا شہیدا فقال ابو
المامونی سألت عن تصنیفہ کتاب الخصائص فقال دخلت دمشق والمنحرف بہا عن علی کثیر فصنف کتاب الخصائص
وجاء ان یہدیہم اللہ صنف بعد ذلک کتاب فضائل الصحابۃ وقرءہا علی الناس وقیل لہ وانا حاضر الا تخرج فضائل
معویۃ فقال ای شئ اخرج اللہم لا تشبع بطنہ وسکت السائل۔ توفی سنہ ۳۰۳ھ

خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ ابو علی نیشاپوری کہتے ہین کہ نسائی ائمۃ المسلمین سے تھے۔ پہر کہتے ہین کہ نسائی امام ہین بلا مدافعت۔ دوسرے مقام پر کہا
کہ ہمنے چار آدمیون کو ائمہ حدیث سے دیکھا ہے۔ محمد بن اسحاق ابراہیم بن ابیطالب نسائی مصر مین۔ عبدان اہواز مین۔ مامون مصری کہتے ہین کہ
حفاظ حدیث سے عبداللہ بن احمد۔ مربع۔ ابو الاذان کلیجہ وغیرہ جمع ہوئے سبنے کہا نسائی سے انتخاب لکہا کرو۔ ابو الحسین بن مظفر کہتے ہین ہمارے

فقال یا محمد ان لم تفعل ما تؤمر به یعذبك ربك فاصنع لی صاعا من طعام واجعل علیه رجل شاۃ واملاء لنا عسا من لبن ثم اجمع لی بنی عبد المطلب حتی اکلمهم وابلغ ما امرت به ففعلت ما امرنی به ثم دعوتهم وهم یومئذ اربعون رجلا او ینقصونه فیهم اعمامه ابیطالب وحمزه والعباس وابو لهب فلما اجتمعوا الیه دعانی بالطعام الذی صنعته لهم فجئت به فلما وضعته تناول النبی صلی الله علیه واله وسلم خسبت حزیة من اللحم فشقها باسنانه ثم القاها فی نواحی الصفحة ثم قال کلوا بسم الله الرحمن الرحیم فاکل القوم حتی نهلوا عنه ما تری الا اثار اصابعهم والله ان کان الرجل الواحد منهم لیاکل مثل ما قدمت لجمیعهم ثم قال اسق القوم یا علی

نا ہین سگے اس خیال مین خموش رہا تا اینکہ پھر جبرئیل نازل ہوئے اور کہنے لگے خدا فرماتا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ [redacted] کیا ہم نے تم کو حکم دیا ہے تو تم پر تمہارے رب کی طرف [redacted] پس تم (اے علیؑ) بقدر ایک صاع (یعنے تین سیر پختہ) طعام (روٹیان تیار کرو ایک بکری کا گوشت پکالو۔ اور ایک کاسہ شیر مہیا کرلو۔ اور تمام بنی عبد المطلب کو ضیافت مین بلالاؤ تاکہ مین اسی مجلس ضیافت مین اون سے کلام کروں اور جو کچھ اون کے متعلق حکم ہوا ہے اوسکو بجالاؤن اور ان تک پہونچاؤ ون حضرت علیؑ فرماتے ہین کہ مین نے حضرت رسولخدا صلعم کے مطابق سب سامان مہیا کردیا اور تمام بنی عبد المطلب کو بلالایا وہ لوگ شمار مین کم و بیش چالیس آدمی تھے اور اون مین آنحضرت صلعم کے چچا۔ ابوطالب۔ حمزہ۔ عباس۔ ابولہب سب ہی موجود تھے۔ جب یہ سب لوگ جمع ہوگئے۔ تو آنحضرت صلعم نے مجھے وہ کھانا کھلانے کیلئے حکم دیا جو اُن لوگون کے لئے تیار ہوا تھا مین جب ان کھانون کو حضرت کے سامنے لایا تو آپ نے ایک پارچہ گوشت اوٹھایا اور اپنے دندان مبارک سے کاٹ کر طشت مین رکھ دیا اور حاضرین سے کہا بسم اللہ آپ لوگ

بقیہ عبارت حاشیہ۔ مشائخ بڑا بسبب امامت اور تقدم نسائی کے قائل تھے۔ اور اونکی عبادت وحج و اجتہاد کی تعریف کیا کرتے تھے اور یہ کہ سنن ماثورہ کی اقامت کرتے تھے اور مجالس سلاطین سے پرہیز کرتے تھے۔ یہی اونکے طریقہ آداب و معاشرت قایم رہے۔ یہانتک کہ شہید ہوئے۔

امام حاکم کہتے ہین کہ مین نے حافظ علی ابن عمر کو چند بار کہتے سنا ہے کہ نسائی فقیہ تر ین ہین اپنے زمانہ کے مشائخ مین اور سب سے زیادہ اعلم ہین صحیح وسقیم احوال رجال کے۔ یہ جب اسدرجہ و مراتب پر فائز ہوئے تو لوگون نے ان سے حسد کیا جس سے وہ رملہ کیطرف چلے گئے وہان لوگون نے انسے حسد کیا اور فضائل معویہ کو ان سے پوچھا تو اونھون نے سکوت اختیار کیا جس پر سب نے مسجد جامع مین ملکر انکو خوب مارا انہون نے کہا کہ ہمکو مکہ لے چلو۔ وہین انھون نے مقتول وشہید ہوکر وفات کی۔ ابوبکر مامون کہتے ہین کہ ہم نے نسائی سے کتاب خصائص کی وجہ تالیف پوچھی تو کہا کہ جب ہم دمشق مین پہونچے تو وہان کے لوگون کو حضرت علی سے منحرف پایا۔ لہذا اس امید پر کتاب لکھی کہ شاید اونکی ہدایت ہو اسکے بعد فضائل صحابہ لکھے اور سب کے سامنے اوسکو پڑھا تو کسی نے پوچھا کہ معاویہ کے فضائل نہین لکھتے تو مین نے اوس سے کہا کہ اوسکی فضیلت کیا لکھی جاوے کیا اللهم لا تشبع بطنه (خدا کبھی اسکا پیٹ نہ بھرے) لکھدیا جاوے۔ یہ سنکر وہ سائل خموش ہوگیا اور مین بھی چپ ہوگیا۔ نسائی نے ۳۰۳ھ مین وفات پائی۔

فضائل علیؑ کو لکھنا اور معاویہ کے فضائل کو نہ لکھنا۔ انکے قتل کا باعث ہوا محققین غور کرلین کہ جب فضائل علیؑ کے استخفاف واسقاط کا انتظام اتنی مدت الایام سے چلے آتے ہین تو چودہ سو برسون کے بعد آج اصلیت اور حقیقت کا صحیح پتا لگانا کتنا دشوار ہے لیکن یہ بھی حضرت علی کی حقیت کی دلیل واضح ہے کہ اتنے اہتمام اور اتنی مدت ایام کے بعد اونہین کی کتابون سے اصل حقیقت کا انکشاف ہوجاتا ہے۔

فجئتهم بذلك العس فشربوا منه حتى رووا منه جميعا وايم الله ان كان [illegible] الواحد منهم ليشرب مثله فلما اراد رسول الله صلى [illegible] وآله وسلم ان يكلمهم بدره ابو لهب الى الكلام لقد سحركم صاحبكم فتفرق القوم ولم يكلمهم رسول الله فقال الغد يا علي ان هذا الرجل سبقني الى ما قد سمعت من القول فتفرق القوم قبل ان اكلمهم فعد لنا من الطعام بمثل ما صنعت ثم اجمعهم الي قال ففعلت ثم جمعتهم ثم دعاني بالطعام فقربته لهم ففعل كما فعل بالامس فاكلوا حتى ما لهم بشيء حاجة ثم قال اسقهم فجئتهم بذلك العس فشربوا حتى رووا منه

تناول فرمایئن۔ پس تمام لوگون نے کہایا اور سیر ہو گئے۔ اور کہانا ویسا ہی کا ویسا بچ رہا اوسین اونکی ہاتھون کے نشان تک نہین معلوم ہوتے تھے حضرت علی فرماتے ہین کہ قسم ہے اوس خدا کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہی کہ وہ کہانا جو سب نے مل کر کہایا تھا مقدار مین اتنا کم تہا کہ اکیلا آدمی اوسے کہا جاتا۔ اسکے بعد آپ نے مجھے حکم دیا انھین سیراب کرو مین نے اونھین وہی دودہ کا شربت پلایا اور وہ سب کے سب سیر ہو گئے اور قسم خدا کی وہ ایک آدمی کے پینے کی مقدار تھا۔ اسکے بعد رسول اللہ صلعم نے کلام کرنیکا قصد کیا اس اثنا مین ابو لہب نے اوٹھکر آپ کا قطع کلام کیا اور قوم سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمہارے صاحب نے تم پر جادو کیا۔ یہ سننا تھا کہ تمام قوم کے لوگ متفرق ہو گئے۔ دوسرے دن آپنے پہر

بقیہ عبارت حاشیہ۔ دوسری روایت امام احمد بن حنبل کی ہے۔ علامہ سبکی کی کتاب طبقات الشافعیہ کے صفحہ ۱۹۹ سے لیکر صفحہ ۲۲۱ تک امام احمد بن حنبل کی توثیق مین لکھے گئے ہین۔ بخوف طوالت ہم پوری عبارت نہین لکھ سکتے اور نہ تمام ترجمہ کی نقل کر سکتے ہین صرف اوسکے خلاصہ کو اپنی ضرورت کے لئے مناسب اور کافی سمجھ کر قلمبند کرتے ہین۔ کتاب کچھ ایسی نادر نہین ہے۔ ہر جگہ موجود ہے ہر شخص پوری عبارت دیکھ لے سکتا ہے امام سبکی کہتے ہین (۱) یہ کتاب (مسند امام احمد بن حنبل) ایک اصل ہے اصول سے اس امت کے (۲) یہ اصل کبیر ہے (۳) مرجع وثیق ہی (۴) بہت سی احادیث سے اسکی حدیثین منتخب کی گئی ہین (۵) یہ مسند امام قرار دیگئی ہی (۶) یہ کتاب معتمد علیہ ہے (۷) ملجا ہے (۸) مستند ہی (۹) امام احمد نے کہا ہی کہ مین نے سات لاکہ حدیثون سے اسکو منتخب کیا ہی (۱۰) امام احمد نے کہا کہ جس چیز مین لوگ اختلاف کرین وہ اس کتاب کی طرف رجوع کرین (۱۱) امام احمد نے کہا جو حدیث اسمین نہو وہ حجت نہین ہو سکتی (۱۲) اسکی تمام حدیثین مستند حجت ہین (۱۳) امام احمد نے کہا ہی کہ ہم نے اس کتاب کو امام بنایا ہی (۱۴) جب کسی حدیث مین اختلاف ہو تو اسی کیطرف رجوع کرو (۱۵) اس مین اونھین لوگون سے روایت لی گئی ہی جنکی صداقت و دیانت ثابت ہی۔ نہ ایسے شخص سے جسمین کوئی طعن ہو۔ (۱۶) سند اور متن مین پوری احتیاط کیگئی ہے (۱۷) اوسی روایت کو وارد کیا ہی جسکی سند مین صحیح تہین۔ آخر مین امام سبکی نے امام ابو موسیٰ کا یہ قول لکھا ہی قال امام ابو موسی ومن الدليل ان ما اودعه الامام مسنده قد احتاط فيه اسنادا ومتنا لم يورد فيه الا ما صح سنده طبقات الشافعی امام سبکی ص ۲۰۲۔ ترجمہ یعنی امام ابو موسیٰ کہتے ہین کہ امام احمد نے اسناد و متن مین بڑی احتیاط کی اور اوسی روایت حدیث کو وارد کیا ہے جسکی سند صحیح ہے۔

حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ صاحب رسالہ انصاف مین لکھتے ہین وجعل ای احمد مسنده میزانا يعرف به حديث رسول الله فما وجد فيه ولو بطريق واحد من طرقه فله اصل ومالا فلا اصل له ص ۵ امام احمد نے اپنی سند کو میزان

جمیعا ثم تکلم رسول اللہ صلعم فقال یا بنی عبد المطلب انی واللہ لا اعلم شابا فی العرب جاء قومه بافضل مما قد جئتکم به انی قد جئتکم بخیر الدنیا والآخرۃ وقد امرنی اللہ تعالیٰ ان ادعوکم الیه فایکم یوازرنی علی هذا الامر علی ان یکون اخی ووصی وخلیفتی فیکم فاحجم القوم عنها جمیعا وقلت وانی لاحدثهم سنا وارمصهم عینا واعظمهم بطنا واحمشهم ساقا انا یا نبی اللہ صلی اللہ علیه واله وسلم اکون وزیرک علیه فاخذ برقبتی فقال ان هذا اخی ووصی وخلیفتی فیکم فاسمعوا له واطیعوا فقام القوم یضحکون ویقولون لابی طالب قد امرک ان تسمع وتطیع لعلی

مجھے بلاکر حکم دیا کہ یا علی اس شخص نے میرے کلام پر سبقت کی اور قبل اسکے کہ مین کچھ کہون قوم کے لوگ متفرق ہوکر چلے گئے ہم آج تم ویسا ہی کھانا تیار کردو اور پھر سب لوگون کو بلاؤ پس مین نے آنحضرت صلعم کے حکم کے مطابق آج بھی ویسے ہی سامان کئے جو کل کئے تھے۔ اور پھر ان لوگون کو جاکر بلالایا۔ جب مین کھانا لیکر آنحضرتؐ کے پاس آیا تو آپ نے پھر وہی عمل کیا جو کل کیا تھا پس تمام لوگون نے وہ کھانا کھایا اور سیر ہوگئے شربت پیا اور سیراب ہوگئے۔ کھانے سے فراغت ہوچکی تو آنحضرت صلعم نے ارشاد کیا کہ اے اولاد عبد المطلب اکی قسم مین جوانان عرب مین کسی شخص کو ایسا نہین جانتا جو بہتر طرح تمہارے لئے دین ودنیا کی خبر لایا ہو۔ خدا نے مجھے حکم دیا ہی کہ مین تمکو اسکیطرف بلاؤن۔ پس تم لوگون مین سے اس امر خاص مین میری وزارت کون شخص کرتا ہے حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ مین اوس مجمع مین کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ صلعم گو مین ان لوگون مین سب سے کمسن جوان ہون گو میری آنکھین پر آشوب ہین گو میرا پیٹ بڑا ہے میرے ساق پتلی ہین لیکن با اینہمہ مین اس امر مین آپ کا وزیر بننے کے مستعد ہون یہ سنکر آنحضرت صلعم نے میرے شانے پر ہاتھ رکھکر فرمایا کہ لوگو۔ دیکھ لو تم لوگون مین یہ میرا بھائی ہے۔ یہ میرا وصی ہے اور یہ میرا خلیفہ ہے اسکی باتونکو سنو اور اسکی اطاعت کرو۔ یہ سنکر تمام لوگ ہنستے ہوئے اوٹھکھڑے ہوئے اور حضرت ابیطالب کو مخاطب کرکے بطور تمسخر کہنے لگے آج سے تم اپنے بیٹے علی کے مطیع ومنقاد بنائے گئے۔

بقیہ عبارت حاشیہ بنایا ہے جس سے حدیث رسول پہچانی جاتی ہے تو طریق حدیث ایک طریق سے بھی اس مین ہے اوسکی تو اصل ہی نہین ہے۔ اور جو ہے اوسکی کوئی اصل نہین۔

ہندوستان کے امام الکلین شاہ عبد العزیز صاحب عجالہ نافعہ مین لکھتے ہین۔ حضرت والد ماجد قدس سرہ میفرمایند کہ مسند امام احمد نزد فقیر ازین طبقہ تا نیاست و۔ اصل است در معرفت صحیح وسقیم پس شناختہ می شود۔ حدیثے راکہ آنرا اصل است انانچہ کہ اورا اصل نیست صفحہ ۶ تیسری روایت کنز العمال ملا علی متقی کی ہے جس کا اکثر حوالہ شبلی صاحب نے بھی دیا ہے اور جسکے مصنف کا اس سے بڑھکر اور کیا دلیل ہوسکتی ہی کہ حجۃ المند شاہ ولی اللہ صاحب وینز شاہ عبد العزیز صاحب نے انکو اپنے شیوخ مین شمار کیا ہے ہم انکی توثیق مین مزید اطمینان کے لئے کتاب کشف الظنون سے جسمین جمع الجوامع سیوطی کے بعد اس کتاب کا طولانی ذکر کیا گیا ہے صرف اوسکی عبارت کو ذیل مین لکھتے ہین ان الشیخ العلامۃ علاء الدین علی بن حسام الدین الہندی الشہیر بالمتقی رتب هذا الکتاب الکبیر کما جامع الصغیر وسماہ کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال ذکر فیه انه وقف علی کثیر مما دونه الائمة من کتب الحدیث فلم یر فیه اکثر جمعا منه حیث جمع فیه بین الاصول ستة واجاد منع کثرة الجدی وحسن الافادہ شیخ علامہ علاء الدین علی ابن حسام الدین ہندی المشہور متقی نے

مسلسل اور مفصل حقیقت حال تو یہ ہے جو کنز العمال کی مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہوئی دیکھنے والے خود دیکھ لینگے اور پڑھنے والے خود سمجھ لینگے کہ ایسے مفصل واقعہ کو محض خود غرضی اور تعصب کی بنا پر۔ خواہ مخواہ قطع و برید کر کے کیسا مہمل مبہم اور مجمل بنا دیا گیا ہے۔

تفسیر معالم التنزیل میں۔ محی السنۃ۔ امام بغوی صاحب مشکوۃ المصابیح۔ بیک الفاظ۔ اس تمام واقعہ کو ویسا ہی لکھتے ہیں جیسا کہ کنز العمال سے ابھی ابھی نقل ہو چکا ہے ذیل میں صرف اونکے سلسلہ رواۃ نقل کئے دیتے ہیں۔ مروی محمد ابن

عن عبد الغفار بن القسم عن المنهال عن عمرو عن عبد الله بن الحارث بن عبد المطلب بن عبد الله بن عباس عن علي ابن ابي طالب۔	محمد بن اسحاق عبد الغفار بن قسم سے۔ وہ منہال سے وہ عمرو سے وہ عبد اللہ بن حارث بن عبد المطلب بن عبد اللہ بن عباس سے اور وہ علی ابن ابیطالبؑ سے معالم التنزیل ص ۶۶۳ بمبئی۔

بقیہ عبارت حاشیہ۔ اس کتاب عظیم کو اوسیطرح مرتب کیا ہے جیسی کتاب جامع الصغیر سیوطی مرتب کئی ہے اور اس کا نام کنز العمال فی سنن الاقوال والاحوال رکھا گیا ہے اسمیں بہت سی ایسی حدیثوں کا ذکر کیا گیا ہے جو ائمہ حدیث کی نظر سے چھوٹ گئی تھیں اور جو فن حدیث کے اصول ستہ کے مطابق قابل نقل تھیں اور اس بارے میں مصنف نے بڑی سعی کی ہے اور اوس سے بڑا فائدہ ہوا ہے۔

ملا علی متقی کی توثیق تو ہو چکی۔ مگر ملا متقی نے اس حدیث کو اصلاً علامہ ضیاء مقدسی کی کتاب مختارہ سے ماخوذ کیا ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ اونکی توثیق بھی ذیل میں نقل کی جاوے کشف الظنون میں ہے المختارۃ فی الحدیث للحافظ ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد المقدسی الحنبلی المتوفی سنۃ ۶۴۳ ثلاث واربعین وستمایۃ التزم فیہ الصحۃ فصحح فیہا احادیث لم یسبق الی تصحیحہا قال ابن کثیر وھذا الکتاب لم یتم وکان بعض مشائخنا یرجحہ علی مستدرک الحاکم کتاب مختارہ حدیث میں ہے۔ حافظ ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد المقدسی الحنبلی المتوفی ۶۴۳ھ کی تصنیف ہے اس میں التزام کیا گیا ہے صحت کا ہے ان حدیثوں کی ایسی صحت کی ہے جس کے قبل کوئی سابق نہوا۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ کتاب ناتمام رہی ہمارے بعض مشائخ اسکو امام حاکم کی مستدرک پر ترجیح دیتے ہیں۔ تدریب الراوی میں ہے ومنہم الحافظ ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد المقدسی جمع کتابا سماہ المختارہ التزم فیہ الصحۃ وذکر فیہا احادیث لم یسبق الی تصحیحہا منجملہ اونکے حافظ ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد مقدسی ہیں جنہوں نے ایک کتاب جمع کی ہے جس کا نام مختارہ رکھا ہے اسمیں صحت کا ایسا التزام کیا ہے کہ ان سے پہلے کسی نے ایسا التزام نہیں کیا تھا۔

یہی مضمون کتاب التقیید والایضاح۔ زین الدین عراقی۔ اور ضوء لامع سخاوی اور شرح مشکوۃ شاہ عبد الحق دہلوی اور اتحاف النبلاء نواب صدیق حسنخان اور قول محسن مولوی حسن الزمان صاحب میں بھی موجود ہے جسمیں سب نے تصریح کی ہے کہ کتاب مختارہ کی کل حدیثیں صحیح ہیں۔

چوتھی حدیث امام بغوی کی تفسیر معالم التنزیل کی ہے۔ انکی توثیق بھی ملاحظہ ہو۔ امام ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں بذیل تذکرہ ثعلبی لکھتے ہیں فتفسیرہ والکان غالب الاحادیث التی فیہ صحیحۃ ففیہ ما ھو کذب وموضوع باتفاق اہل العلم ولھذا لما اختصرہ ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی وکان اعلم بالحدیث والسنۃ والفقہ منہ والثعلبی علم باقوال

صحاح مسند سنن اور تفسیر کے اسناد ہو چکے۔ اب ایک تاریخ باقی رہی اگرچہ تفسیر معالم التنزیل میں سیرت ابن اسحق ہی سے یہ روایت لی گئی ہے اور ہمارے ثبوت کے لئے یہی کافی تھا لیکن جس سلسلہ سے ہم نے اپنے سلسلۂ بیان کو شروع کیا ہے اس میں ہم کسی اختصار تولیدی یا کوتہ قلمی کو پسند نہیں کرتے۔ اسلئے اپنے سلسلۂ بیان کو آخیر میں تاریخ طبری کی پوری عبارت ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

قال حدثنی محمد بن اسحق عن عبد الغفار بن القاسم بن المنھال بن عمرو عن عبد اللہ بن الحارث بن نوفل بن الحارث بن عبد المطلب عن عبد اللہ بن عباس عن علی بن ابی طالب قال لما نزلت ھذہ الآیۃ علی رسول اللہ صلعم وانذر عشیرتک الاقربین دعانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال لی یا علی ان اللہ امرنی ان انذر عشیرتی الاقربین فضقت بذلک ذرعا وعرفت انی متی اباد ھم بھذا الامر اری منھم ما اکرہ فصمت علیہ حتی جاءنی جبریل فقال یا محمد انک الا تفعل ما تؤمر بہ یعذبک ربک فاصنع لنا صاعا

محمد ابن اسحاق عبد الغفار بن قاسم بن منہال بن عمرو سے اور وہ عبد اللہ بن حارث بن نوفل بن حارث بن عبد المطلب سے اور وہ عبد اللہ بن عباس سے اور وہ علی بن ابی طالب سے نقل کرتے ہیں کہ جب آیہ وانذر عشیرتک الاقربین حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا تو آپ نے مجھے بلا کر ارشاد کیا کہ اے علی خدا تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو عذاب خدا سے ڈراؤں میں نے اسکی تعمیل میں یہ خیال چندے توقف کیا کہ وہ لوگ میری ہدایت کو مکروہ جانیں گے تا آنکہ پھر جبرئیل آئے اور مجھسے کہا کہ اے محمدؐ اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو تمہارا پروردگار تم پر عذاب نازل فرمائیگا۔ پس تم اے علی بقدر ایک صاع کے

بقیہ عبارت حاشیہ۔ المفسرین والنحاۃ وقصص الانبیاء فھذا الامور نقلھا البغوی من الثعلبی واما الحدیث فلم یذکر شیئاً من الموضوعات التی رواھا الثعلبی بل یذکر الصحیح منھا ویعزوہ الی البخاری وغیرہ وانہ صنف کتاب شرح السنۃ وکتاب المصابیح وذکر ما فی الصحیحین والسنن ولم یذکر الاحادیث التی یظھر لعلماء الحدیث انھا موضوعۃ کما یفعلہ غیرہ من المفسرین تفسیر ثعلبی میں اگرچہ غالب احادیث صحیح ہیں لیکن بعض حدیثیں موضوع بھی اسمیں داخل ہیں۔ اس لئے جب ابو محمد حسین بن مسعود بغوی نے اوسکو مختصر کیا تو ثعلبی سے صرف اقوال مفسرین ونحاۃ اور قصص الانبیاء کو نقل کیا کیونکہ بغوی علم حدیث سنت اور فقہ میں اعلم تھے بہ نسبت ثعلبی کے کہ وہ اقوال مفسرین کے البتہ اعلم تھے بغوی نے اون حدیثوں کو البتہ نہ لکھا جو موضوعات سے تھیں اور ثعلبی نے اونکو روایت کیا تھا بغوی اوسی کو لکھتے ہیں بخاری وغیرہ سے کیونکہ یہ مصنف ہیں کتاب شرح سنۃ اور کتاب مشکوٰۃ مصابیح کے اور ذکر کیا اوسی کو جو صحیح وسنن میں ہو اور نہ لکھا اون حدیثوں کو جنکی موضوعیت ظاہر ہوئی علماء حدیث کو جیسا کہ اور مفسرین کرتے ہیں۔

آخر میں ہم نے اسکو تاریخ طبری سے نقل کیا ہے۔ طبری کی بھی توثیق ملاحظہ ہو۔ علامہ داؤدی طبقات المفسرین میں لکھتے ہیں محمد ابن جریر بن یزید بن غالب الطبری ابو جعفر راس المفسرین علی الاطلاق احد الائمۃ جمع من العلوم مالم یشارکہ فیہ احد من اھل عصرہ وکان حافظ الکتب بصیراً بالمعانی فقیھا فی احکام القرآن عالما بالسنن وطرقھا صحیحھا وسقیمھا وناسخھا ومنسوخھا وله تصانیف لعظیمۃ منھا تفسیر القرآن وھو اجل التفاسیر لم یؤلف مثلہ کما ذکرہ العلماء قاطبۃ وذلک لانہ جمع فیہ بین الروایۃ والدرایۃ ولم یشارکہ فی ذلک احد لا قبلہ ولا بعدہ مولدہ باٰمل سنۃ ۲۲۴ ومات یوم الاحد سنۃ ۳۱۰ھ محمد ابن جریر

من طعام واجعل علیہ رجل شاۃ واملاء لنا عسا من
لبن ثم اجمع لی بنی عبدالمطلب حتی اکلمہم وابلغہم ما
امرت بہ ففعلت ما امرنی بہ ثم دعوتہم لہ وہم یومئذ
اربعون رجلا یزیدون رجلا او ینقصونہ فیہم اعمامہ
ابوطالب وحمزۃ والعباس وابولہب فلما اجتمعوا الیہ
دعانی بالطعام الذی صنعت لہم فجئت بہ فلما وضعتہ
تناول رسول اللہ صلعم جذبۃ من اللحم فشقہا باسنانہ
ثم القاہا فی نواحی الصحفۃ ثم قال خذوا بسم اللہ
فاکل القوم حتی ما لہم بشیئ حاجۃ وما اری الا موضع
ایدیہم وایم اللہ الذی نفس علی بیدہ وان کان
الرجل الواحد منہم لیاکل ما قدمت لجمیعہم ثم قال اسق
القوم فجئتہم بذلک العس فشربوا منہ حتی رووا منہ
جمیعا وایم اللہ ان کان الرجل الواحد منہم لیشرب منہ
فلما اراد رسول اللہ صلعم ان یکلمہم بدرہ القوم الی
الکلام لقد سحرکم صاحبکم فتفرق القوم فلم یکلمہم رسول اللہ

کھانا تیار کرو۔ (صاع = ۲ ½ پختہ سیر) یعنی روٹیاں پکواؤ۔ ایک بکرے کا گوشت تیار کراؤ۔ اور ایک کاسہ شیر مہیا کرو۔ اور تمام بنی عبدالمطلب کو ضیافت میں بلالاؤ۔ تاکہ میں اون سے کلام کروں اور جو کچھ کہ خدا تعالیٰ نے انکے متعلق مجھے حکم دیا ہے وہ اون تک پہونچادوں حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے آپکے ارشاد کے مطابق سب فراہم کیا۔ اور تمام بنی عبدالمطلب کے لوگوں کو بلالایا اسدن وہ لوگ تعداد میں کم و بیش چالیس آدمی تھے اور اونمیں آپ کے چچا ابوطالب حمزہ عباس اور ابولہب بھی شامل تھے پس جب یہ تمام لوگ جمع ہوگئے تو آپنے کھانا کھانے کے لیے مجھے کہا اور میں جو کچھ کھانا پکا تھا وہ لایا۔ اور جناب رسولخدا صلعم کے آگے رکھدیا آپ نے اسمیں سے ایک پارہ گوشت اوٹھایا اور اسکو اپنے دندان مبارک سے کاٹ کر طشت میں رکھدیا پھر تمام لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ بسم اللہ آپ لوگ تناول فرمائیں۔ تمام لوگوں نے کھانا شروع کیا یہاں تک کہ خوب سیر ہوکر کھاچکے اور کھانا ویسا کا ویسا ہی رہگیا اسمیں اون کے ہاتھوں کا نشان تک نہیں معلوم ہوتا تھا۔ جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قسم اوس خدا کی جسکے قبضہ قدرت میں علی کی جان ہے کہ وہ کھانا جو اتنے لوگوں نے ملکر کھایا مقدار میں اتنا کم تھا کہ اکیلا آدمی اُسے کھا جاتا اسکے بعد آپ نے مجھے حکم دیا کہ انہیں سیراب کرو میں نے اونہیں دودھ کا شربت پلایا اور وہ سب کے سب سیر ہوگئے اور قسم خدا کی وہ ایک آدمی کے پینے کی مقدار تھا اسکے بعد رسول اللہ صلعم نے کلام کرنیکا ارادہ کیا۔ اور اثنا میں ابولہب اوٹھکر آپ کا قطع کلام کردیا اور قوم سے مخاطب ہوکر کہا کہ تمہارے دوست نے تم پر سحر کیا۔ یہ سنا تھا کہ تمام قوم لوگ متفرق ہوکر چلے گئے۔ دوسرے دن پھر آپ نے مجھے بلاکر حکم دیا کہ یا علی اس

بقیہ حاشیہ۔ بن یزید بن غالب الطبری جنکی کنیت ابوجعفر ہے علی الاطلاق راس المفسرین ہیں منجملہ اماموں کے ایک امام ہیں۔ وہ علوم میں ایسے یکتا تھے جنمیں انکا کوئی شریک نہیں تھا۔ حافظ کتاب اللہ تھے صحیح سقیم ناسخ اور منسوخ سے خوب واقف تھے تفسیر تو ایسی لکھی ہے کہ آجتک اوسکے مثل کوئی تفسیر لکھی ہی نہیں گئی کیونکہ انھوں نے اسمیں روایت و درایت دونوں کو جمع کیا ہے جسمین نہ انکا کوئی شریک نہ انکے قبل ہوا اور نہ انکے پیچھے ولادت مقام آمل ۲۲۴ھ میں ہوئی اور وفات ۳۱۰ھ میں۔

علامہ یافعی مراۃ الجنان میں لکھتے ہیں لہ مصنفات ملیحۃ فی فنون عدیدۃ یدل علی وسعۃ علمہ وغزارۃ فضلہ وکان ثقۃ فی نقلہ وتاریخہ وقیل تاریخہ اصح التاریخ واثبتہا فنون عدیدہ میں انکی نہایت عمدہ تصنیفیں ہیں جن سے انکی وسعت علم اور جامعیت فن کمال ظاہر ہے نقل احادیث میں معتمد ہیں انکی تاریخ کو صحیح و ثابت ترین تاریخ کہا جاتا ہے۔

مصر کے اہل مطابع کی ایک حیرت خیز حرفت تاریخ طبری کی اس روایت کے متعلق اخفاء حقیقت کی ایک حیرت انگیز حرکت مصر کے اہل مطابع عمل میں لائے ہیں وہ یہ ہے کہ یہ کتاب پہلے جرمن میں چھاپی گئی جسکے مضمون روایت میں حضرت علیؑ کی نسبت آنحضرت صلعم کے خاص الفاظ وصیی وخلیفتی موجود ہیں جیسا کہ ہم اوپر نقل کرچکے ہیں۔ ملاحظہ ہو طبری مطبوعہ جرمن ص ۱۱۷۳ پھر اسی مطبوعہ جرمن کی نقل

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال الذین یا علی ان ھذا الرجل سبقنی الی قال فخاطب ثم جمعتھم ثم دعانی بالطعام فقربتہ ثم فعل کما فعل بالامس فاکلوا حتی ما لھم بشیٔ حاجۃ ثم قال اسقھم فجئتھم بذلک العس فشربوا حتی رووا منہ جمیعا ثم تکلم رسول اللہ صلعم فقال یا بنی عبد المطلب انی واللہ ما اعلم شابا فی العرب جاء قومہ با فضل مما قد جئتکم بہ انی قد جئتکم بخیر الدنیا والاخرۃ وقد امرنی اللہ تعالی ان ادعوکم الیہ فایکم یوازرنی علی ھذا الامر علی ان یکون اخی ووصی وخلیفتی فیکم فاحجم القوم عنہا جمیعا وقلت وانی لاحدثھم سنا وارمصھم عینا واعظمھم بطنا واحمشھم ساقا انا یا نبی اللہ اکون وزیرک علیہ فاخذ برقبتی ثم قال ان ھذا اخی ووصی وخلیفتی فیکم فاسمعوا لہ واطیعوا قال فقام القوم یضحکون ویقولون لابی طالب قد امرک ان تسمع لابنک وتطیع

شخص نے مجھے کلام کرنے میں سبقت کی اور قبل اسکے کہ مین کچھ کہون قوم کے لوگ متفرق ہو کر چلے گئے۔ پس پھر تم آج ویسا ہی کہانا اور سب سامان وہی مہیا کرو۔ اور پھر سب لوگون کو بلا لاؤ۔ مین نے آنحضرت صلعم کے حکم کے مطابق آج بھی ویسے ہی سامان سب مہیا کر لئے اور پھر اون لوگون کو جاکر بلا لایا۔ جب مین کہانا لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا۔ تو آپ نے پھر وہی عمل کیا جو کل کیا تھا۔ تمام لوگون نے وہ کہانا کہایا اور سیر ہو گئے۔ دودھ پیا اور سیراب ہو گئے آب وطعام سے فارغ ہوکر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونھین مخاطب فرماکر کہا کہ اے بنی عبد المطلب خدا کی قسم مین جوانان عرب مین کسی ایسے شخص کو نہین جانتا کہ وہ خدا کی طرف سے تمہارے پاس تمہارے دین ودنیا کی ایسی خبر لایا ہو جیسی کہ مین۔ اور خدا تعالی نے مجھے حکم فرمایا ہو کہ مین تمہین اسکی طرف بلاؤن پس تم مین سے کون شخص ہے جو اس امر مین میری وزارت کریگا میرا بھائی ہوگا۔ اور تمہارے درمیان میرا خلیفہ ہوگا۔ یہ سنکر تمام لوگ خاموش رہ گئے۔ حضرت علیؑ کا بیان ہو کہ مین اوٹھکر ہوا در کہنے لگا کہ باوجودیکہ بلحاظ عمر مین سب سے چھوٹا ہون میری آنکھین پر آشوب ہین میرا پیٹ بڑا ہے میری پنڈلیان پتلی ہین لیکن مین۔ بااینہمہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس امر مین آپ کا وزیر ہون گا۔ یہ سنکر آنحضرت صلعم نے میرے شانہ پر ہاتھ مارکر ارشاد کیا۔ یہ تم لوگون مین میرا بھائی میرا وصی ہو اور میرا خلیفہ ہے

بقیہ حاشیہ۔ مصر کے مطبع مین چھپ چکا لاک دست اور بخاری پرست اہالیان مطبع کتاب مین ان الفاظ کا دیکھنا اور باقی رکھنا پسند کرکے بالآخر عبارت مین وصی وخلیفتی کی جگہہ کذا وکذا کا لفظ بڑہا دیا۔ امام بخاری بھی اکثر مقام پر ایسے ہی ترکیب برابر عمل مین لاتے ہین طبری مطبوعہ مصر کی عبارت متغیرہ ملاحظہ ہو۔ فایکم یوازرنی علی ھذا الامر علی ان یکون اخی کذا وکذا فاخذ برقبتی ثم قال ان ھذا اخی کذا وکذا فاسمعوا لہ واطیعوا۔ ص ۶۲ جلد ۹ - افسوس حقیقت کبھی چھپ نہین سکتی۔ وصی وخلیفتی کو تو چھپایا۔ گویا مبتدای علل کو محذوف کر دیا لیکن جبروت حقیقت نے فاسمعوا لہ واطیعوا کو ولیا کا ولیا ہی صحیح وسالم چھوڑوا دیا۔ جو اوسی مبتدای علل کی خبر معلول ہے اور منطق کے اصول انطباق مین مسلم ہے کہ جب کسی وجہہ سے کسی جملہ یا فقرہ مین علل واسباب نہ معلوم ہون اور معلول ومسبب اوسکا موجود ہو تو وہی معلول ومسبب اپنے علل کی خبر کیلئے کافی ہوگا۔ اسلئے اگر علل حقیقی۔ وصی وخلیفتی نہا تو نہ سہی اوسکا معلول اصلی۔ اطاعت اور اوسکی سماعت ومتابعت تو اپنے مقام پر موجود ہی۔ عالم سہی کہ اُس کا عہدہ وزارت وخلافت مرقوم ہوا ہو۔ تو کیا جب اوسکی سماعت واطاعت کا حکم صریح موجود ہی تو وہ بذاتہ مفترض الاطاعت تسلیم کیا جاویگا۔ چودہ سو برس کے گذر جانے کے بعد بھی آج تک فضائل ومناقب علی کے چھپانے گھٹانے اور مٹانے کی وہی کیفیت ہی۔ پہر ان حضرات کے حقیقی مراتب ومدارج کی حقیقت کیسے معلوم ہو سکتی ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ انھین حقیقت نگاریون کیلئے امام طبری پر شیعیت کا الزام لگایا گیا تھا کہ اونھون نے بہت سی باتین خلاف

اسکی باتون کو سنو اور اسکی اطاعت کرو۔ یہ سنکر تمام لوگ ہنستے ہوئے اور ابیطالب سے یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ تم اب اپنے بیٹے علی کے مطیع و منقاد بنائے گئے۔ اسکی باتون کو سنو اور اسکی اطاعت اختیار کرو۔

اسلام کی اس اعظم ترین اور اولین واقعہ کی تفصیلی حالت یہ تھی۔ جسکو ہم نے اپنے متعدد اور متواتر ماخذون سے اوپر نقل کردی یہ واقعہ ہر طریقہ سے دعوت اسلام اور تبلیغ ایمان کا پہلا زینہ تھا۔ اسکی اہمیت تو اسی سے ظاہر ہے کہ بقول ابن اسحاق امام طبری اور امام بغوی وغیرہم۔ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ذرا سا توقف فرمانے کیلئے عتابانہ تہدید نازل فرمائی گئی تھی۔ اور اس خیال سے آنحضرت صلعم سخت متاثر ہوئے اسکی تعمیل مین پھر جس سرگرمی اور مستعدی اور جس مسلمات واہتمام سے ایکبار نہین دو دو بار مصروف ہوئے وہ رونداد واقعہ سے ثابت ہے۔ اگرچہ پہلی بار بدبخت ابولہب کی حرکت سے آپ کو اسکے مقصد مین کچھ بھی کامیابی نہین ہوئی لیکن حکم خداوندی کی عظمت وجلال آپ کے ہمت واستقلال نے آپ کو ذرا بھی بیدل نہونے دیا اور دوسرے دن اوسی اہتمام وانتظام سے منشاء خداوندی کے مطابق اس حکم الہی کو انجام دیا۔ اس تفصیل کو بخاری صاحب کے اقتصار اور شبلی صاحب کے اختصار سے مقابلہ کیا جاوے تو خود غرضی نفسانیت اور عصبیت کے اسرار ہویدا اور آشکار ہو جائینگے اور وہ مفسدہ انگیز اغراض و اسباب بھی ثابت ہو جائینگے جنکی بناپر اس واقعہ کو اس اختصار۔ استخفاف اور قطع و برید کے خاص طریقہ سے نقل کیا گیا۔ کیونکہ صرف اسلئے کہ اسکی تفصیل تعمیم ومساوات کے اصول موضوعہ کو بالکل رد و باطل کردیتی تھی اور جناب علی مرتضیٰ ع کے فضائل و مناقب کو آغاز اسلام سے۔ دائرہ امت خیر الانام علیہ السلام مین خاص رسول اللہ ص کی زبانی عام اس سے کہ وہ تمہا

بقیہ حاشیہ۔ عقائد جنجیں اونکو نہ لکھنا چاہیئے تھا۔ لکھدی ہین لیکن بذات خاص اونکی اور اونکی تصانیف کی عظمت واہمیت ایسی ہی ہے کہ اونکی متروک کردینے سے بہت سے عقائد کی مفید اور ضروری مطالب ومقاصد مسیت ونابود ہو جاتے شبلی صاحب نے دیباچہ مین ان امور پر بہت اختصار کیساتھ روشنی ڈالی ہے اور ہم اونہین کے حاشیہ تبصرہ کی نقل پر اکتفا کرتے ہین۔

بعض محدثین سلیمانی نے طبری کی نسبت لکھا ہے کہ شیعون کیلئے حدیثین وضع کیا کرتے تھے۔ لیکن علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال مین لکھا ہے هذا رجم بالظن الكاذب بل ابن جرير من كبار ائمة الاسلام المعتمدين یہ جھوٹی بدگمانی ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ابن جریر اسلام کے معتمد امامون مین سے ایک بڑے امام تھے۔ ذہبی نے اس موقع پر لکھا ہے کہ ان مین فی الجملہ تشیع تھا لیکن مضر نہین۔ تمام مستند اور مفصل تاریخین مثل تاریخ کامل ابن اثیر ابن خلدون ابو الفداء وغیرہ وغیرہ اسی کی مختصرات ہین سیرۃ النبی دیباچہ ص ۲۰

اب ہم حسب الوعدہ بخاری کی اون روایتون کی حقیقت دکھلاتے ہین جنکو اونھون نے دعوت قریش کے متعلق اپنی صحیح مین درج کیا ہے پہلی روایت یون ہے عن ابن عباس لما نزلت وانذر عشيرتك الاقربين جعل النبی ينادی يا بنی فهر يا بنی عدی لبطون قريش وعن ابن عباس قال لما نزلت وانذر عشيرتك الاقربين جعل النبی يدعوهم قبائل قبائل وعن ابو هريرة ان النبی قال يا بنی عبد مناف اشتروا انفسكم من الله يا بنی عبد المطلب اشتروا انفسكم من الله يا بنی ام زبير بن العوام عمة رسول الله يا فاطمة بنت محمد اشتری انفسكم من الله لا املك لكما شيئا سلونی من مالی ما شئتما ابن

ہون یا انصار صحابہ ہون یا غیر صحابہ۔ ارجح اور افضل ثابت کرتی تھی سب سے زیادہ دہشت خیز اور خوف انگیز تو اسمین خلیفتی کا لفظ تھا جس کا زبان رسول سے اقرار و اعلان شرف صحابیت اور صحابہ کی خلافت کا بنا بنایا گھروندا کا گھر مٹی کر دیتا اور اصول عقائد کے تمام مصنوعی اغراض و مقاصد کو خاک مین ملا دیتا۔ تو پھر ایسی حالت مین بخاری صاحب اور اونکے ہمخیال علماء محدثین ایسے سادہ لوح نہین تھے۔ جو اپنے اسلاف کی اتنی کی کرائی کارروائی پر پانی پھیر دیتے اور ع ما از چراغ خویش در خانہ سوختیم * کی نظیر و مثال بننے کے مطابق بخاری صاحب نے حسب ضرورت جس قدر پیچ اور کتر بیونت سے اس واقعہ کو اپنی صحیح کے متعدد مقامات پر لکھا ہے۔ یا اونکے ہمخیال محدثین نے جن جن ترکیبون اور چالون سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے اوسکو ہم نے تفصیل سے حاشیہ زیرین کی عبارت مین محض عبرت ناظرین کے خیال سے لکھدیا ہے۔ اس لئے ہم اس کی نسبت یہان کچھ زیادہ تفصیل سے نہین لکھین گے۔

بقیہ عبارت حاشیہ۔ عباس سے مروی ہے کہ جب آیہ انذر عشیرتک الاقربین نازل ہوا تو حضرت نے پکارنا شروع کیا اے بنی فہر اے بنی عدی ہر ہر بطن قریش کو۔ دوسری روایت ہے ابن عباس سے کہ آپ نے ہر ہر قبیلہ کو پکارنا شروع کیا تیسری حضرت ابو ہریرہ سے کہ حضرت نے فرمایا اے بنی عبد مناف اپنے نفسونکو خدا سے خرید کر لو اے بنی عبد المطلب اپنے نفسونکو خدا سے خرید کر لو۔ اے مادر زبیر ابن العوام اور اے فاطمہ بنت محمد ص اپنے نفسونکو خدا سے خرید کر لو کہ ہم تمہارے لئے کسی امر کے مالک نہین ہین۔ جو چاہو تم میرے مال سے لے لو۔

اب اسکی شرح اور حرج فتح الباری کے ان الفاظ مین ملاحظہ ہو۔ وھذہ القصۃ ان کانت وقعت فی صدر الاسلام بمکۃ فلم یدرکھا ابن عباس لانہ قبل الھجرۃ بثلاث سنین ولا ابو ھریرۃ لانہ لسلم بالمدینۃ وفی نداء فاطمۃ یومئذ ایضا ما یقتضے اخر القصۃ لانھا کانت حینئذ صغیرۃ او مراھقۃ وان کان ابو ھریرۃ حضرھا ولا یناسب لترجمۃ لانہ انما اسلم بعد الھجرۃ ببدرۃ والذی یظھران ذلک وقع مرتین مرۃ فی صدر الاسلام وروایۃ ابن عباس وابو ھریرۃ لھا من مراسیل الصحابۃ وھذا الموافق للترجمۃ من جھۃ دخولھا فی مبتدء السیرۃ النبویۃ ویؤید بذلک ما سیأتی من ابو لھب کان حاضر الذلک وھو مات فی ایام البدر ومرۃ بعد ذلک حیث یمکن ان تدعی فیہ فاطمۃ او یظھر ذلک ابو ھریرۃ وابن عباس ج ۳ ص ۱۳۱ یعنی اگر یہ قصہ ابتدائے اسلام مین مکہ مین واقع ہوا تو ابن عباس شریک واقعہ نہین تھے۔ کیونکہ وہ تو نبوت سے صرف تین برس قبل پیدا ہوئے تھے اور نہ ابو ہریرہ ہی تھے۔ کیونکہ وہ تو مدینہ مین مسلمان ہوئے ہین۔ پھر حضرت فاطمہ کو پکارنا بھی مقتضی تاخیر قصہ ہے کیونکہ وہ تو اسوقت بہت چھوٹی تھین یا کچھ ہوش والی تھین اور اگر ابو ہریرہ حاضر تھے۔ تو ترجمہ کے مناسب یہ روایت نہین ہے۔ کیونکہ وہ تو ایک مدت کے بعد اسلام لائے اور ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ دو مرتبہ ہوا ایک مرتبہ ابتدائے اسلام مین۔ کیونکہ ابو لہب بھی خطاب ہے اور وہ قریب جنگ بدر مرا ہے۔ تو یہ روایت مراسیل صحابہ سے ہوگی۔ اور دوسری بار مدینہ مین واقع ہوا تب دعوت فاطمہ اور شرکت ابن عباس و ابو ہریرہ ممکن ہو سکتی ہے۔ اب تو کسی کو اس روایت کی عدم صحت مین کلام ہو ہی نہین سکتا کیونکہ اسکا اصل راوی وہ شخص ہے جو اسوقت پیدا ہی نہین ہوا تھا۔ نہ وہ اس مجمع مین آیا تھا اور نہ اسلام لایا تھا۔ پھر بخاری کی روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔

صرف اتنا اور اضافہ کر دینگے کہ شبلی صاحب نے مقدمہ کتاب مین ترجیح حدیث علی السیرۃ اور ترجیح بخاری علی سائر الصحاح کی نسبت جو اتنا طومار باندھا تھا اور یہ تبلایا تھا کہ سیرت رسول ص کے متعلق تمام مرویات کو احادیث سے مستخرج کرنا چاہیئے۔ اور وہ حدیثین بھی کون جو صحیح بخاری مین مندرج ہون۔ اوسکی اصلی غرض اور گویا اوس مبتدا کی اب خبر معلوم ہوئی بقول شبلی صاحب ؎ ہمہ ورق کہ سیہ گشت و مدعا اینجا ست ❖

ہان جن مقاصد و عقائد کے اصول پر شبلی صاحب نے اپنی کتاب کی تدوین فرمائی ہے اور جن احادیث موضوعہ مصنوعہ سے اوسکو مرتب فرمایا ہے اونکے لئے وہ بذات خاص مجبور و مامور ہین۔ دوسرے لوگ یا وہ جو اصول تحقیق و انصاف کے مسلک پر قایم ہین۔ اسکے لئے کیون مجبور و معذور کئے جایئن گے۔ طبری پر جو تشیع کا الزام لگایا گیا۔ اور پھر باوجود الزام۔ اونکو سواد اعظم کی امامت سے خارج نہین فرمایا گیا۔ جب کا ذکر گو کمیت ہی مختصر ہو۔ آپنے بھی اپنے دیباچہ کتاب ص ۲۰ مین کیا ہے۔ اوس کا خاص باعث یہی تھا کہ امام موصوف نے تحقیق و انصاف کی رو سے اس واقعہ کو اور اسکے ایسے اکثر واقعات کو جن سے آپکے اصول تعمیم و مساوات کی تردید و تغلیط ہوتی تھی۔ اپنی کتاب مین نقل کر دیا۔ لیکن چونکہ طبری کی تاریخ و تفسیر کو خصوصًا طبقہ متقدمین مین جو اہمیت و افضیلت حاصل ہے وہ ہرگز

بقیہ عبارت حاشیہ روایت مین اتصال ضروری ہے کہ جو شخص راوی ہو وہ راوی اول سے ملا ہو۔ یہان راوی اول ہی ندارد ہے۔ کیونکہ ابن عباس اور ابو ہریرہ خود تو موجود ہی نہ تھے اب رہا یہ خیال کہ دوسرے سے سنا ہو تو وہ نام بھی مذکور نہین ہے۔ لہذا روایت ہی ساقط ہوگئی۔

ابن حجر نے بخاری پرستی کے اصول پر یہ بات تو بنادی کہ دو مرتبہ ایسا ہوا ہوگا لیکن اسکی کوئی سند نہین دی۔ اور پھر آگے چلکر اوسکا بھی کر دیا کہ دو مرتبہ نزول آیہ ماننا خلاف اصول ہے پس ماننے سے مخالفت حکم الٰہی لازم آتی ہے۔ کیونکہ حکم ہے عشیرہ اقربین کے انذار کا اور آپ پکارتے ہین دور کے رشتہ والون کو کیونکہ پہلے نام لیا ہے بنی فہر کا جس سے بارہ پشتون کا فاصلہ ہے۔ پھر نام لیا ہی بنی عدی کا جن سے آٹھ یا نو پشت کا فاصلہ ہے۔ ابن حجر اسکی یون تاویل فرماتے ہین۔ وندائہ للقبائل قریش قبل عشیرۃ الاقربین لیکون انذار عشیرتہ لدخول قریش کلھا فی اقاربہ وکان انذار العشیرۃ نقع بالطبع ویکون انذار غیرھم بطریق الاولی ص ۱۰۱۳ حضرت نے قریب والون کو چھوڑکر دور کے قبائل والون کو اسلئے ندا دی کہ اپنے عشیرہ کا انذار مکرر ہو جائے اور نیز اسلئے کہ قریش کلھم حضرت کے اقارب سے تھے۔ یہ معلوم ہو جائے اور اس لئے کہ انذار عشیرہ کا بالطبع واقع ہوتا ہی اور غیر کا انذار بطریق اولی ہوتا ہے۔

اس سے یہ ضرور ثابت ہو گیا کہ حضرت کو حکم تھا انذار اقربین کا اور حضرت نے اسکے خلاف عمل کی تو کیا کوئی مسلمان اسی قبول کرسکتا ہے کہ اگر انذار اقرب سے انذار ابعد بھی ہوتا تو لازم آتا کہ کلام خدا (نعوذ باللہ) لغو ہو۔ جس نے انذار اقربین کا حکم دیا۔ حالانکہ عام طور سے بھی دیکھا جاتا ہی کہ جو حکم عام کیلئے ہوتا ہے خواص اپنے آپ کو اوس سے بری جانتے ہین اور اگر یہی مساوات عام مانی جاتی ہے تو جعلنا شعوبا و قبائل لتعارفوا کی تمیز و تخصیص کا حکم منسوخ کیون دیا جاتا۔ کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ جو قرابت بنی ہاشم کو آنحضرت ص کے ساتھ تھی وہی

اسکے متروک کردیے جانے کی مجوزنہین ہوئی - کیونکہ اگر ایسا کیا جاتا تو سواد اعظم مین گویا تاریخ وتفسیر کا خاتمہ ہوجاتا اس بنا پر وہ بھی رکھ لئے گئے اور اونکی تفسیر وتاریخ بھی - آخر مین ہمکو یہ لکھدینا بھی نہایت ضروری ہے کہ صحیح بخاری اور اونکی ہمخیال وہم مذاق محدثین کے علاوہ دیگر مفسرین ومحدثین نے بھی اسی تفصیل وتصریح کے ساتھ اسواقعہ کو اپنی اپنی تالیفات مین درج کیا ہے جس تفصیل سے امام محی السنۃ بغوی امام المغازی والسیرۃ ابن اسحاق اور امام طبری وغیرہم نے نقل فرمایا ہے - اونکی کتابون کے نام مندرجہ ذیل ہین -

تفسیر خازن - تفسیر سراج المنیر - تفسیر ثعلبی - تفسیر واحدی - تفسیر ابن مردویہ - تفسیر ابن ابی حاتم - کنز العمال - دلائل النبوۃ - حلیۃ الاولیا - ذخیرۃ المآل عجیلی - مختارہ ضیاء مقدسی - تہذیب الآثار طبری - کتاب الاکتفا - تاریخ کامل ابن اثیر - تاریخ ابو الفدا - تاریخ روضۃ الصفا - تاریخ حبیب السیر - معارج النبوۃ - مدارج النبوۃ - ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ صاحب -

تبلیغ اسلام کے اس عظیم ترین واقعہ کو جس پر گویا اساس اسلام قایم ہوئی شبلی صاحب نے چند الفاظ مین لکھکر تمام کردیا - ہم جانتے ہین یہ آپ کی اختصار پسندی اور کوتہ قلمی کا خاص مقام ہے - اور ان واقعات وحالات کی تشریحات وتفصیلات کی راہون سے آپ ہمیشہ خموشی اور عجلت کے ساتھ نکل جاتے ہین لیکن نکلنے نہین پاتے

بقیہ عبارت حاشیہ - قرابت بنی عدی اور بنی تیم کو بھی آپ کے ساتھ تھی - بخاری کی اس غمکاری سے اصل غرض تو یہی تھی کہ کسی نہ کسی طرح بنی عدی اور بنی تیم کو بھی آپ کی قرابتداری مین داخل کردین -

اب رہی یہ بحث کہ بخاری کی یہ حدیث مرسل ہے انھون نے اسکے لئے جو مخصوص باب باندھا ہے اُسکے الفاظ یہ ہین باب من انتسب الی ابائہ فی الاسلام والجاھلیۃ (باب ان لوگون کے حال مین جو جاہلیت واسلام مین آپ کے آبا کرام کے ساتھ تعلق نسبی رکھتے تھے) خود نامعقول ہے - کیونکہ اختلاف ہے تو اسمین کہ از راہ مفاخرت اور مشاجرت نو پشت تک انساب ناجائز ہے یا جائز کیونکہ امام احمد اور ابو یعلی نے روایت کی ہے کہ جو شخص اپنی نسبت کرے اپنے آباے کفار کیطرف نو پشت تک - جس سے مفاخرت مقصود ہو تو وہ برسون جہنم مین ہے مگر یہ مضمون اُنھون نے ان سے نہین سمجھا جاتا - پھر ایسی بات باندھنے سے کیا فائدہ - پھر جتنی حدیثین اس باب مین لکھین وہ سب اس عنوان سے خارج ہوگئین **حدیث اول** مین حضرت ؐ نے فرمایا ہے - کریم ابن کریم ابن یوسف بن اسحاق ابن ابراہیم **دوسری حدیث** مین فرمایا ہے انا ابن عبد المطلب **تیسری حدیث** مین فرمایا ہے - یا بنی فہر یا بنی عدی **چوتھی حدیث** مین کہا ہے - یا بنی عبد مناف - یا بنی عبد المطلب - یا صفیۃ بنت عبد المطلب یا فاطمہ بنت محمد ؐ ان تمام روایتون کو اس باب سے کوئی تعلق نہین پھر ایسی روایتون کے لانے سے کیا فائدہ - کیونکہ مدار سند اتصال پر ہے اور یہان اتصال ہی نادرد ہے -

اب دوسری حدیث ملاحظہ ہو باب قولہ وانذر عشیرتک الاقربین واحفظ جناحک اعنی جانبک حدثنا عمر بن حفص بن غیاث قال حدثنا الاعمش قال حدثنی عمرو بن مرۃ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال لما نزلت

حقیقت سدراہ ہو جاتی ہے ؎ کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجا ست۔ ان اسلامی علماء محدثین فضلاء و محققین کو جانے دیجئے جنہوں نے آپ کے خلاف اسکی اہمیت کو اس تفصیل سے لکھا ہم بھی کہتے ہین کہ تقلید اسلاف کے اصول قدیم کے بالکل خلاف کیا لیکن حقیقت تو کسی سے چھپنے والی نہین۔ اپنا ہو یا پرایا۔ آپ اسکا کیا علاج کر سکتے تھے۔ آپ نے تو حتی الامکان بہت روک تھام کی لیکن بالکل ناکامیاب رہے۔

دعوت قریش اور عیسائی مؤلفین کی تحقیق۔

حقیقت کا یہ اثر ہوتا ہے کہ چودہ سو برسون کے بعد اسکی عظمت و اہمیت نے آپکے ایسے مویدین اسلام پر اگر نہین تو مخالفین اسلام کے قلوب پر پورے طور سے اثر کیا اور اتنی مدت دراز کے بعد اس واقعہ کی حیرت خیزی اور تعجب انگیزی۔ صداقت اور حقیقت کو جیسے اور جتنے الفاظ مین انہون نے بیان کیا ہے۔ ویسے ہی اور اوتنے الفاظ مین آپ نے نہین۔ وجہ یہ تھی کہ وہ حقیقت پسند تھے اور آپ اپنے مطلب کے غرضمند۔ ہم ان کے چند اقوال و مختار ذیل مین قلمبند کرتے ہین۔

بقیہ عبارت حاشیہ وانذر عشیرتک الاقربین صعد النبیؐ علی الصفا فجعل ینادی یا بنی فهر یا بنی عدی بطون قریش حتی اجتمعوا فجعل الرجل اذا لم یستطع ان یخرج ارسل رسولا لینظر ما هو فجاء ابو لهب و قریش فقال ارأیتکم لو اخبرتکم ان خیلا بالوادی ترید ان تغیر علیکم اکنتم مصدقی قالوا نعم ما جربنا علیک الا صدقا قال فانی لکم نذیر بین یدی عذاب شدید فقال ابو لهب تبا لک سائر الیوم لهذا جمعتنا فنزلت تبت یدا ابی لهب و تب ما اغنی عنه ماله و ما کسب حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزهری قال اخبرنا سعید بن المسیب و ابو سلمة بن عبد الرحمن ان ابا هریرة قال قام رسول الله صلعم حین انزل الله وانذر عشیرتک الاقربین قال یا معشر قریش او کلمة نحوها اشتروا انفسکم لا اغنی عنکم من الله شیئا یا عباس ابن عبد المطلب لا اغنی عنک من الله شیئا و یا صفیة عمة رسول الله لا اغنی عنک شیئا تابعه اصبغ عن ابن وهب عن یونس عن شهاب صفحہ ۱۷۔ جلد ۳ صحیح بخاری شریف

مضمون وہی ہے جو اوپر پہلی روایتون مین لکھا گیا۔ اس لئے ترجمہ کی طوالت بےضرورت ہو ان روایات کے اختلاف کو صرف ملاحظہ فرمائیے پہلی روایت باب المناقب مین ہے کہ جب آیۂ انذر عشیرتک الاقربین نازل ہوئی تو حضرت پکارنے لگے ای بنی فہر ای بنی عدی اور اس مین ہے کہ حضرت کوہ صفا پر چڑھکر پکارنے لگے جو صریح مخالف روایت اول ہے (۲) روایت اول مین کوئی ذکر انکے اجماع وغیرہ کا نہین ہے اور اس روایت مین یہ اہتمام دکھلایا گیا ہے کہ جو آ نہین سکتا تھا وہ اپنا قاصد بھیجدیتا تھا اور نام کسی کا بھی نہین تبلایا گیا سوا ابولہب کے (۳) روایت اول مین کوئی ذکر حضرت کے کلام یا گفتگو کرنے کا نہین ہے اور یہان ابو لہب کا آنا اور حضرت سے وجہ ندا دریافت کرنا اور پھر آنحضرت کی سخت کلامی کرنا کہ ابولہب کے بارے مین سورہ تبت یدا کا نازل ہونا (۴) روایت اول مین جو ابوہریرہ سے منقول ہے اوسمین فرزندان عبد مناف و عبد المطلب کے بعد حضرت صفیہ اور جناب سیدہ کا نام ہے اور یہان حضرت عباس کا نام بڑہا دیا گیا (۵) روایت اول مین جناب سیدہ اور صفیہ دونو سے فرماتے ہین کہ جو چاہو میرے مال مین سے مطالبہ کرو۔ صرف یہ خطاب یہان جناب سیدہ سے ہوتا ہے۔ حضرت صفیہ سے نہین۔ کیا کوئی ایسی کتاب کو جسکے صرف ایک واقعہ مین اسقدر اختلاف و تناقض موجود ہو صحیح کہسکتا ہے ہرگز نہین۔ حالانکہ دونون کے راوی اول حضرت عبد اللہ بن عباس ہین

مسٹر جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب اپالوجی فار محمد اینڈ ہز قران میں لکھتے ہیں۔ Apology for Mohammed and his Quran

محمد صلعم نے مخالفین کی مخالفت کا کچھ خوف نہ کیا۔ اور دوبارہ چند مہمان اپنے خاص قبیلہ کے جمع کئے۔ اور ان لوگون کے سامنے بھیڑ کا گوشت اور ایک پیالہ دودھ کا رکھا۔ اس بے تکلف ضیافت کی بعد وہ اٹھے اور اپنے پاکیزہ صفات بیان کرکے ایسپیچ (جسکی فطرتی خوش بیانی آجتک یادگار رہے) اس درخواست کی ساتھ ختم کی کہ کون تم مین اس بارگران کی برداشت کرنے مین مدد کرے گا۔ اور کون شخص میرا نائب اور وزیر ہوگا جسطرح ہارون موسیٰ کے وزیر تھے۔ کل مجمع تعجب کیساتھ سکوت مین ہوگیا اور کسی کو اس مجوزہ عہدہ خوفناک کے قبول کرنیکی جرات نہین ہوئی۔ لیکن نوجوان پرزور علی (محمد کے چچا زاد بھائی) نے اوٹھکر اور للکار کر کہا۔ اے نبی اللہ مین آپ کا نائب اور وزیر ہون گا۔ اگرچہ مین درحقیقت ان لوگون سے کم سن ہون اور میری طاقتین ان لوگون کے مقابلہ مین کمزور معلوم ہوتی ہین۔ اے نبی ہ مین انلوگون پر تمہارا نائب ہون گا۔ محمد صلعم نے اپنا ہاتھ علی کے گردن مین ڈالدیا اور اونکو اپنے سینہ سے لگا کر باآواز بلند کہا کہ دیکھو میرے بھائی اور میرے وزیر کو۔

مسٹر کارلائل۔ اپنی کتاب ہیرو ورشپ مین جس کا اکثر حوالہ شبلی صاحب نے بھی دیا ہی۔ لکھتے ہین۔

اگرچہ یہ مجمع تمین علیؑ کے باپ ابوطالب بھی تھے۔ محمد (صلعم) کا دشمن تھا۔ مگر تاہم سب لوگون کو ایک ادہیڑ عمر کے ان پڑہ

بقیہ عبارت حاشیہ۔ اور حضرت ابوہریرہ ہین۔ اب اسکی شرح مین ابن حجر عسقلانی کی کہا اتفاقی ملاحظہ ہو هذا من مراسيل الصحابة وبذلك جزم به الاسمعيلي لان ابا هريرة انما اسلم بالمدينة وهذه القصة وقعت بمكة وابن عباس كان حينئذ اما لم يولد واما طفلا۔ یہ حدیث مراسیل صحابہ سے ہی جسکو بلا سند بیان کرتے ہین۔ اسماعیلی نے اسکے ساتھ حزم و احتیاط کی ہے کیونکہ ابوہریرہ اسکی بہت دنون کے بعد مدینہ مین اسلام لائے اور یہ واقعہ مکہ مین ہوا۔ اور ابن عباس اوسوقت پیدا بھی نہین ہوئے تھے یا بہت بچے تھے۔

حدیث مرسل کا ضعف تو ثابت ہوگیا۔ پھر فرمائیے کہ یہ حدیث مسند صحیح بخاری کیونکر ہوسکتی ہے۔ جس کا راوی شریک واقعہ کیا اوسوقت تک پیدا بھی نہین ہوا تھا۔ دوسرا راوی نہ وہان موجود تھا اور نہ اوسوقت تک مسلمان ہوا تھا۔ اور جس شخص کی دونون انکھون کے سامنے بلکہ دونو ہاتھون سے یہ واقعہ اور اسکے سامنے سامان فراہم اور انجام دئے گئے ہین۔ اسکی شہادت عینی کی بخاری صاحب تصدیق نہین فرماتے جسکو باستثنا اونکے سواد اعظم کے تمام محدثین مفسرین صاحب سنن اور مورخین نے بمرتبہ متواتر لکھا ہی اور بیان کیا ہی۔ اب حدیث مرسل اور تفصیلی حقیقت تدریب الراوی امام سیوطی کی۔ جسکا اکثر حوالہ شبلی صاحب اپنی سیرۃ النبی مین دیتے ہین مفصلہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو

ثم المرسل حديث ضعيف لا يحتج به عند جماهير المحدثين والشافعي كما حكاه عنهم مسلم في صدر صحيحه وعبد البر في التمهيد وحكاه الحاكم عن ابن المسيب ومالك وكثيرا من الفقهاء واصحاب الاصول حدیث مرسل ضعیف ہوتی ہین۔ جن سے احتجاج نہین ہوسکتا۔ جمہور محدثین اور شافعی کا یہی مختار ہے۔ جیسا کہ مسلم نے اپنی صحیح کے شروع مین اور امام عبدالبر نے اپنی تمہید مین بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ اور حاکم نے بھی ابن مسیب مالک اور بہت سی فقہا و اصولین کا یہی مسلک بتلایا ہے۔ تدریب الراوی ص ۶۶

آدمی اور ایک سولہ برس کے لڑکے کا یہ فیصلہ کرنا کہ وہ دونوں ملکر تمام دنیا کے برخلاف کوشش کرینگے۔ ایک مضحکہ کی بات معلوم ہوئی۔ اور تمام مجمع قہقہہ لگا کر منتشر ہوگیا لیکن ثابت ہوگیا کہ یہ ہنسنے کے لائق بات نہ تھی بلکہ ٹھیک اور درست تھی یہ نوجوان علیؑ ایسا شخص تھا کہ ضرور ہے کہ ہر ایک شخص اوسے پسند کرے اور اس امر سے جو اوپر بیان کیا گیا ہے اور نیز اور باتوں سے جو ہمیشہ اوس سے ظہور میں آئیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک صاحب اخلاق فاضلہ محبت سے بھرا ہوا اور ایسا بہادر شخص تھا کہ جسکی تیزی و تندجرات کے آگے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی تھی۔ اس شخص کی طبیعت میں کچھ عجیب طرز کی جوانمردی تھی۔ شیر سا تو بہادر تھا لیکن باوجود اسکے مزاج میں ایسی نرمی۔ رحم اور سچائی تھی کہ ایک کرسچین نائٹ Knight ChRistian (عیسائی دیندار مجاہد) کے شایان تھی۔

واشنگٹن آروِن اپنی کتاب سکسیرس آف محمدؐ میں Successors of Mohamed. لکھتے ہیں۔

محمد صلعم نے باوجود اپنی پہلی کوشش میں ناکامیاب رہنے کے دوبارہ بنی ہاشم کی ایک جماعت کو اپنے مکان پر جمع کیا اور اونکی ضیافت کی پھر کھڑے ہوکر خدا کے الہامی حکم سے اپنے سلسلہ کے لوگوں کو آگاہ کیا اور بآواز بلند فرمایا کہ اے اولاد عبدالمطلب جس خدا نے تملوگوں کو افضل ترین نعمتیں عطا کی ہیں اوسکے نام سے تملوگوں کو اس دنیا کی برکتیں اور

بقیہ عبارت حاشیہ۔ امام نووی لکھتے ہیں فی شرح المہذب المرسل لا یحتج بہ عندنا و عند جمہور المحدثین و جماعۃ من الفقہاء و جماہیر اصحاب الاصول والنظر قال وحکاہ الحاکم ابو عبد اللہ عن سعید بن المسیب و مالک و جماعۃ اہل الحدیث و الفقہاء۔ ص ۵۷۔ امام نووی کہتے ہیں کہ مرسل سے احتجاج نہیں ہو سکتا نہ ہمارے نزدیک۔ نہ جمہور اصحاب اصول کے نزدیک نہ صاحبان نظر کے نزدیک۔ اور حاکم نے سعید بن المسیب اور مالک و جماعت اہل حدیث و فقہا سے اسی مختار کی حکایت کی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ صرف حضرت علی کی عداوت اور آپ کی فضائل و مناقب چھپانے کی غرض سے بخاری نے روایت متصل کے ہوتے ہوئے مراسیل روایت سے کام لیا۔ مویدین مراسیل بخاری نے جو طوفان تائید بخاری میں اوٹھائے ہیں اسکو ہم اگر تفصیل سے لکھیں تو بہت طوالت ہوجائیگی فتح المغیث میں (ص ۵۷) اس بحث کو کامل تفصیل سے لکھا ہے اور اخیر میں جب مراسیل صحابہ کی صحت پر تصفیہ ٹھیرا جیسا کہ شبلی صاحب کا بھی مسلک ہے (دیکھو دیباچہ) تو پھر اس تصفیہ پر بھی اتفاق نہوسکا۔ فتح المغیث میں نتیجہ بحث کے موقع پر یہ فیصلہ کن الفاظ مرقوم ہیں وبالغ بعضہم فی المضیق فرد مراسیل الصحابہ یہاں تک مبالغہ کیا گیا کہ مراسیل صحابہ کو بھی رد کردیا گیا۔ ص ۵۷۔ اس کے ثبوت میں فتح المغیث کی یہ عبارت ملاحظہ ہو۔ انہ قال فی الحدیث ابی عبیدہ عن عبد اللہ بن مسعود انہ سئل کان عبد اللہ مع النبی صلعم لیلۃ الجن قال لا ابو عبیدہ نے جو عبداللہ بن مسعود سے روایت کی تو پوچھا گیا کہ عبداللہ آنحضرت صلعم کے ساتھ لیلۃ الجن میں تھے یا نہیں کہا گیا نہیں۔ حالانکہ عبداللہ بن مسعود جلیل القدر صحابی ہیں اور قصہ جن داخل قرآن ہے مگر صرف اسوجہ سے کہ وہ اوسوقت آنحضرت صلعم کے ساتھ نہ تھے اسلئے یہ روایت مقطوع قرار پائی۔ تو یہ روایتیں ابن عباس اور ابو ہریرہ کی کب قابل قبول ہوسکتی ہیں جو اوسوقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اب ایک اور عالم خاص ملاحظہ ہو بعض علمائے اہلسنت اسکے قائل ہوئے ہیں کہ حدیث مراسیل حدیث مسند ہے۔ اسی فتح المغیث میں ہے

آیندہ کی تمام خوشیان بخشتا ہون۔ پس تم مین سے کون شخص میرا بھائی میرا وزیر اور میرا جانشین ہوگا۔ یہ سنکر سب لوگ خاموش رہ گئے بعض لوگ تعجب کرتے تھے اور بعض بے اعتقادی اور تمسخر سے ہنستے تھے۔ آخرکار علیؑ نے اپنی جوانانہ دلیری کے ساتھ پیغمبر کے حضور مین عرض کی کہ اے پیغمبر صلعم مین حاضر ہون محمد صلعم نے اپنے ہاتھ اس جوان کی گردن مین ڈالدیے اور اونکو اپنے سینہ سے لگاکر آواز بلند فرمایا کہ تم سب لوگ میرے بھائی میرے وزیر اور میرے جانشین کو دیکھ لو اور اوسکی فرمانبرداری کرو نوجوان علیؑ کے اس جرات و مستعدی پر قریش نے ایک حقارت آمیز قہقہہ لگاکر اس کمسن خلیفہ کے باپ (ابیطالب کو) اپنی بیٹے کے سامنے جھکنے اور اوسکی فرمانبرداری کرنے پر ملامت کی۔

مسٹر گبن۔ ایم پی Mr Gibbon. M. P اپنی تاریخ اقبال و ادبار روم مین امبارمین لکھتے ہین۔

محمد صلعم نے اظہار دعوت مین تامل فرمایا۔ اوسوقت تک کل ۱۴۔ آدمی ایمان لاچکے تھے۔ لیکن چوتھے برس اونھون نے باعلان اپنی رسالت کی طرف عام دعوت فرمائی اور تصدیق وحدانیت کا نور پھیلانے کی غرض سے اونھون نے خاندان بنی ہاشم سے چالیس آدمیون کو مدعو کیا۔ اور اون کے لئے سامان ضیافت مہیا فرمایا۔ بعدہ اونلوگون کو مخاطب کرکے فرمایا۔ اے دوستو۔ اے عزیزو مین تم لوگون کے لئے افضل ترین نعمتین دین و دنیا کا خزانہ لایا ہون جسکو میرے سوا دوسرا شخص نہین دیسکتا۔ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ تملوگون کو اوسکی عبادت کی طرف بلاؤن۔ پس تم لوگون مین سے کون میرا رفیق اور وزیر ہوگا پیغمبر صاحب کے اس سوال کا کچھ جواب نہ دیا گیا۔ حتی کہ وہ حقارت رشک اور تعجب کی خاموشی حضرت علی کی جرأت سے دفع ہوئی۔ جو اوسوقت ایک چہاردہ سالہ نوجوان تھے۔ انھون نے عرض کی کہ

بقیہ عبارت حاشیہ۔ صفحہ ۵ مین۔ ثم اختلفوا ھوا علی من المسند او دونہ او مثلہ او تظہر فائدۃ الخلاف عند المعارض والذی ذھب الیہ احمد وکثیر المالکیۃ والمحققون من الحنفیۃ کالطحاوی ابوبکر الرازی تقدیم المسند قال ابن عبد البر وشبھوا ذلک بالشھود یکون بعضھم افضل حالا من بعض واقعد واتم معرفۃ و انکان الکل عدولا جائزی الشھادۃ یعنی اسمین اختلاف ہے کہ مرسل بہتر ہے مسند سے یا کم ہے۔ یا برابر ہے۔ اس اختلاف کا نتیجہ تعارض کیوقت ظاہر ہوتا ہے۔ مذہب احمد اور اکثر مالکیہ اور محققین حنفیہ مثل طحاوی اور ابوبکر رازی یہ ہے کہ حدیث مسند مقدم ہے۔ ابن عبدالبر کا قول ہے کہ یہ مشابہ ہے گواہی سے کہ بعض گواہی گواہ کی افضل ہوتی ہے بعض سے اگرچہ سب عدول اور جائز الشہادت ہون۔ اس اختلاف سے یہان یہ معلوم ہوا کہ بعض ایسے بھی عقل کے پورے ہین کہ مرسل کو ترجیح دیتے ہین متصل پر وہان یہ بھی معلوم ہوا کہ محققین کا یہی مذہب ہے کہ حدیث مسند افضل ہے مرسل سے تو اب کوئی بخاری صاحب کی روح سے پوچھے کہ آپ نے حدیث مسند کے ہوتے ہوئے۔ جو آپ کے اوستاد امام حنبل کے مسند مین موجود ہے۔ کیون اوس مسند کو چھوڑا اور اس مرسل کو درج صحیح کیا بجز استحقاق حق جناب علی مرتضی اور کون امر باعث تھا۔

اب رد احتجاج حدیث مرسل بھی ملاحظہ ہو۔ فتح المغیث مین ہے۔ دعلی من نقلہ الحاکم وغیرہ فی الحلیۃ من طریق ابن مھدی عن ابن ھبیعۃ انہ سمع شیخا من الخوارج یقول بعد ما تاب ان ھذہ الاحادیث دین فانظروا عمن تاخذون دینکم وانا کنا اذا ھوینا امرا صیرناہ حدیثا انتہی وکذا قال شیخنا ان ھذہ واللہ قاصمۃ الظہر

اے نبی اللہ ص میں ہر طرح اس کام میں آپ کی نصرت اور رفاقت کے لئے حاضر ہون۔ مین مخالفین کی آنکھیں نکالدونگا اونکے دانت توڑ ڈالونگا۔ اونکے پیٹ پھاڑ ڈالونگا۔ اے نبی اللہ ص مین آپ کی وزارت کے لئے حاضر ہون محمد صلعم نے علیؓ کے التماس کو جوش کے ساتھ قبول فرمایا اور حاضرین نے ابوطالب کو اپنے لڑکے کے اس عزت پانے پر طنزیہ کلمات کہی

عیسائی مورخین کے مندرجہ بالا بیانات سے ہمارے غرض شہادت واقعہ سے نہین ہے۔ بلکہ شہرت واقعہ سے طالبان تحقیق پر ثابت ہوگیا کہ حقیقت حال پوری تفصیل و تشریح کیساتھ کتنی مشہور و معروف ہے کہ ایشیا سے لیکر یورپ تک تمام صاحبان تحقیق اس سے پورے واقف ہین اور اسلامی مورخین و محدثین کیا۔ غیر مسلم مولفین و محققین نے بھی اصلی ماخذون اور عربی کتابون سے اسکو لیکر اپنی اپنی تالیفات و تصنیفات مین قلمبند فرمایا ہے۔

پھر ہم یاد دلاتے ہین کہ حقیقت کسی کے بھی چھپائے چھپ نہین سکتی۔ اس لئے کہ حقیقت ہی بخاری صاحب اور اونکے ہمنواد ہمخیال حضرات نے اسے لاکھ چھپایا۔ اور اسکی معانی و مطالب کو گھٹایا۔ لیکن حقیقت کے جبروت نے اونھین کے ایسے بیشمار علماء محدثین سے تو لکھوا ہی تھا۔ مخالفین اور اغیار سے بھی حقیقت کی تفصیلی واقعات کا اعتراف کرا ہی چھوڑا۔ اب رہی بخاری صاحب کی طلسمی فنکاری۔ اوسکی حقیقت عبارت حاشیہ سے پورے طور پر واضح اور روشن ہوکر مویدین بخاری کے لئے عبرت آموز ہے

(نبوت کا پانچوان سال)

بقیہ عبارت حاشیہ۔ المستحین بالمرسل اذ بدعۃ الخوارج کانت فی مبدء الاسلام والصحابۃ متوافرون ثم فی عصر التابعین فمن بعد هم وهولاء کانوا اذا استحسنوا امرا جعلوه حدیثا واشاعوه فربما سمع الرجل الشئی فحدث به ولم یذکر من حدثه به تحسینا للظن فیحمله عنه غیره ویجیئ الذی یحتج بالمقاطع فیحتج به مع کونه اصله ماذکرت فلاحول ولا قوۃ الا باللہ واما الالزام بتعالیق البخاری فهو قد علم شرطه فی الرجال و تقییده بالصحۃ بخلاف التابعین۔ اس سے بڑھکر تو وہ روایت ہے جو بطریق ابن مهدی ابن لہیعہ مروی ہے کہ ایک شخص خارجی کو کہتے ہوئے سنا کہ وہ کہتا تھا۔ یہ حدیثین اصل دین ہین پس دیکھیں کہ تم کس سے اپنا دین لیتے ہو کیونکہ ہم لوگون کا قاعدہ تھا۔ کہ جب کوئی بات پسند آتی تو اسکو حدیث بنا لیتے۔ اس بنا پر ہمارے شیخ نے کہا کہ اس حدیث نے پورے طور پر ان لوگون کی کمر توڑ ڈالی ہے جو حدیث مرسل کو حجت جانتے ہین کیونکہ خوارج تو زمانہ صحابہ سے چلے آتے ہین جبکہ صحابہ بکثرت تھے۔ پھر زمانہ تابعین مین بھی اونکی ایسی ہی کثرت تھی۔ اور اونکا دستور تھا کہ جس امر کو پسند کرتے اسکو حدیث بنا لیتے اور شایع کر دیتے۔ جس سے اکثر ہوتا کہ سننے والے بوجہ حسن ظن کے اوسکو قبول کر لیتے اور دوسرون سے بیان کر دیتے جبکہ وہ منکر غیرون سے بیان کرتے۔ اور پھر اس سے وہ استدلال کرتے جو روایت مقطوع سے استدلال کرتے ہین۔ حالانکہ اونکی اصلیت یہ ہوتی ہے لاحول ولا قوۃ۔ رہ گیا الزام تعالیق بخاری کا۔ تو وہ ایسے شخص ہین کہ اونکا حال شرائط رجال اور قید صحت معلوم ہے بخلاف تابعین کے۔

اس روایت نے جہان یہ بتایا کہ مراسیل سے استدلال بالکل غلط ہے وہان یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بخاری کی روایتین اسی قسم کی ہین اور اونکی

کفار قریش کے اسباب مخالفت ہم اوپر لکھ چکے ہین کہ ابتداءً کفار قریش اگرچہ مخالفت اسلام کے صیغہ مین خموش رہتے تھے لیکن اسلام کے نام سے اونکو ایسی فطرتی نفرت تھی کہ اسکے ذرا سے اظہار و اعلان پر چراغ پا ہوجاتے تھے اور دبی ہوئی چنگاری کی طرح فوراً بھڑک اوٹھتے تھے اور غلامان مسلمین پر جو اوسوقت تک محض اونگلیون پر شمار کے قابل تھے ٹوٹ پڑتے تھے اور اونکی غریب جانون پر قیامت کے ظلم و ستم ڈہاتے تھے تفصیل آگے آتی ہے۔

تفصیل سے پہلے ہمین چاہئیے کہ مشرکین قریش کے عام طبقہ مین مخالفت اسلام کے اسباب تلاش کرین اور دیکھین اونکو مفصل اور مسلسل طریقہ سے بتلادین اور دکھلادین کہ ہر شخص اونکی مخالفت کے بیرونی اور اندرونی اسباب کو کما حقہ سمجھ لے حدیث و تاریخ کی کتابون مین یہ اسباب و علل ایک جگہ جمع کرنے کی ترکیب کے خلاف مختلف مقامات مین اہمیت واقعات کی رعایت و مناسبت کے اعتبار سے جمع کئے گئے ہین۔ صاحب رحمۃ العالمین نے مجمل طور سے اور شبلی صاحب نے مفصل طریقہ سے ان تمام توجیہات کو سیرۃ النبی مین مندرج فرمایا ہے۔ ہم اوسی کی نقل و خلاصہ کو اپنے مدعائے بیان کے لئے کافی سمجھکر حسب ذیل لکھتے ہین۔

قریش کی مخالفت اور اوسکے اسباب یہ تھے۔ مکہ کی جو عزت تھی کعبہ کی وجہ سے تھی۔ قریش کا خاندان جو تمام عرب پر مذہبی حکومت رکھتا تھا اوسی کی وجہ سے۔ وہ ہمسایگان (جاراللہ) خدا بلکہ آل اللہ۔ خاندان الٰہی کہلاتے تھے۔[1]

بقیہ عبارت حاشیہ۔ تعلیقات نے زیادہ حیرانی مین سب کو ڈالدیا ہے۔ کیونکہ وہ تمام ایسی روایتون ہی کو درج صحیح نہین کرتے۔ بلکہ اکثر مشائخ بھی خوارج تھے جو اس قسم کی حدیثین پھیلاتے تھے کہ جس قسم کی چاہتے حدیث بنالیتے اور وہ درج صحاح ہوجاتی۔ امام مناوی تقریب مین لکھتے ہین۔ السابعة من يكفر ببدعة لم يحتج به بالاتفاق ومن لا يكفر قيل لا يحتج به مطلقا وقيل يحتج به ان لم يكن ممن يستحل الكذب فى نصرة مذهبه او لاهل مذهبه وحكى عن الشافعى وقيل يحتج به ان لم يكن داعية۔ وهذا هو الاظهر الاعدل وقول الكثير والاكثر وضعف الاول باحتجاج صاحبى الصحيحين وغيرهما بكثير من المبتدعة غير الدعاة (منقول از تدریب الراوی سیوطی) یعنی جو شخص بوجہ بدعت کافر ہوا اوس سے بالاتفاق استدلال نہین ہوسکتا۔ رہے وہ لوگ جو بوجہ بدعت کافر نہین ہوئے۔ اسمین اختلاف ہے بعض مطلقاً مانع ہین بعض جائز جانتے ہین بشرطیکہ وہ اپنے مذہب یا اہل مذہب کی نصرت مین کذب کو حلال نجانتا ہو۔ یہ قول شافعیؒ کا ہے بعض کہتے ہین کہ اگر وہ اپنے مذہب بدعت کا داعی نہو تو جائز ہے اور اگر داعی ہو تو ناجائز یہی قول اظہر۔ اکثر اور اعدل ہے مگر قول اول اسوجہ سے ضعیف کردیا گیا ہے کہ شیخین نے صحیحین مین اکثر بدعتیون سے روایت کی ہے +

[1] جاراللہ ہو یا آل اللہ۔ جو چاہین قریش اپنے لئے نام و لقب اختیار کرلین۔ لیکن اس سے ثابت ہے کہ اہل بیت کا مقدس خطاب و القاب اسوقت تک اونھین بزرگوارون تک مخصوص تھا جنکی نسبت مخصوصہ قرآن مجید کے الفاظ منصوصہ انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت الخ مین موجود ہین +

+ بیچ اس قول سے معلوم ہوا کہ کوئی قاعدہ جو شیخین کی وجہ خاص سے درست نہین رہ سکتا۔ عدم قبول حدیث مرسل کا قاعدہ بخاری کی وجہ سے شکست ہوا۔ بدعتیون سے روایتون کا رواج صاحبین صحیحین سے ہوا۔ آخر یہ قاعدہ بھی شیخین کی بدولت نہ قایم رہسکا۔ متاخرین یہ بتایا گیا کہ اگر وہ بدعتی اپنی مذہب کا داعی ہو تو اوسکی روایت نہ لی جائے۔ اسکے متعلق امام سیوطی تدریب الراوی مین لکھتے ہین۔

اسکی صرف وجہ یہ تھی کہ وہ کعبہ کے متولی اور کلید بردار تھے۔ اس تعلق سے قریش کا کاروبار زیادہ پھیلتا گیا۔ آغاز اسلام میں جو لوگ قریش کے رُوسا اعظم تھے۔ اور جنکے آثار و اقتدار تمام مکہ پر تھا۔ اونکے نام یہ ہیں۔

(۱) ابوسفیان بن حرب۔ معویہ کا باپ۔ حرب فجار مین قریش کا سپہ سالار۔
(۲) ابولہب آنحضرت کا عم نافہم۔
(۳) ابوجہل ولید بن المغیرہ کا بھتیجا اور اپنے قبیلہ کا سردار۔
(۴) ولید بن مغیرہ خالد کا باپ۔ قریش کا رئیس اعظم۔
(۵) عاص ابن وائل عمرو بن عاص کا باپ نہایت کثیرالمال کثیرالاولاد اور صاحب اثر تھا۔
(۶) عتبہ بن ربیعہ معاویہ کا نانا۔ نہایت شریف[۱] الطبع اور صاحب ریاست تھا۔

ان کے سوا۔ اسود ابن عبدالمطلب۔ اسود بن عبد یغوث۔ نضر بن الحرث بن کلدہ۔ اخنس بن شریق ثقفی ابی بن خلف۔ عقبہ ابن معیط اموی اور ابوالبختری وغیرہم۔ صاحب اثر تسلیم کئے جاتے تھے۔

پہلا سبب۔ اس موقع پر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ خاندان بنی ہاشم اور بنو امیہ برابر[۲] کے حریف تھے۔ اور دونون مین مدت سے رشک و رقابت چلی آتی تھی۔ ناتربیت یافتہ اور تندخو قومون کا خاصہ ہے کہ کوئی تحریک جو اونکی آبائی

بقیہ عبارات حاشیہ۔ الاول قید جماعۃ قبول غیر الداعیۃ اذا لم یروا ما یقوی بہ عنہ صرح بذلک الحافظ ابو اسحٰق الجوزجانی شیخ ابوداؤد والنسائی قال فی کتابہ المعرفۃ الرّجال ومنھم زائغ عن الحقّ ای عن السنۃ الصّادق اللّھجۃ فلیس فیہ حیلۃ الا ان یوخذ من حدیثہ ملا یکون منکرا اذا لم یقویہ بدعتہ وبلجزم شیخ الاسلام فی نخبۃ وقال فی شرحہ ما قال الجوزجانی متجۃ لان الیلۃ التی لہا دوحدیث الداعیۃ واردۃ فیما اذا کان ظاہر ہذا المروی یوافق المبتدع ولو لم یکن داعیۃ الثانی قال العراقی اعترض علیہ بان الشیخین ایضا احتجا بعبد الحمید بن عبد الرحمٰن الحمانی وکان داعیۃ الی الارجاء واجاب بانّ ابا داؤد قال لیس فی اھل الھوآء اصحّ حدیثا من الخوارج ص ۱۹ یعنی جماعت محدثین نے جو قبول روایت اہل بدعت مین یہ قید لگائی ہے۔ کہ وہ داعی نہو۔ اور ایسی روایت نہ کرے جس سے اوسکے مذہب کی تقویت ہوتی ہو جسکی تصریح کی حافظ ابواسحاق جوزجانی نے جو ابوداؤد اور نسائی کے شیخ ہین اور شیخ الاسلام نے بھی اسی کے ساتھ جزم کیا ہے اور کہا

[۱] تعجب ہے کہ شبلی صاحب عتبہ بن ربیعہ سے دشمن رسول کو شریف الطبع کے اوصاف سے موصوف بتلاتے ہین۔ کیا بدر کے واقعات آپ کو فراموش ہو گئے کیا شیبہ اور ولید ابن عتبہ کی اسلام سے مخالفت اور معرکہ بدر مین مشارکت آپ نے خود سیرۃ النبی مین نہین لکھی ہے۔ انکا تمام خاندان۔ بھائی بیٹا اور سب سے بڑھکر انکی صاحبزادی۔ ہندہ جگرخوار کی خونخواری کے حال پڑھکر کوئی کہہ سکتا ہے یہ لوگ شریف الطبع تھے۔ المؤلف سید اولاد حیدر عفی عنہ

[۲] شبلی صاحب۔ مساوات فیما بین بنوہاشم اور بنی امیہ کا دعوی کرتے ہین۔ توحقدار کون تھا اور ناحق کون۔ اسکا بھی اظہار کر دیا جاتا لیکن اب ایسا نہین کر سکتے بنو امیہ کی جانبداری جو آپ کا لازمہ فطرت ہی اور جس کا انتظام اپنے شروع تالیف سے قائم کیا ہے صاف صاف کھل جائیگی اور تعمیم مساوات کا طلسم جو باندھا گیا ہے برباد ہو جائیگا۔ کوئی تاریخ کوئی سیرۃ اس مساوات کو نہین لکھتی۔ المؤلف۔ سید اولاد حیدر عفی عنہ

رسم و عقاید کے خلاف ہوا اونکو سخت برہم کردیتی تھی اوسکے ساتھ اونکی مخالفت محض زبانی مخالفت نہین ہوتی تھی اور اونکی تشنگی انتقام کو خون کے سوا کوئی چیز نہین بجھا سکتی تھی۔ آج ہندوستان اسقدر مہذب ہوگیا ہے لیکن اب بھی کسی عام مسئلہ مذہبی کی مخالفت کی جائے تو ایک حشر برپا ہوجاتا ہے۔ اور اگر حکومت موجودہ منتظم اور صاحب ثروت نہوتی تو اس سرزمین پر خون کا بادل برس چکا تھا۔

دوسرا سبب۔ عرب ایک مدت سے بت پرستی مین مبتلا تھا خلیل بت شکن کی یادگار (کعبہ) مین تین سو ساٹھ معبودون سے ممتاز تھی ہُبَل۔ خدائے اعظم تھا یہی بت ہر قسم کے خیر و شر کے مالک تھے۔ پانی برساتے تھے۔ اولادین دیتے تھے۔ معرکہاے جنگ مین فتحین دلاتے تھے۔ خدا یا تو سرے سے نہ تھا۔ یا تھا تو وجود معطل تھا۔ اسلام کا اصل فرض اس طلسم کو فورًا برباد کردینا تھا۔ لیکن اسکے ساتھ قریش کی عظمت و اقتدار اور عالمگیر اثر کا بھی خاتمہ تھا۔ اسلئے قریش نے شدت سے مخالفت کی اور انمین جنلوگون کو جسقدر زیادہ نقصان پہونچنے کا اندیشہ تھا وہ اسیقدر مخالفت مین زیادہ سرگرم تھے۔ قریش کا رئیس اعظم۔ حرب بن امیہ تھا۔ چنانچہ حرب فجار مین وہی سپہ سالار اعظم تھا۔ لیکن حرب کے مرنیکے بعد ابوسفیان اس منصب عظیم کے حاصل کرنے کی قابلیت نہین رکھتا تھا۔ اس لئے ولید بن مغیرہ نے اپنی لیاقت اور اثر سے ریاست حاصل کی تھی۔ ابوجہل اسی کا بھتیجا تھا۔ اور وہ بھی قریش مین اعتبار رکھتا تھا۔ ابوسفیان گو اپنے باپ کا منصب نہ حاصل کرسکا لیکن بنو امیہ کے خاندان کا سردار وہی تھا۔ خاندان ہاشم مین حسب ممتاز اور کبیر السن ابولہب تھا (۱)

بقیہ عبارت حاشیہ۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ جب ایسی روایت کرے جو اوسکے مذہب کے موافق ہو تو وہ رد کردی جائے گی۔ عراقی نے کہا کہ اسپر اعتراض وارد ہوتا ہی کہ شیخین نے تو ایسے ایسے بدعتیون سے بھی روایت کی ہی جو اپنے مذہب خاص کے داعی تھے مثل عمران بن حطان کے جو خارجیون کا داعی تھا۔ اور بخاری و مسلم نے عبدالحمید بن عبدالرحمن حمانی سے استدلال کیا ہے۔ جو مذہب ارجاء کا داعی تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ داؤد کہتے ہین کہ خوارج سے بڑھکر کوئی صادق اللہجہ نہین ہے۔ یہ کیون؟ صرف اسلئے کہ بخاری نے ان سے روایت لی ہے۔ اصل یہ ہے کہ انسان جسقدر صحیحین کے حالات پر غور کریگا اوسیقدر اوسکی حیرت بڑھتی جائیگی۔ کیونکہ کوئی قاعدہ ایسا نہین ہے کہ محدثین اہلسنت نے ترتیب نہ دیا اور بخاری و مسلم نے اوسکو اپنے طرز عمل سے توڑ نہ دیا کیونکہ دو نمونے تو دیکھ چکے کہ حدیث مرسل عام طور سے ضعیف ہوتی ہے۔ مگر بخاری کا دار و مدار زیادہ تر مراسیل نبی پر ہے (۲) اہل بدعت کی عمومًا اور خوارج کی خصوصًا تمام روایتین قابل احتجاج نہین لیکن بخاری نے اسقدر روایتین خوارج سے لین کہ آخر یہ کہنا پڑا کہ خوارج سے زیادہ کوئی صادق اللہجہ نہین۔ کیونکہ ایک نہین صدہا خوارج رواۃ صحیح بخاری سے ہین۔ امام سیوطی نے ایک تفصیلی فہرست خوارج راویان بخاری کی دی ہے جو ذیل مین نقل کی جاتی ہے وکلھم اھل البدعۃ ممن اخرج لھم البخاری ومسلم واحدھما ھ یہ سب اہل بدعت تھے اور ان سے

(۱) ابولہب بنی ہاشم مین کبیر السن ضرور تھا لیکن ممتاز کب تھا؟ اور حضرت امیہ کے مقابلہ مین اسکو امتیاز و اعزاز خاندانی کس نے دیا سوائے شبلی صاحب کے اور کس کو بتلایا جائے افسوس ہے اپنی تردید آپ ہی کرتے ہین۔ آگے چلکر اسی ابولہب کے حال مین لکھتے ہین اپنے حرم محترم کے خزانے سے غزال زرین چرا کر بیچ ڈالا تھا۔ چور کو ممتاز کہنا شبلی صاحب کی خاص اصطلاح ہے۔

جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حقیقی چچا تھا قبیلہ سہم میں سب سے زیادہ اثر عاص ابن وائل کا تھا جو نہایت دولتمند اور کثیر الاولاد تھا۔ قریش کی عنان حکومت انھین کے ہاتھ مین تھی۔ اور یہی لوگ تھے جنھون نے اسلام کی سخت مخالفت کی قریش کے اور اکابر مثلاً اسود بن عبد المطلب۔ اسود بن عبد یغوث۔ نضر بن الحرث۔ امیہ بن خلف عقبہ بن معیط الاسدی انھین لوگون کے زیر اثر تھے۔ اور اسوجہ سے اعدائے اسلام مین اون کے نام ہر جگہہ نمایان نظر آتے ہین۔

قریش کا یہ خیال تھا کہ نبوت کا منصب عظیم اگر کسی کو ملتا تو مکہ یا طائف کے کسی رئیس کو ملتا۔ وقالوا لولا نزل هذا القرآن علی رجل من القریتان عظیم (وہ لوگ کہتے ہین کہ قرآن کو اوترنا تھا تو ان دونون شہرون (مکہ اور طائف) کے رئیس اعظم پر اوترتا (یعنی ولید بن ربیعہ اور ابو مسعود ثقفی) عرب مین ریاست کے لئے دولت اور اولاد سب سے ضروری شرط تھی۔ اولاد کی نسبت اکثر وحشی قومون مین ہندوستان مین بھی یہ خیال رہا ہی کہ جو شخص صاحب اولاد نہو۔ وہ عالم آخرت کے برکات سے محروم رہتا ہی۔ قریش مین اوصاف مذکورہ کے لحاظ سے جو لوگ ریاست کا استحقاق رکھتے تھے وہ ولید بن مغیرہ امیہ بن خلف۔ عاص بن وائل السہمی اور ابو مسعود ثقفی تھے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اوصاف

سے خالی تھے۔ دولت کے غبار سے آپ کا دامن پاک تھا۔ اور اولاد ذکور سال دو سال سے زیادہ زندہ نہین رہی۔

تیسرا سبب۔ قریش کو عیسائیون سے بالطبع نفرت تھی جسکی یہ وجہ تھی کہ ابرہۃ الاشرم (شاہ حبش) جو کعبہ ڈہانیکو آیا تھا وہ عیسائی تھا یہی وجہ تھی کہ قریش کو عیسائیون کے مقابلہ مین پارسیون کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ ایران اور روم کی جنگ مین ایرانیون کو فتح ہوئی تو قریش نے نہایت خوشی کا اظہار کیا۔ اور مسلمان دلشکستہ ہوئے۔ چنانچہ یہ آیت اوتری۔

بقیہ عبارت حاشیہ۔ اکیلے یا ملکر مسلم و بخاری نے روایت کی ہے نام یہ ہین۔

[1] ابراہیم بن مہران۔ [2] ایوب بن عائذ الکائی۔ [3] ذر بن عبد اللہ موہبی۔ [4] شبابہ بن سوار۔ [5] عبد الحمید بن عبد الرحمن۔ [6] ابو یحییٰ الحمانی عبد الحمید بن عبد العزیز بن ابی داود [7] [8] عثمان بن غیاث البصری۔ [9] عمرو بن [10] عمرو بن مرہ۔ [11] محمد بن حازم ابو معاویۃ الضریر۔ [12] ورقا بن عمیر الیشکری [13] یحییٰ بن صالح الوحاظی۔ [14] یونس بن بکیر [15] ہولاء رموا بالارجاء وهو تاخیر الحکم فی الحکم علی مرتکب الکبائر بالنار یہ لوگ نوہ تھے جو مذہب ارجاء مین داخل تھے اور مرتکبین کبائر کے دخول بالنار کے حکم لگانے مین تاخیر کا حکم دیتے تھے۔ [16] اسحاق بن سوید العدوی۔ [17] بہز بن اسد۔ [18] جریر بن عثمان [19] حصین بن نمیر ابان امام حسین علیہ السلام [20] خالد بن سلمۃ الفافاء۔ [21] عبد اللہ بن سالم الاشعری [22] قیس ابن حازم ہولاء رموا بالنصب وهو بغض علی (تقدیم) یہ عبارۃ تلمید یہ وہ لوگ ہین جو جرح ناصبیت اختیار کر چکے تھے اور ناصبیت بغض علی یعنی غیر کو آپ کے اوپر تقدیم دینے کا نام ہے۔ تدریب الراوی ص ۲۰۱ پھر اُسی کتاب مین ایک صفحہ بعد لکھتے ہین وعکرمہ مولی ابن عباس والولید بن کثیر ہولاء اباضیۃ وهم الخوارج الذین انکروا علی علی التحکیم وتبروا عنه ومن عثمان وذویه وقاتلوہ۔ [23] عکرمہ ابن عباس کا غلام اور [24] ولید بن کثیر۔ خوارج کے فرقہ اباضیہ سے تھے جو تحکیم جناب علی مرتضیٰؑ کے منکر تھے حضرت عثمانؓ سے تبرا کیا اور اون سے مقاتلہ کیا۔ ص ۱۲۱

[سلہ] ان اوصاف کے ساتھ مکاری۔ عیاری۔ دغابازی اور حیلہ سازی کی خاص شرطین کیون چھوڑ دی گئیں۔ قرآن کی جگہہ اینٹین بندھوانا۔ اونٹ کو اونٹنی بنانا دومۃ الجندل کے فیصلے مین ابو موسیٰ الاشعری کو چکمہ دیکر بیوقوف بنانا سب کچھ تو شبلی صاحب کی پیش نظر ہے۔ المؤلف۔ عفی عنہ

غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۔ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ لِلّٰہِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ وَیَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰہِ ۔	قریب کے ملک میں رومی مغلوب ہو گئے ۔ مغلوب ہونے کے چند سال بعد پھر غالب آجائیں گے ۔ خدا ہی کا اختیار ہے پہلے بھی اور پیچھے بھی اور تب مسلمان اللہ کی مدد سے خوشی منائیں گے ۔

اسلام اور نصرانیت میں بہت سی باتیں مشترک تھیں ۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس زمانہ میں اسلام کا قبلہ بیت المقدس تھا مدینہ منورہ میں بھی ایک مدت تک یہی قبلہ رہا ۔ ان اسباب سے قریش کو خیال ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم عیسائیت قائم کرنا چاہتے ہیں ۔

چوتھا سبب ۔ ایک بڑا سبب قبائل کی خاندانی رقابت تھی ۔ قریش میں دو قبیلہ نہایت ممتاز اور حریف یکدیگر تھے بنی ہاشم اور بنو اُمیہ ۔ عبد المطلب نے اپنے زور و اثر سے بنو ہاشم کا پلہ بھاری کر دیا تھا ۔ لیکن انکے بعد اس خاندان[1] میں کوئی صاحب اثر نہیں پیدا ہوا ۔ ابو طالب دولت مند نہ تھے ۔ عباس دولتمند تھے لیکن فیاض نہ تھے ۔ ابو لہب بدچلن تھا ۔ اس لئے بنو امیہ کا اقتدار بڑھتا جاتا تھا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مخالفت میں ۔ بدر کے سوا باقی تمام لڑائیاں ابو سفیان ہی نے برپا کیں ۔ اور وہی تمام لڑائیوں میں رئیس لشکر رہا عقبہ ابن معیط جو سب سے زیادہ آنحضرت صلعم کا دشمن تھا اور جس نے نماز پڑھنے کی حالت میں آپ کے دوش مبارک پر اونٹ کی اوجھ لاد ڈالی تھی ۔ اُموی تھا ۔ بنو امیہ کے بعد جس قبیلہ کو بنی ہاشم سے برابری کا دعویٰ تھا ۔ وہ بنی مخزوم تھے ۔ ولید بن مغیرہ اسی خاندان کا رئیس تھا ۔ اسلئے اس قبیلہ نے بھی

بقیہ عبارت حاشیہ ۔ اب تیسرا قاعدہ بھی ملاحظہ ہو ۔ اوسی تدریب الراوی سیوطی میں ہے الثالث الصواب انہ لا یقبل روایۃ الرافضۃ وساب السلف کما ذکرہ فی المصنف فی الروضۃ فی باب القضاء فی مسائل الاقتاء ۔ مذہب صحیح یہی ہے کہ رافضیوں کی اور اونکی جو سلف کا سب کرتے ہیں ۔ روایت نہ لینی چاہیئے مصنف نے اسکو استفتاء مسائل کے باب میں لکھا ہے امام مسلم نے اس قاعدہ کو بھی توڑ دیا تدریب الراوی میں ہے قال الحاکم کتاب مسلم ملآن الشیعۃ امام حاکم کہتے ہیں کہ صحیح مسلم تو شیعہ راویوں سے بھری پڑی ہے اب صحیح مسلم کی توثیق دیکھی جاوے تو اوسی کتاب میں ہے عن ابو علی النیشاپوری شیخ الحاکم قال ما تحت ادیم السماء کتاب اصح من کتاب مسلم ص ۱۲۶ ۔ ابو علی نیشاپوری امام حاکم کے اوستاد کہتے ہیں کہ آسمان کے نیچے کوئی کتاب صحیح مسلم سے بڑھکر صحیح نہیں ہے ۔

اب صحیح بخاری و صحیح مسلم میں یہ فرق ثابت ہوا کہ صحیح مسلم شیعہ رواۃ سے بھری پڑی ہے اور صحیح بخاری خوارج کے راویوں سے پھر جب ایسے خوارج استاد بخاری ہیں اور بخاری اون سے روایت کرتے ہیں تو کیسے ممکن ہے کہ وہ کبھی اون روایتوں کو لکھیں جو فضائل جناب امیرؑ میں

[1] شبلی صاحب تو بیچے جا کر بنی ہاشم کے پیچھے پڑے ہیں ۔ آپ کا یہ لکھنا کہ عبد المطلب کے بعد اس خاندان میں کوئی صاحب اثر نہیں پیدا ہوا ۔ کہاں تک صحیح فی الواقع اور تاریخ کے مطابق ہے ۔ ایک تو عبد المطلب کے بعد اونکے گھر میں وہی مقدس ہے (صلوا علیہ و آلہ) جسکی سیرت نگاری کا شرف آپ حاصل کر رہے ہیں اس کے قبل گو غلط فہمی ہی سہی ۔ آپ خود ابو لہب کو اسی گھر میں قریش میں ممتاز بتلا چکے ہیں ۔ عباس کو متمول اور دولتمند قلمبند کر ہی چکے ابیطالب کی نسبت ابن ہشام ص ۱۲۲ میں بزرگ و سید القوم کا اقرار کافرون کا خود موجود ہے مگر ایک بنی امیہ کو اصول تعمیم کی تائید کی ضرورت میں پڑ کر سبب کچھ بے اثر ہے المؤلف عفی عنہ

آنحضرت صلعم کی سخت مخالفت کی۔ ابوجہل کی ایک تقریر سے اس بیان کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔ ایک دفعہ اخنس بن شریق ابوجہل کے پاس گیا۔ اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔ ابوجہل نے کہا کہ ہم اور بنو عبد مناف ہمیشہ حریف مقابل رہے۔ اونھون نے مہمانداریان کین تو ہم نے بھی کین۔ انھون نے خون بہا دیئے۔ تو ہم نے بھی خون بہا دیے انھون نے بھی فیاضیان کین تو ہمنے ان سے بڑھکر کین۔ یہانتک کہ جب ہم نے کاندہے سے کاندہا ملا دیا تو اب بنی ہاشم پیغمبری کے دعویدار ہین۔ خدا کی قسم ہم اس پیغمبر پر کبھی ایمان نہین لا سکتے۔ بحوالہ ابن ہشام ص ۲۰۰ مصر

پانچوان سبب ایک بڑا سبب یہ تھا کہ قریش مین بداخلاقیان پھیلی ہوئی تھین۔ بڑے بڑے ارباب اقتدار نہایت ذلیل بداخلاقیون کے مرتکب تھے۔ ابولہب جو خاندان بنی ہاشم مین ممتاز تھا۔ اوس نے حرم محترم کے خزانے سے غزال زرین چرا کر بیچ ڈالے تھے۔ اخنس بن شریق جو بنو زہرہ کا حلیف اور رؤسائے عرب مین شمار کیا جاتا تھا۔ نمام اور کذاب تھا نضر بن حارث کو جھوٹ بولنے کی سخت عادت تھی۔ اسی طرح اکثر ارباب جاہ مختلف قسم کے اعمال شنیعہ مین گرفتار تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک طرف بت پرستی کی برائیان کرتے تھے۔ دوسری طرف ان بداخلاقیون پر سخت دار و گیر کرتے تھے۔ اس سے اونکی عظمت و اقتدار کی شہنشاہی متزلزل ہوتی جاتی تھی۔ قرآن مجید مین بہم اور علانیہ ان کا رد ان کی شان مین آیتین نازل ہوتی تھین۔ گو طریقہ بیان عام ہوتا تھا۔ لیکن لوگ جانتے تھے کہ روئے سخن کس کی طرف ہے

بقیہ عبارت حاشیہ ۔ وارد ہین یہی وجہ ہے کہ بخاری نے تفسیر وانذر عشیرتک الاقربین مین اوس روایت کو نہ لیا جو صحیح اور معتبر ہین اور انکو لیا جو لفظاً غیر صحیح ہین کیونکہ اونکے راوی اول ابن عباس ہین جو اس واقعہ کے سات آٹھ برس بعد پیدا ہوئے۔ دوسرے ابو ہریرہ ہین جو اس واقعہ کے چودہ یا سترہ برس بعد مدینہ مین آئے اور اسلام لائے پھر یہ روایت کیسے صحیح رہ سکتی ہے اسپر ابن حجر کا احتمال کرنا کہ ممکن ہے یہ آیہ دو مرتبہ نازل ہوا ہو کسقدر خلاف اصل ہے کیونکہ مجبور ہوکر ابن حجر خود لکھتے ہین لکن الاصل عدم التکرار النزول وقد صرح فی ہذہ الروایۃ بان ذلک حین وقع نزلت اصل یہی ہے کہ تکرار نہین واقع ہوئی کیونکہ خود اس روایت مین موجود ہے کہ یہ واقعہ اوسیوقت کا ہے جسوقت یہ آیہ مکہ مین نازل ہوا ہے۔ تو پھر کون روایت صحیح مانی جائے۔ حضرت کا کوہ صفا پر چڑھکر پکارنا جیسا کہ اس روایت مین ہے۔ یا پہلی روایت جسمین وہین پکارنا مذکور ہے کیونکہ اس روایت مین تو یہی ہے کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو حضرت پکارنے لگے۔ جس سے فوریت ظاہر ہے۔ تو ایک روایت ضرور غلط ہوگی۔

دوسرا طریقہ ۔ اور سنئے ابن حجر لکھتے ہین نعم وقع عند الطبرانی من حدیث ابی امامۃ قال لما نزلت وانذر عشیرتک الاقربین جمع رسول اللہ صلعم بنی ہاشم ونسائہ واہلہ فقال یا بنی ہاشم اشتروا انفسکم من النار واسعوا فکاک رقابکم یا عائشۃ بنت ابوبکر یا حفصۃ بنت عمر یا ام سلمۃ فذکر حدیثا طویلا فہذا ان ثبت دل علی تعداد القصۃ الاولی وقعت بمکۃ لتصریحہ فی حدیث الباب انہ صعد الصفا ولم تکن عائشۃ وحفصۃ وام سلمۃ عندہ ومن ازواجہ الا بالمدینۃ فیجوز ان تکون متاخرۃ عن الاولی فیمکن ان یحضرہا ابو ہریرۃ وابن عباس ایضا ویحمل قولہ لما نزلت جمع ای بعد ذلک لان الجمع وقع متراخیا عن ذلک ولو کان وقع عقب نزول الآیۃ فیحتمل ان یکون الجمع قریشا ثم خص کما سیاتی ثم نزل ثانیا ورہطک منہم المخلصین فخص بذلک بنی ہاشم ونساءہ واللہ اعلم وفی ہذہ الزیادۃ تعقیب علی النووی حیث قال فی شرح مسلم ان البخاری لم یخرجہا اعنی ورہطک منہم المخلصون اعتمادا علی ما فی ہذہ السورۃ واغفل کونہا موجودۃ عند البخاری فی سورۃ تبت ص ۲۰۹ جلد ۸ طبرانی نے ابی امامہ

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ أَن كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ

اور اس شخص کے کہنے مین نہ آ جو بات بات مین قسم کھاتا ہے۔ آبرو باختہ ہے طاعن ہے چغلیان لگاتا ہے۔ لوگون کو اچھے کامون سے روکتا ہے حد سے بڑھ گیا ہے بدتندخو ہے۔ اور ان سب باتون کو جھوٹا نسب بتاتا ہے اسلئے کہ وہ مالدار ہے اور لڑکون والا۔

پھر ارشاد ہوتا ہے۔

كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ

وہ سن رکھے کہ اگر وہ باز نہ آیا۔ تو ہم اوسکی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹنگے جو کہ جھوٹی اور خطا کار ہے۔

ممکن تھا کہ وعظ و پند کا نرم طریقہ اختیار کیا جاتا لیکن مدت کی غفلت۔ عربی نخوت۔ دولت و اقتدار کا فخر۔ ریاست کا زعم۔ ان چیزون کے ہوتے ہوئے جبتک ضرب نہایت سخت نہوتی وہ خبر نہ ہوتے۔ اس لئے بڑے بڑے جبار اسطرح مخاطب کئے گئے

ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَّمْدُودًا وَبَنِينَ شُهُودًا وَمَهَّدتُّ لَهُ تَمْهِيدًا ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ كَلَّا إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا

ہمکو اور اوسکو تنہا چھوڑ دو جسے مین نے اوسکو پیدا کیا۔ پھر بہت سامال دیا بیٹے دیے سامان دیا۔ پھر چاہتا ہے کہ ہم اوسکو اور دین۔ ہرگز نہین وہ ہماری آیتون کا دشمن ہے۔

یہ خطاب ولید بن مغیرہ کی طرف ہے جو قریش کا سرتاج تھا۔ اور یہ الفاظ اوس شخص کی زبانی ادا ہوتے تھے جسکو ظاہری جاہ و اقتدار حاصل نہ تھا لیکن مخالفت کی جو سب سے بڑی وجہ تھی اور جس کا اثر تمام قریش بلکہ تمام عرب پر یکسان تھا۔ یہ تھا کہ جو معبود سیکڑون برس سے عرب کے حاجت روائے عالم تھے اور جن کے آگے وہ ہر روز پیشانی رگڑتے تھے اسلام انکا نام و نشان مٹاتا تھا۔ اور ان کی شان مین کہتا تھا۔

إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ

تم اور جن چیزونکو تم پوجتے ہو۔ وہ سب دوزخ کے ایندھن ہونگے۔

بقیہ عبارت حاشیہ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو حضرت نے بنی ہاشم کو اور اپنے ازواج کو اور اہل کو جمع کیا اور فرمایا کہ اے بنی ہاشم تم اپنی جانونکو خدا سے خرید کرلو۔ اور نار سے اپنی آزادی کی سعی کرو۔ اے عائشہ بنت ابی بکرؓ اے حفصہ دختر عمرؓ اے ام سلمہ اسکے بعد طولانی حدیث کو لکھا ہے پس اگر یہ حدیث ثابت بھی ہو جائے تو دلالت کرتی ہے تعدد واقعہ پر کیونکہ قصۂ اولی مکہ مین واقع ہوا جسمین اس امر کی تصریح موجود ہے کہ آنحضرت صلعم نے کوہ صفا پر چڑھکر آواز دی اوسوقت نہ عائشہ موجود تھین نہ حفصہ اور نہ ام سلمہ کیونکہ یہ سب تو مدینہ مین حضرت کی زوجیت مین آئین پس ممکن ہے یہ قصہ متاخر ہوا اور اسوقت ابن عباس اور ابوہریرہ کی حاضری بھی ممکن ہے اور حدیث مین موجود ہے کہ حضرت نے سب کو جمع کیا اور شاید کہ پہلے وانذر عشیرتک الاقربین تنہا نازل ہوا۔ جسکے بعد حضرت نے قریش کو جمع کیا پھر تخصیص کی اور اس زیادتی مین تعقیب ہے نووی پر جنھون نے شرح مسلم مین لکھا ہے کہ بخاری نے وَرَهْطَكَ الْمُخْلَصُونَ کی روایت نکی۔ یہ غلطی ہے نووی سے اسوجہ سے ہوئی کہ صرف تفسیر سورۂ شعراء پر اعتماد کیا۔ اور اس سے غفلت کی کہ یہ بخاری کے نزدیک سورۂ تبت مین موجود ہے۔"

اس شرح سے گویا مقصد بخاری کی تکمیل تو نہ ہوئی کہ فضیلت و خلافت جناب امیرؑ کو بالکل مٹا دیا گیا۔ مگر جامع القرآن حضرت کی رہی

مدت تک قریش کے تحمل کے اسباب

ان کے اسباب کے ساتھ جنمیں سے ہر ایک قریش کے سخت مشتعل کردینے کے لئے کافی تھا۔ توقع یہ تھی کہ اعلان دعوت کے ساتھ سخت خونریزیاں شروع ہوجائینگی لیکن قریش نے تحمل سے کام لیا اور اسکے ناگزیر اسباب تھے قریش خانہ جنگیوں میں بے پناہ ہوچکے تھے۔ اور حرب فجار کے بعد اسقدر عاجز آگئے تھے کہ لڑائی کے نام سے ڈرتے تھے۔ قبیلہ پرستی کی وجہ سے لڑائی صرف اتنی ہی بات پر شروع ہوجاتی تھی کہ کسی قبیلہ کا کوئی آدمی قتل کردیا جاتا تو مقتول کا قبیلہ بغیر کسی تحقیق کے انتقام کے لئے کھڑا ہوجاتا تھا۔ اور جبتک بدلا نہ لے لیا جاوے یہ آگ بجھ نہیں سکتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنا قریش کے لئے نہایت آسان تھا لیکن وہ جانتے تھے کہ بنی ہاشم خون کا انتقام نہ چھوڑینگے۔ تمام مکہ جنگ میں مبتلا ہوجائیگا۔ بہت سے لوگ اسلام لاچکے تھے اور قریبًا کوئی قبیلہ ایسا باقی نہیں تھا جسمیں دو ایک آدمی اسلام نہ لاچکے ہوں اسلئے اسلام اگر جرم تھا تو صرف ایک شخص اس کا مجرم نہ تھا۔ بلکہ سیکڑوں تھے اور سب کا استیصال ناممکن تھا۔ سیرۃ النبی ج ۱ ص ۱۵۵-۱۶۱

کفار قریش کی تمام مخالفتوں کے یہی اسباب تھے۔ جو تفصیل سے لکھے گئے۔ عام اصول فطرت کے مطابق مخالفت کے جتنے مختلف اسباب تھے مخاصمت کی اتنی ہی مختلف اور متفرق صورتیں بھی اختیار کی گئیں۔ ان تمام خیالوں نے سب سے پہلے مخالفت اسلام کی جو تدبیر نکالی اور اوسکو عملی صورت میں لائے وہ اسلام لانیوالوں پر خوانخوارانہ ظلم و تعدی تھی کیونکہ قریش یہ سمجھے تھے کہ ان ترکیبوں سے عام طبقات کو عبرت ہوگی۔ اور جو اسلام لاچکے ہیں وہ دست بردار ہوجائیں گے۔ ان میں سے چند مظلومین اسلام کے احوال ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

بقیہ عبارت حاشیہ۔ خوب پردہ دری ہوئی۔ کیونکہ یہ آیہ دو مرتبہ نازل ہوا تھا۔ مگر ایک دفعہ کا بالکل نکال دیا گیا۔ حالانکہ صدہا آیتیں مکرر قرآن میں موجود ہیں۔ مگر یہ آیت نہ رہنے پائی۔ دوسرے یہ کہ اسکے ساتھ آیہ ورھطک منھم المخلصین بھی قرآن میں دو مرتبہ نازل ہوا تھا جسپر صحیح مسلم و صحیح بخاری دونوں کا اتفاق ہے لیکن قرآن موجودہ میں اسکا کہیں وجود نہیں۔ تو پھر تحریف قرآن میں اہل سنت کو کیا عذر ہوسکتا ہے طرّہ تو یہ ہے۔ یہی ابن حجر لکھتے ہیں۔ زاد فی تفسیر تبت روایۃ ابی اسامہ علی الاعمش بھذا السند ورھطک منھم المخلصین خرج رسول اللہ صلعم حتّٰی صعد الصفا فھتف یا صباحاہ فقالوا من ھذا فاجتمعوا الیہ فقال ارأیتم ان اخبرکم ان خیلا تخرج من سفح ھذا الجبل اکنتم مصدّقی قال ما اخبرنا علیک کذبا قال فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید قال ابو لھب تبا لک ما جمعتنا الا لھذا ثم قام فنزلت تبت یدا ابی لھب وقد تب ھکذا قرأ الاعمش عمرو بن مرۃ قولہ وتب ما اغنی عنہ مالہ وما کسب حدثنا محمد بن سلام واخبرنا ابو معویۃ حدثنا الاعمش عن عمرو بن مرہ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرج الی البطحاء فصعد الی الجبل فنادی یا صباحاہ فاجتمعت الیہ قریش فقال ارأیتم ان حدثتکم ان العدو مصبحکم او ممسیکم اکنتم تصدقونی قالوا نعم قال انی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید فقال ابو لھب الھذا جمعتنا تبا لک فنزل اللہ تعالی تبت یدا ابی لھب الی آخرہ یعنی جب آیہ وانذر عشیرتک الاقربین اوترا تو حضرت باہر آئے اور کوہ صفا پر چڑھ گئے اور آواز دی صبا حاہ

ظالمین قریش اور مظلومین اسلام سابقین مومنین کی فہرست مظلومین مین نمبر اوّل آل یاسر ہین جنکے مصائب و شدائد کسیقدر اوپر قلمبند ہو چکے ہین خاندان کا خاندان طبقہ اوّل کا صاحب ایمان ہے۔ یاسر اصل مین یمن کے رہنے والے تھے۔ پریشان ہوکر مکہ مین چلے آئے۔ ابوحذیفہ مخزومی کی کنیز سمیہ نامی سے عقد کرلیا۔ لڑکے بالے ہوگئے اور پھر یہین سکونت اختیار کرلی۔ یاسر کی بی بی سمیہ۔ یاسر کے دونون بیٹے عمار اور عبداللہ غرضکہ سارا گھر مشرف باسلام ہو چکا تھا لیکن دولت ایمان کے سوا گھر مین کچھ بھی نہ تھا تمام خاندان عسرت اور ناداری مین بسر کرتا تھا۔ کفار قریش غریب بے یار بیکران پر ٹوٹ پڑے اور ایک ایک کرکے ان غریبون کو اتنا مارا کہ جینے کے لالے پڑگئے سراپا مجروح ہوگئے۔ اتفاقاً اسی حالت مین جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ادھر آنکلے مومنین مخلصین کی یہ مصیبت آپ سے دیکھی نہ گئی لیکن مجبوری ایسی تھی کہ سوائے سکوت وخاموشی کے دوسرا کوئی چارہ نہین تھا۔ آپکی مصیبتناک حالت مشاہدہ فرماکر ارشاد کیا اصبروا یا آل یاسر فان موعدکم الجنۃ (اے آل یاسر صبر کرو تحقیقکہ بہشت تمہاری وعدہ گاہ ہے) کمبخت ابوجہل نے یاسر کی بی بی سمیہ کو نیزے کی نوکین کوچ کوچ کر مار ڈالا۔ غریب یاسر کا بھی ایسی ہی شدید ضربون سے خاتمہ بالخیر کردیا گیا۔ سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ظالمین دیکھین گے اونکی کیسی بازگشت ہونیوالی ہے۔

بقیہ عبارت حاشیہ (جمع ہوتے تم پر ٹوٹ پڑے) لوگون نے کہا تم کیون پکارتے ہو۔ غرضکہ سب جمع ہوئے تو حضرت نے کہا کہ اگر ہم تمکو خبر دین کہ اس پہاڑ کی پشت سے ایک لشکر آیا چاہتا ہے تو تم ہمکو سچا جانوگے سب نے کہا ہم نے تم پر کبھی کذب کا تجربہ نہین کیا ہے تو حضرت نے فرمایا کہ ہم تم لوگون کے ڈرانے والے ہین عذاب شدید سے۔ ابولہب نے کہا (نعوذ باللہ) تم ہلاک ہوجاؤ۔ کیا اسی لئے تم نے سب لوگون کو جمع کیا تھا۔ اسپر سورۂ تبت یدا نازل ہوا تبت یدا ابی لھب وتب وقد تب اسی طرح اعمش نے اوس روز پڑھا تھا۔ (مگر قد کا لفظ اب قرآن مین نہین ہے) اسی ایک روایت کو تین متفرق باب مین لکھا ہے اس سے بخاری صاحب کی خوش سلیقگی ظاہر ہے دوسری یہ کہ ورھطک منھم المخلصین بھی نازل ہوا تھا جو اب قرآن مین نہین ہے تیسری یہ کہ قد تب نازل ہوا تھا اب صرف تب رہ گیا۔ اس پر بھی تحریف قرآن سے انکار ممکن ہے۔ اور کوئی وجہ اسکی تبلائی جاسکتی ہے کہ ورھطک منھم المخلصین کیون نکال دیا گیا۔ صرف اس لئے کہ اسمین بنی ہاشم کی صریح مدح تھی پھر حضرات جامعین قرآن کب اسکو قرآن مین رہنے دیتے اب سورہ تبت کی شان نزول کو دیکھنا چاہیئے کہ آخر یہ سورہ کب نازل ہوا۔ کیونکہ وانذر عشیرتک الاقربین کے نزول کے بعد اسکا نازل ہونا عقلاً بھی ناجائز ہے اور نقلاً بھی عقلاً اس وجہ سے کہ وہ مقام تالیف قلوب تھا کہ حضرت اپنی نبوت کا اعلان کررہے تھے جو ایک ایسا عجیب وغریب امر تھا کہ عرب کے کان بھی اوس سے آشنا نہ تھے کہ عرب مین بھی کوئی نبی ہوگا۔ اس لئے حضرت نے اس اہتمام سے اونکی دعوت کی اور نرم الفاظ مین پیغام الٰہی پہونچایا کہ کسی کو منفر نہ ہونے پائے ایسی حالت مین اسطرح کا سورہ آنا جسمین ایک شخص کی مذمت ہو کسقدر خلاف عقل ہے نقلاً اس وجہ سے کہ امام سیوطی لباب النقول فی اسباب النزول مین لکھتے ہین۔ اخرج البخاری وغیرہ عن ابن عباس قال صعد رسول اللہ صلعم ذات یوم علی الصفا فنادی یاصباحاہ فاجتمعت الیہ قریش قال ارأیتم لو اخبرتکم ان العدو مصبحکم او ممسیکم اکنتم تصدقونی قالوا بلی قال فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید فقال ابولھب تبا لک

(۲) **خباب بن الارت** تمیم کے قبیلہ سے تھے۔ جاہلیت میں غلام بناکر فروخت کیے گئے۔ اور ام انمار نے خریدلیا۔ ایس زمانہ میں اسلام لائے۔ جب آنحضرت صلعم ارقم کے گھر میں مقیم تھے اور صرف چھ سات شخص اسلام لاچکے تھے قریش نے اونھیں طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔ ایکدن کوئلے جلاکر زمین بچھائے۔ اسپر انکو چت لٹایا۔ ایک شخص چھاتی پر پاؤں رکھے رہا کہ کروٹ بدلنے نہ پائیں۔ یہانتک کہ کوئلے پیٹھ کے نیچے پڑے پڑے ٹھنڈے ہوگئے۔ خباب نے مدتوں کے بعد یہ واقعہ حضرت عمرؓ کے سامنے بیان کیا اور پیٹھ کھول کر دکھائی کہ برص کے داغ کی طرح بالکل سپید تھی۔ ابن سعد جلد ۳۔ خباب جاہلیت میں لوہاری کا کام کرتے تھے بعض لوگوں کے ذمہ انکی بقایا تھی۔ مانگتے تو جواب ملتا کہ جب تک کہ محمدؐ (صلعم) کا انکار نہ کروگے کوڑی نہ ملے گی یہ کہتے کہ نہیں جبتک کہ تم مرکے جیو نہیں۔ سیرۃ النبی بحوالہ بخاری ص ۶۹۱

(۳) **حضرت بلال**۔ یہ وہی بلالؓ ہیں جو موذن مشہور ہیں حبشی النسل تھے۔ اور امیہ بن خلف کے غلام تھے جب ٹھیک دوپہر ہوجاتی تو امیہ انکو جلتی بالو پر لٹاتا۔ اور پتھر کی چٹان انکے سینہ پر رکھدیتا کہ جنبش نہ کرنے پاتے۔ اکثر گردن میں رسی باندھکر لڑکوں کو پکڑا دیتا اور وہ مکہ کے پہاڑوں میں ان غریب کو جانوروں کی طرح گھسیٹتے پھرتے گردن میں رسیوں کے نیل پڑجاتے کبھی یہ ہوتا تھا کہ انکی مشکیں باندھ کر زمین پر ڈال دیتے تھے۔ اور ڈنڈوں سے پیٹے جاتے تھے۔ ان تمام ماروں کے بعد پیٹ کی مار بھی دیجاتی تھی جو سب سے بری تھی۔ متواتر کئی کئی دنوں تک غریب بے آب ودانہ رکھے جاتے تھے لیکن ان تمام مصائب وشدائد میں بھی وہ اسلام کا سبق نہ بھولے۔ ہر ہر ضرب پر اَحَدٌ اَحَدٌ کے نعرے لگائے جاتے تھے۔ بالآخر حضرت ابوبکرؓ نے (اور بروایتے عباس بن عبدالمطلب نے) انکو انکے مالک سے خرید کرکے آزاد کردیا۔

بقیہ عبارت حاشیہ۔ الھذا جمعتنا فانزل اللہ تبت ید ابی لھب (الی آخرہ۔ برحاشیہ جلالین ص ۱۱۱۔ یعنی بخاری نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم ایک روز کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور پکارے۔ یاصباحاہ۔ قریش جمع ہوئے اور ابولہب نے کہا ہلاکت آئے تمکو تم نے اسی لئے سب کو جمع کیا تھا جسپر یہ آیۃ نازل ہوا (مختصرًا) تو وہ روایت بخاری کی بالکل غلط ہوئی کیونکہ اس سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ دوسرا جسکو وقوعہ وانذر عشیرتک الاقربین سے کوئی تعلق نہیں۔ جو اغلب امکان ہے۔ کیونکہ حضرت تو اکثر موقع پر آکر تبلیغ فرمایا کرتے تھے لہذا کسی دوسرے موقع پر اس واقعہ کا پیش آنا ممکن ہے۔ بخلاف واقعہ وانذر عشیرتک الاقربین کے کہ اوس سے کسی قسم کا تعلق ممکن نہیں ہے۔ اگر دوسری روایت پر نظر کیجاوے تو وہ بھی ممکن ہے اور ابولہب کی مذمت بھی کہ اوس سے کوئی بے ادبی ہوئی ہو۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ یہ واقعہ کس زمانہ کا ہے درمنثور سیوطی جلد ۶ صفحہ ۴۰۸ میں ہے۔ اخرج ابونعیم فی الدلائل عن ابن عباس ما کان ابولھب الا من کفار قریش ما ھو حتّٰی خرج من الشعیب حین تمالات قریش حتی حصرونا فی الشعب وظاھرھم فلما خرج ابولھب من الشعب لقی ھند بنت عتبہ بن ربیعہ حین فارق قومہ فقال یا بنت عتبہ ھل نصرت اللات والعزّی قال نعم فجزاك اللہ تعالیٰ خیرًا یا ابا عتبہ قال ان محمدًا یعدنا اشیاء لانراھا کائنۃ بعد الموت فما ذاك وضع فی یدی ثم نفخ فی یدیہ ثم قال تبا لکما ما اری منکما شیئا مما یقول محمد فنزلت تبت یدا ابی لھب قال ابن عباس فحصرنا فی الشعب ثلاث سنین

(۴) **صُہیب رومی** - یہ رومی مشہور ہیں لیکن درحقیقت رومی نہیں تھے - انکے والد سنان نامی کسریٰ کی طرف سے ابلہ کے حاکم تھے - اور انکا خاندان موصل میں آباد تھا - ایکدفعہ رومیوں نے اس نواح پر حملہ کیا - اور جن لوگوں کو قید کرکے لیگئے اون میں صہیب بھی تھے - یہ روم میں پلے تھے اس لئے عربی زبان اچھی طرح بول نہ سکتے تھے - ایک عرب نے انکو خریدا اور مکہ میں لایا - یہاں عبداللہ بن جدعان نے انکو خرید کرکے آزاد کردیا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب دعوۃ اسلام شروع کی تو یہ اور عمار بن یاسر ایک ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے - آپ نے اسلام کی ترغیب دی اور یہ مسلمان ہوگئے - قریش انکو اسقدر اذیت دیتے تھے کہ ان کے حواس مختل ہوجاتے تھے - جب انھوں نے مدینہ کو ہجرت کرنی چاہی تو قریش نے کہا اپنا سارا مال ومتاع چھوڑ جاؤ تو جاسکتے ہو - انھوں نے نہایت خوشی سے منظور کرلیا - حضرت عمر جب نماز میں زخمی ہوئے تو اپنی بجائے انھیں کو امامت دی تھی -

(۵) **ابو فکیہہ** - کنیت تھی - افلح نام تھا - صفوان بن امیہ کے غلام تھے - اور حضرت بلال کے ساتھ اسلام لائے تھے امیہ کو جب یہ معلوم ہوا تو اونکے پاؤں میں رسی باندھی اور آدمیوں سے کہا گھسیٹتے ہوئے لیجائیں اور تپتی ہوئی زمین پر لٹائیں - ایک گبریلا راہ میں جا رہا تھا - امیہ نے انسے کہا کہ تیرا خدا یہی تو نہیں ہے - انھوں نے کہا کہ میرا اور تیرا دونوں کا خدا اللہ تعالیٰ ہے - اسپر امیہ نے اس زور سے انکا گلا گھونٹا کہ لوگ سمجھے دم نکل گیا - ایک دفعہ انکے سینہ پر اتنا بھاری بوجھل پتھر رکھدیا کہ انکی زبان نکل پڑی - بحوالہ ابن سعد جلد سوم -

---

بقیہ عبارت حاشیہ - واقطعوا عنا المیرۃ حتیٰ ان الرجل منا بالنفقۃ فما یبایع حتیٰ یرجع حتیٰ ھلک فینا من ھلک ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ابولہب بھی کفار قریش سے تھا جیسا کہ وہ لوگ تھے - یہانتک کہ شعب سے خارج ہوئے جبکہ کفار قریش نے مشورہ کرکے ہم سب کو شعب میں محصور کردیا تھا - جب ابولہب شعب سے خارج ہوا اور اپنی قوم سے مفارقت اختیار کی تو ہندہ بنت عتبہ بن ربیعہ سے ملاقات ہوئی تو ابولہب نے پوچھا کہ اے ہندہ تونے کچھ لات وعزیٰ کی نصرت کی تو کہا کہ ہاں - اے ابوعتبہ خدا تمہیں جزائے خیر دے - ابولہب نے کہا محمد (صلعم) ہم سے دو باتوں کا وعدہ کرتے ہیں جنکو ہم نہیں جانتے کہ وہ موت کے بعد پورا ہو یا اوس سے اور بعد لکلا ابولہب نے اپنے دونوں ہاتھوں کو پھونکا اور کہا تباً لکما - ہلاکت ہو تم دونوں کو - محمد (صلعم) کے وعدوں میں سے ہم کچھ نہیں پاتے اسپر سورہ تبت یدا نازل ہوا - ابن عباس کہتے ہیں کہ ہمکو قریش نے تین برس تک محصور رکھا اور اسطرح کہ ہم سے خرید وفروخت بند کردی کہ ہم کچھ مال خرید کرنے جاتے تو ہمارے ہاتھ کوئی چیز نہ بیچتے - یہانتک کہ ہم میں سے جسکو ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوگیا -

اس سے معلوم ہوا کہ سورہ تبت یدا کا نزول بعد محاصرہ شعب ابی طالب - جو نبوت کے ساتویں میں واقع ہوا لیکن بخاری نے صرف عداوت جناب علی مرتضیٰ ع کی وجہ سے اسکو - وانذر عشیرتک الاقربین کے نزول سے ملحق کردیا - جو عقلاً اور نقلاً کسیطرح بھی ممکن نہیں ہے اب دیکھیے محاصرہ شعب ابی طالب کب ہوا بعثت سے تین برس تک تبلیغ مخفی ہوتی رہی - اوسکے بعد واقعہ دعوت قریش (سنہ ۴ نبوت) پیش ہوا پھر اسکے بعد حضرت حمزہ ع اسلام لائے - توجیسا کہ طبری کا بیان ہے فائتمرت بینھم ان یکتبوا بینھم کتابا یتعاقدون فیہ فلما فعلت ذلک

کفار قریش کا یہ سلوک گھر کے غلامون اور قوم کے نادار لوگون تک محدود و موقوف نہین تھا۔ بلکہ اسلام کے ناقابل العفو جُرم مین وہ اپنے عزیزون اور قرابتدارون کے ساتھ بھی ایسے ہی ظلم وستم سے پیش آیا کرتے تھے۔

(۶) حضرت عثمانؓ بن عفّان کے اسلام لانے کی خبر جب اونکے چچا کو ہوئی۔ تو وہ کمبخت حضرت عثمانؓ کو کھجور کی صف مین لپیٹ کر باندہ دیتا اور نیچے سے دُھوان دیا کرتا۔

(۷) زبیرؓ بن العوّام۔ زبیر بن العوام جب اسلام لائے تو اونکے چچا بھی انھین چٹائی مین لپیٹ کر ان کی ناک مین دہوان دیتے تھے۔

(۸) مصعبؓ بن عمیر کے اسلام لانے کی خبر ملنے پر انکی شفیق القلب ماں نے گھر سے نکالدیا تھا۔

(۹) سعیدؓ بن زید۔ حضرت عمرؓ کے چچازاد بھائی۔ سعید بن زید جب اسلام لائے تو حضرت عمرؓ نے ان کو رسیّون سے باندہ کر ڈالدیا۔

(۱۰) سعد بن وقاصؓ اگرچہ اپنے قبیلہ مین نہایت معزز اور مقتدر رہتے۔ تاہم کفار کے ظلم وستم سے محفوظ نہین تھے بنو اسد اسلام کے جرم مین اِن کو سخت سزائین دیتے تھے۔

بیرحم اور حد سے زیادہ خونخوار کفار قریش مظلومین اسلام کو ایسی ایسی وحشیانہ سزائین دیتے تھے کہ اون غریبون کی ہمت واستقلال کے سوا کوئی اور شے اونکے تحمل و برداشت کی طاقت نہین رکھتی تھی۔ اونکی ہمت و استقلال کے سوا یہی اسلام کی صداقت کا عین الکمال تھا۔

بقیہ عبارت حاشیہ۔ قریش الجماعت بنوھاشم وبنو مطلب الی ابی طالب فدخلوا معہ فی شعبہ واجتمعوا الیہ فی شعبہ وخرج من بنی ھاشم ابولھب الی قریش۔ کفار قریش نے پھر آپس مین مفارقت ومخاصمت بنی ہاشم پر عہد کیا اور حلف معاہدہ لکھا۔ اور اسکو خانہ کعبہ پر لٹکایا جب اس کارروائی کی خبر پہنچی تو تمام بنی ہاشم ابوطالب کے پاس آئے اور وہ اون کو لیکر شعب مین داخل ہوئے مگر ابولھب اون سے علیحدہ ہوگیا۔ اور قریش سے جاکر ملحق ہوگیا اس سے معلوم ہوا کہ مفارقت ابولہب کا زمانہ اوسیوقت سے شروع ہوتا ہے جب سے وہ لوگ شعب مین محصور ہوئے۔ تو کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ اگر یہ سورہ (تبت یدا ابی لہب) شروع ہی مین نازل ہوا ہوتا بقول بخاری صاحب وانذر عشیرتک الاقربین کے ساتھ ہو تو پھر ابولہب اتنے دنون تک کبھی حضرت صلعم کے ساتھ رہ سکتا تھا۔ تاریخ خمیس مین مرقوم ہے۔ وفی السنۃ السابعۃ من النبوۃ کما فی الحیوۃ الحیوان او الثامن منھا علی ما فی المنتقی تقاسمت قریش وتعاھدوا علی معاداۃ بنی ھاشم وبنی عبدمطلب ص ۳۳۵ بروایت حیواۃ الحیوان ۷ سال نبوت مین اور بروایت منتقی ۸ھ مین قریش نے معاہدہ کیا اور آپس مین قسم کھائی کہ بنو ہاشم اور بنی عبدالمطلب سے عداوت قایم رکھین تو اس حساب سے نزول سورہ تبت یدا کمین جاکر ۹ھ یا ۱۰ھ سال مین ہوتا ہے لیکن بخاری صاحب نے ایک فضائل علیؑ کے چھپانے کی ضرورت سے اسکو نزول آیت وانذر عشیرتک الاقربین سے ملاکر ایسا غارت کیا ہے کہ بالکل قصہ کا قصہ ہی غلط ہوگیا۔ لاحول ولا قوۃ۔ المؤلف عفی عنہ۔

(۱) مرقومہ بالا مظلومین اسلام سب کے سب مرد تھے۔ نامرد ظلمہ قریش نے مسلمان عورتون کی صنف نازک وضعیف پر بھی رحم نہ کھایا۔ ان مصیبت دیدہ اور آفت رسیدہ عورتون مین سب سے پہلے جس خاتون کی نہایت بہشیانہ اور بیرحمانہ طریقہ سے جان لی گئی۔ وہ حضرت یاسر کی بی بی سمیہ تھین اور حضرت عمار بن یاسر رض کی مان جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

(۲) لُبَینہ تھین۔ یہ بیچاری کنیز تھین حضرت عمر ابن بیکس کو مارتے مارتے تھک جاتے تو کہتے تھے مین نے تجھکو رحم کی بناپر نہین بلکہ اس وجہ سے چھوڑ دیا ہے کہ مین خود تھک گیا ہون۔ وہ نہایت استقلال سے جواب دیتین۔ دیکھو عمر اگر تم اسلام نہ لاؤگے تو تم سے خدا اس کا انتقام لے گا۔

(۳) زِنّیرہ۔ لبینہ کی ایسی ہی دوسری کنیز زنیرہ تھین۔ یہ بھی حضرت عمر کے قبیلہ کی کنیز تھین حضرت عمر اسلام سے پہلے ان کو جی کھول کر ستاتے۔ ابوجہل نے تو ایک دن ایسی مار ماری کہ غریب کی آنکھین جاتی رہین۔

(۴) نہدیہ اور (۵) اُمّ عُبَیس۔ یہ بھی دونون کنیزین تھین۔ اور صرف اسلام کے جرم مین یہ مصیبتین جھیلی تھین۔ یہ تمام جلادانہ بیرحمیان یہ عبرت خیز سفاکیان ایک مسلمان کو بھی راہ حق سے متزلزل نکرسکین۔ ایک نصرانی مورخ نے سچ لکھا ہے۔

عیسائی اسکو یاد رکھین تو اچھا ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مسائل نے وہ نشہ دینی آپ کی پیرون مین پیدا کردیا تھا جسکو عیسیٰ ع کے ابتدائی پیرودن مین تلاش کرنا بیفائدہ ہے۔ جب عیسیٰ کو سولی پر لے گئے تو اونکے پیرو بھاگ گئے۔ اونکا نشہ دینی جاتا رہا۔ اور اپنے مقتدا کو موت کے پنجہ مین گرفتار چھوڑکر چلدئیے اسکے برعکس محمد صلعم کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد آئے اور آپ کے بچاؤ مین اپنی جانین خطرہ مین ڈالکر کل دشمنون پر آپ کو غالب کردیا۔ اپالوجی گاڈفری ہگنس ترجمہ اُردو ص ۶۶-۶۷

قریش اور آنحضرت صلعم کی مخالفت مین مشورت

کفار قریش اپنی اس تجویز مین کہ مسلمانون کو اتنا ستایا جاوے کہ وہ اسلام سے دست بردار ہوجائین۔ اور اونکی اذیتون کو دیکھکر دوسرے لوگ قبول اسلام پر جرأت نکرسکین بالکل ناکامیاب رہے۔ تو اب ان بیرحمون نے حضرت رسول خدا صلعم کی ذاتی ایذا رسانیون کی تدبیرین سوچین۔ ان ناہنجار تجویزون کو عملی صورت مین لانیکے لئے اونھون نے ایک باقاعدہ مجلس مشورت قایم کی جس مین ہر قبائل وعشائر کے پچیس سردار شامل تھے کمال مآل اندیشی کے خیال سے بدبخت ابولہب کو اس مجلس کا صدر منتخب کیا گیا۔ ؎ خدا برہنہ کرے ننگ خاندان نہ کرے۔

اس مفسدہ انگیز مجلس کا پہلا مقصد جو اتفاق رائے کیلئے پیش کیا گیا وہ یہ تھا کہ قبائل بیرونی جو مکہ مین آیا کرتے ہین اونکو قربت اور صحبت رسول ص سے بچایا جاوے اور اونکے علیحدہ رکھنے کی یہ ترکیب ہے کہ اون سے آنحضرت صلعم کے متعلق ایسے خاص معائب بیان کئے جاوین کہ وہ خود بالطبع آپ سے متنفر ہوجائین۔

سب نے اسپر اتفاق کیا کہ آپ کو کاہن مشہور کیا جاوے۔ ولید بن مغیرہ۔جو قریش مین سب سے زیادہ کہن سال اور تجربہ کار تھا۔ بول اوٹھا مین نے بہت سے کاہنون کو دیکھا ہے۔ کہان کاہنون کی تُک بندیان اور کہان محمد (صلعم) کے کلام کی معجز نما فصاحت وبلاغت۔ دیکھو ایسی بات نہ کہو کہ قبائل عرب سنتے ہی کہنے لگین کہ غلط الزام لگاتے ہو اور جھوٹ کہتے ہو۔ پھر یہ تجویز ہوئی کہ اچھا کاہن نہین تو مجنون مشہور کیا جاوے۔ ولید نے پھر ٹوکا۔ اور کہا تو بہ کرو محمد کو دیوانگی سے کیا واسطہ اور جنون سے کیا علاقہ۔

پھر یہ بات قرار پائی کہ انھین شاعر بتلایا جائے۔ ولید کو یہ بات بھی پسند نہ آئی۔ اوس نے تمام مجمع کو مخاطب کر کے کہا۔ ہم خود شاعر ہین ہمیشہ شعر کہتے ہین۔ اصناف سخن اور اوصاف فن سے خوب واقف ہین۔ ہم جانتے ہین شعر کیا بات ہوتی ہے۔ محمد کے کلمات کو شعر کے لغویات سے کوئی مناسبت نہین۔

پھر اس پر اتفاق ہوا کہ اچھا انہین ساحر کہا جاوے۔ ولید بولا یہ جادو بھی نہین چلیگا۔ کہان محمد کے اخلاق وعادات کی لطافت کہان ساحرون اور شعبدہ گرون کی نجاست۔ محمد (صلعم) کا جمال جہان آرا۔ اونکے محاسن وکمال کا آئینہ ہے۔ جادوگرون کی منحوس صورت اونکی سیہ کاریون کی تصویر ہے۔

اب تو سوچتے سوچتے مجمع کا مجمع تھک گیا۔ سب کے سب عاجز آگئے تو ولید ابن مغیرہ سے کہنے لگے کہ اچھا اب آپ ہی کچھہ تجویز کرین اور کوئی مفید تدبیر نکالین۔ ولید نے تمام جلسہ کو مخاطب کر کے کہا کہ اول تو اس امر خاص مین مین کچھہ نہ کہونگا اور اگر کچھہ کہون گا بھی تو وہ بالکل سچ ہوگا۔ اور وہ یہ ہے کہ حقیقتاً محمد صلعم کے کلام مین ایسی حلاوت ہے اور اوسکی تقریر مین عذب البیانی کی ایسی قدرتی تاثیر ہے کہ باپ بیٹے۔ بھائی بہن اور شوہر وزن مین مفارقت ہوجاتی ہے اور وہ برسون سے تمہاری پیش نظر ہے مین اوسیقدر تم سے کہونگا اور بس تم سمجھنے والے ہو تو سمجھہ جاؤ۔

ولید ابن مغیرہ کی اس تقریر نے تمام جلسہ مین سکوت کا عالم پیدا کردیا۔ جو کچھہ اسنے کہا تھا وہ بالکل سچ تھا اس لئے کسی فرد واحد کو اسکے خلاف مجال سخن نہ ہوئی۔ لیکن وہ سب سے جاہل تھے۔ جہالت سے اب بھی باز نہ آئے۔ اپنے ہی سردار قوم سے پیغمبر برحق کے اوصاف سنکر عبرت پذیر تو نہوئے بلکہ خجالت وشرمندگی کے جاہلانہ غصہ مین پہلے سے بھی زیادہ بھر گئے اور پیچ وتاب کھانے لگے۔ بالآخر اپنی کارکردگیون کے تقاضہ سے سب نے ملکر یہ تدبیر نکالی کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر ممکن طریقہ سے پریشان کیا جاوے اونکی تعلیم کے ہر ہر مقصد کی تضحیک وتوہین کی جاوے اور مسلمانون کو تمام مظالم کا نشانہ بنایا جائے

(ابن ہشام جلد اول صفحہ ۹۰ وشفا قاضی عیاض صفحہ ۱۲۹)

قریش کی پہلی وفد اور ابی طالبؑ کی خدمت مین آنحضرتؐ کی شکایت

شبلی صاحب نے اس مقام پر نہایت مناسب طریقہ سے حقیقت حال کا انکشاف فرمایا ہے لکھتے ہین کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان دعوت کیا اور بت پرستی کی علانیہ مذمت شروع کردی تو قریش کے چند معززین ابو طالب کے پاس آئے کر شکایت کی ابوطالب نے نرمی سے سمجھاکر انکو رخصت کردیا

ادہر قوم و وطن کی انسانی قوتین مخالفت اسلام کی تدبیرین سوچ رہی تہین۔ راہین نکال رہی تھین۔ ادوہر

نبوّت کا چھٹا سال حضرت حمزہؓ کا اسلام لانا

اودہر نظام ربانی چیرہ دستی طاقت اسکی وسعت کے سامان کر رہی تھی۔ شبلی صاحب رقمطراز ہین۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اعمام مین حضرت حمزہ کو آپ سے خاص محبت تھی۔ وہ آپ سے دو تین برس بڑے تھے اور ساتھ کھیلے تھے۔ دونون نے ثوبیہ کا دودہ پیا تھا۔ اور اس رشتہ سے بھائی بھائی تھے۔ وہ ابھی تک اسلام نہین لائے تھے لیکن آپ کی ہر ادا کو محبت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اونکا مذاق سپہگری اور شکار افگنی تھا معمول تھا کہ منھ اندھیرے تیر کمان لیکر نکل جاتے۔ تمام تمام دن شکار کھیلنے مین مصروف رہتے۔ شام کو واپس آتے تو پہلے حرم مین جاتے طواف کرتے قریش کے رؤسا صحن حرم مین الگ الگ دربار جماکر بیٹھا کرتے تھے۔ حضرت حمزہؓ ان لوگون سے صاحب سلامت کرتے کبھی کبھی کسی کے پاس بیٹھ جاتے۔ اس طریقہ سے سب سے یارانہ تھا۔ اور سب لوگ انکی قدر و منزلت کرتے تھے

شبلی صاحب نے اس واقعہ کی تمہید کو جس تفصیل سے تحریر فرمایا تھا اوس تصریح سے اصل واقعہ کو نہین لکھا جس سے معلوم ہوجاتا کہ اون کے اسلام لانے اور شرف بایمان ہونیکے خاص اسباب وہی محبت و اخلاص کے جذبات تھے۔ ہم ذیل مین ابن ہشام کے خاص الفاظ سے اصل حقیقت کا انکشاف کرتے ہین۔

ان اباجهل مرّبرسول الله صلی الله علیه واله وسلم عند الصّفا فاٰذاه وشتمه وقال منه بعض مایکره من العیب لدینه والتضعیف لامره فلم یکلمه رسول الله صلعم ومولاة عبد الله بن جدعان فی مسکن لها تسمع ذٰلك ثم انصرف عنه فعمد الی نادٍ من قریش عند الکعبة فجلس معهم فلم یلبث حمزه بن عبد المطلب ان اقبل متوشحا قوسه راجعا من قنص له وصاحب قنص یرمیه و یخرج له وکان اذا رجع من قنصه لم یصل الی اهله حتی یطوف بالکعبة وکان اذا فعل ذٰلك لم یمرّ علی نادٍ من قریش الا وقف وسلم وتحدث معهم وکان اعز فتی فی قریش واشد شکیمة فلمّا مرّ بالموالات وقد رجع رسول الله صلی الله علیه

ایکبار ابوجہل نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کوہ صفا پر دیکھا۔ اوس بدبخت نے آپ کو ایذا دی (بروایتے طمانچہ مارا) اور سخت کلامی کی اور بعض کہتے ہین کہ دین اسلام کی عیب جوئی کی جناب رسول خدا صلعم نے اوسکی بدزبانیون کا کچھ جواب ندیا اور قطعًا خاموش رہی عبد اللہ بن جدعان کی لونڈی جس کا گہر قریب تھا یہ تمام واقعات دیکھ رہی تھی اسکے بعد ابوجہل واپس آیا اور حسب المعمول روسا، قریش کے ساتھ کعبہ مین بیٹھ گیا۔ حمزہ بن عبد المطلب کا یہ دستور تھا کہ ہر روز شکار کے لئے باہر جاتے تھے۔ مگر شکار مین جانے سے پہلے خانہ کعبہ کا طواف کرلیتے تھے اسکے بعد امرا، قریش سے جو وہان موجود رہتے تھے صاحب سلامت کرتے تھے اور تھوڑی دیر تک اونکے پاس بیٹھ جاتے تھے اور باتین کرتے تھے آپ مردان قریش مین معزز اور ممتاز شمار ہوتے تھے۔

پس اس واقعہ کے دن عبد اللہ بن جدعان کی لونڈی سے ملاقات ہوئی وہ اتفاقًا حضرت حمزہ کے گہر آئی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی

وآلہ وسلم الی بیتہ فقالت لہ یا ابا عمارۃ لو رأیت ما لقی ابن اخیک محمدؐ آنفا من ابی الحکم ابن ہشام وجدہ ہہنا جالسا فاذاہ وسبہ وبلغ منہ ما یکرہ ثم انصرف عنہ ولم یکلمہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاحتمل الحمزۃ الغضب لما اراد اللہ بہ من کرامتہ فخرج یسعی لم تقف علی احد معدّا لابی جہل انما لقیہ ان یوقع بہا فلما دخل المسجد نظر الیہ جالسا فی القوم فاقبل نحوہ حتی اذا قام علی راسہ رفع القوس فضربہ بہا فشجہ شجۃ منکرۃ ثم قال أتشتمہ فانا علی دینہ اقول ما یقول فرد ذلک علی ان استطعت فقامت رجال من بنی مخزوم الی حمزۃ لینصروا ابا جہل فقال ابو جہل دعوا ابا عمارۃ فانی واللہ قد سببت ابن اخیہ سبا قبیحا۔

وہین موجود تھے۔ اوس کنیز نے حضرت حمزہؓ کو مخاطب کرکے کہا ای ابا عمارہ (حضرۃ حمزہ کی کنیت ہے) کیا تمہین معلوم نہین کہ جو ابوالحکم بن ہشام (ابوجہل کی کنیت) نے تمہارے بھتیجے محمد صلعم کے ساتھ کیا کیا ہے۔ دیکھو ابوجہل وہ تو یہین بیٹھے ہوئے ہین۔ اوس نے اونکو ایذا دی (طمانچہ مارا) اور سخت گالیان دین اور جو کچھ نہین کہنے کو وہ سب کچھ کہا سنا۔ اور پھر وہان سے چلا گیا لیکن محمد نے اوسکا جواب تک نہ دیا۔ یہ سنکر حضرت حمزہ کو سخت غصہ آیا اور یہی غصہ انکے لئے کرامت ایزدی کا باعث ہوا۔ حضرت حمزہ نہایت تیزی سے گھر سے نکلے اور راہ مین کہین نہ ٹھہرے اور داخل کعبہ ہوئے ابوجہل کو دیکھا قوم کے لوگون کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے آپ اوسی غیظ کی حالت مین آگے بڑھتے چلے گئے یہانتک کہ اوسکے سر کے قریب آکر کھڑے ہوگئے۔ اور اپنی آہنی کمان اوٹھاکر اوسکے ضرب شدید لگائی۔ اور مارنے کے بعد اوس سے کہا کہ جس مذہب کو تو برا کہتا ہے مین اوسی دین مین داخل ہوگیا۔ اب اگر تیری مجال ہو تو مجھے اوس دین مین داخل ہونے سے باز رکھ لے۔ یہ سنکر بنی مخزوم کا ایک شخص ابوجہل کی حمایت مین اوٹھ کھڑا ہوا لیکن ابوجہل نے یہ کہکر اوسے فوراً روک دیا کہ ابو عمارہ کو تعرض نہ کرو۔ انکو چھوڑ دو قصور میرا ہے۔ مین نے حقیقتاً ان کے بھتیجے کو بہت بُری بُری گالیان دی ہین۔ ابن ہشام ص ۹۹ مصر

اس واقعہ کی تفصیل نے تبلا دیا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سکوت وصبر نے حضرت حمزہؓ کے جذبات قرابت ویگانگی مین ایسا مفید اور شدید اثر پیدا کر دیا۔ جو حضرت حمزہ کے لئے رشد وہدایت کا باعث ہوا اور بدبخت ابوجہل کے لئے اوسکی سزا عقوبت کا سبب خاص ہے

چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار

اپنا پھر اپنا ہے۔ کیسا ہی اختلاف ہو اور کتنی ہی مخالفت جب ایسے ناگزیر موقع آجاتے ہین تو تعلقات قلبی ورشتہ دلی مین غیر متحمل تحریک پیدا ہو جاتی ہے اور وہ مخالفت کو حقیقی مواصلت کی صورت مین تبدیل کر دیتی ہے۔ یہ ضرور نہین کہ حمزہ بھی ابولہب ہی کے ایسے شقی اور سنگدل ہوجاتے۔ خداوند عالم کو یہ بھی اپنی مصلحت خاص دکھلا دینی ضرور تھی کہ اوسی گھر مین ابوطالب حمزہ اور عباس کے ایسے خیرخواہ رسولؐ بھی موجود تھے۔ اور ابولہب کا ایسا بدخواہ اور دشمن جان بھی۔

کفار قریش اور رسول اللہ صلعم کی ایذا رسانیان

حضرت حمزہ کے اسلام لانے سے ادہر اسلام کی قوت بڑہی ادہر کفار کی خصومت۔ غریب مسلمان مرد اور عورتونکو جن وحشیانہ طریقہ سے اذیت دیتے تھے اور اون کی غریب جانون پر جس شدت سے ظلم وستم ڈہاتے تھے اوسکی کیفیت اوپر لکھی جا چکی ہے اب اونکی بدبختی اور شامت بڑہتے بڑہتے آنحضرت صلعم کو بھی جسمانی ایذا پہونچانے لگی۔ ان تمام بیرحمیون بدسلوکیون اور ایذا رسانیون کا جواب رسول اللہ صلعم کے پاس صرف صبر تھا اور خاموشی

جب کبھی بہت دل بھر آتا تھا تو صرف اتنا ارشاد کر دیا کرتے تھے۔ یابنی عبد مناف ای جوار ھذا۔ اے بنی عبد مناف حق ہمسایگی خوب ادا کرتے ہو۔ طبری ۱۱۹۹

ان موذیوں میں الحکم بن ہشام (ابوجہل) عقبہ بن معیط الاموی۔ امیہ بن خلف۔ نوفل ابن خویلد۔ ابوسفیان بن حرب ابوالبختری اور عاص بن وائل السہمی وغیرہم سب سے زیادہ مشہور تھے اور سرگرم۔ ہدایت وارشاد کے وقت کلمات طعن و تشنیع کرنا۔ بیہودہ اور لغو کلمات بکنا۔ ادائے نماز کے وقت تالیاں اور سیٹیاں بجانا۔ ارکان نماز کی نقلیں اڑانا اور اون پر آوازے کسنا۔ راستہ چلنے میں آنحضرت صلعم کے پیچھے آوارہ لونڈوں کو استہزاؤ تمسخر کرنیکی غرض خاص سے ساتھ کر دینا۔ آپ کے راستہ میں کانٹے ڈالدینا اور راہ چلتے وقت آپ پر گھروں سے کوڑا ڈالدینا۔ ایذائے رسولؐ کے متعلق ظلمہ قریش کی یہ معمولی اور خفیف باتیں تھیں۔ جب ان حرکات سے بھی آپ کے صبر و سکوت اور استقلال و ثبات میں کچھ فرق نہ آیا تو کفار آپکی جسمانی تکلیف و آزار پر تیار ہوئے۔ تاریخ طبری میں مرقوم ہے۔

اقبل ابن ابی معیط و رسول اللہ صلعم عند الکعبۃ فلوی ثوبہ فی عنقہ و خنقہ خنقا شدیدا فقام ابوبکر من خلفہ فوضع یدہ علی منکبۃ فدفعہ عن رسول اللہ صلعم قال ابوبکر یاقوم اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ۔

آنحضرت صلعم۔ خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے عقبہ ابن ابی معیط اموی آیا اوس نے اپنی چادر کو آپ لپیٹ کر رسی کے ایسا بنایا اور جب آپ سجدہ میں گئے تو چادر کو آپ کی گردن میں ڈالدیا اور پیچ پر پیچ دینے شروع کئے۔ یہاں تک کہ بڑی سختی کے ساتھ آپ کا دم رکنے لگا۔ حضرت ابوبکرؓ پیچھے سے آگئے۔ اپنے ہاتھ اوس چادر میں ڈالکر آپ کی گردن سے اُسے جدا کر دیا اور کہا افسوس ہے اے قوم کے لوگوں۔ تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے خدا میرا پروردگار ہے۔ طبری۔

اس روایت میں امام ابن القیمؒ زاد المعاد جلد ا ص ۲۹۷ میں اتنا اضافہ اور فرماتے ہیں کہ یہ دیکھکر چند شریر حضرت ابوبکر سے لپٹ گئے۔ اور اونکی خوب زدوکوب کی۔ رحمۃ اللعلمین صفحہ ۱۴۱

جب ان مصائب پر بھی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے فرائض تبلیغ اور تعلیم دین الٰہی کی خدمات میں ذرا بھی کمی نہیں کی اور اپنے بے مثال عزم و استقلال سے اون میں ویسے ہی مصروف رہے۔ تو ان بدعقلوں اور کوتہ اندیشوں نے اپنی جہالت و ضلالت کے تقاضوں سے جناب رسول خدام کو تبلیغ اسلام سے روکنے اور باز رکھنے کے لئے دنیاوی ثروت و مال کی ترغیب و تحریص کا ذریعہ سوچا۔ اس بنا پر کہ وہ حقیقت ناشناس سمجھے تھے کہ تبلیغ و توسیع اسلام میں آپ کی یہ تمام سعی و کوشش اور کدوکاوش (نعوذ باللہ) حصول نام و نمود اور وصول دولت و ثروت پر مبنی ہے اس لئے انہوں نے یہ مجلس مشورت منعقد کی۔

کفار قریش اور آنحضرت صلعم کو تبلیغ اسلام سے باز رکھنے کی ترغیب و تحریص

ابن ہشام کی تحقیق میں یہ مجلس مشورت حضرت حمزہؓ کے اسلام لانیکی بعد منعقد ہوئی۔ اِس کا محرک عتبہ بن ربیعہ تھا جو روسائے قریش

مین ایک مرد ممتاز شمار ہوتا تھا۔ چنانچہ ابن ہشام لکھتے ہین

ان عتبہ بن ربیعۃ وکان سیدا قال یوما وھو جالس فی نادی قریش ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جالس فی المسجد وحدہ یا معشر قریش الا اقوم الی محمد فاکلمہ واعرض علیہ امورا لعلہ یقبل بعضہا فنعطیہ ایہا ویکف عنا وذلک حین اسلم حمزۃ ورأوا اصحاب رسول اللہ صلعم یکثرون ویزیدون فقالوا بلی یا ابا الولید قم الیہ فکلمہ۔

عتبہ بن ربیعہ جو قریش کا سردار تھا ایک دن اکابر قریش کے ساتھ بیٹھا اور حسن اتفاق سے جناب رسول خدا صلعم بھی مسجد الحرام مین تشریف فرما تھے عتبہ نے قریش کو مخاطب کرکے کہا کہ اگر آپ لوگون کی رائے ہو تو مین اسوقت محمد کے پاس جاؤن اون سے باتین کرون اور چند امور جو مین نے سوچے ہین اون سے پیش کرون شاید وہ ان مین سے کسی امر کو قبول کرلین تو جیسا میرا خیال ہے ہم لوگون کو اون کی طرف سے فراغت ہو جائے۔ سب نے متفق ہوکر کہا ہان اے ابو الولید (عتبہ کی کنیت) جاؤ اور اون سے باتین کرو۔

اب اصل واقعہ جسطرح پیش ہوا اور جو گفتگو عتبہ اور جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان واقع ہوئی۔ وہ ابن ہشام کے الفاظ مین ملاحظہ ہو۔

فقام الیہ عتبۃ حتی جلس الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال یا ابن اخی انک منا حیث قد علمت من السطۃ فی العشیرۃ والمکان فی النسب وانک قد اتیت قومک بامر عظیم فرقت بہ جماعتہم وسفہت بہ احلامہم وعبت بہ آلہتہم ودینہم وکفرت بہ من مضی من آبائہم فاسمع منی اعرض علیک امورا تنظر فیہا لعلک تقبل منہا بعضہا قال فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قل یا ابا الولید اسمع قال یا ابن اخی ان کنت انما ترید بما جئت بہ من ھذا الامر مالا جمعنا لک من اموالنا حتی تکون اکثرنا مالا وان کنت ترید بہ شرفا سودناک علینا حتی لا نقطع امرا دونک وان کنت ترید بہ ملکا ملکناک علینا وان کان ھذا الذی یاتیک رئیا تراہ لا تستطیع ردہ عن نفسک طلبنا لک الطب وبذلنا فیہ اموالنا حتی نبرئک

عتبہ وہان سے اوٹھا اور رسول اللہ صلعم کے پاس آکر بیٹھ گیا اور کہنے لگا اے میرے بھتیجے تمہارا خاندان ہم لوگون مین ہے اور ہم تمہاری قرابت اور شرافت نسبی سے خوب واقف ہین لیکن تم نے تو قوم کی قوم کو ایک امر عظیم مین مبتلا کر دیا ہے اونکی تمام جماعتون کو متفرق کر دیا ہے اونکے دانشمندونکو بیوقوف بنایا۔ اونکے معبودونکو عیب لگایا اونکے آباو اجداد کی قدیم نمودار یون کو غلط ٹھیرایا لیکن تم اگر میری باتونکو سنو تو مین اپنی چند تجویز کردہ امور تمہارے پاس پیش کرون شاید اون مین سے کوئی امر تمہین پسند آجاوے تو طرفین کیلئے بہتر ہو۔ جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا۔ ہان تم کہو مین ضرور سنونگا عتبہ بولا اے میرے بھتیجے۔ اگر ان امور سے تمہاری غرض مال و دولت کا جمع کرنا ہو تو ہم تمکو اسقدر مال دیدین کہ پھر ہم لوگون مین تم سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ۔ اور اگر ان کے ذریعہ سے تمکو اپنا شرف و اقتدار بڑھانا ہے تو ہم سے کہو۔ ہم تم کو اپنا معتبر علیہ اور مقتدر بنالین اور پھر ہم مین سے کوئی فرد واحد تم سے سرتابی نکر سکے۔ اور اگر تم کو حکومت کا خیال ہے تو ہم تمکو اپنا بادشاہ اور حاکم بنالین اور اگر تم اسکے متعلق اپنی طبیعت مین مرض کا حرج پاتے ہو تو ہم سے کہو ہم

منه فانه ربما غلب التابع على الرجل حتى يداوى منه او
كما قال له حتى اذا فرغ عتبة ورسول الله صلى الله عليه واله وسلم
تسمع منه قال قد افرغت يا ابا الوليد قال نعم قال
فاسمع منى قال افعل فقال بسم الله الرحمن الرحيم
حٰمٓ تنزيل من الرحمن الرحيم كتاب فصلت اياته
قرانا عربيا لقوم يعلمون بشيرا ونذيرا فاعرض اكثرهم
فهم لا يسمعون وقالوا قلوبنا فى اكنة مما تدعونا اليه
ثم مضى رسول الله صلى الله عليه واله وسلم فيها
يقرءها عليه فلما سمعها منه انصت لها والقى يديه
خلف ظهره معتمدا عليهما يسمع منه ثم انتهى رسول
الله صلعم الى السجدة منها فسجد ثم قال قد سمعت يا
ابا الوليد ما سمعت فانت وذاك فقام عتبة الى اصحابه
فقال بعضهم لبعض نحلف بالله لقد جاءكم ابو الوليد
بغير الوجه الذى ذهب به فلما جلس اليهم قالوا ما وراءك
يا ابا الوليد قال ورائى انى سمعت قولا والله ما سمعت
مثله قط والله ما هو بالشعر ولا بالسحر ولا بالكهانة
يا معشر قريش اطيعونى واجعلوها بى وخلوا بين
هذا الرجل وبين ما هو فيه فاعتزلوه فوالله ليكونن
لقوله الذى سمعت منه نبأ فان تصبه العرب فقد كفيتموه بغيركم
وان يظهر على العرب فملكه ملككم وعزه عزكم وكنتم
اسعد الناس به قالوا سحرك والله يا ابا الوليد بلسانه
قال هذا رأيى فيه فاصنعوا ما بدا لكم

تمہاری لئے کسی حکیم وطبیب کو تلاش کرلائیں اور اپنے مال وسرمایہ سے تمہارا علاج کرادیں اور تمکو تندرست وصحیح المزاج کرالیں ۔ الغرض ۔ عتبہ کو جتنا کہنا تھا وہ کہہ چکا ۔ اور جناب رسول خدا صلعم اسکی تمام باتوں کو سن چکے تو آپ نے فرمایا ۔ اے ابا ولید ۔ تم اپنی باتوں کو تمام کرچکے عتبہ بولا ہاں آپنے کہا کہ پھر میری بھی کچھ سن لو ۔ عتبہ نے کہا ہاں کہئے ۔ آپ نے فرمایا بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔
حم (یہ فرمان خدائے) رحمان (اور) رحیم کے حضور سے صادر ہوتا ہے یہ قرآن کتاب ہے جس کی باتیں زبان عربی میں سمجھدار لوگوں کے لئے تفصیل کیساتھ بیان کردیگئی ہیں (ماننے والوں کو) خوشنودی خدا کی خوشخبری سناتا اور (منکروں کو عذاب خدا سے) ڈراتا ہے ۔ اسپر بھی اکثروں نے منہ موڑ لیا اور وہ (اسکو) سنتے ہی نہیں (اور اے پیغمبر یہ لوگ یہ بھی) کہتے ہیں کہ جس بات کی طرف تم بلاتے ہو ۔ ہمارے دل تو اس سے پردوں میں ہیں "
یہانتک جناب رسول خدا صلعم پڑھتے چلے گئے ۔ اور عتبہ بن ربیعہ پر ایسی محویت طاری ہوئی کہ غور سے سننے کیلئے اپنے ہاتھوں کو پیٹھ کے پیچھے باندھ لیا اور بیٹھا سنتا رہا ۔ یہانتک کہ آپ نے مقام سجدہ پر پہونچکر سجدہ کیا ۔ سجدہ کر اوٹھے تو فرمایا اے ابو ولید تو نے سن لیا جو کچھ تجھے سننا تھا اسی سے تمیز کرلے تو کیا ہے اور یہ کلام کیا ہے ۔ یہ سنکر عتبہ وہاں سے بالکل خموش اوٹھا اور اپنے لوگوں کے پاس واپس چلا ۔ عتبہ کو آتا دیکھکر اونمیں سے بعض نے بعض سے کہا کہ قسم خدا کی ابو ولید کا چہرہ متغیر اوس وقت کے مقابلہ میں معلوم ہوتا ہے جس وقت وہ ہمارے پاس سے گئے تھے اس اثنا میں عتبہ آگیا اور بیٹھ گیا ۔ قریش نے پوچھا ہاں کہو اے ابو ولید اب تمہاری کیا رائے قرار پائی ۔ عتبہ بولا تم اگر میری رائے پوچھتے ہو تو قسم خدا کی میں ایسی چیز سننے چلا آتا ہوں جیسی میں نے آجتک کبھی نہیں سنی تھی ۔ اور خدا کی قسم نہ وہ شعر ہے اور نہ وہ سحر ہے ۔ نہ وہ شگون ہے نہ وہ ٹوٹکا ہے اور نہ قصہ ہے ۔ کہانی ۔ اے معشر قریش میری باتوں کو سنو ۔ میری رائے پر چلو ۔ تو اس شخص سے اور اسکے امور سے بالکل کنارہ کش ہو جاؤ ۔ کیونکہ جو چیزیں میں اس شخص سے سن آیا ہوں وہ صرف خبریں ہیں اور بشارتیں اہل عرب آپ ہی اس شخص سے سمجھ لیں گے اور تمہاری مزاحمت کی ضرورت نہوگی ۔ اور اگر یہ شخص اہل عرب پر غالب آگیا تب بھی تمہارے حسب خواہ ہوگا کیونکہ اس کا ملک تمہارا ملک ہوگا ۔ اور اسکی عزت تمہاری عزت ۔ الغرض تم دونوں حالتوں میں خوش قسمت ہوگے یہ سنکر تمام لوگ کہنے لگے اے ابا ولید

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان کا جادو تم پر بھی چلگیا۔ عتبہ نے کہا۔ بات یہ ہے کہ مین نے اپنی رائے کہدی اب تمکو جو اچھا معلوم ہو وہ کرو۔

ہجرت حبشہ نبوّت کا ساتوان سال

کفار قریش کو اسلام کی مخالفت مین ناکامیابی پر ناکامیابی ہی ہوئی جاتی تھی۔ حضرت حمزہ کے اسلام لانے سے وہ شکستہ خاطر ہو ہی رہے تھے کہ عتبہ کی سفارت کا برعکس نتیجہ دیکھکر اونکا سوہات کا دل بھی ھبرکا ہوگیا۔ ان تیرہ قلبون کو اسلام کے انوار حقیقت کی روشنی تھوڑی ہی تھوڑی معلوم ہونے لگی تھی۔ اور وہ براۃ العین اسکی معجز نما صداقت کے مشاہدات کرتے جاتے تھے لیکن جہالت کی سیاہی اور ضلالت کی تیرگی اُنکی خط تقدیر بنی ہوئی تھی۔ اور فطرتی بیرحمی اور شقاوت پتھر کی لکیر ہو ہی تھی۔ ان مشاہدات کے بعد بھی اسلام کی مخالفت مین اونکی ستمگاری اور خونخواری موقوف نہین ہوئی بلکہ بخلاف اسکے اونکی جور وجفا اور ظلم وایذا اتنی بڑہ گئی کہ آخرکار خدا ورسولؐ کو غریب مسلمانون کی حفاظت جان ومال کا خاص طور پر انتظام کرنا ہوا۔ ابن ہشام اور طبری لکھتے ہین۔

فقال (النبی صلعم) لهم لو خرجتم الی ارض الحبشة فانّ بها ملكا لا يظلم عنده احد وهی ارض صدق حتی يجعل الله لكم فرجا مما انتم فيه فخرج عند ذلك المسلمين اصحب رسول الله صلے الله عليه واله وسلم الی ارض الحبشة مخافة الفتنة وفرارا الی الله بدينهم فيهم فكانت اول هجرة فی الاسلام ص ابن ہشام

جناب رسول خدا صلعم نے ارشاد کیا کہ تمہارے لئے بہتر ہے کہ یہان سے ملک حبشہ کی طرف چلے جاؤ کیونکہ وہان کا بادشاہ رحمدل اور انصاف پسند ہے اور اوسکی حکومت مین ایک کو دوسرے پر ظلم کرنیکی مطلق مجال نہین ہے اوسکے ملک والے بھی سچے ہین اور متدین۔ تم لوگ وہان قیام کرو تا وقتیکہ خداوند عالم تمکو ان مصائب سے مخلصی عطا فرمائے ارشاد نبوی کے مطابق مسلمانون کی ایک معتدبہ جماعت فتنہ وفساد کی خوف سے اور خدا کی محافظت دین کے خیال سے فرار اختیار کرکے ملک حبش کیطرف چلی گئی۔ اور یہ اسلام مین پہلی ہجرت تھی۔

ملک حبش کو اہل عرب سے جیسی قربت اور تعلق تھا وہ ظاہر ہے حبش قریش کا قدیم مرکز تجارت تھا۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ منجملہ اور چیزون کے مکہ کا نفیس مال اور بہت بڑا تحفہ چمڑا ہوتا تھا خصوصاً رنگا ہوا چمڑا مکہ اور عموماً حجاز کی خاص صنعت شمار کیجاتی تھی۔ اور کتابون سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مکہ اور شام سے جو مال تجارت کے لئے حبش کو جاتا تھا وہ علی الاکثر چمڑا ہی ہوتا تھا۔

اہل عرب حبش کے بادشاہ کو نجاشی کہتے تھے۔ نجاشی حبشی زبان کے لفظ نجوش کی تعریب ہے جسکے معنی زبان حبش مین بادشاہ کے ہین۔ موجودہ نجاشی (شاہ حبش کا نام) اصحمہ تھا۔ تجارت کے کاروبار اور ہمیشہ کی آمد ورفت سے اہل عرب کو حبش کے تمام حالات معلوم تھے۔ اسی لئے مظلومین اسلام نے آنحضرت صلعم کے اس فرمان کو جو خاصکر اونکی حفاظت جان ومال پر مبنی تھا بسر وچشم قبول کرلیا۔

سب مسلمانوں کا ملک ایکبار جانا مصلحت وقت نہین تھا۔ اس لئے صحابہ کو دوبار ہجرت کرنی ہوئی۔ ایکبار گیارہ آدمیون کا قافلہ گیا۔ شبلی صاحب نے مفصلہ ذیل صحابہؓ کے نام دیے ہین۔

(۱) حضرت عثمانؓ مع اپنی زوجہ محترمہ رقیہ (۲) عتبہ مع اپنی زوجہ سہلہ نامی و پسر ابو حذیفہ نامی (۳) زبیر بن العوام (۴) مصعب بن عمیر (۵) عبد الرحمن بن عوف (۶) ابو سلمہ مخزومی مع زوجہ اُم سلمہؓ نامی (۷) عثمان بن مظعون (۸) عامر بن ربیعہ مع زوجہ لیلیٰ نامی (۹) ابو سبرہ بن ارہم (۱۰) حاطب بن عمر (۱۱) سہیل بن بیضاء (۱۲) عبد اللہ بن مسعود۔

تھوڑے ہی دنون کے بعد دوسرا قافلہ بھی روانہ ہوا۔ اسمین تقریبًا ۱۰۱ یا ۱۰۲ آدمی تھے۔ انکی تاخیر ہجرت کی وجہ انکی عسرت و ناداری تھی کہ وقت پر زاد و راحلہ کا سامان مہیا نہ ہو سکا۔ ان جملہ حضرات کے نام ابن ہشام نے جس تفصیل سے لکھے ہین وہ ذیل مین نقل کئے جاتے ہین۔

(۱) حضرت عثمانؓ اور اونکی زوجہ حضرت رقیہ (۲) عمرو ابن سعید بن عاص اور اونکی بی بی فاطمہ بنت مظعون (۳) خالد بن سعید بن عاص اور اونکی بی بی امینہ یا ہمینہ نامی قبیلہ بنی اُمیہ سے اتنے آدمی تھے قبیلہ بنی ہاشم سے (۴) حضرت جعفر ابن ابی طالب اور اون کی بی بی اسما بنت عمیس بنی اسد بن خزیمہ سے (۵) عبد اللہ بن جحش (۶) عبید اللہ بن جحش اور اونکی بی بی اُم حبیبہ بنت ابی سفیان (۷) قیس بن عبد اللہ اسدی۔ اور انکی بی بی برکہ بنت یسار غلام ابو سفیان (۸) معیقیب بن ابی فاطمہ بنی عبد شمس سے (۹) ابو حذیفہ بن عتبہ (۱۰) ابو موسیٰ الاشعری حلیف آل عتبہ نوفل بن عبد مطلب کے قبیلہ سے (۱۱) عتبہ بن غزوان بنی اسد بن عبد العزیٰ کے قبیلہ سے (۱۲) یزید بن ربیعہ (۱۳) عمرو ابن امیہ بنی عبد قصی سے (۱۴) طیب ابن عمر بنی عبد الدار سے (۱۵) مصعب ابن عمیر (۱۶) سویبط بن ہاشم (۱۷) جہم بن قیس (۱۸) عقیش بن عامر (۱۹) عامر بن ابی وقاص (۲۰) خزیمہ بنت جہم (۲۱) ابو الروم بن عمیر (۲۲) فراس ابن النضر (۲۳) بنی زہرہ سے عبد الرحمن بن عوف (۲۴) عامر بن ابی وقاص (۲۵) ابی وقاص مالک ابن اہیب (۲۶) مطلب بن ازہر اور اونکی بی بی رملہ بنی ہذیل سے (۲۷) عبد اللہ بن مسعود (۲۸) عتبہ بن مسعود (۲۹) مقداد بن اسود تیم بن زہرہ سے (۳۰) حرث ابن خالد اور اونکی بی بی ریطہ (۳۱) عمر بن عثمان بنی مخزوم سے (۳۲) عبد الاسید اور اونکی بی بی ام سلمہ (۳۳) شماس عثمان بن عبد (۳۴) ہبار بن سفیان (۳۵) عبد اللہ بن سفیان (۳۶) ہشام بن ابی حذیفہ (۳۷) سلمہ بن ہشام (۳۸) عیاش بن ربیعہ (۳۹) حلیف بنی مخزوم سے معتب ابن عوف (۴۰) بنی جمح سے عثمان بن مظعون (۴۱) سائب ابن عثمان (۴۲) قدامہ بن مظعون (۴۳) عبد اللہ بن مظعون (۴۴) حاطب بن حرث اور اونکی بی بی فاطمہ بنت مجلل (۴۵) محمد بن حاطب (۴۶) حرث بن حاطب (۴۷) حطاب بن حرث اور اونکی بی بی فکیہہ بنت یسار (۴۸) سفیان بن معمر (۴۹) جابر بن سفیان (۵۰) جنادہ بن سفیان اور اون کی بی بی حسینہ (۵۱) انکے مادری بھائی شرحبیل بن حسینہ (۵۲) عثمان بن ربیعہ بنی سہم سے (۵۳) خنیس بن حذافہ (۵۴) عبد اللہ بن حرث (۵۵) ہشام بن عاص بن وائل (۵۶) عاص بن وائل (۵۷) قیس بن حذافہ (۵۸) ابو قیس ابن الحرث (۵۹) عبد اللہ بن حذافہ (۶۰) حرث بن الحرث (۶۱) معمر بن الحرث (۶۲) بشر ابن حارث

(۶۳) سعید بن عمرو (۶۴) عمیر بن رباب (۶۵) بنی زبید سے محمیہ بن الجزء بنی عدی بن کعب سے (۶۶) معمر بن عبداللہ (۶۷) عروہ ابن عبدالعزی (۶۸) عدی بن نضلہ (۶۹) نعمان بن عدی (۷۰) عامر بن عدی اور اون کی بی بی لیلی (۷۱) بنی عامر بن لوی سے - ابو سبرہ بن ابی ارہم اور اونکی بی بی ام کلثوم بنت سہل (۷۲) عبداللہ بن مخرمہ (۷۳) عبداللہ بن سہیل (۷۴) سلیط بن عمرو (۷۵) سکران بن عمرو اور اونکی بی بی سودہ بنت زمعہ (۷۶) مالک بن ربیعہ اور اونکی بی بی عمرہ بنت السعدی (۷۷) ابو حاطب بن عمرو (۷۸) سعد بن خولہ (۷۹) بنی حرث بن فہر سے ابو عبیدہ الجراح (۸۰) سہیل بن بیضا (۸۱) عمرو بن ابی سرح (۸۲) عیاض بن زہیر (۸۳) عمرو بن الحرث (۸۴) عثمان بن عبد غنم (۸۵) سعد بن عبد قیس (۸۶) الحرث بن عبد قیس

ابن ہشام نے تعداد تواسی کی لکھی ہے لیکن نام گنائے ہین چھیاسی کے - غالباً اونھون نے حلیف اشخاص کے نامون کو شمار نہین کیا ہے اور اسیطرح شوہرون کے ساتھ اونکی بی بیون کے نام بھی لکھدیے ہین مگر اونکو بھی شمار نہین کیا ہے یہ خواتین شمار مین اٹھارہ آتی ہین ان دونون کے مجموع سے حضرات مہاجرین حبشہ کی کل تعداد ایک سو چار معلوم ہوتی ہے -

مولوی شبلی صاحب بہت صحیح لکھتے ہین کہ عام مورخین کا خیال ہے کہ ہجرت اونھین لوگون نے کی جنکا کوئی حامی اور مددگار نہین تھا - لیکن فہرست مہاجرین مین ہر درجہ کے لوگ نظر آتے ہین - حضرت عثمانؓ بنی امیہ سے تھے جو سب سے زیادہ صاحب اقتدار (مالدار) خاندان تھا - متعدد بزرگ مثلاً زبیر[۱] اور مصعب خود آنحضرت صلعم کے خاندان سے تھے عبدالرحمن بن عوف اور ابو سبرہ معمولی بزرگ نہین تھے - اس بنا پر زیادہ تر قیاس یہ ہے کہ قریش کے ظلم و ستم بیکسون پر محدود نہ تھے - بلکہ بڑے بڑے خاندان والے بھی اونکے ستم سے محفوظ نہ تھے - ایک عجیب بات یہ ہے کہ جو لوگ سب سے زیادہ مظلوم تھے اور جنکو انگارون کے بستر پر سونا پڑتا تھا یعنی حضرت بلال - عمار - یاسر - وغیرہ - ان لوگون کے نام مہاجرین حبش کی فہرست مین نہین پائے جاتے - یا تو انکی بے سروسامانی اس حد تک پہونچی تھی کہ سفر کرنا ہی دشوار تھا - یا یہ کہ درد کے لذت آشنا تھے - اور اس لطف کو چھوڑ نہ سکتے تھے ؎ دلم ز جور تو آسودہ است وہی تالم ✦ کہ غیر بی بہرہ لذت خدنگ ترا ✦

ملک حبش مین مہاجرین کا داخلہ کفار قریش ایسے کیا تھے جو مسلمانون کی کسی نقل و حرکت کی خبر پاتے اور خموش رہجاتے - مہاجرین کی روانگی کی خبر ملتی ہی قریش کا ایک دستہ اس قصد و ارادے سے فوراً روانہ ہوا کہ جانیوالون کو راستہ ہی مین گرفتار کر لیا جاوے لیکن جبتک یہ پہونچین پہونچین مہاجرین کشتی پر سوار ہوکر ساحل سے روانہ ہو چکے تھے - اس لئے تعاقب کرنیوالے ناکامیاب واپس آئے - لیکن ناکامی اور محرومی کے بعد بھی وہ اپنی چالون سے باز نہ رہے - جیسا کہ بہت جلد بیان ہوتا ہے -

[۱] خاندان رسالت مین زبیر و مصعب آپ کو یاد آئے اور جعفر ابن ابی طالب کا نام بالکل فراموش ہو گیا - حالانکہ صفیہ کے لڑکون اور ابیطالب کے صاحبزادون مین جو فرق ہے وہ دنیا جانتی ہے اور انھین سے باعتبار علاقہ نسبی کے آنحضرت کیساتھ جتنی قربت ہے وہ شبلی صاحب کی اس کوتاہ قلمی سے چھپ نہین سکتی - المؤلف

مہاجرین کو نجاشی۔ شاہ حبش نے اپنے ملک مین نہایت آرام اور امن و امان سے رکھا۔ اور کامل طور پر انکو مذہبی آزادی عنایت کی۔ ابن ہشام حضرت ام المومنین ام سلمہ کا یہ قول خود اونکی زبانی نقل کرتے ہین۔

لما نزلنا ارض الحبشة جاورنا بها خير جار النجاشي امنا على ديننا وعبدنا الله تعالى لا نؤذى ولا نسمع شيئا نكرهه سیرۃ ابن ہشام ص ۱۱۵

جب ہم لوگ ملک حبش مین پہونچے تو نجاشی، بادشاہ حبش ہمارے ساتھ براحم پیش آتا رہا۔ اور ہم لوگ پورے امن کے ساتھ اپنے دین پر قائم تھے اور آزادی سے خدائے تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے کوئی ہمین ایذا نہ دیسکتا تھا اور نہ ہم کوئی کروہات سنتے تھے۔

شبلی صاحب مہاجرین کے آیندہ واقعات لکھتے ہین۔

نجاشی کی بدولت مسلمان حبش مین امن و امان سے زندگی بسر کرنے لگے لیکن قریش یہ خبرین سُن سُن کر پیچ و تاب کھاتے تھے آخر یہ رائے ٹھیری کہ سفارت بھیجی جائے کہ ہمارے مجرمون کو اپنے ملک سے نکال دو۔ عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن عاص (فاتح مصر) اس کام کے لئے منتخب ہوئے۔ نجاشی اور اوسکے درباریون مین ایک ایک کے لئے گران بہا تحفے مہیا کئے گئے امام احمد بن حنبل کی مسند مین مسند اہلبیت کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ تحفہ بھی علی الاکثر مکہ کا مشہور چمڑہ تھا۔ غرض نہایت سروسامان سے یہ سفارت حبش کو روانہ ہوئی۔

یہ سفراء نجاشی سے پہلے درباری پادریون سے ملے اور اونکی خدمت مین نذرین پیش کین اور کہا کہ ہمارے چند نادانون نے ایک نیا مذہب ایجاد کیا ہے ہم نے اونکو نکالدیا۔ تو آپ کے ملک مین بھاگ آئے کل ہم بادشاہ کے دربار مین جو درخواست پیش کرین تو آپ بھی ہماری تائید فرمائین۔

نجاشی کے دربار مین قریش کی اپیل
اُسکی تردید مین حضرت جعفر کی تقریر

دوسرے دن سفراء دربار مین گئے۔ اور نجاشی سے درخواست کی کہ ہمارے مجرم ہمارے حوالے کردیئے جائین۔ درباریون نے بھی تائید کی۔ نجاشی نے مسلمانون کو بلا بھیجا۔ اور کہا کہ تم نے یہ کون سا دین ایجاد کیا ہے جو نصرانیت اور بت پرستی دونون کے مخالف ہے۔

مسلمانون نے اپنی طرف سے گفتگو کرنے کیلئے حضرت جعفر (حضرت علی کے بھائی) کو انتخاب کیا۔

سفراء قریش کی تردید مین حضرت جعفر نے نجاشی کے سامنے یہ تقریر کی۔

ایھا الملک۔ ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے۔ بت پوجتے تھے مُردار کھاتے تھے۔ بدکاریان کرتے تھے ہمسایون کو ستاتے تھے۔ بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا۔ قوی لوگ کمزورون کو کھا جاتے تھے۔ اس اثناء مین ہم مین ایک شخص پیدا ہوا جسکی شرافت اور صدق و دیانت سے ہم لوگ پہلے سے واقف تھے اوس نے ہمکو اسلام کی دعوت دی اور یہ سکھلایا کہ ہم پتھرون کو پوجنا چھوڑدین سچ بولین۔ خونریزیون سے باز آئین یتیمون کا مال نہ کھائین ہمسایون کو آرام دین عفیف عورتون کو

پر بدنامی کا داغ نہ لگائین۔ نماز پڑہین۔ روزے رکہین۔ زکوٰۃ دین۔ ہم اوسپر ایمان لائے شرک اور بت پرستی چھوڑدی۔ اور تمام اعمال بد سے باز آئے اس جرم پر ہماری قوم ہماری جانکی دشمن بنگئی۔ اور اب ہمکو مجبور کرتی ہے کہ پھر اوسی گمراہی مین واپس آجائین

نجاشی نے کہا جو کلام تمہارے پیغمبر پر اوترا ہے کہین سے پڑہو۔ حضرت جعفرؓ نے سورہ مریم کی چند آیتین سنائین۔ نجاشی پر رقت طاری ہوئی۔ اور آنکھون سے آنسو جاری ہوگئے پھر کہا کہ خدا کی قسم یہ کلام اور انجیل ایک چراغ کے پرتو ہین یہ کہکر سفراے قریش سے کہا کہ تم واپس جاؤ مین ان مظلومین کو کبھی واپس نہ دونگا۔

دوسرے دن عمرو عاص نے پھر دربار شاہی مین رسائی حاصل کی۔ اور نجاشی سے کہا حضور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے ہین؟ نجاشی نے مسلمانون کو بلا بھیجا کہ اس سوال کا جواب دین ان لوگون کو تردد ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ کے ابن اللہ ہونے سے انکار کرتے ہین۔ نجاشی عیسائی ہے۔ ناراض ہو جائیگا حضرت جعفرؓ نے کہا کچھ ہو۔ ہم کو سچ بولنا چاہیئے۔ غرض یہ لوگ دربار مین بلائے گئے۔ حاضر ہوئے تو نجاشی نے پوچھا تملوگ حضرت عیسیٰؑ کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے ہو حضرت جعفرؓ نے کہا کہ ہمارے پیغمبر صلعم نے بتلایا ہے کہ عیسیٰ خدا کا بندہ اور پیغمبر اور کلمۃ اللہ ہین نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اوٹھا لیا اور کہا واللہ جو تم نے کہا عیسیٰؑ اوس سے اس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہین۔ بطریق جو دربار مین موجود تھے نہایت برہم ہوئے نتھنون سے خرخراہٹ کی آواز آنے لگی۔ نجاشی نے اونکے غصہ کی کوئی پروا نہ کی اور قریش کے سفیر بالکل ناکامیاب واپس آئے۔

اس اثناء مین کسی دشمن نے نجاشی کے ملک پر حملہ کیا۔ نجاشی اوس کے مقابلہ کے لئے خود گیا۔ صحابہ نے مشورہ کیا کہ ہم مین سے ایک شخص جائے اور خبر بھیجتا رہے۔ اگر ضرورت ہو تو ہم بھی نجاشی کی مدد کے لئے آئین۔ حضرت زبیرؓ اگرچہ سب سے کمسن تھے لیکن اونھون نے اس خدمت کے لئے اپنے کو پیش کیا۔ مشک کے سہارے دریاے نیل تیر کر رزمگاہ مین پہونچے۔ ادہر صحابہ نجاشی کے لئے خدا سے دعاے فتح کرتے تھے۔ چند روز کے بعد زبیرؓ واپس آئے اور خوشخبری سنائی کہ نجاشی کو خدا نے فتح دی۔

یہان تک حالات لکھکر شبلی صاحب نے عیسائی مصنف مسٹر مارگیولوس کا اعتراض عبارت حاشیہ مین لکھا ہے۔ مارگولوس نے ہجرت حبش کی بھی بڑی نازک اور دور از نظر وجہ تلاش کرکے پیدا کی ہے۔ فرماتے ہین کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ قریش سے عہدہ برا نہین ہو سکتے اور یہ پہلے سنا تھا کہ کعبہ کے گرانے کے لئے ابرہۃ الاشرم جو آیا تھا وہ حبش ہی کا تھا۔ اس لئے انھون نے چاہا کہ بادشاہ حبش سے سازش کرکے اوسکو مکہ پر حملہ کرنیکی ترغیب دین تاکہ قریش کا زور ٹوٹ جائے۔ اس غرض سے ہجرت کا بہانہ کرکے آپ نے اصحاب کو حبش بھیجا لیکن پھر سمجھے کہ نجاشی اگر مکہ مین آیا تو مکہ پر خود قابض ہو جائیگا۔ مجکو کیا ہات آئے گا۔ اس بنا پر اس ارادے سے باز رہے۔ یہ بالکل بے ثبوت بات ہے۔ صرف بے ثبوت لکھدینے سے بے ثبوت ہونیکی دلیل قایم نہین ہوتی۔ آمین کوئی کلام نہین کہ اس متعصب عیسائی مولف کو

وہ سوجھی جو حقیقتاً مشرکین کو بھی نہین سوجھی تھی لیکن مارگولوس کو اس معنویانہ وہم وقیاس کی کوئی سند کوئی حوالہ پیش کرنا چاہیے تھا۔ جیسا کہ اس سے قبل اوسنے اپنی اکثر غلط فہمیون کے ثبوت مین ضعیف اور موضوع مرویات اسلامی کو پیش کیا ہے۔ اگر اسلامی سند اوسکے پاس اسکی تائید مین موجود نہین ہے۔ تو اوسکی یہ تعریض نہ ہمارے لئے قابل توجہ ہے اور نہ ہم اسکے ذمہ دار ہین جب مارگیولوس نے کوئی سند پیش نہین کی تو تعصب و نفسانیت کے سوا اوسکے اس مجنونانہ قیاس کی کوئی دوسری وجہ نہین ہوسکتی۔

حضرت عمرؓ کا اسلام لانا ۶ ؁ نبوت

مشرکین قریش اپنی ناکامی اور اسلام کی کامیابی اور ترقی کو اپنی دونون آنکھون سے دیکھ رہے تھے۔ لیکن اپنی جہالت وضلالت سے ہلتے نہین تھے۔ انوار اسلام نے قریب قریب اون تمام سیہ کارون کے گھرون مین اپنی روشنی پہونچا دی تھی لیکن اونکی بدبختی آجتک اونکو اسکے احساس سے محروم رکھے تھے حضرت حمزہؓ کے اسلام لانے سے وہ دل شکستہ ہوچکے تھے عمرو عاص کی سفارت حبشہ بھی پیام یاس لائی تھی کہ یکایک ایک تازہ مصیبت۔ یک لشد دو شد کی صورت نمایان ہوئی جسکی انکو سوتے جاگتے کوئی امید بھی نہ تھی اور نہ توقع۔ یہ مصیبت حضرت عمرؓ کا مشرف باسلام ہونا تھا حضرت عمرؓ کی مخالفت اسلام معمولی نہین تھی۔ اونکی مخالفت کا اثر مظلومین اسلام کے دائرے مین چارون طرف پھیلا ہوا تھا۔ خصوصاً بیچارے اور بیکس مسلمان کنیزان تو بس انکی زد وکوب سے اگر مرتی نہین تھین تو مرنے کے بالکل قریب ہوجاتی تھین ایسے شدید دشمن اسلام کو رام کرنا قدرت ہی کا کام تھا۔ شبلی صاحب مفصلاً یون رقمطراز ہین۔

حضرت عمرؓ کا ستائیسوان سال تھا کہ آفتاب رسالت طلوع ہوا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے حضرت عمرؓ کے گھرانے مین زید کی وجہ سے توحید کی آواز نامانوس نہین رہی تھی۔ چنانچہ سب سے پہلے زید کے بیٹے سعید اسلام لائے۔ زید کا نکاح حضرت عمرؓ کی بہن فاطمہ سے ہوا تھا۔ اس تعلق سے فاطمہ بھی مسلمان ہوگئیں۔ اس خاندان مین ایک اور معزز شخص نعیم ابن عبداللہ نے بھی اسلام قبول کرلیا تھا۔ لیکن حضرت عمرؓ اسلام سے ابھی تک بیگانہ تھے۔ ان کے کان مین جب یہ صدا پہونچی تو سخت برہم ہوئے۔ یہانتک کہ قبیلہ مین جو لوگ اسلام لاچکے تھے اونکے دشمن بنگئے لبینہ انکے خاندان کی کنیز تھی جس نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ اوسکو بے تحاشا مارتے۔ اور مارتے مارتے تھک جاتے تو کہتے دم لے لون تو پھر مارونگا۔ لبینہ کے سوا اور جس جس پر قابو چلتا تھا زد وکوب سے دریغ نہ کرتے تھے لیکن اسلام کا نشہ ایسا تھا کہ جسکو چڑھتا تھا اوترتا نہ تھا۔ ان تمام سختیون پر بھی وہ ایک شخص کو اسلام سے بیدل نہ کرسکے۔ آخر مجبور ہوکر (نعوذ باللہ) خود بانی اسلام کے قتل کا ارادہ کیا۔ تلوار کمر سے باندھی۔ رسول اللہ صلعم کی طرف چلے۔ کارکنان قضا نے کہا ؎

آمدآن یارے کہ ما می خواستیم۔ راہ مین اتفاقاً نعیم بن عبداللہ مل گئے۔ ان کے تیور کو دیکھکر پوچھا خیر ہے؟ بولے کہ محمد صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کا) فیصلہ کرنے جاتا ہون۔ انھون نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ خود تمہاری بہن اور بہنوئی اسلام لا چکے ہین فوراً پلٹے اور بہن کے پاس پہونچے وہ قرآن پڑھ رہی تھین۔ انکی آہٹ پاکر چپ ہوگئین اور قرآن کے اجزا چھپا لیئے لیکن آواز انکے کانون مین پڑ چکی تھی۔ بہن سے پوچھا یہ کیسی آواز تھی بولین کچھ بھی نہین۔ انھون نے کہا مین سُن چکا ہون تم دونون مُرتد ہوگئے ہو۔ یہ کہکر بہنوئی سے دست وگریبان ہوگئے۔ اور جب انکی بہن بچانے کو آئین تو انکی بھی خبر لی۔ یہان تک کہ ان کا تمام جسم لہولہان ہوگیا لیکن اسلام کی محبت اس سے بالاتر تھی بولین عمر جو بن آئے کرو لیکن اسلام اب دل سے نکل نہین سکتا۔ ان الفاظ نے دل پر خاص اثر کیا حضرت عمر نے بہن کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھا۔ انکے جسم سے خون جاری تھا یہ دیکھکر اور بھی رقت ہوئی۔ فرمایا تم لوگ جو پڑھ رہے تھے مجھکو بھی سناؤ۔ فاطمہ نے قرآن کے اجزا لاکر سامنے کر دیئے اوٹھا کر دیکھا تو یہ سورۃ تھی۔

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ | زمین آسمان جو کچھ ہے خدا کی تسبیح پڑھتا ہے اور خدا ہی غالب اور حکمت والا ہے

ایک ایک لفظ پر انکا (حضرت عمر کا) دل مرعوب ہوتا جاتا تھا۔ یہان تک کہ جب اس آیت پر پہونچے اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (خدا اور اوسکے رسول پر ایمان لاؤ) تو بے اختیار پکار اوٹھے۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ مین گواہی دیتا ہون کہ سوائے خدا کے کوئی دوسرا خدا نہین ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوسکے رسول ہین۔

یہ وہ زمانہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارقم کے مکان مین جو کوہ صفا کی تلی مین واقع تھا پناہ گزین تھے حضرت عمر نے آستانہ مبارک پر پہونچکر دستک دی چونکہ شمشیر بکف گئے تھے صحابہ کو تردد ہوا لیکن حضرت حمزہ نے کہا۔ آنے دو مخلصانہ آتا ہے تو بہتر ہے۔ ورنہ اوسی کی تلوار سے اوس کا سر قلم کردون گا۔ حضرت عمر نے قدم اندر رکھا تو رسول اللہ صلعم خود آگے بڑھے اور اونکا دامن پکڑ کے کہا۔ کیون عمر کس ارادے سے آیا ہے۔ نبوت کی پُرجلال آواز نے انکو کپکپا دیا۔ نہایت خضوع کیساتھ عرض کیا (کی) ایمان لانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیساختہ اللہ اکبر پکار اوٹھے۔ اور ساتھ ہی تمام صحابہ نے ملکر اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا کہ مکہ کی تمام پہاڑیان گونج اٹھین۔

شبلی صاحب کے عقیدے مین حضرت عمرؓ کے اسلام لانیسے اسلام مین جان بھی آگئی اور خاص شان بھی اسلئے آپ نے اپنے قدیم طریقہ اختصار سے دست بردار ہوکر خاص طور پر تفصیل سے کام لیا ہے لیکن تاہم اپنی خودغرضی کے اصول کو یہان بھی ترک نفرمایا۔ اصل ماخذ مین جو امور مفید مطلب آپ کے تھے اوتنے تو لکھے گئے باقی القط یہ نہ مولف کی شان ہے اور نہ محقق کا انداز بیان۔

آپ نے حضرت عمرؓ کے اسلام لانیکی صورت اس انداز پر کھینچی ہے جس سے یہ امر پایا جاوے کہ موصوف کا اسلام لانا اونکی ذاتی تحقیق اور حسن تعقل کا نتیجہ ثابت ہو۔ جیسا کہ حضرت ابوذر غفاری ابوالطفیل دوسی وغیرہم کی حالات وواقعات سے معلوم ہوچکا ہے۔ حالانکہ ابن ہشام آپ کے اصلی ماخذ کی عبارت اسکے خلاف حقیقت حال بتلاتی ہے اور اسکی

تصریح کو آپ بالقصد اپنے ترجمہ سے نکال دیتے ہین۔ ابن ہشام کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے خاندان کے لوگون نے اسلام کی تعلیم خاص رسول اللہ صلعم سے بھی نہین پائی تھی۔ بلکہ خبّاب بن الارت کے واسطے اس موقع پر حضرت عمرؓ کے بھی راہ نمایہی بزرگ تھے۔ اور حضرت عمرؓ نے بھی انھین سے اسلام کی خوبی اور بانی اسلام علیہ السلام کے دربار رسالت تک اپنی باریابی کے متعلق مستفسرات کئے تھے۔ اور خباب بن الارت نے انکو تشفی بخش جواب دیکر قبول اسلام اور حصول زیارت حضرت سید الانام پر آمادہ اور تیار کر دیا تھا۔ ابن ہشام کی عبارت یہ ہے۔

فرجع عمر عامدا الی اختہ وختنہ وعندھما خباب بن الارت معہ صحیفۃ فیھا طٰہٰ یقرئھا ایاھا فلمّا احسّ عمر لغیّب خباب فی مخدع لھما او فی بعض البیت

عمرؓ اپنی بہن اور بہنوئی کی تنبیہ کا قصد مصمم کرکے اُسوقت پہونچے جب خباب بن ارت اُن دونو آنکی بہن اور بہنوئی کو اپنے صحیفہ مین سے جو انکے ہمراہ تھا سورہ طٰہٰ کی آیتین سنا رہے تھے جب حضرت عمرؓ کے آنیکی آہٹ ملی تو خباب اونکے گھر کی کسی پوشیدہ جگہ مین جا چھپے۔ یا قریب کے کسی مکان مین چھپ گئے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس خاندان مین معلّم اسلام خباب بن الارت تھے۔ انھین کے فیضان تعلیم نے ان لوگون کو مسلمان بنا دیا اتنی عبارت شبلی صاحب نے ترجمہ نہین کی ہے۔

بھائی بہن مین اجزاے قرآن کے دکھلانے کی نسبت جو مکالمات ہوے وہ ابن ہشام کے الفاظ مین یہ ہین۔

قال لاختہ اعطینی ھذہ الصحیفۃ التی یقرؤن لقا انظر ما ھذا الذی جاء بہ محمّد وکان عمر کاتبا فلمّا قال ذلک قالت لہ اختہ انا نخشاک علیھا قال لا تخافی وحلف لھا بالھتہ لیردّنّھا اذا قرأھا الیھا فلمّا قال ذلک طمعت فی اسلامہ فقالت لہ یا اخی انک نجس علی شرکک وانہ لا یمسّھا الا الطاھر فقام فاغتسل فاعطتہ الصحیفۃ

حضرت عمرؓ نے اپنی بہن سے کہا کہ وہ صحیفہ جو تم لوگون پر پڑہا جاتا تھا مجھے دو تو ہم دیکھین کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیا نازل ہوا ہے۔ چونکہ حضرت عمرؓ پڑہنا لکھنا جانتے تھے اسلئے اونھون نے ایسا کہا یعنی مانگ کر دیکھنا چاہا بہن نے جواب دیا کہ مجھے خوف ہے کہ تم اُسے ضایع کر دوگے حضرت عمرؓ بولے تم خوف نہ کرو۔ اور اپنے معبودون کی قسم کھا کر کہنے لگے کہ ہم اوس صحیفہ کو پڑہکر واپس کر دین گے جب انھون نے ایسا کہا تو بہن کو انکے اسلام کی توقع ہوئی۔ لیکن کہا بھائی۔ بات یہ ہے کہ تم اپنی شرک کی وجہ سے ابھی تک نجس ہو۔ اور اس صحیفہ کو سوائے طاہر شخص کے کوئی دوسرا نہین چھو سکتا۔ یہ سنکر حضرت عمرؓ اٹھے اور فوراً غسل کر آئے تب بہن نے وہ صحیفہ دیا۔

اس عبارت کو بھی شبلی صاحب نے بالکل مرفوع القلم فرما دیا! اور حضرت عمرؓ کے قدیم انہماک فی الشرک اور اونکی بہن کے اخلاص فی الاسلام کے متضاد عوالم کو پیش کرنا خلاف غیرت سمجھا لیکن یہ امور انسان کی سعادت اور توفیقات سے متعلق ہوتے ہین آمین نسبی یا سببی قرابت اور خصوصیت کا دخل نہین ہے۔

اس کے بعد جب خباب بن الارث نے آڑ سے حضرت عمرؓ کو قرآن پڑہتے اور اوسکی روحانی مطالب و معانی سے اثر پذیر

ہوتے ہوئے دیکھ لیا تو ایکبارگی سامنے آ گئے۔ باہم جو گفتگو ہوئی وہ یہ ہے۔

فلما سمع ذلك الخباب بن الارت خرج اليها فقال له يا عمر والله لارجوان يكون الله قد خصك بدعوة نبيه فاني سمعته امس وهو يقول اللهم ايد الاسلام بابي الحكم بن هشام او بعمر بن الخطاب فالله الله يا عمر فدلني يا خباب على محمد حتى اتيه فاسلم فقال له خباب هو في بيت عند الصفا معه فيه نفر من اصحابه

جب خباب نے انکو (حضرت عمر کو) ٹھنڈے دل سے قرآن پڑھتے سن لیا تو سامنے آکر کہنے لگے اے عمر میں خیال کرتا ہوں کہ خدا نے تجھکو پیغمبر خدا کی قبول دعوت کیلئے خاص طور پر تجویز فرمایا ہے۔ کیونکہ کل ہم نے آنحضرت صلعم کو یہ دعا فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ پروردگار تو اسلام کی حمایت ابی الحکم بن ہشام (ابوجہل) یا عمر بن الخطاب کے ذریعہ سے فرما خدا کی قسم یہ بڑا اثر انہے۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر بولے کہ اے خباب تم اسی وقت مجھے آنحضرت صلعم کی خدمت میں لیچلو کہ میں اسلام لاؤں خباب نے کہا کہ وہ صفا کے پاس ایک مکان میں مقیم ہیں اور آپ کے ساتھ آپ کے چند اصحاب موجود ہیں۔ آپ وہیں چلے جائیں۔ ابن ہشام ص ۱۴۱ مصر

یہ عبارت بھی شبلی صاحب نے اپنی غرض خاص سے قلمزد فرمادی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ خباب بن الارت انکی راہ راست پر لانے۔ رسول اللہ صلعم کا نشان بتلانے اور اون کے اسلام لانیکے اصلی محرک ہوئے۔

قرآن مجید کے روحانی اثر نے جس طرح حضرت عمر کو مسخر کر لیا اوسکی کیفیت تو اوپر معلوم ہو چکی۔ اب خباب بن الارت کی رہنمائی سے جب شرفیاب زیارت ہوئے تو رسالت و نبوت کے تصرفات روحانی نے انکے رام کرنے میں جن عملی ترکیبوں سے کام لیا۔ اوسکے نقل و ترجمہ کو بھی شبلی صاحب قلم انداز فرما گئے۔ شاید حضرت عمر کی کسر شان سمجھی گئی۔ اوسکی حقیقت ابن ہشام کی زبانی یوں ہے۔

فاذن له الرجل ونهض اليه رسول الله صلعم حتى لقيه بالحجرة فاخذ بحجزته او بمجمع ردائه ثم جبذه بجبذة شديدة وقال ما جاء بك يا ابن الخطاب فوالله ما ارى ان تنتهي حتى ينزل الله بك قارعة ص ۱۲۰

حضرت عمر آئے۔ اجازت مانگی۔ آنحضرت صلعم کیطرف سے ایک شخص اندر آنیکی اجازت دیدی۔ آنحضرت صلعم خود انکی طرف بڑھے اور یہ حجرے تک آئے تھے کہ آنحضرت صلعم نے انھیں دیکھ لیا و بقول ابن ہشام کمر بند پکڑ کر یا بقولے انکے گوشہ ردا کو تھامکر سخت زور سے کھینچا اور پوچھا کیوں اے خطاب آج تم یہاں کیسے آئے۔ خدا کی قسم میں دیکھتا ہوں کہ تم میں تمام باتوں کی انتہا ہو گئی اور آخر خدا نے تمہیں وہ ڈراؤ یہاں بھجوایا۔

نہیں معلوم کہ حضرت صلعم کے ان چند الفاظ خطابیہ میں کیسی قیامت کے روحانی اثر تھے۔ اور آپ کے اوس کشش و سختی میں کیسی معجز نما تسخیر کی قوت مضمر تھی کہ حضرت عمر رض سے باوجود اتنی قدیم عداوت و خصومت کے اسموقع پر پیغمبر اسلام کے مقابلہ میں سوائے سرافگنی۔ عجز نمائی اور جبین سائی کے کچھ اور نہ بن پڑا۔ مندرجہ بالا سوال رسالت کے جواب میں نیچی آنکھیں کرلیں اور کہا۔

جئتك لاومن الله وبرسوله وبما جاء من عند الله

یا حضرت میں تو صرف خدا اور رسول اور جو کچھ اوس پر نازل ہوا ہے اون سب پر ایمان لانے کی غرض خاص سے حاضر ہوا ہوں۔

حضرت عمرؓ کے اسلام لانیکے متعلق اس روایت سے تو موصوف کی اپنی سعی و کوشش کی جگہہ - قدرت کی جبروت - رسالت کے روحانی فیوض - اور پیارے خباب دانکی بہن اور بہنوئی کی رہنمائی بقدر مشترک شامل معلوم ہوتی ہے - اس بنا پر شبلی صاحب کا ان استخفاف واقعات سے اگر یہ مدعا تھا کہ وہ حضرت عمرؓ کا اسلام لانا - بلا تحریک و مشارکت غیرے ثابت کرین تو وہ اون کے اصلی ماخذ کی عبارات مندرجہ بالا سے کسیطرح ثابت نہین -

حضرت عمرؓ کے اسلام لانیکے متعلق دوسری روایت

شبلی صاحب کی قدیم عادت ہے کہ تلاش واقعات مین آپ اوس واقعہ یا روایت کو نقل کرتے ہین جو آپ کے مفید مطلب ہوتی ہین اور ان واقعات و مرویات کو جن سے آپ کا مطلب نہین نکلتا بالکل قلم انداز کر دیتے ہین لیکن اس موقع خاص پہ آپ سے سخت غلطی واقع ہوئی ہے - آپ نے حضرت عمرؓ کے اسلام لانیوالے واقعہ مین تاریخ ابن ہشام کی صرف پہلی روایت کو ملخص اور قطع و برید کے بعد ترجمہ کرکے لکھا ہے اور اوس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے مین کسی کی تحریص و ترغیب کی مداخلت نہین تھی - حالانکہ اوپر کی عبارت سے دکھلا دیا گیا ہے کہ موصوف کے اسلام لانیوالے واقعہ مین خباب بن الارث کی تحریک خاص طور پر شامل تھی - افسوس ہے کہ شبلی صاحب کی نظر اپنے ماخذ اصلی کی دوسری روایت پر نہین گئی - جو اس سے زیادہ اونکے مفید مطلب تھی اور اُس سے ایک گونہ موصوف کی تحقیق خاص نکل سکتی تھی -

ابن ہشام نے شبلی صاحب کی اختیار کردہ روایت کی نسبت لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانیکے متعلق یہ وہ روایت جو خاص مدینہ کے لوگون مین مشہور ہے -

فهذا الحديث الرُّواة من اهل المدينة عن اسلام عُمرَ بن الخطّاب حين اسلم

حضرت عمرؓ کے اسلام لانیکے وقت کی یہ وہ روایت ہے جسکے راوی مدینہ کے لوگ ہین -

اس کے بعد ابن ہشام نے موصوف کے اسلام لانیکی وہ روایت نقل کی ہے جو مکہ کے راویون سے منقول و مذکور ہے -

حدثني عبد الله بن ابي نجيح مكي عن اصحاب عطاء ومجاهد واعمّن روى ذلك ان اسلام عمر فيما تحدّثوا به عنه انه كان يقول كنت عند الاسلام مباعدًا وكنت صاحب الخمر في الجاهلية احبّها واشربها وكان لنا مجلس يجتمع فيه رجال من قريش بالحزورة عند الدور آل عمر بن عبيد بن عمران المخزومي قال فخرجت ليلة اريد جلسائي اولٰئك في مجلسهم ذلك

ابن اسحق کہتے ہین کہ مجھسے عبداللہ بن نجیح مکی نے اپنے اصحاب عطاء و مجاہد سے اور اونھون نے اپنے راویون سے نقل کی ہے کہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانیکے متعلق اونکے علم و دانست مین یہ واقعہ گذرا جیسا کہ خود حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ مین ایام جاہلیت مین اسلام کا سخت مخالف اور شراب پینے کا سخت عادی تھا - خوب پیتا اور پلایا کرتا تھا - اور مکانات آل عمر بن عبید بن عمران المخزومی کے قریب ہماری شراب نوشی کی ایک صحبت گاہ قایم تھی جہان بہت سے جوانان قریش جمع ہوا کرتے تھے - مین ایکدن گھر سے اُٹھکر گیے

قال فجئتهم فلم اجد فيه منهم احدا قال فقلت لو انى جئت فلانا الخمار وكان بمكة يبيع الخمر لعلى اجد عنده خمرا فاشرب منها قال فخرجت فجئته فلم اجده قال فقلت لو انى جئت الكعبة فطفت بها سبعا او سبعين قال فجئت المسجد اريد ان اطوف بالكعبة فاذا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قائم يصلى وكان اذا صلى استقبل الشام وجعل الكعبة بينه وبين الشام وكان مصلاه بين الركنين الركن الاسود والركن اليمانى قال فقلت حين رايته والله لو انى استمعت من محمد الليلة حتى اسمع ما يقول فقلت لئن دنوت منه اسمع منه لاروعنه فجئت من قبل الحجر فدخلت تحت ثيابها فجعلت امشى رويدا ورسول الله صلعم قائم يصلى يقرء القرآن حتى قمت فى قبلته مستقبله ما بينى وبينه الا ثياب الكعبة قال لما سمعت القرآن رق له قلبى وبكيت ودخلنى الاسلام فلم ازل قائما فى مكانى ذلك حتى قضى رسول الله صلعم صلاته ثم انصرف وكان اذا انصرف خرج على دار ابن ابى حسين وكانت طريقه حتى يجيز على المسعى ثم يسلك بين دار عباس بن عبد المطلب وبين دار ازهر بن عبد عوف الزهرى ثم على دار الاخنس بن شريق حتى يدخل بيته وبين مسكنه صلى الله عليه وآله وسلم فى دار الرقطاء التى كانت بيدى معوية بن ابى سفيان قال عمر رضى الله عنه فتبعته حتى اذا دخل دار عباس ودار ابن ازهر ادركته فلما سمع رسول الله حسى عرفنى فظن رسول الله صلعم انى انما اتبعته لاوذيه فنهمنى ثم قال ما جاء بك يا ابن الخطاب

اس جلسہ گاہ میں جلسہ جانے کی غرض سے گیا لیکن یہاں پہونچکر میں نے کسی کو بھی نہ پایا۔ یہ تنہائی دیکھکر میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ شاید یہ لوگ فلان خمار یعنی شراب فروش کی دوکان پر گئے ہونگے جو مکہ میں شراب بنانے اور بیچنے کیلئے مشہور تھا۔ یہ خیال کرکے میں وہان چلا اور یہ بھی ارادہ کر لیا کہ اسی سے شراب لے کر پی لونگا لیکن اتفاق سے وہ بھی نہ ملا۔ اب مایوس ہو کر پھر گھر لوٹنے کا ارادہ کر لیا اور ساتھ ہی اسکے یہ بھی خیال آیا کہ خانہ کعبہ کا طواف رستے بار یا ستر بار کرتے چلیں۔ یہ ارادہ کرکے میں داخل مسجد الحرام ہوا میں نے جو ہیں طواف شروع کیا دیکھا کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں اور آپ شام کیطرف منہ کئے ہوئے نماز ادا کر رہے ہیں اور خانہ کعبہ آپ کے اور سمت شام کے درمیان واقع ہے اور اسوقت آپ کا مصلے رکن اسود اور رکن یمانی کے فیما بین قایم ہے آپکو دیکھکر میرے دلمیں یہ خیال آیا کہ کاش ہم آج رات کو آپ کی زبان قرآن ترجمان کو سن لیتے جن کو ہم اور لوگون کی زبانی سنا کرتے ہیں۔ لیکن اسکے ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ آپ کی تلاوت کو بغیر قریب گئے کیسے سن سکتا ہون یہ سنکر میں مقام حجر سے ہوتا ہوا آپ کے قریب آ گیا اور ٹہل ٹہل کر آپ کو سننے لگا۔ آپ اسیطرح نماز میں قایم رہکر تلاوت قرآنمجید فرماتے رہے یہانتک آپ کے آگے جاکر اسطرح کھڑا ہو گیا کہ مجھ میں اور آپ میں سوائے لباس کعبہ اور کوئی شے حائل نہیں تھی۔ پس میں نے جو ہیں آپ کی زبان مبارک سے قرآن کی سماعت کی فوراً میرے قلب میں رقت پیدا ہو گئی اور میں بیساختہ رونے لگا۔ اور اوسیوقت سے شعشعہ اسلام میرے دل میں جلوہ افروز ہوا۔ میں کچھ ایسا متاثر ہوا کہ جہان کھڑا تھا وہین کھڑا کا کھڑا رہگیا اور وہان سے ٹلا نہ ہلا۔ یہانتک کہ جناب رسولخدا صلعم نے اطمینان سے اپنی نماز تمام کی اور پھر آپ وہان سے چلے پھر آپ ابن ابی حسین[۵۱] کے طرف سے دار عباس بن عبد المطلب اور دار ابن ازہر بن عبد عوف الزہری کے درمیان ہو کر پھر دار خنیس بن شریق سے گذر کر اپنے مکان میں داخل ہوئے اور ان

۵۱ [illegible]

عندہ الساعۃ قال قلت جئت لاومن باللہ وبرسولہ وبما جاء من عند اللہ قال محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثم قال قد ھداک اللہ یا عمر ثم مسح صدری ودعا لی بالثبات ثم انصرفت عن رسول اللہ ودخل رسول اللہ صلعم بیتہ قال ابن اسحٰق واللہ اعلم ای ذلک۔

دنون آپ کا قیام دار ارقم مین تھا۔ جو بعدہٗ معاویہ بن ابو سفیان کے قبضہ مین آگیا تھا حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ مین آپ کے پیچھے پیچھے چلا۔ اور دار عباس بن عبد المطلب اور دار ابن ازہر کے درمیان آپ سے ملاقی ہوا۔ آنحضرت صلعم کو میرے آنے کی آہٹ مل گئی اور مجھ دیکھکر آپ کو یہ خیال گذرا کہ مین آپ کی ایذا دہی کے ارادے سے پیچھے پیچھے آتا ہون آپ نے مجھے آنے سے منع کیا اور ارشاد فرمایا کہ ای پسر خطاب تم اسوقت میرے ساتھ کیون آتے ہو۔ مین نے بیساختہ عرض کی کہ خدا پر۔ اوسکے رسولؐ پر اور اوس شے پر جو نازل فرمائی گئی ہے ایمان لانے کی نیت سے آتا ہون یہ سُنکر آنحضرت صلعم نے خدا کی حمد کی۔ اور پھر مجھسے ارشاد کیا۔ اے عمر۔ خدا نے تمھین ہدایت کی۔ پھر آپ نے میری سینہ پر اپنا دست مبارک رکھکر میرے ثبات ایمان کے لئے دعا فرمائی۔ اسکے بعد مین آنحضرت صلعم کی خدمت سے رخصت ہُوا۔ اور آپ اپنے مکان پر تشریف لیگئے۔

یہ دونون روایتین لکھکر ابن اسحاق کہتے ہین کہ ان دونون روایتون مین کون صحیح الواقعہ ہے یہ مین نہین کہ

ابن ہشام جلد اول صفحہ ۱۲۱ مطبوعہ مصر

اس روایت مین حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے متعلق جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ بہ مقابلہ سابق روایت کے اس امر کا زیادہ مظہر ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے اسلام لانے مین اپنی سعی وکوشش سے کام لیا۔ اور باوجود اپنی قدیم اور عظیم مخالفت اسلام قدرت کیطرف سے جب آپ کی ہدایت کے انتظام کیے گئے تو دم بھر مین انکی دشمنانہ مخالفت دوستانہ موافقت ہوگئی اور پھر یہ کہ جس سے یہ کوسون دور رہنا چاہتے تھے صورت دیکھنے کے بھی روادار نہ تھے اوس کے پاس خود دوڑے چلے آئے۔ اور خود بخود کہنے لگے اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ تعلیم وتلقین کے بعد بھی اصل ہدایت قدرت کا کام ہی وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی۔ ہم اپنے نفسون کی برائی اوسوقت تک دور نہین کرسکتے تاوقتیکہ پروردگار عالم اس امر اہم پر رحم نہ فرماسکے۔ آغاز جزو سیزدہم قرآن مجید سورہ یوسف۔

حضرت ابیطالبؑ اور قریش کی آخری وفد

کُفار قریش اور مشرکین کعبہ کی قسمتون مین سوائے ناکامی کے کچھ اور نہین تھا حالانکہ وہ اسلام کو اسوقت تک بالکل لاوجود سمجھتے تھے اور اونکا مغرورانہ خیال یہ تھا کہ اسکے تھوڑے بہت موجودہ وجود کو نابود کرنا بالکل اونکے اختیار مین ہے۔ جسوقت چاہین گے اسکو کالعدم کردینگے۔ لیکن اسکے خلاف مین اونکی پے درپے ناکامیون نے اونکو چونکا دیا تھا کہ اسلام اپنی ہمیقداری مین بھی اتنی قوت اور پائداری رکھتا ہے کہ اونکی کثرت اور جمعیت اون کے خلاف کچھ بھی نہ کرسکی۔ ممتازین قریش کا بالتدریج حلقہ بگوش اسلام ہونا۔ نجاشی کے پاس سے وفد کا محروم ومایوس واپس آنا۔ حضرت حمزہ اور حضرت عمرؓ کا اسلام لانا۔ اسلام کی کامیابی اور اونکی ناکامی کے مشاہدے تھے۔ جنکو وہ خود آنکھون سے

دیکھ چکے تھے اس بنا پر پھر قریش نے اپنی مخاصمانہ تدابیر میں استمالت کا طریقہ اختیار کیا۔ اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خود گفتگو کر کے اور حضرت ابیطالب کے ذریعہ سے فہمائش کرا کے آنحضرت صلعم کو تعلیم اسلام سے باز رکھنے کی سعی و کوشش شروع کی اور آنحضرت صلعم سے بالمشافہا گفتگو کرنے سے پہلے اپنی تدبیر کی سلسلہ جنبانی حضرت ابی طالب سے آغاز کی ابن ہشام نے جس تفصیل و ترتیب سے اپنی سیرت میں ان واقعات کو بیان کیا ہے ویسا کسی دوسرے مورخ اور سیرت نگار نے نہیں جمع کیا ہے۔ اس بنا پر ہم ذیل میں اونھیں کی تفصیل و ترتیب کو سلسلہ وار نقل کرتے ہیں۔

ثم مشوا الی ابی طالب ان لك سنا و شرفا و منزلۃ فینا وانا قد استنھیناك من ابن اخیك فلم تنھه عنا وانا واللہ لا نصبر علی ھذا من شتم آبائنا و تسفیه احلامنا و عیب الھتنا حتی تکفه عنا او ننازله وایاك فی ذلك حتی یھلك احد الفریقین اوکما قالوا له ثم انصرفوا عنه فعظم علی طالب فراق قومه وعداوتھم ولم یطب نفسا بالاسلام رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم لھم ولا خذلانه ان قریشا حین قالوا لابی طالب ھذه المقالة بعث الی رسول اللہ صلعم انه قد بدا الحمة وانه خاذله فابق علی وعلی نفسك ولا تحملنی من الامر مالا اطیق قال فظن رسول اللہ صلعم یا عم واللہ لو وضعوا الشمس فی یمینی والقمر فی یساری علی ان اترك ھذا الامر حتی یظھره اللہ او اھلك فیه ما ترکته قال ثم استعبر رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم فبکی ثم قام فلما ولی ناداه ابو طالب فقال اقبل یا ابن اخی قال فاقبل علیه رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم فقال اذھب یا ابن اخی فقال ما احببت فواللہ لا اسلمك لشیئ ابدا ا ھ

الغرض قریش ملکر پھر حضرت ابی طالب کے پاس آئے اور کہنے لگے ای ابوطالب ہم لوگوں کے آگے آپ کی بڑی عظمت اور قدر و منزلت ہے اور ہم سب ملکر آپ کی پاس یہ عرض کرنے آئے ہیں کہ آپ اپنے بھتیجے کو منع کریں اور اگر آپ اونھیں منع نکریں تو ہلوگ آپ کو یاد کرائے ہیں کہ اب ہم لوگوں میں اپنی بزرگوں کے حق میں برا سننے بیوقوف بنائے جانے۔ اور اپنے معبودوں کے عیب کی بیان و اعلان سننے کی ذرا بھی تاب نہیں ہے۔ آپ اونھیں چپ رہنے کی ہدایت کریں ورنہ ہم اونھیں جان سے مار ڈالیں گے اور آپ اکیلے ہلوگوں کا کچھ بھی نکر سکیں گے۔ یہ کہکر وہ لوگ تو چلے گئے اور ابیطالب کو اپنی قوم کی عداوت اور مفارقت بھی گراں معلوم ہوتی تھی اور اسیطرح جناب رسولخدا صلعم سے ان لوگوں کے کہنے کے موافق ترک تبلیغ اسلام کو کہنا بھی گوارا نہیں تھا۔ آخر کار جب یہ لوگ اوٹھکر چلے گئے۔ تو ابیطالب خود آنحضرت صلعم کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ ای جان عم۔ ابھی ابھی تمہاری قوم کے لوگ میرے پاس آئے تے اور ایسا ایسا کہتے تھے (اونلوگوں کی باتوں کو دُہرایا) تو میری خیال میں تمھیں میری اور اپنی جان کا بھی خیال کرنا چاہیے مجھپر اتنا بار نہ ڈالو کہ مجھسے نہ اوٹھ سکے۔ یہ سنکر آنحضرت صلعم کو خیال ہوا کہ چچا کی توجہ میری طرف سے کم ہوگئی۔ قریش کی تہدید و ترہیب سے وہ مجھے چھوڑ دینگے اور اپنی ساتھ نرکھیں گے اور میری حمایت و اعانت سے دست بردار ہوجائیں گے۔ چچا کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ چچا۔ اگر یہ لوگ آفتاب کو میرے داہنے ہاتھ پر لا رکھیں اور ماہتاب کو بائیں ہاتھ پر تب بھی میں اپنے کام سے نہ ہٹونگا اور نہ خدا کے حکم سے ایک حرف بھی کم و بیش کرونگا۔ خواہ وہ لوگ مجھے اس کام میں ہلاک کر ڈالیں۔ اتنا فرماکر آنحضرت صلعم پر عبرت و حسرت کی ایسی حالت طاری ہوئی کہ آپ آبدیدہ ہو گئے اور وہاں سے اوٹھکر روانہ ہوگئے حضرت ابیطالب نے آپکو جاتا ہوا دیکھکر آواز دی اور واپس بلایا۔ جناب رسولخدا صلعم چچا کی آواز سنکر واپس آئے تو ابیطالب

کہا جاؤ۔ جو تم کرتے ہو وہ کرو۔ اور جو تم کہتے ہو وہ کہو۔ مین جبتک زندہ ہون۔ کوئی تم پر دسترس نہین پاسکتا۔

قریش نے۔ ابیطالب سے اپنے معروضہ کے اثر کا دو چار روز تک انتظار دیکھا لیکن اپنی توقع کے خلاف تبلیغ اسلام مین آنحضرت صلعم کی وہی مستعدی اور سرگرمی دیکھی آمین ذرا بھی کمی نہین آئی تھی۔ تو اونکو ابکی بار بھی اپنی محرومی کا یقین ہوگیا۔ اور اونہون نے سمجھ لیا کہ قلبی تعلقات ابیطالب کو محمد (صلعم) کی دست برداری پر اوسوقت تک تیار نہین کرسکتے جبتک کہ ہم محمد کے برابر عزیز یا اون سے زیادہ عظیم معاوضہ ابیطالب کے آگے پیش نکرینگے۔ یہ تجویز کرکے ایک دوسری وفد۔ عمارہ بن ولید بن المغیرہ کو ساتھ لیکر ایک نئی فرمایش کرنیکے لئے ابی طالب کے پاس حاضر ہوئے۔ پوری کیفیت ابن ہشام کے الفاظ مین ملاحظہ ہو۔

ثم ان قريشا حين عرفوا ان ابو طالب قد ابى خذلان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم واسلامه واجماعه لفراقهم في ذلك وعداوتهم مشوا اليه بعمارة بن الوليد المغيرة فقالوا له فيما بلغني يا ابا طالب هذا عمارة بن الوليد انهد فتى في قريش واجمله فخذه فلك عقله ونصره واتخذه ولدا فهو لك واسلم الينا ابن اخيك هذا الذي قد خالف دينك ودين آبائك وفرق جماعة قومك وسفه احلامهم فنقتله فانما هو رجل برجل قال والله لبئس ما تسومونني اتعطونني ابنكم اغذوه لكم واعطيكم ابني تقتلونه هذا والله ما لا يكون ابدا قال فقال المطعم ابن عدى بن نوفل بن عبد مناف بن قصي والله يا ابا طالب لقد انصفك قومك وجهدوا على التخلص مما تكرهه فما اراك تريد ان تقبل منهم شيئا فقال ابو طالب للمطعم والله ما انصفوني ولكنك قد اجمعت خذلاني ومظاهرة القوم علي فاصنع ما بدا لك

جبکہ کفار قریش نے یقین کرلیا کہ ابی طالب آنحضرت صلعم دست بردار ہونگے اور ہمارے تفرقہ جماعت و عداوت کا کوئی خیال نہ کرینگے تو وہ لوگ اکٹھا پھر جمع ہوکر عمارہ بن ولید بن المغیرہ کو اپنے ہمراہ لیکر اونکے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یہ لڑکا جو تمام قریش مین خوشحال اور خوبجمال ہے حاضر ہے آپ اسکو اپنی تبنیت مین قبول فرمائین اسکی تعلیم و تادیب کرین نصرت و حمایت کرین۔ یہ آپ ہی کا ہوکر رہیگا اور اسکی جگہ اپنے بھتیجے کو جو اپنے بزرگون کے دین کا مخالف ہو اور آپ کی قومی جمیعت مین تفرقہ ڈالتا ہے اور آپ کے دانشمندان قوم کو بیوقوف بناتا ہے ہمکو حوالہ کردین کہ ہم اوسے مار ڈالین اس امر مین کوئی مضائقہ نہین کیونکہ ایک آدمی کے عوض مین ہم دوسرا آدمی ہم حاضر کرچکے ہین یہ سنکر حضرت ابیطالب نے کہا کہ تم لوگون نے مجھسے کیسی بُری خواہش ظاہر کی ہے تم مجھکو اپنا فرزند اس لئے دیتے ہو کہ مین آپکی ناز و نعم سے پرورش کرون اور اوسکے معاوضہ مین اپنا جگر بند تمہین دیدون کہ تم اسے جاکر قتل کرڈالو۔ خدا کی قسم یہ تمہاری ایسی فرمایش ہے جو مجھسے کبھی نہین ہوسکتی۔ ابوطالب کا یہ جواب سنکر مطعم ابن عدی بن نوفل بولا کہ ابوطالب تمہاری قوم نے بات انصاف کی کہی ہے۔ اور ان مکروہات سے جسے تم خوف رکھتے ہو اپنی مخلصی چاہتی ہے اور مدعا یہ ہے کہ تمہارے خلاف مین کسی امر کے اقدام کے لئے سبقت کرنیوالے نہ ٹھیرائے جائین۔ ابوطالب نے جواب دیا کہ خدا کی قسم کبھی قوم کے لوگون نے انصاف کی بات نہین کہی۔ بلکہ تمام لوگون نے میرے ترک کردیئے جانے اور مجھسے مقابلہ و مظاہرہ کرنے پر اتفاق کرلیا ہے۔ بہتر جو وہ سوچتے ہین کرین۔

اس وفد کا نتیجہ سب سے زیادہ قریش کے مقاصد کے خلاف نکلا۔ اور آج تک جو تھوڑی بہت توقع ہم قومیت اور ہم نسبیت کے

خیال پر لگی تھی وہ بالاتمام جاتی رہی۔ حضرت ابوطالب کی جواب صاف سے اونکو یقین ہوگیا کہ اونکی استدعا کو قبول کرلینا حضرت ابیطالب کے لئے قطعی ناممکن ہے مطعم بن عدی نے ابوطالب کو جواب مین قوم کی طرف سے جو ترجمانی کی اوس نے صاف صاف لفظون مین ظاہر کردیا کہ انکار کیحالت مین ابیطالب کے ساتھ قوم بھی مقابلہ و معارضہ کے لئے بالکل تیار ہے۔ ان واقعات سے بآسانی اندازہ کرلیا جاسکتا ہے کہ قریش کس حد تک خباب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل و ہلاکت پر اور اسلام کی تباہی و غارت پر آمادہ اور مستعد تھے اونکی سرگرمی اور پرجوشی بے خودی کے درجہ تک پہونچی ہوئی تھی کہ اس عالم خود فراموشی مین اونھون نے ایک ایسی مخالف فطرت انسانی استدعا حضرت ابیطالب کی خدمت مین پیش کی تھی جسکو انسان کیا کوئی حیوان بھی قبول نہین کرسکتا تھا حضرت ابی طالب نے جو جواب دیا وہ اسی اصول فطرت کے خلاف ہونیکی بنا پر مبنی تھا لیکن وہ کور عقل ایسے بے خود تھے کہ اسکا ذرا بھی احساس نہ کرسکے مطعم بن عدی بھی جو جہلائے قریش مین معتدل مزاج مشہور تھا۔ اس سے اثر پذیر نہو سکا اور وہ بخلاف اسکے کہ جانبین سے صلح و آشتی کے طریقہ و عنوان پیدا کرے۔ عداوت اور آیندہ محاربت کا اظہار کرنے لگا لیکن حضرت ابیطالب کی خدادادلی اور تعلقات قلبی اور اونکے استقلال اور عزم بالجزم نے اپنے فرزند کی حمایت و نصرت سے جو زیادہ تر یتیم ابوطالب کے خاص لقب سے مشہور تھا ہاتھ نہ اوٹھایا اور اونکی کثرت اپنی قلت اونکی تمول و مالداری اور اپنی ناداری و عیالداری کی ذرا پروا نکی۔ اور اونکی ایسی ناممکن العمل التماس و استدعا کا ایسا مسکت اور دندان شکن جواب دیا کہ اونکی حال و آیندہ کی تمام امیدین منقطع ہوگئین اور وہ قطعی مایوس ہوکر چلے گئے

قریش اور آنحضرت صلعم سے بالمشافہ گفتگو

سیہ بختان قریش اپنی اس کوشش مین بھی ناکامیاب رہے تو اونکی جہالت نے ایک دوسرے انداز کی معنویانہ تدبیر کیطرف اونکی رہبری کی ابیطالب کیطرف سے قطعی مایوس ہوکر اونھون نے بالنفس النفیس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے مطالبات پیش کئے ابن ہشام نے پوری تفصیل کیساتھ اس واقعہ کو قلمبند کیا ہے۔ اور صاحب رحمۃ للعالمین نے نہایت متانت و وضاحت سے اوسکا تمام و کمال ترجمہ کیا ہے ہم بخوف طوالت ابن ہشام کی اصل عبارت کی نقل کو زاید از ضرورت سمجھتے ہین اور رحمۃ للعالمین کی نقل ترجمہ کو اپنی اظہار مدعا کے لئے ضروری سمجھکر ذیل مین لکھدیتے ہین۔

قریش مکہ نے مشورۃ کی کہ محمد (صلعم) کو قوم کے سامنے بلا کر سمجھانا چاہیئے اس مشورت کے بعد اونھون نے نبی صلعم کو پاس کہلا بھیجا کہ کل سرداران قوم آپ سے کچھ بات چیت کرنا چاہتے ہین اور کعبہ مین جمع ہین نبی صلعم خوش خوش وہان گئے کیونکہ آپ کو اونکے ایمان لانے کی بڑی آرزو تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہان جاکر بیٹھے تو اونھون نے گفتگو کا آغاز اسطرح کیا۔

اے محمد صلعم ہم نے تجھے بات کرنے کے بلایا ہے۔ خدا کی قسم۔ ہم نہین جانتے کہ کوئی شخص قوم پر اتنی مشکلات لایا ہو جسقدر تم نے اپنی قوم پر ڈال رکھی ہین۔ کوئی برائی ایسی نہین ہے جو تمہاری وجہ سے ہم پر نہ آچکی ہو۔ اب تم یہ بتلاؤ کہ اگر تم نے اس نئے دین سے مال جمع کرنا چاہتے ہو تو ہم ابھی تمہارے لئے مال جمع کردین کہ اوتنا ہم مین سے کسی کے پاس روپیہ نکلے

اور اگر شرف و عزت کے خواستگار ہو تو ہم تمہیں اپنا سردار بنالیں اور اگر تم حکومت و سلطنت کے طالب ہو تو تمہیں اپنا بادشاہ مقرر کرلیں - اور اگر تم سمجھتے ہو کہ تمہیں جو چیز دکھائی دیتی ہے وہ کوئی جن ہے جو تم پر غالب آگیا ہے - تو ہم لوٹنے اور ٹوٹکون کے لئے اپنا مال صرف کریں کہ تم تندرست ہو جاؤ - یا قوم کے نزدیک معذور سمجھے جاؤ -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے جو کچھ کہا - وہ میری حالت کے ذرا بھی مطابق نہیں ہے جو تعلیم لیکر میں آیا ہون وہ نہ طلب سوال مال کیلئے ہے نہ طلب شرف یا حصول سلطنت کے واسطے ہے - بات یہ ہے کہ خدا نے مجھے تمہاری طرف اپنا رسول بناکر بھیجا ہے مجھ پر کتاب اتاری ہے - مجھے اپنا بشیر و نذیر بنایا ہے میں نے اپنے پیغام تمکو پہونچا دیے ہین اور تمہین بخوبی سمجھا دیا ہے اگر تم میری تعلیمات کو قبول کرلوگے تب وہ تمہارے لئے دنیا و آخرت کا سرمایہ ہے اور اگر رد کروگے تو مین اللہ کے حکم کا انتظار کرونگا کہ وہ میرے لئے اور تمہارے لئے کیا حکم بھیجتا ہے -

قریش نے کہا اچھا - محمد (صلعم) اگر تم ہماری باتون کو نہیں مانتے تو ایک اور بات سن لو تمکو معلوم ہے ہملوگ کس سختی سے دن کاٹ رہے ہین مال ہمارے پاس بہت کم ہے اور گذران بھی سب سے زیادہ تنگ ہے - اب تم خدا سے یہ سوال کرو ان پہاڑون کو ہمارے سامنے سے ہٹا دے تاکہ ہمارا شہر کھل کر میدان ہو جائے نیز ہمارے لئے ایسی نہرین جاری کردے جیسی شام و عراق مین جاری ہین - نیز ہمارے باپ دادا کو زندہ کردے - ان زندہ ہونیوالون مین قصی بن کلاب بھی ضرور ہون کیونکہ وہ ہمارے سردار تھے - اور سچ بولا کرتے تھے - ہم ان سے تیری نسبت پوچھین گے - اگر انہون نے تیری باتون کو سچ مان لیا اور تو نے ہمارے دوسرے سوالون کو بھی پورا کردیا - تب ہم بھی تجھے سچا مان لین گے - اور مان لینگے کہ ہان خدا کے ہان تیرا بھی کوئی درجہ ہے اور اس نے فی الحقیقت تجھے رسول بناکر بھیجا ہے جیسا کہ تو کہ رہا ہے **رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مین ان کامون کے لئے رسول بناکر نہیں بھیجا گیا - مین تو اس تعلیم کے لئے رسول بناکر بھیجا گیا ہون - اور مین نے خدا کے وہ پیغامات تمہین سنائے ہین اگر تم اس تعلیم کو قبول کرلوگے تو یہ تمہارے دنیا و آخرت کے لئے سرمایہ ہے اور اگر رد کروگے تو مین خدا کے حکم کا انتظار کرونگا - جو کچھ اوسے میرا تمہارا فیصلہ کرنا ہوگا - فرمائے گا -

قریش نے کہا کہ اچھا اگر تم ہمارے لئے کچھ نہیں کرتے تو خود اپنے لئے خدا سے حسب ذیل سوال کرو -

(۱) خدا ایک فرشتے کو تمہارے ساتھ مقرر کردے جو یہ کہتا رہے کہ یہ شخص سچا ہے اور ہمکو بھی تیری مخالفت سے منع کردے -

(۲) - تم اپنے لئے یہ بھی سوال کرو کہ باغ لگ جائین - بڑے بڑے محل بن جائین - خزانہ مین سونا چاندی جمع ہوجائے جسکی تمہین ضرورت بھی ہے - ابتک تو تم خود بازارین جاتے اور اپنی معاش تلاش کرتے ہو - ایسا ہوجانے کے بعد ہم تمہاری شرف و فضیلت کی پہچان حاصل کرینگے اور تجھے خدا کا رسول سمجھ لین گے - **رسول اللہ** صلعم نے فرمایا مین ایسا نہ کرونگا اور نہ اپنے خدا سے ایسا سوال کرونگا - اور ان باتون کے لئے مین مبعوث نہین کیا گیا ہون - مجھے تو اللہ نے بشیر و نذیر بنایا ہے تم مان لو تو تمہارے لئے ذخیرہ دارین ہے ورنہ مین صبر کرونگا - اور خدا کے فیصلہ کا منتظر رہون گا -

قریش نے کہا۔ اچھا تم آسمان کا ٹکڑا توڑ کر ہم پر گرا دو کیونکہ تمہارا زعم یہ ہے کہ اگر خدا چاہے تو ایسا کر سکتا ہے جبتک تم ایسا نہ کرو گے ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا یہ خدا کے اختیار میں ہے اگر وہ چاہے تو تمہارے ساتھ ایسا کر سکتا ہے۔

قریش نے کہا کہ محمدؐ (صلعم) یہ تو بتلاؤ کہ تمہارے خدا نے تمہیں پہلے سے یہ نہ بتلا دیا کہ ہم تمہیں بلائیں گے ایسے ایسے سوالات پیش کرینگے یہ یہ چیزیں طلب کرینگے۔ ہماری باتوں کا یہ جواب ہے۔ اور خدا کا منشا ایسا کرنے کا ہے چونکہ تمہارے خدا نے ایسا نہیں کہا۔ اسلئے ہم سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے تیری نسبت سنا ہے وہ صحیح ہے کہ یمامہ میں ایک شخص رہتا ہے جس کا نام رحمٰن ہے وہی تجھے ایسی باتیں سکھلاتا ہے۔ ہم تو رحمٰن پر کبھی ایمان نہ لائیں گے۔ محمدؐ (صلعم) یہ بھی سمجھ لو۔ آج ہم نے اپنے سب عذرات تمہیں سنا دیے۔ اب ہم آخر میں تم سے یہ بھی بقسمیہ کہے دیتے ہیں کہ ہم تجھے اس تعلیم کی اشاعت کبھی نہ کرنے دینگے یہانتک کہ ہم سب مرجائیں۔ یا تم مرجاؤ۔

یہانتک بات پہونچی تھی کہ اونمیں سے ایک شخص بول اوٹھا کہ ہم ملائکہ کی پرستش کرتے ہیں جو (نعوذ باللہ) خدا کی بیٹیاں ہیں دوسرا بولا محمدؐ (صلعم) ہم تمہاری باتوں کا یقین نہ کرینگے جبتک کہ خدا اور فرشتے ہمارے سامنے نہ آجائیں۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آخری بات سنکر اوٹھ کھڑے ہوگئے۔ اور آپ کے ساتھ عبداللہ بن ابو امیہ مغیرہ بھی اوٹھ کھڑا ہوا۔ یہ آپ کا پھوپی زاد بھائی۔ عاتکہ بنت عبدالمطلب کا بیٹا تھا۔ اوس نے کہا محمدؐ (صلعم) دیکھو تمہاری قوم نے اپنے لئے کچھ چیزوں کو تم سے چاہا وہ بھی تم نے نہ مانا۔ پھر اونھوں نے چاہا کہ تم خود اپنے لئے ایسی علامات کا اظہار کرو جس سے تمہاری قدر و منزلت کا ثبوت ہوسکتا ہوا سکو بھی تم نے قبول نہیں کیا۔ پھر اونھوں نے اپنے لئے تھوڑا سا وہ عذاب بھی چاہا۔ جس کا خوف تم دلایا کرتے ہو۔ تم نے اس کا بھی اقرار نہ کیا۔ اب میں بھی تم پر کبھی ایمان نہ لاؤنگا۔ ہاں اگر تم میرے سامنے آسمان پر زینہ لگاکر چڑھ جاؤ اور پھر میرے سامنے زینہ سے نیچے اوترآؤ اور تمہارے ساتھ چار فرشتے بھی آئیں اور وہ تمہاری شہادت بھی دیں۔ تب میں ایمان لا سکتا ہوں۔ اور اگر ایسا ہو بھی گیا تو میں تب بھی تم پر ایمان نہ لاؤنگا۔ رحمۃ للعلمین ص ۵۱ بحوالہ ابن ہشام ص ۱۰۱ جلد اول۔

قریش کے ان مکالمات نے ثابت کردیا کہ کوتہ بینان قریش منصب رسالت کو انسان کے مصنوعات سے سمجھے ہوئے تھے اور اغراض و مقاصد دنیاوی کے اجرا و حصول کا ذریعہ و وسیلہ یقین کرتے تھے۔ اونکے سنگین قلب اور بے حس ادراک اثر پذیری کی قابلیت و صلاحیت سے بالکل خالی تھے۔ وہ زبان رسالت سے اپنے ان تمام توہمات کی حرفاً حرفاً تردید و تغلیط سُن چکے تھے اور اپنی ہی قوم و قبیلہ میں اون سعادتمندوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے جو مبتلا خیال و گمان ان توہمات باطلہ کے تبلیغ اسلام کو ان تمام اغراض نفسانی سے پاک و صاف یقین کرکے اوسپر ایمان لا چکے تھے۔ الہامات قرآنی اور احکامات ربانی کو سنکر اوسکی پاک اور سچی بشارتوں کو اپنے لئے دین و دنیا کی رفاہ و فلاح کا ذخیرہ سمجھکر طاعت خدا اور اطاعت

رسولؐ کا قلادہ اپنی گردنون مین ڈال چکے تھے۔ وہ ایمان لانے کے وقت نہ رسول اللہ صلعم سے کسی معجزہ یا کرامت کی اظہار کے خواہان ہوئے اور نہ خدا سے اپنے لئے یا اپنے رسولؐ کے لئے دولت و ثروت کے خواستگار۔ صرف اونکے قلب کی صفائی اور توفیق الٰہی اونکی راہنمائی کے لئے کافی تھی۔ اونکے قلوب روشن عقول سلیم اور فہم و ادراک کی صلاحیت نے قرآن مجید کی الہامات اور رسالت کی تعلیمات سے کامل طور پر حصول ایمان اور قبول اسلام کا شرف حاصل کیا۔ بخلاف انکے ان محرومان قوم و وطن کی جہالت و ضلالت نے انکی طبیعتون سے تعلیمات الٰہی کی تفہیم و ادراک کی تمام قوتین سلب کرلی تھین اور اونکی ظاہر نما پیکر انسان کو قلوب لا یفقھون بھا و اٰذان لا یسمعون بھا و اعین لا یبصرون بھا (اونکے دل تھے مگر اون سے ادراک نہین کرسکتے تھے کان بھی مگر اون سے سُن نہین سکتے تھے آنکھین تھین مگر اُن سے دیکھ نہین سکتے تھے) کا مصداق بنا کر جہا و لا العقل کا مجسمہ تیار کردیا تھا۔ ماعقبات و دینیات کے یہ نیم وحشی انسان اپنے گمراہانہ خیالات مین خدا کے بھیجے ہوئے رسولؐ برحق کو ایک ملکی اور قومی شعبدہ گر یا ساحر کی زیادہ نہین سمجھتے تھے۔ اور رسالت و نبوت کے مقدس مقدار کو اپنی جہالت و ضلالت کی معیار پر آزمانا چاہتے تھے اس لیے خدا کے رسول برحق سے طلسم بندی اور شعبدہ بازی کی نسبت عجیب و غریب مستفسرات پوچھا کرتے تھے چنانچہ اونکے اس طول و طویل مکالمہ مین بھی انھین لغویات کا ذکر ہے اور کچھ بھی نہین۔ جناب رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک ایک کرکے اونکے جاہلانہ سوالات کا جس متانت اور سنجیدگی سے جواب دیا ہے وہ آپ کی صداقت رسالت کا کافی اور واضح ثبوت ہی لیکن باوجود اسکے کہ اس وضاحت و صفائی سے تعلیم اسلام کے اغراض و مقاصد اونکے ذہن نشین کرادیے گئے۔ بتلا دیے گئے اور سمجھا دیے گئے تاہم وہ بدبختان ازلی اور محرومان ابدی نہ سمجھنے والے تھے نہ سمجھے صرف یہی امر رسالت کے کمال اور اون جاہلون کے نقص فطرت کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔

قریش اور بنی ہاشم سے ترک موالات کا تحریری معاہدہ

مشرکین قریش اور کفار مکہ کی یہ ترکیب بھی کارگر نہ ہوئی۔ اب اونکے دماغ اور اونکی قوت متخیلہ مین کوئی دوسری تدبیر باقی نہین رہی جسکو وہ از سر نو تعلیم اسلام کے امتناع کی ضرورت سے عملی صورت مین لاتین۔ آخر تھک کر رسول اللہ صلعم کی ایذا رسانی قتل و ہلاکت۔ غریب مسلمانون پر ظلم و ستم جاری رکھے جانے کی قدیم ترکیب نکالی۔ یہ کوئی نئی تجویز نہین تھی۔ یہ تو وہی ترکیب تھی جسکو وہ سالہا سال سے اسلام اور بانی اسلام علیہ السلام کے متعلق جاری اور قایم رکھے تھے۔ ہان اسمین یہ فرق البتہ ہوا کہ پہلے یہ کسیقدر نرمی اور توقف کے ساتھ ظاہر کی جاتی تھی اور اب برابر اور متواتر۔ زیادہ شدت اور سختی کے ساتھ۔

ان واقعات کے تھوڑے دنون بعد۔ مخالفت اسلام اور عداوت حضرت سید الانامؐ کو کفار قریش نے ایک نئی صورت مین دکھلایا جس کیطرف مطعم ابن عدی اپنی تقریر مین حضرت ابی طالب سے اشارہ کرچکا تھا اور وہ بزرگ بنی ہاشم ان کے مخاصمانہ اغراض و مدعا کو بخوبی سمجھکر اونکو جواب بھی دیچکا تھا۔ اور اونکے تمام آیندہ مظالم کو نہایت استقلال و پاداری سے برداشت کرنیکے لئے تیار اور آمادہ ہوچکا تھا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔

ابن ہشام اپنی تاریخ مین لکھتے ہین -

فلما رات قریش ان اصحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد نزلوا بلدا اصابوا به امنا وقرارا وان النجاشی قد منع من لجاء الیه منهم وان عمر قد اسلم فکان هو وحمزه بن عبد المطلب مع رسول اللہ صلعم واصحابه وجعل الاسلام یفشوا فی قبائل اجتمعوا وائتمروا وان یکتبوا کتابا یتعاقدون فیه علی من بنی هاشم و بنی عبد المطلب علی ان لا ینکحوا الیهم ولا ینکحوهم ولا یبیعوهم شیئا ولا یبتاعوا منهم فلما اجتمعوا لذلك کتبوا فی صحیفة ثم تعاهدوا و توثقوا علی ذلك ثم علقوا الصحیفة فی جوف الکعبة توکیدا علی انفسهم وکان کاتب الصحیفة منصور بن عکرمه بن عامر - جلد اول ص ۱۲۲

جب قریش نے دیکھہ لیا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملک حبشہ مین جاکر بمقابلہ یہان کے امن و امان سے رہنے لگے اور شاہ حبشہ نے بھی (نجاشی) قریش کی درخواست کو نہین سنا جو اُس سے کیگئی تھی حضرت عمر بھی اسلام لاچکے اور حضرت حمزہ بھی مشرف با یمان ہوئے اور رفاقت اور صحابیت رسولؐ پر فائز ہو چکے اور اسلام دیگر اقوام و قبائل مین بھی پھیل گیا - تو تمام قریش پھر ایک جگہہ جمع ہوئے اور سب نے ملکر بااتفاق اس مضمون کا ایک معاہدہ لکھا جس کے روسے اُن لوگون نے تمام بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب سے اپنے تمام تعلقات اس شرط کے ساتھ ترک کر دیے کہ نکوئی شخص انکے ساتھ نکاح کریگا اور نہ وہ انکے ساتھ نکاح کرنے پائینگے نہ انکے ساتھ کوئی چیز بیچی جائے گی اور نہ ان سے کوئی چیز خریدی جائیگی اس مضمون کا معاہدہ لکھکر اور اوسپر ہمیشہ عمل کرنیکی عہد و پیمان حلفی لیکر اُس تحریر کو وسط کعبہ مین اوسکی عظمت و اہمیت قایم رکھنے کی غرض سے لٹکا دیا اس معاہدہ کو منصور بن عکرمہ بن عامر نے لکھا تھا -

امام قسطلانی شارح بخاری اور محدث شیرازی نے اس معاہدہ مین اتنی عبارت مشروطہ کا اور اضافہ فرمایا ہے کہ یہ عہد نامہ اپنے تمام شرائط کے ساتھ اوسوقت تک قایم رہیگا جب تک بنی ہاشم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر دیے جانے کی غرض سے قوم کے حوالہ نہ کر دین - مواہب لدنیہ قسطلانی اور روضۃ الاحباب محدث شیرازی جلد اول مطبوعہ لکھنو ص ۱۰۷

اس مین کوئی کلام نہین کہ کفار قریش اور مشرکین مکہ نے بنی ہاشم کے تباہ و برباد کرنیکی یہ آخری تدبیر سوچی تھی - جو انسان کی زندگی کے لئے لا انتہا تکلیف دہ اور ضرر رسان تھی اور اسمین بھی شک نہین کہ اس تجویز و ترکیب سے اونکا مدعا یہی تہا کہ بنی ہاشم ضروریات روزمرہ کے نہ ملنے کی وجہ سے تنگ و عاجز آکر یا تو قریش کے آگے اپنی اطاعت و متابعت کی گردنین ڈالدینگے - اسلام اور بانی اسلام علیہ السلام کی حمایت و رفاقت سے دست بردار ہو جائینگے - یا مکہ سے خارج البلد ہو جائینگے اور پھر خوف و ہراس سے مکہ کے پاس آنے کا خیال بھی نہ کرینگے دونون حالتون مین انکا مقصود حاصل تہا -

شعب ابی طالب کی ۳ سالہ قید

(یکم محرم ۷ سال نبوت)

کفار اپنی ترکیب مین تھے اور قدرت اپنی تدبیر مین - ابن ہشام اسکے آگے لکھتے ہین -

فلما فعلت ذلك قریش انحازت بنی هاشم

جب قریش نے یہ بند و بست کیا تو تمام بنی ہاشم اور بنی مطلب حضرت

بنو المطلب الی ابی طالب بن عبد المطلب فدخلوا معه فی شعبه فاجتمعوا الیه وخرج من بنی هاشم ابو لهب الی قریش فظاهرهم

ابی طالب کے پاس جمع ہوئے اور آپ اون لوگون کو اپنے ہمراہ لے کر اپنے شعب مین جو شعب ابی طالب مشہور تھا چلے آئے۔ اور بنو ہاشم سے صرف ابو لہب قریش کے ساتھ رہ گیا۔

شعب ابیطالب اصلاً پہاڑ کا ایک درہ تھا جو خاندان بنی ہاشم کا موروثی تھا۔

حقیقت مین حضرت ابی طالب کا صبر و سکوت اور ایسے سخت مظالم کے مقابلہ مین انکی ضبط و خاموشی انکی ہمت و استقلال کی عدیم النظیر مثال قایم کرتی ہے۔ ورنہ ذرا سے اشارہ پر خون کے دریا بہنے لگتے لیکن یہ امور جان رسول کی حفاظت اور دین اسلام کی اجرا و اقامت کے لئے حسقدر ضرر رسان تھے اونکو وہ پورے طور سے جانتے تھے اور حقیقت مین منشاء قدرت او مقتضاے مصلحت بھی یہی تھا جیسا کہ بہت جلد نتیجہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

باتفاق جمہور (تاریخ و حدیث) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور اونکے تمام خاندان نے شعب ابیطالب مین کامل تین برس تک جن مصیبت و شدت مین دن کاٹے اور راتین گذارین اونکا بیان دشوار ہے۔ اور کیونکر نہو۔ کھانا پینا بند آنا جانا ترک۔ خرید و فروخت موقوف۔ شعب سے قدم باہر نکالنا دشوار۔ یہ ترک موالات کا ہیکوئی حبس دوام کی پوری سزا تھی غریب محصورین جنمین خورد سال بچے اور شکستہ پا عورتین بھی شامل تھین۔ ایسا وقت آلگا تھا کہ دانہ دانہ کو محتاج تھے اتنی مجال تو تھی ہی نہین کہ شہر مین جاکر ضروریات روزمرہ کی چیزین لائین اور اگر جرأت کر کے جائین بھی تو دیتا کون ہے؟ اس مجبوری سے محاصرین کو تلاش اذوقہ کے لئے اطراف مکہ مین دور دور تک نکلنا پڑتا تھا اور صبح سے شام تک ان غریبون کو النصیب ما یصیب جو کچھ مل جاتا تھا۔ وہ رات کو گھر مین لاکر دن بھر کے بھوکے بال بچون کو کھلاتا ہوتا تھا

علامہ ابو جعفر اسکافی جو علامہ ابن الحدید شارح نہج البلاغت کے اوستاد اور شیخ تھے لکھتے ہین۔

"تلاش آذوقہ کی خدمت ان ایام مین خاصکر حضرت علی مرتضیٰ کے سپرد تھی یہ علی الصباح شعب سے نکلکر حوالی مکہ کی آبادیون مین دور دور تک نکلجاتے تھے اور وہان سے جو گیہون اور کھجورین جو کچھ میسر آتا تھا اپنی پشت پر رکھکر لاتے تھے وہ بھی کبھی یہ چیزین ملتی تھین اور کبھی نہین۔ کیونکہ ظالمان قریش مکہ کی بیرونی آبادیون مین جاکر منع کرآتے تھے۔ اسلئے علی الاکثر فاقہ گذرتے تھے۔ اور شدت گرسنگی و تشنگی سے گرفتاران مصیبت کی غریب جانین ہونٹھون تک آپہونچی تھین۔

علامہ ابن القیم اپنی کتاب زاد المعاد جلد اول ص ۲۹۹ مین لکھتے ہین۔ کہ بنی ہاشم کے بچے بھوک کے مارے اس زور سے روتے تھے کہ اونکے رونے کی آوازین گھاٹی کے باہر تک سنائی دیتی تھین۔ امام قسطلانی شارح بخاری کا بیان ہے کہ بنی ہاشم کے بچون کے رونے کی آوازین رات کے سناٹے مین تمام شہر مین سنائی دیتی تھی اور سنگدل و بیرحم قریش سنتے تھے اور ہنسا کرتے تھے اور انواع و اقسام کے طعن و تشنیع کیا کرتے تھے شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین تین برس تک بنو ہاشم نے اس حصار مین بسر کی ہندانم

ایسا سخت گذرا کہ طلح (نام درخت) کے پتے کھا کھا کر بسر کرتے تھے۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۷۹

قریش کی ایسی سخت قدغن تھی اور ایسی شدید روک تھام۔ ان مصیبت زدون مین سے جو شخص چھپ چھپا کر تلاش رزق مین باہر نکل جاتا تھا اور سوء اتفاق سے قریش اُسے دیکھ پاتے تھے تو سخت تعذیر پہونچاتے تھے۔ موسم حج مین بیرونی قبائل سوداگر یہ لوگ خرید و فروخت کی کوشش کرتے تھے تو یہ ظلمہ وقت نہایت سختی سے اونھین منع کرتے تھے اور باز رکھتے تھے۔

تکلیفین تو اتنی تھین اور مصیبتین ایسی اور حامی و مددگار ایک بھی نہین لیکن صد آفرین ہے اون مظلومین کے صبر سکوت پر ہزار احسنت ہے ان محصورین کے استقلال و پاداری پر اگر کسی شخص پر محض دو چار دن کے لئے ایسی مصیبتین پڑ جاتین تو وہ گھبرا کر یا تو جان دے ڈالتا یا ظلمہ وقت کی اطاعت کر لیتا۔ ان غریبون پر تو اس آفت و مصیبت مین پورے تین برس گذر گئے۔ لیکن انکے پائے استقامت مین ذرا بھی جنبش نہوئی۔ وہ خدا کے بھیجے ہوئے سچے رسولؐ کی حمایت و رفاقت پر یقین اور خدائے قادر و توانا کی نصرت و امداد پر توکل کئے ہوئے خموش بیٹھے رہے۔ اور ان تمام مصائب کو۔ رضاً بقضاءٖ و تسلیماً لامرہٖ کہہ کہہ کر جھیل گئے اور شکایت کیسی اور گلہ کیسا۔ کسی فرد واحد نے موہنہ سے اُف بھی نہ کی۔

محصورین کی ہمت و استقلال کی تو یہ کیفیت تھی۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فرائض تبلیغ مین انہماک و محویت کی یہ حالت تھی کہ باوجود ان تمام شدائد کے۔ آپ محاصرہ کی موجودہ ضیق النفسی کی عالم مین بھی ہدایت و ارشاد سے باز نہ رہے بلکہ عزلت و انزوا کی یہ خاص صحبتون مین آپ کو اس کی ادا کاری کا بہتر موقع مل گیا۔ پیشوایان اسلام رات کے پردے مین مخالفین کی آنکھین بچا کر اور چھپ چھپا کر خدمت مین حاضر ہوتے تھے اور درس معلم ربانی سے تعلیم ایمانی حاصل کرتے تھے۔ ابن ہشام لکھتے ہین

ورسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یدعوا قومہ لیلاو نھارًا سرًّا و جھارًا منادیا بامر اللہ

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح و شام مخفی اور علانیہ طور پر امر خدا کی طرف قوم کی دعوت کیا کرتے تھے۔

سہ سالہ قید سخت سے مخلصی

(سنہ ۱۰ سال نبوت)

کامل تین برسون کے گذر جانے کے بعد بھی چاہے سنگدل اور بیرحم مشرکین قریش کی ستمگاریان دھیمی پڑ نہ ہون یا اونکی جور و جفا اور ظلم و ایذا مین ذرا بھی کمی آئی ہو۔ نہین وہ معاملات مین ویسے کی ویسے ہی سخت و شدید تھے شعب ابیطالب کے آفت دیدہ اور مصیبت رسیدہ محصورین کی تکلیف و شدت کا خیال کر کے مکہ کے وہ معتدل مزاج لوگ جنکو انکی مصیبتون کا کسیقدر احساس ہو چلا تھا اور بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب سے قرابت اور رشتہ مندی کا بھی واسطہ تھا کبھی کچھ تحائف کبھی کوئی کھانے پینے کی چیزین نہایت ہوشیاری اور احتیاط کے ساتھ مخفی طور پر بھجوا دیتے تھے لیکن ساتھ ہی اسکے قریش دیکھ پاتے تو فوراً لیجانے والے سے چھین کر اوسے کھا جاتے تھے۔ یا اپنے گھر لیجاتے تھے اور نہین تو اوسے ضایع اور نقصان کر دیتے تھے

غرض ہر حال مین ادس حبہ پیسہ کو غریب محصورین تک پہونچنے نہ دیتے تھے۔

چنانچہ ابن ہشام ان مین سے اخیر واقعہ کی یہ کیفیت لکھتے ہین۔

فاقاموا علی ذلک سنین اوثلاثا حتی جهدوا الا یصل الیهم شیٔ الا سرا او مستخفیا به من اراد صلتهم من قریش وقد کان ابو جهل بن هشام فیما یذکرون لقی حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد معه غلام یحمل طعام یرید به عمته خدیجة بنت خویلد وهی عند رسول الله صلعم ومعه بالشعب فتعلق به وقال اتذهب بالطعام الی بنی هاشم والله لا تبرح انت وطعامك حتی افضحك بمکة فجاء ابو البختری بن هشام بن الحرث بن اسد فقال مالك وله فقال یحمل الطعام الی بنی هاشم فقال ابو البختری طعام کان لعمته عنده بعثت الیه افتمنعه ان یاتیها بطعامها خل سبیل الرجل قال فابی ابو جهل حتی نال احدهما من صاحبه فاخذ ابو البختری لحی بعیر فضربه به فشجه ووطئه وطأ شدیدا ص ۱۲۳

جب بنی ہاشم پر اس قید و مصیبت مین دو برس یا تین برس گذر گئے کہ اگر اونکے قریب و رشتہ مند لوگ کچھ اونکے پاس بھیجنا چاہتے تھے تو نہایت خفیہ طور پر بڑی احتیاط سے بھیجتے تھے چنانچہ ایکبار کا ذکر ہے کہ ابو جہل نے حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد کو مع اونکے غلام کے دیکھا جسکے سر پر وہ کچھ از قسم طعام لیکر آئے اپنی عمہ حضرت خدیجہ ؓ کے واسطے۔ جو جناب رسالتمآب صلعم کے ہمراہ شعب مین تشریف رکھتی تہین۔ لئے جاتے تھے۔ یہ دیکھکر ابو جہل اون سے لپٹ گیا اور کہنے لگا تو بنی ہاشم کے لئے کھانا لئے جاتا ہے۔ مین تجھے کبھی نہ جانے دونگا اور تمام مکہ مین فضیحت کئے بغیر تجھے نچھوڑونگا۔ اس اثنا مین ابو البختری بن ہشام بن حرث بن اسد آگیا اور اوس نے ابو جہل سے پوچھا کہ تم مین اور اس مین کیا قضیہ پیش ہے ابو جہل نے جواباً کہا دیکھتے ہو یہ بنی ہاشم کیلئے کھانا لیے جاتا ہے۔ ابو البختری بولا تو کیا ہوا اوسکی عمہ اونلوگون ربنی ہاشم) کے ساتھ ہے وہ اوسکے لئے کھانا لئے جاتا ہے کہ اوسکو پہونچادے۔ تو تمکو کیا ایسی پڑی ہے کہ تم اوسکی راہ روکتے ہو آدمی کی راہ چھوڑ دو اور اسکو جانے دو ابو جہل نے انکار کیا اور راستہ نہین دیا بلکہ اپنے دو رفیقون مین سے ایک کو پکارا۔ اس زبردستی کو دیکھکر ابو البختری کو بھی غصہ آگیا ایک اونٹ کی ہڈی پڑی تھی اوٹھائی اور ابو جہل کے سر پر اوس سے ایک ضرب شدید لگائی "

یہ ہین قدرت کے انتظام اور مشیت کے احکام۔ ہم پہلے لکھ آئے ہین کہ کفار اپنی ترکیب مین تھے اور قدرت اپنی تدبیر مین تین برس پہلے دنیا نے کفار قریش کی آمادگی اور مستعدی کا وہ عالم بھی دیکھا تھا جس ہماہمی سے یہ معاہدہ لکھا گیا تھا کعبہ مین آویزان کیا گیا تھا اسکے شرائط پر قایم رہنے کے لیے فرداً فرداً قسمین کھائی گئین تھین حلف اوٹھائے گئے تھے۔ اور آج جبروت قدرت کا یہ نظارہ اور جلوہ آرائی بھی پیش نظر ہے کہ باوجودیکہ وہ معاہدہ کعبہ مین ابھی تک لٹک رہا ہے۔ مگر اوسکے لکھنے والے۔ اوسکی ادائے شرائط پر غلیظ قسمین کھانے والے اوس بیرحمانہ اور ظالمانہ تحریک کی حقیقت کو سمجھکر آپس مین ایک دوسرے کو ظالم اور جابر کہہ رہے ہین جن امور کو قطعی ممنوع کر چکے تھے اوسکی اجرا و تعمیل کو اپنے ہی دست و زبان سے جاری کر رہے ہین ابو البختری سا دشمن رسول ابو جہل کے ایسے اپنی قدیم رفیق اور رئیس قوم کو اس امر کی مخالفت کے لئے ہڈیون سے مارتا ہے اور مجرم ٹہراتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ جن زبانون سے اس تحریر کی تجویز کی گئی تھی اور قسمین کہائین گئین تھین اونھین زبانون سے یہ غلط معطل اور مفسدہ انگیز ٹھیرایا گیا۔

یہ کرشمہ قدرت نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ ابن ہشام جلد اول ص ۱۳۰ مین مندرج ہے شبلی صاحب نے اسکا خلاصہ لکھا ہے اوسکی مفصلہ ذیل نقل کو ہم اپنے مدعاے بیان کے لئے کافی سمجھتے ہین۔

متصل تین برس تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام آل ہاشم نے یہ مصیبتین جھیلین بالآخر دشمنون ہی کو رحم آیا اور خود انھین کی طرف سے ان معاہدہ کے توڑنے کی تحریک ہوئی ہشام مخزومی خاندان بنی ہاشم کا قریبی رشتہ دار اور اپنے قبیلہ مین ممتاز تھا۔ وہ چوری چھپے بنو ہاشم کو غلہ وغیرہ بھیجا کرتا تھا ایک دن وہ زہیر کے پاس جو عبدالمطلب کے نواسے تھے گیا اور کہا کیون زہیر تمکو یہ پسند ہے کہ تم کھاؤ پیو۔ ہر قسم کا لطف اوٹھاؤ۔ اور تمہارے ماموون (ابی طالب) کو ایک دانہ نصیب نہو زہیر نے کہا۔ کیا کرون تنہا ہون۔ ایک شخص بھی میرا ساتھ دے تو مین اس ظالمانہ معاہدے کو ابھی پھاڑ کر پھینکدون ہشام نے کہا مین موجود ہون۔ دونون ملکر مطعم بن عدی کے پاس گئے بختری (ابوالبختری) ابن ہشام اور زمعہ بن الاسود نے بھی ساتھ دیا دوسرے دن سب ملکر حرم میں گئے۔ زہیر نے سب لوگون کو مخاطب کرکے کہا اے اہل مکہ یہ کیا انصاف ہے لوگ آرام سے بسر کرین اور بنی ہاشم کو آب و دانہ نصیب نہو۔ خدا کی قسم جب تک یہ ظالمانہ معاہدہ چاک نہ کردیا جائے گا مین باز نہ آونگا ابوجہل برابر سے بولا ہرگز اس معاہدہ کو کوئی ہاتھ نہین لگا سکتا۔ زمعہ نے کہا تو جھوٹ کہتا ہے جب یہ لکھا گیا تھا اسوقت بھی ہم راضی نہین تھے غرض مطعم نے ہاتھ بڑھا کر دستاویز چاک کرڈالی ع خوب شد اسباب خود بینی شکست۔

مطعم ابن عدی۔ عدی ابن قیس۔ زمعہ ابن اسود (حضرت ام سلمہؓ کے پہلے شوہر) اور ابوالبختری اور زہیر ہتھیار باندھکر بنو ہاشم کے پاس گئے۔ اور اونکو درہ سے نکال لائے۔

قدرت کا یہ عجیب نظارہ تھا خدا کی شان یہی لوگ جنھون نے یہ عہد کیا تھا کہ جبتک بنی ہاشم محمد صلعم کو قتل کرنے کے لئے ہمین حوالہ نہ کردینگے اس معاہدے سے انحراف ناممکن ہے۔ آج وہی لوگ اوسی معاہدے کو اپنے ہاتھون سے چاک کرکے محمد صلعم کو تمام بنی ہاشم کے ساتھ اپنی تلوارون کے سایہ مین لیکر درہ کوہ سے گھر تک بحفاظت تمام پہونچا دیتے ہین۔ [۱] اس سے بڑھکر اسلام کی حقانیت۔ اور بانی اسلام علیہ السلام کی روحانیت کے اور کیا ثبوت ہوسکتے ہین۔ اللھم صل علی محمد وآل محمد۔

مغرورین قریش اور مشرکین مکہ نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے اختیاری بیمقداری اور بیکسی و بے یاری کے اظہار کی غرض خاص سے۔ آپ کو۔ آپ کے تمام خاندان کے ساتھ درہ کوہ مین محصور کر رکھا تھا۔ یہ تجویز بظاہر انسانی تدبیر تو ضرور تھی

[۱] کمال افسوس ہے کہ کفار قریش کو ان محصورین بنی ہاشم پر بالآخر ایسا رحم آیا کہ خود چھڑا کر گھر پہونچا دیا لیکن سنہ ۶۱ ہجری مین آج سے تقریباً ۱۳۰۰ برس بعد انھین کی اولاد و احفاد کو جو اسوقت مسلمان ہو چکے تھے اور صاحب ایمان کہلاتے تھے ارض کربلا کے محصورین بنی ہاشم پر جنمین سبط رسول الثقلین حضرت امام حسین علیہ السلام بھی داخل تھے۔ ذرا بھی رحم نہ آیا اور اونکی ہزارون کی تعداد مین کسی فرد واحد کو خدا و رسول کے نام پر اتنا ترس نہ آیا کہ تین دن کی بھوک پیاس مین اس قیامت کے محاصرے سے نکلکر اونکے گھر تک پہونچا دیتا اسی مقام پر کہنا پڑتا ہے ع
پیچ کافر نہ کند انچہ مسلمان کردند۔ المولف عفی عنہ۔

لیکن حقیقتاً وحشیانہ مظالم تھے اور حیوانی تعذیر۔ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے برحق پیغمبر تھے۔ اور خدا کی نیابت مین اُسکا پیام ان کفار ومشرکین کو پہونچاتے تھے۔ یہی مشرکین کے جاہلانہ اور گمراہانہ اغراض ومقاصد کے خلاف ہوتا تھا۔ اس لئے وہ آپ کے مخالف تھے اور اسی مخالفت کی بنا پر آپ کو درہ کوہ مین پہونچا دیے جانے۔ اور آپ کے خاندان بھر سے ترک تعلقات کئے جانیکی ایسی بیرحمانہ اور ظالمانہ سزا تجویز کی تھی جس سے صریحاً آپکی ذاتی تحقیر وتوہین منظور تھی لیکن ان کورعقلون کی اس غلط اور گمراہانہ تجویز وترکیب کا نتیجہ قدرت کی حسن تدبیر سے ظہور پذیر ہوا وہ دنیا نے آنکھون سے دیکھ لیا۔ اور پوری تفصیل سے اوپر بیان ہوچکا ہے۔

معراج

اب قدرت الٰہی کے لئے اپنے رسول برحق (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تحقیر وتوہین کے ازالۂ کلّی کا سامان اعلان بھی ضروری تھا۔ اور عادت آلٰہی بھی ہمیشہ سے یوہین جاری ہے کہ انبیاء ومرسلین کے گروہ مخصوصین مین۔ بلا ومصیبت کے بعد اونکے مراتب ومدارج مین نمایان اضافہ کیا جاتا ہے۔ اس لئے بروایت ابن سعد خداوند عالم نے شعب ابیطالب کی مصیبت سے مخلصی کے بعد۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو رتبۂ معراج جسمانی عطا فرماکر آپ کی خاص مرتبہ افزائی فرمائی اور راتون رات کرشمۂ قدرت نے آپ کو براۃ العین تمام ملکوت سمٰوٰت کی سیر کرائی۔ جسکی خبر آیہ وافی ہدایہ۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ آغاز سورہ بنی اسرائیل جزو ۱۵

وہ خدا (عجز و درماندگی کے عیب سے) پاک ہی جو اپنے بندہ (محمدؐ) کو راتون رات مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) سے مسجد اقصی (بیت المقدس) تک لیگیا جسکی گرداگرد ہم نے (دنیا و دین) کی برکتین دے رکھی ہین (اسمین اونکو جانے سے مقصود یہ تھا) کہ ہم اونکو اپنی (قدرت) کے نمونے کی سیر کرائین اور (اونکو بعض اسرار غیب معلوم ہون) ورنہ اصل سننے والا دیکھنے والا (یعنی غیب دان) وہی خدا ہے۔ ترجمہ شمس العلماء حافظ نذیر احمد صاحب

سے پورے طور پر ہویدا وآشکار ہے۔

واقعہ معراج کے تعین سال مین اختلاف ہے لیکن علی الاکثر محدثین ومورخین نے سنہ ۱۱ نبوت پر اتفاق کیا ہے اور شبلی صاحب نے ابن سعد ہی کے مختار پر اعتبار فرمایا ہے ابتدا سے لیکر اسوقت تک علماء وحکماء اسلام مین یہ واقعہ تاریخی حیثیت سے زیادہ بحث معقول ومنقول کی صورتین دکھلایا گیا ہے جانبین سے خوب خوب طبع آزمائیان اور خامہ فرسائیان ہوئی ہین اسکی پوری حقیقت اپنے حد تعقل کے مطابق تو ہم اس سلسلہ کی پانچوین جلد مین پوری تفصیل سے لکھین گے۔ ان شاء اللہ المستعان۔ لیکن تمہیداً حسب ذیل اشارہ کردینا ضروری اور مناسب مقام ہے۔

قدرت آلٰہی کو جب اوسکے تمام صفات وتصرفات کے ساتھ ہم اور ہمارے علماء وحکما تسلیم کرچکے ہین اور اس سے بھی زیادہ تا ممکنات کو مشاہدہ عینی اور بدیہات یقینی کے برابر مان چکے ہین تو پھر جبروت قدرت کے اُس سہل اور آسان مظاہر کو مشکل دشوار اور خارج از امکان کیسے کہہ سکتے ہین۔ سرسید احمد خان مرحوم کو اس مسئلہ مین خاص طور پر تامل رہا ہے اور اونھون نے بڑے شد ومد اور رد وکد سے خطبات احمدیہ مین معراج کی تمام مرویات مندرجہ کتب اسلامیہ کی تردید وتکذیب فرمائی ہے

گویا معراج جسمانی کے تمام دلائل و براہین کو غلط ٹہرا کر ام المومنین حضرت عائشہؓ اور امیر معاویہ کی مرویات پر اپنا محتا قایم کیا ہی اور اس واقعہ کو ایک خواب کے پیمانہ پر معمولا سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ یہ دونوں مرویات اعتبار کردہ سید صاحب۔ حدیثون کے اصول تنقید کے مطابق مراسیل اور موقوف الاسناد احادیث ثابت ہوتی ہین کیونکہ وقت وقوع اسکا سنہ ۱۰ سال نبوت ثابت ہوتا ہے جسکو سید صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں۔ تو پھر اسوقت حضرت عائشہ شرف زوجیت مین آئی کہان تھین۔ غالباً جناب صدیقہ کبریٰ کی خدیجہؓ بقید حیات تھین۔ اس لئے انکا بیان کیسے صحیح اور قابل اعتبار ہوگا۔ یہی حالت معاویہ صاحب کی ہے وہ شاید اگر پیدا ہوچکے بھی ہون تو دودھ پیتے ہون گے! اسلئے قابل الروایات نہین۔ اور اصول تنقید احادیث کی رو سے تو سنہ ۸ ہجری تک جبتک یہ اسلام سے مشرف نہو لئے کسی مسلمان کے آگے قابل الروایات ہو بھی نہین سکتے۔ اسکے علاوہ قاعدہ تنقید کے مطابق یہ دونون حضرات اگر موجود بھی ہون اور قابل الروایت بھی ہون تاہم شریک واقعہ نہین تھے جو جسم مطہر رسولؐ کو بستر مبارک پر رہنا دیکھ سکے ہون۔ کیونکہ باتفاق جمہور واقعہ معراج مکہ معظمہ مین حضرت ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر مین واقع ہوا۔ ابن اثیر ابن ہشام قسطلانی وغیرہم)

تیسرے راوی حسن بصریؒ ہین۔ جو صحابی بھی نہین۔ تابعی ہین۔ اور یقیناً اوسوقت پیدا بھی نہین ہوئے تھے اس لئے ثابت ہوگیا کہ ان حضرات مین سے کوئی صاحب شریک واقعہ نہین تھے اس بنا پر کسی کا بیان نہ قابل اندراج ہوسکتا ہے نہ لایق احتجاج۔

سید صاحب اپنے خاص اصول طبعی کے مطابق اپنی عقل و ادراک سے پہلے ہر واقعہ مین حکمائے عقل کی نقل کیطرف متوجہ ہوتے ہین۔ وہ بھی حکمائے یونان کے خشک فلسفہ و حکمت پر۔ سب سے بڑی غلط فہمی جو تحقیقات دینیات مین آپ کو واقع ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ ہر اسلامی واقعہ کو یورپین علما و حکما کے اصول تالیف کے مطابق اوتارنا چاہتے ہین اور تمام مرویات قدیمہ اسلام کو مندرجات کتب قدیمہ کے موافق تلاش کرتے ہین اسی وجہ سے آپ نے بہت سی مرویات اسلامی کی تکذیب و تغلیط محض اسی بنیاد پر کردی ہے کہ مرویات توریت اسکے مخالف ہین۔ جیسا کہ ذبیح اسحٰقؑ اور حقیقت حجر الاسود اور نعوذ باللہ سنگ پرستی طریقہ عبادت اولاد ابراہیم۔

ہم کہتے ہین کہ سید صاحب مرحوم نے بڑی غلطی کی کہ اس واقعہ معراج کی حقیقت کو بھی اپنے دستور و عادت کے مطابق توریت مین نہ دیکھ لیا۔ کہ اوسمین انبیا کو حصول معراج کی کیا صورت تبلائی گئی ہی سفر تکوین مین حضرت یعقوبؑ کی معراج اور سفر تاریخ مین حضرت سلیمانؑ کی معراج۔ آسمان پر زینہ لگا کر تبلائی گئی ہے نہین معلوم کہان قدیم الہامی مرویات پر ہمارے سید صاحب مرحوم کون سی دلیل قوی رکھتے ستھے۔

ہم اپنی تمہیدانہ تمہید مین معراج کے متعلق صرف اتنی ہی بیان کو اس مقام پر کافی سمجھتے ہین حکما و علمای اسلام مین یہ بحث و مسئلہ ہمیشہ معرکۃ الآرا رہا ہے۔ امام رازی۔ امام غزالی محقق طوسی اور ملا عبد الرزاق لاہجی وغیرہم نے بڑی بڑی معقولی بحث اس موضوع پر لکھی ہین۔ اور ہر قرینہ سے معراج جسمانی اور اوسکی معقولیت کے تمام مشاہدات کو عین امکان ثابت کیا ہے ملاحظہ

معراج القدس مضامین عالیہ۔ تجرید اور گوہر مراد لیکن ان تمام حضرات کے بیانات و اکتشافات سے زیادہ سہل اور عام فہم مضامین میں شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے معراج کے تمام مقاصد و مشاہد کو بتلایا ہے اور سمجھایا ہے اونکی خاص عبارت مع ترجمہ ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

واسری به الى المسجد الاقصى ثم الى السدرة المنتهى والى ماشآء الله وكل ذلك بجسده صلى الله عليه واله وسلم فى اليقظة ولكن ذلك فى موطن هو برزخ بين المثال والشهادة جامع الاحكامهما فظهر على الجسد احكام الروح وتمثل الروح والمعانى الروحية الاجساد اولذالك بان لكل واقعة من تلك الوقائع تعبير۔

نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مسجد اقصیٰ تک پھر سدرۃ المنتہیٰ تک اور جہانتک کہ خدا نے چاہا سیر کرائی گئی۔ یہ سب کچھ جسم کے ساتھ بیداری میں تھا لیکن سمجھ رکھنا چاہیئے کہ یہ ایک مقام ہے جو عالم مثال اور شہادت کے درمیان واقع ہے۔ اور ہردو عالم مذکورہ کے احکام کا جامع ہے جسم پر اس عالم میں روح کی احکام ظاہر ہوئے اور روح و معانی نے جسم قبول کرکے تمثیل اختیار کی اس لئے ان تمام واقعات میں ہر ایک واقعہ کے واسطے ایک خاص معنی ہے اور تعبیر۔

واما ركوب البراق فحقيقته استواء نفسه النطقية على النسمة التى هى الكمال الحيوانى فاستوى راكبا على البراق كما غلبت احكام نفسه النطقية على البهمية وتسلط عليها۔

براق پر سوار ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ نفس ناطقہ نسمہ پر جو کمال حیوانی ہے غالب آجائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم براق پر وہی خوبی سے سوار ہوئے جس طرح آپ کے نفس انسانی کے احکام قوت بہیمیہ پر غالب اور متسلط ہیں۔

واما اسرائه الى المسجد الاقصى فلانه محل ظهور شعائر الله ومتعلق همم الملأ الاعلى ومطمح انظار الانبيآء عليهم السلام فكانه كوة على الملكوت

مسجد اقصیٰ تک کی سیر اس لیے ہے کہ وہ شعائر الٰہیہ کے ظہور کا محل ہے ملاً اعلیٰ کی ہمتیں اس سے متعلق ہیں اور وہ انبیاء علیہم السلام کی نگاہوں کی نظر گاہ ہے۔ گویا وہ ملکوت کا ایک قبہ ہے۔

واما ملاقاته مع الانبيآء صلوٰة الله عليهم ومفاخرته معهم فحقيقتهما اجتماعهم من حيث ارتباطهم بحظيرة القدس وظهور ما اختص به من بينهم من وجوه الكمال۔

انبیا علیہم السلام سے ملاقات اور مفاخرت کی حقیقت یہ ہے کہ حظیرۃ القدس سے جو اونکو اجتماعی ربط و ضبط حاصل ہے اور اجتماعی امور کا نہایت کاملیت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمام جگہ ظہور ہوا۔

واما رقيه الى السموات سمآء بعد سمآء فحقيقته الانسلاخ الى مستوى الرحمن منزلة بعد منزلة ومعرفة حال الملئكة الموكلة بها ومن يلحق بهم من افاضل البشر والتدبير الذى اوحاه

آسمانوں پر یکے بادیگرے چڑھنے کی حقیقت یہ ہے کہ درجہ بدرجہ تعلقات طبعی سے نکل کر مستوی (جائے استقرار) رحمٰن کی طرف جانا ہے نیز اون فرشتوں کی حالت سے معرفت حاصل ہونا۔ آنحضرت صلعم اور آپ کی امت کے بزرگان قوم کے قریب تر رہنے پر مامور ہیں۔ نیز تدبیر کلیہ کی شناخت

الله فيها والاختصام الذي يحصل في ملائها
واما **بكاء موسى** فليس بحسد ولكن مثال لفقد
عموم الدعوة وبقاء كمال لم يحصل مما هو في وجهه
واما **سدرة المنتهى** فشجرة الكون وترتب بعضها
على بعض واجتماعها في تدبير واحد كاجتماع الشجرة
في الغادية والنامية ونحوهما لم يتمثل حيوانا لان
التدبير الجملي الاجمالي الشبيه السياسة الكلي
افراده وانما اشبه الاشياء الشجرة دون الحيوان
فان الحيوان فيه قوى تفصيلية وكارادة فيه ادرج من
سنن الطبيعية۔
واما **الانهار** في اصلها رحمة فائضة في الملكوت
حذو الشهادة وحيوة وانماء فلذلك تعين هذا الله
بعض الامور النافعة في الشهادة كالنيل و
الفرات۔
واما **الانوار** التي غشيتها فتدليات الهية و
تدبيرات رحمانية تلعلعت في الشهادة حيثما استعدت
لها۔ واما **البيت المعمور** فحقيقة التجلي الالهي الذي
يتوجه اليه سجدات البشر وتضرعاتها يتمثل بيتا
على حذو ما عندهم من الكعبة وبيت المقدس
وامر خمس صلوٰة بلسان التجوز لانها خمسون
باعتبار الثواب۔ ثم اوضح الله مراده تدريجا ليعلم
ان الحرج مدفوع ان النعمة كاملة وتمثل هذا
المعنى مستندًا الى موسى عليه السلام فانه
اكثر الانبياء ومعالجة للامة ومعرفة لسياستها

اور ان امور کی دریافت جن پر ملائکہ مقربین عرش مسابقت کیا کرتے ہیں۔
گریہ موسیٰؑ واضح ہو کہ گریہ موسیٰؑ سے حسد کا اظہار مراد نہیں بلکہ اظہار اس امر کا ہے کہ اونکی رسالت تمام دنیا کے لئے عام نہ تھی اور یہ کمال باقی تھا جو موسیٰ کو ملا نہیں تھا **سدرۃ المنتہیٰ** درخت عالم ہے کہ ایک جزو دوسرے جزو پر مترتب اور یہ سب کے سب تدبیر واحد کے اندر جمع ہیں جیسا کہ درخت کی غذا و نمو میں بھی حال ہے۔ واضح رہے کہ کسی حیوان سے اسکی تمثیل نہیں دیگئی کیونکہ وہ تدبیر کلیہ اجمالیہ جو سیاست کلیہ سے مشابہت رکھتی ہے وہ بھی مفردات کے بہترین مشابہت اسکی درخت میں پائی جاتی ہے کہ ایک ہی تنہ پر مختلف قسم کی شاخیں، ڈالیاں اور پتے ہوتے ہیں اور غذا و نمو میں باہم مستفیض ہیں اور حیوان میں یہ مشابہت پائی نہیں جاتی کیونکہ انسان میں قوای تفصیلیہ بھی ہیں اور ارادہ بھی رکھتے ہیں اور یہ سنن طبعیہ سے زیادہ صریح ہیں۔
دریائے آسمانی کی اصل خدا کی رحمت فائضہ ہے۔ جو عالم ملکوت میں عالم شہادت کے محاذی موجود ہے نیز حیات و نمو بھی اسی میں داخل ہے اور سلسلہ ظاہر چند اسباب نافعہ مثل نیل و فرات وغیرہ کا تعین فرمایا گیا ہے۔
انوار الٰہیات۔ رہے وہ انوار جنہوں نے اسے ڈھانپ لیا وہ تدلیات رحمانی اور تدبیرات ربانی ہیں جو عالم ظہور میں جلوہ گستر اور نور ریز ہیں۔ جہانتک اس عالم میں انکی استعداد پائی جاتی ہے
بیت المعمور کی حقیقت وہ تجلی ہے جسکی طرف بندگان خدا کی دعائیں اور سجدوں کا رخ ہوتا ہے اور وہ خانہ کعبہ و بیت المقدس کے محاذ میں جیسا کہ ان لوگوں کا ان ہر دو کی بابت اعتقاد ہے۔ ایک گھر کی تمثیل لئے ہوئے ہے
پانچ وقتوں کی نماز کا تقرر بھی زبان تجوزی سے ہوا ہے لیکن ثواب کے اعتبار سے یہ پانچ پچاس کے برابر ہیں۔ گویا خداوند عالم نے آہستہ آہستہ یہ سمجھایا ہے کہ ثواب تو (۵۰ کے برابر) کامل ہے اور حرج من اوٹھا دیا گیا ہے۔ یہ مطلب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سند سے متمثل کیا گیا ہے کیونکہ جناب ممدوح بہت سے انبیا علیہ السلام سے امت کی اصلاح و درستی اور اصول سیاست اور شناخت و معرفت امت میں بڑھے ہوئے ہیں۔